کشف الاشتباہ
مناظرہ
مصنفہ شیخ عبدالحسین صاحب الرشتی

جملہ حق و رقوم کتاب محفوظ

کشف الاشتباہ

مصنفہ

حجۃ الاسلام آیۃ اللہ الشیخ عبدالحسین الرشتی الغروی دام ظلہ

مع ترجمہ و حواشی

عالیجناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ مدظلہ سرپرست دائرۃ الاشاعۃ نوگانوہ

خلف الصدق زبدۃ المتفقہین عمدۃ المتالہین مولانا السید محمد حسین صاحب قبلہ مدظلہ نوگانوی

مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

قیمت صرف ۱۲

اہداء وانتساب

دار العلوم سید المدارس امروہہ جو علوم مشرقیہ کا مرکز خصوصاً علوم دینیہ کی
ایک قدیمی اور اعلیٰ درسگاہ ہے اور جس کے فیوض و برکات کے محیط بادل اس حقیر
کے دل و دماغ پر ایک عرصہ تک موسلا دھار برسے ہیں۔ میں اپنی اس حقیر سعی کو
اسی کی خدمت میں پیش اور اسی کے نام نامی کی طرف منسوب کرتا ہوں اُمید ہے
کہ اس کے عالیقدر صدر قدوۃ المتفقہین سید الملۃ والدین حجۃ الاسلام والمسلمین
مولانا السیّد محمّد صاحب قبلہ مدظلہ مجتہد العصر اس اہداء و انتساب کو نظر
فیض اثر سے منظور فرما کر مجھے نیز میرے ادارہ "دائرۃ الاشاعۃ" کو حق
نازش و افتخار اور موقع تشکر و امتنان مرحمت فرمائیں گے۔

والسّلام مع آلاف التحیۃ والاکرام

خادم الملۃ

السیّد محمد مجتبیٰ صین عن الاذی

از نجف اشرف

عراق

بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو زاهق

الحمد للہ کہ کتاب مستطاب

کشف الاشتباہ

فی

رد موسیٰ جار اللہ

از افادات

حجۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین غوث المومنین غیاث الملۃ والدین سلطان المتفقہین رئیس المتکلمین

العلامۃ الربانی الشیخ عبد الحسین الرشتی الحائری الطہرانی مدظلہ مجتہد اعظم نجف اشرف عراق

مع ترجمہ وحواشی

از جناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب قبلہ مدظلہ سرپرست دائرۃ الاشاعت مقیم نوگانواں زیرین نجف اشرف

مصنف زینۃ المجالس، تعلیم الشہداء، الاعتبار، اثبات الحجاب مع جواہر بے بہا دو جلد

عین حقیقت، ارغام الکفرۃ، تحقیق البیان، عناصر الایمان، تشریح الکبائر

سفینۃ النجات وغیرہ وشارح سمط الدرر

در مطبع محبوب المطابع برقی پریس دہلی طبع شد

مقدّمہ کتاب

از رشحاتِ کلکِ شمس المحققین فخر العلماء السید محمد محسن نواب صاحب قبلہ مدظلہ لکھنوی نزیلِ نجف اشرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج سے تقریباً تین سال قبل اہل سنت کے ایک مشہور عالم (موسیٰ جار اللہ) نجف اشرف بغرض زیارت وارد ہوئے اور موصوف نے شیعوں کے متعلق چند مذہبی سوالات جمعیت "رابطہ علمیہ" کے توسط سے علماء اعلام نجف کی خدمات عالیہ میں بغرض جواب روانہ کئے، جسے علماء اہلسنت بہت اہم اور لاجواب خیال کرتے ہیں اور جن کو سائل نے اپنی طویل تحقیق کلامی معلومات اور درس مذاہب مسلمین کا نچوڑ اور اپنا علمی شاہکار بیان کیا ہے چند سر برآوردہ علماء نے اپنے مشاغل تدریس وغیرہ سے وقت نکال کر جوابات تحریر کئے، جن میں سے مجھے اکثر کے مطالعہ کا موقعہ ملا، یہ رسالہ جو شایع کیا جا رہا ہے اُن سب میں خاص امتیاز رکھتا ہے جس وقت جناب مؤلف مدظلہ اسکی تالیف میں مشغول تھے میں انکی خدمت میں استفادات علمیہ کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا اسلئے اثناء تالیف ہی میں مجھے اس سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا۔ اسکی ایک کاپی "رابطہ علمیہ" کے ذریعہ سے مستفسر کے پاس روانہ کردی گئی، عراق کی فضا چونکہ اسی کتابوں کے شائع ہونے کی متحمل نہ تھی اسلئے ابتک یہ رسالہ نامطبوع رہا، رسالہ کے مولف نجف کے

ان جلیل القدر اور متبحر علماء میں سے ہیں جو عراق کے سب سے مرکز علم و علماء میں انگلیوں پر گنے جاتے ہیں اور جو حوزہ تدریس کے اعلیٰ رکن اور ائمہ فقہ و اصول کی ایک ممتاز فرد ہیں۔ میں نے ایسی شخصیتیں بہت کم دیکھی ہیں جو ہمارے استاذ موصوف کی طرح علائق دنیوی سے بالکل علیحدہ رہکر اپنے گھر کی چار دیواری میں بیٹھکر شب و روز خدمت علم میں مصروف رہتی ہوں، ممدوح کی وہ امتیازی صفت جو آپ کو مرکز علم میں ممتاز کئے ہوئے ہے آپکی جامعیت علوم اور ہمہ گیر قابلیت ہے، فقہ و اصول کے ماہر متبحر اور مسلم استاد ہونیکے بعد کلام و تفسیر فلسفہ و منطق، اور دیگر علوم میں بھی کامل مہارت اور دستگاہ رکھنا آپ کی مختصات میں سے ہے، دن بھر طلاب کی مختلف جماعتوں کو درس دین کے علاوہ اوقات فرصت کو تصنیف و تالیف میں صرف فرمایا کرتے ہیں، ایسے علم و عمل کے مجسموں کی سیرت کا مطالعہ یقیناً ایک خوابیدہ فطرت انسان میں بھی روح نشاط اور جوش عمل پیدا کردیتا ہے اس رسالہ کے مطالعہ سے آپکی وسعت نظر اور کثرت معلومات پر کافی روشنی پڑیگی جسمیں آپنے بالکل صاف اور سادہ الفاظ میں جملہ مسائل کے تشفی بخش جوابات تحریر کئے ہیں۔

یہ دائرۃ الاشاعت نوگانواں کے مجاہدات مذہبیہ اور بے لوث دینی خدمات افراد قوم پر مخفی نہیں اسکی سابقہ خدمات ہی بہت زیادہ قابل شکریہ تھیں کہ اُسنے اب ایک اور جدید علمی کارنامے کو شائع کرکے اپنی خدمات کی سنہری فہرست میں ایک گراں بہا اضافہ کیا، اس رسالہ کی خصوصیت میں ایک اور اہم زیادتی یہ ہوگئی کہ اسکو سرپرست دائرۃ الاشاعت کے پاکیزہ اور سیال قلم نے زبان اردو میں منتقل کیا اور جابجا اسپر مفید اور تحقیقی حواشی مذاق ہند کے مطابق کلامی مسائل کا بھی اضافہ کیا اور اب یہ جسطرح باشندگان بلاد عربیہ کیلئے قابل استفادہ تھا اسیطرح ہمارے عزیز ملک ہندوستان کے باشندوں کیلئے بھی مفید ہوگیا۔ علامہ مترجم کی شخصیت اہل ہند کے لئے محتاج تعارف نہیں اور نہ آپکے قلم اور زبان کی خدمات پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے ذیل میں اس گرانقدر عبارت کو مع ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو جناب مولف نے رسالہ کے ساتھ شائع کرنے کے لئے مرحمت فرمائی ہے اور جس میں جناب مترجم اور دائرۃ الاشاعت کی خدمات پر وزنی کلمات کے ذریعہ سے تبصرہ کیا گیا ہے۔

الحمد لله الواهب للعلم والعقل ومفيض الخير والفضل ومعلم البيان والخطاب الفصل هو ثقتي وعليه توكلي وبه اعتصامي واليه مصيري عند اضطراري ومآلي والصلوٰة والسلام على نبيه محمد المبعوث على الكافة بفصل الخطاب وآله المعصومين عما يوجب الاحتجاب اما بعد فلما فرغت من تاليف هذه العجالة تجيباً لاسئلة موسى جار الله كنت مترددا في طبعها لموانع قادحة لاحقة وعوائق لاصقة اذ العلامة المتضلع الذكي والفهامة المتفطن الزكي ناهج مناهج السداد شاد دوائر عارج معارج العلم والاجتهاد الاديب العالم الكامل والاريب الفاضل العامل والفقيه العادل الباذل غرة ناصية الفضائل طرة تاج الفواضل درة صدف الكرم العام التام الشامل معين الملة الجعفرية صفوة العلماء المولى السيد محمد مجتبى الهندی

الحمد للہ الواہب للعلم والعقل۔ ومفیض الخیر والفضل ومعلم البیان والخطاب الفصل ھو ثقتی وعلیہ توکلی وبہ اعتصامی والیہ مصیری عند اضطراری ومآلی والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ محمد المبعوث علی الکافۃ بفصل الخطاب والہ المعصومین عما یوجب الاحتجاب اما بعد جب میں اس رسالہ کی تالیف سے فارغ ہوا جسمیں میں نے موسیٰ جار اللہ افندی مصری کے اعتراضات کے جوابات دئے ہیں تو اُسکے چھپنے میں بعض خاص موانع وعوائق کیوجہ سے متردد تھا کہ علامہ متضلع۔ ذکی۔ فہامہ متفطن زکی۔ ناہج مناہج السداد والرشاد عارج معارج العلم والاجتہاد الادیب العالم الکامل والادیب الفاضل العامل والفقیہ العادل الباذل غرۃ ناصیۃ الفضائل طرۃ تاج الفواضل درۃ صدف الکرم العام التام الشامل معین الملۃ الجعفریۃ صفوۃ العلماء مولوی السید محمد مجتبیٰ ہندی نوگانوی (خدا انہیں دشمنوں کی نگاہوں سے بچائے اور اُنکے محاسن دین ومصالح دنیا میں سے ہر تمنا کو عطا فرمائے) نجف اشرف میں وارد ہوئے اور میرے پاس استفادات علمیہ اصول و فقہ کے لئے آئے میں نے دیکھا کہ موصوف ہندوستان ہی سے علوم وفنون کے اعلیٰ مراتب

الذي كانو بحمد الله من يحيون هداه
ووفق كل ما يتمناه من محاسن دينه
ومصالح دنياه وورد في النجف الاشرف
وحضر لديه لاستفادات علمية
اصولية وفقهية واذا هو قد
نهض من الهند فائزا اعلى مراتب
العلوم والفنون ومجتنيا من ثمرات
فيوض اساتذته ذلك الصنوف فوق المظنون
فاتحفتني بطرف العوائد العلمية الى قضاء
حوائجه وانجاح اربه وذلك بعد
ان رايت تصنيفاته الدقيقة و
تاليفاته التحقيقية المشتملة على مضامين
انيقة ودقائق تبليغية تحير العقول
ويغبط بها الفحول وهو صاحب ادارة
عالية (دائرة الاشاعة) التي هي منشأ
نشر نفحاته ومحل نشر نفثاته فطلب مني اشاعة
هذه الرسالة لتصير فوائدها عامة فاذنت
له ان يشيعها من ادارته مع ترجمة
فابتدرني بالانجاز - وارجو من الله
تعالى ان يكون لي وله دوام فضله وعلاه
ذخيرة ليوم كان كتاب كل كافر بيساره و

پر فائز ہو کر چلے ہیں اور وہاں کے اساتذہ سے خیال
و گمان سے بالاتر فیوض لیکر آئے ہیں پس تو الطف
علمیہ نے مجھ کو ان کے کام آنے اور انکی آرزو بر لانے
پر مجبور کیا اور یہ اسوقت کہ جب میں نے ان کی
مدققانہ تصنیفات اور محققانہ تالیفات
کو دیکھا جو انوکھے مضامین اور تبلیغی دقائق پر
مشتمل اور عقلونکو حیران کرتی ہیں اور جن پر بڑے بڑے
ارباب علم و کمال غبطہ کرتے ہیں۔ موصوف ادارہ
عالیہ "دائرۃ الاشاعۃ" کے سرپرست ہیں
جو اُنکے نفحات کلک اور رشحات قلم کے شائع ہونے کا
مرکز ہے آپ مجھ سے اس رسالہ کی اشاعت کے طالب
ہوئے تاکہ اسکے فوائد عام ہو جائیں اور میں نے
اجازت دیدی کہ وہ اسکو ترجمہ کے ساتھ اپنے ادارہ سے
شائع کریں چنانچہ موصوف نے بہت جلد اس کام کو
پورا کیا۔

میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ یہ میرے اور اُنکے لئے اس
دن کا ذخیرہ ہو جب ہر کافر کا نامہ عمل اُسکے بائیں ہاتھ
میں اور ہر مومن کا صحیفہ حسنات اُسکے داہنے ہاتھ
میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالی

میں متشکر ہوں اور ان تمام حضرات سے جو اس رسالہ کا
مطالعہ فرمائیں۔ اوقات مخصوصہ و مقامات

صحیفۂ کل مومن بیمناہ انشاء اللہ تعالیٰ
تعرشانہ وجل سلطانہ والتمس منہ ومن
جمیع من ینظر فی مجالتی ہذہ الدعاء
فی الاوقات المخصوصۃ والمقامات المنصوصۃ
وانا العبد الضعیف عبد الحسین
الوشتی الغروی فی غرۃ الربیع الثانی سنۃ ۱۳۵۶ھ

منصوص میں دعا کا طالب ہوں۔
وانا العبد الضعیف
عبد الحسین الوشتی الغروی
یکم ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

زینۃ المجالس (دوسرا ایڈیشن) جدید رنگ کے مطابق استدلال و نکات پر مشتمل تمام اردو کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ضخیم اور کم قیمت ۳۸ مجلسوں کی کتاب جو زن و مرد طفل و مسن سب کے لئے برابر مفید ہے قیمت ۸؎

تعلیم الشہداء شہدائے کربلا کی جاں نثاریوں سے جملہ اخلاق و قوانین اسلام و ایمان کے پر زور سبق جن سے واقعات کربلا کا صحیح فلسفہ سمجھ میں آتا ہے۔ تہذیب اخلاق، فضائل و مواعظ و مصائب کا بہترین مجموعہ مجالس کا عمدہ ترین ذخیرہ اعتراضات مخالفین کے شافی جوابات، مناظرہ کے لئے نایاب کتاب سلاست و پاکیزگی زبان کا اعلیٰ نمونہ قیمت ۱۲؎

الاعتبار فرقۂ حقہ کے متعلق محققین یورپ و دیگر مذاہب کی دو سو سے زائد اقوال و بیانات حقانیت مذہب شیعہ کا آئینہ مولف کی محققانہ استدلالی تمہیدات، اعتراضات کے مسکت جوابات، شائقین ذاکری و مناظرہ کے لئے نہایت کارآمد کتاب قیمت ۱۰؎

پتہ

مدیر شیعہ دائرۃ الاشاعت نوگانوہ ضلع مرادآباد (یو۔پی)

موجز ترجمة المصنف مدظله

من المترجم

هو العلم العليم العلام۔ والفهيم الفهم الفهام حجة الاسلام۔ آية الله في الانام مجلسي عصره وطوسي دهره۔ رضي زمانه ومرتضى اوانه استاذ الفحول المحققين وشيخ المتفقهين ومعتمد المهرة المجتهدين العلامة الرباني الشيخ عبد الحسين بن عيسى بن يوسف بن علي بن عبد الغني الرشتي الحائري الغروي الطهراني ولد في كربلا مقتل الحسين بن علي سنة ۱۲۹۲ھ وعقيب الولادة قضى اربع سنين

ترجمہ مختصر سوانح حیات جناب مصنف مدظلہ

از قلم مترجم کتاب

عَلم عَلیم علام۔ فہیم فہیم فہام۔ حجۃ الاسلام۔ آیۃ اللہ فی الانام۔ مجلسی عصر۔ طوسی دہر۔ رضی زماں مرتضائے دوراں۔ استاد الفحول المحققین شیخ المتفقہین۔ معتمد المہرۃ المجتہدین علامہ ربانی شیخ عبدالحسین بن عیسیٰ بن یوسف بن علی بن عبد الغنی رشتی حائری غروی طہرانی ۱۲۹۲ھ میں بمقام کربلائے معلیٰ پیدا ہوئے اور پیدائش کے بعد چار برس تک نجف اشرف میں قیام فرما رہے پھر اپنے والد ماجد کے ہمراہ رشت آئے جو ایران کے شہروں میں سے ایک شہر اور جیلان کا پایۂ تخت ہے وہاں آپ نے اپنے والد ماجد کے ساتھ

من عمره في النجف الاشرف ثم سافر
مع ابيه الى الرشت عاصمة الجيلان
من بلاد ايران فمكث فيها مع ابيه
ستة عشر سنة وفي خلال المدة
المزبورة تلقى علم النحو والصرف والمنطق
والمعاني والبيان والبديع والتفسير
والتجويد وحفظ اثني عشر جزء من
القرآن ثم شرع في الفقه والاصول ودرس
عن ابيه المعالم والقوانين والروضة
البهية في شرح اللمعة الدمشقية ثم
استاذن من ابيه فسافر الى طهران وذلك
في زمن السلطان ناصر الدين شاه ال
قاجار واقام بها ثلث عشر سنة فتمم
تحصيل الاصول عند الاستاذ
الاكبر ميرزا محمد حسن الاشتياني
الذي هو من اجلة تلامذة الشيخ مرتضى
والذي له حاشية مفصلة على الرسائل وعلم
الكلام والحكمة عند الاساتذة والمهرة
سيما عند شيخ علي النوري صاحب الحاشية
على الشوارق والسيد شهاب الدين
التبريزي الشيرازي وكان يدرس هناك

چھ سال قیام کیا اور اس مدت میں علم نحو،
صرف۔ منطق۔ معانی۔ بیان۔ بدیع۔ تفسیر
اور تجوید کی تحصیل کی قرآن مجید کے بارہ پارے
حفظ کئے اسکے بعد فقہ و اصول کی تحصیل شروع
کی اور اپنے والد سے معالم الاصول۔ قوانین الاصول
اور شرح لمعہ پڑھیں پھر انسے اجازت لیکر طہران آئے
اور یہ سلطان ناصر الدین شاہ قاچار کا زمانہ تھا وہاں
آپ نے تین برس قیام فرمایا اور استاد اکبر مرزا
محمد حسن اشتیانی سے علم اصول فقہ کی تحصیل میں
ہمہ تن مصروف رہے اور یہ بزرگ شیخ مرتضیٰ انصاری
صاحب رسائل کے جلیل القدر شاگردوں میں سے تھے
اور انکا رسائل پر ایک مفصل حاشیہ بھی ہے۔ اور
علم کلام و حکمت کی دوسرے اساتذہ اور ماہرین
وقت سے تحصیل فرمائی خصوصاً شیخ علی نوری
سے جن کا شوارق پر حاشیہ ہے۔ اور سید شہاب الدین
تبریزی شیرازی سے جو وہاں پر (طہران میں) مدرسہ
صدر میں علوم ادبیہ اور کتب فقہیہ و اصولیہ
و کلامیہ کا درس دیتے تھے پھر آپ ۱۳۲۳ھ میں
نجف اشرف تشریف لائے اور یہاں کے علماء
کے درس میں شرکت فرمائی خصوصاً مرحوم ملا
محمد کاظم خراسانی سے فقہ و اصول میں تلمذ رہا

في مدة يسيرة صدر العلوم الادبية والكتب الفقهية والاصولية والكلامية ثم في سنة ١٣٢٢ھ فرحل سافر الى النجف فورد العلماء وزاول مجالس درسهم سيما عند المرحوم المولى محمد كاظم الخراساني فقها واصولا والمرحوم السيد محمد كاظم اليزدي والمرحوم شيخ الشريعة الاصفهاني قدس الله اسرارهم فقها الى سنة ١٣٢٩ھ التي قد توفي فيها الخراساني وعند ذلك وجد نفسه انه لم يحتج الى ان يتلمذ على احد وانه لو اعتمد على نفسه في التحصيل لكان احسن فقصر همه على المدارسة والمذاكرة والتصنيف والتاليف

فهو آية الله في خليقته وحجته على بريته اليوم ممن القى المدرس اليه زمامه وفوض البحث اليه اعلامه زاغت ابصار المعلمين عن صواعق مدارسته وكلت السنة المصاقع عند شقاشق مباحثته تصدر عن مشارع فيوضه جماعة من طلاب العلوم وترد اخرى حتى ان الحياض العلمية من البلاد الاسلامية

اور مرحوم سید محمد کاظم یزدی و مرحوم شیخ الشریعہ اصفہانی (قدس اللہ اسرارہم) سے فقہ میں اور یہ سلسلہ ۱۳۲۹ھ تک رہا اور اسی سال ملا محمد کاظم خراسانی نے انتقال فرمایا اب ممدوح نے اپنے آپ کو کسی کے سامنے زانوئے تلمذ کرنے سے بے نیاز پایا اور خیال فرمایا کہ اگر تحصیل میں اپنے نفس پر اعتماد کریں تو مناسب ہوگا چنانچہ تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

ممدوح جو مخلوق خدا میں خدا کی ایک نشانی اور حجت ہیں۔ آج ان حضرات میں سے جن پر درس و تدریس نے اپنی باگ ڈال دی ہے اور تعلیم و مباحثہ نے جن کی سپرد اپنے جھنڈے کر دیئے ہیں مدرسین کی آنکھیں آپ کی تدریس کی بجلیوں سے چکا چوندھ اور بڑے بڑے بولنے والوں کی زبانیں آپ کے مباحثات کے ولولوں کے سامنے کند ہو گئی ہیں آپ کے فیوض کے گھاٹوں پر سے طالبان علوم کی ایک جماعت سیراب ہو کر جاتی ہے اور دوسری آتی ہے یہانتک کہ بلاد اسلامیہ کے علمی حوض آپ کے شاگردوں کے ہاتھوں چھلکنے لگے اور زمین کے خطے آپ کے تلامذہ کے انوار سے چمک اٹھے اور وہ بلاد اسلامیہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا شمار اس حد کو پہنچتا ہے

بایدی تلامذتہ واشرقت بقاع الارض
بانوار المقتبسین من علومہ وھم
متفرقون فیھا ویبلغ عددھم علی حد
لا یسعہ مقالتنا الموجزۃ بل ھو موجب
للاطناب ممل وتطویل مخل فلابد من حذفہ
ولہ مد ظلہ مؤلفات ومصنفات جمۃ فی
فنون الادب والعلوم الدینیۃ منھا
رسالۃ فی الصرف ورسالۃ فی النحو و
رسالۃ فی المنطق وتعلیقات علی تصدیقات
شرح الشمسیۃ للقطبی وتعلیقات
علی المطول وتعلیقات علی جواھر الکلام
وشرح ادق واتقن لکفایۃ استاذہ
الخراسانی وتعلیقات علی الرسائل وتعلیقات
علی المکاسب ورسالۃ فی البداء وکتاب متین
فی الاصول المسمی بالثمرات ورسالۃ
استدلالیۃ فی الوقف ورسالۃ استدلالیۃ
فی الرھن ووجیزۃ استدلالیۃ فی
الرضاع ووجیزۃ استدلالیۃ فی
الغیبۃ ومؤلف فی المسائل المتفرقۃ
المسمی بالاطوار وھو کتاب عجیب و
ھذہ الرسالۃ التی تحفہا الی الناظرین

جو ہمارے اس مختصر مقالہ سے مناسبت نہیں رکھتی
بلکہ اطناب ممل اور تطویل مخل کا سبب
ہوگی لہذا ہم اسکو چھوڑتے ہیں۔
ممدوح کی مختلف فنون و علوم میں کثیر التعداد
بڑی بڑی تصنیفات و تالیفات ہیں ان میں
سے چند یہ ہیں۔ (۱) ایک رسالہ صرف میں (۲)
ایک رسالہ نحو میں (۳) ایک رسالہ منطق میں (۴)
تعلیقات بر تصدیقات قطبی (۵) تعلیقات
بر مطول (۶) تعلیقات بر جواہر الکلام (۷)
کفایۃ الاصول جو ممدوح کے استاد علامہ خراسانی کی تصنیف
ہے اسکی ایک مدققانہ زبردست شرح (۸) تعلیقات
بر رسائل (۹) تعلیقات بر مکاسب (۱۰) رسالہ بداء
(۱۱) اصول فقہ میں ایک متین کتاب جسکا نام
ثمرات ہے (۱۲) وقف میں ایک استدلالی رسالہ
(۱۳) رہن میں ایک استدلالی رسالہ (۱۴) بیان
رضاع میں ایک مختصر استدلالی رسالہ (۱۵) غیبت
میں ایک استدلالی رسالہ (۱۶) مختلف مسائل میں
ایک کتاب جسکا نام اطوار ہے اور یہ ایک عجیب
و غریب کتاب ہے (۱۷) یہ رسالہ جسے میں بغرض خدمت
دین و مذہب قربۃً الی اللہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں
اور یہ ناظرین کو ممدوح کے علم و فضل کے بحر مواج

خدمة للدين وقربة الى الله رب العلمين
فهي تهديهم الى شئ من متلاطمات
علمه ومتراكمات فضله وغير ذلك
ونجله اعني الفاضل الكامل الشيخ
محمد الرشتي مشتغل في منتهيات
العلوم عند المهرة وندعو له ان يكون
سر ابيه وكذلك المامول ان شاء الله تعالى
واني لقد رأيت بنظري هذا في
اثناء الدرس ان عيون العلم تنبع
من لسانه وبحور الفضل تموج في
صدره وجنانه فيا حبذا لمن استفاد
من ملفوظاته وبياناته والحق ان به
حياة روايات تسمع في الاساتذة الاجلة
السابقين ومنه تنشر علوم آل
طه ويسين واستعجلت النظر
في كتابه شرح الكفاية واستفيد
منه في درسها فهو لها كما هو
مد ظله لمصنفها ويشهد انه
ما عجز الدهر عن امثال القوانين
والفصول والرسائل ورائت الاطواد
ايضا احيانا واطوارا فهو مخزن

وذخار کا کسی قدر پتہ دیگا۔ وغیرہ وغیرہ
اور آپ کے فرزند ارجمند یعنے فاضل و
کامل آغا شیخ محمد رشتی اساتذہ ماہرین نجف
اشرف سے کتب منتہیہ کی تحصیل میں مصروف
ہیں اور ہماری دعا ہے کہ آپ اپنے پدر
بزرگوار کے قدم بقدم ہوں اور انشاء
اللہ تعالےٰ یہی امید ہے۔
اس ناچیز نے اثنائے درس میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ
علوم کے چشمے آپ کی زبان مبارک سے جاری
ہوتے ہیں اور فضل کے دریا آپ کے سینہ و قلب
میں موجیں مارتے ہیں۔ بس خوش قسمت ہے وہ شخص
جو آپ کے ملفوظات و بیانات سے مستفیض ہو۔
اور حق یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے وہ روایات زندہ ہیں جو ہم
اساتذۂ سابقین کے متعلق سنتے آرہے ہیں اور آپ
سے علوم اہلبیت منتشر ہوتے ہیں۔
میں نے آپکی شرح کفایہ کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے کفایہ
کے درس میں فائدہ اٹھاتا ہوں یہ شرح کفایہ اسرار
و غوامض کو اسیطرح روشن کرتی ہے جسطرح آپ اسکے مصنف
یعنی اپنے استاد کے علوم کو منتشر کرتے ہیں اور یہ کتاب اس
امر کی گواہ ہے کہ زمانہ قوانین الاصول۔ فصول اور رسائل
ایسی کتابیں پیش کرنے سے عاجز نہیں ہے۔ اور میں نے کبھی کبھی

دقائق العلوم وحفظها وفيه
عجائب من المعلومات وغرائبها و
عاينت انه ادام الله بقائه الشريف
مرائة اخلاق المعصومين وورعا
وزهدا وابتساما وانكسار النفس
وتواضعا وسهرا في الليالي و
احسانا بالسر وشفقة ورافة
على المحصلين وارباب الحاجات بل له
خصوصيات عالية واسرار خاصة
لايحويه البيان ولا يطيق اظهاره
اللسان ادام الله وجوده العالي
بدوام الايام والليالي
امين

ممدوح کی کتاب اطوار کو بھی دیکھا ہے وہ حقیقۃً دقائق علوم کا
مخزن و ماوی ہے اور اسمیں عجیب و غریب معلومات موجود
ہیں نیز کھلم کھلا دیکھا ہے کہ ممدوح ورع و زہد خوش
مزاجی۔ انکسار نفس۔ تواضع۔ شب بیداری۔
پوشیدہ حسن سلوک۔ طلبہ اور ارباب حاجات
پر رافت و مہربانی میں اخلاق المعصومین کا آئینہ
ہیں بلکہ آپ کے اندر ایسی بلند خصوصیات اور ایسے
خاص اسرار موجود ہیں جو بیان سے باہر ہیں اور
زبان اُنکے اظہار کی طاقت نہیں رکھتی
خدا آپ کے وجود کو ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھے۔ آمین

"مترجم"

(از نجف اشرف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نفحۃ طفیف نور من اللہ

فی اخماد نار اوھام موسیٰ جار اللہ

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر خلقہ اجمعین وعلی آلہ الغر المیامین وبعد رائت فی شھر صفر الخیر سنۃ ۱۳۵۴ھ وریقات بید بعض اصدقائی الجلیل فاذا ھی اسئلۃ کتبھا حضرۃ العالم المحترم (موسیٰ افندی جار اللہ) الساکن فی (رستون دودون) من بلاد الفیلاندا واودعھا وفی الرابطۃ العلمیۃ المؤسسۃ فی النجف الاشرف حین تشرف لزیارۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موسیٰ جار اللہ کے اوہام کی آگ بجھانے کیلئے

نور خدا کی ایک ہلکی سی چھوٹ

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر خلقہ اجمعین وآلہ الغر المیامین اما بعد میں نے ماہ صفر سنہ ۱۳۵۴ھ میں اپنے بعض احباب کے پاس چند اوراق دیکھے جنمیں عالم محترم موسیٰ جار اللہ افندی ساکن شہر رستون دودون ملک مصر کے وہ سوالات مرقوم تھے جنہیں موصوف نے نجف اشرف کی مجلس علمیہ ....میں اسوقت پیش کیا تھا جبکہ وہ امیر المومنین علی بن ابیطالب کی زیارت کے لئے نجف اشرف آئے تھے ان تمام سوالات میں انکا روئے خطاب مذہب شیعہ کی طرف ہے

الامام الهمام علی بن ابی طالب علیہ السلام
وجہہا کلہا علی الشیعۃ طالبا الجواب
عن اساتذۃ النجف الاشرف عددھا
تبلغ عشرین الثلثۃ الاول من
تلک الاسئلۃ مرتبطۃ بعضہا ببعض
(۱) تکفیر عامۃ الصحابۃ کافۃ لم ینج
عند سوی قلیل منہم لا یزید عددھم علی سبعۃ
(۲) وللشیعۃ فی تکفیر الاول والثانی تصریحات
شدیدۃ ومجازفۃ طاغیۃ وفی کتب الشیعۃ
ثلثۃ لا یکلمہم اللہ یوم القیامۃ ولا یزکیہم
ولہم عذاب الیم۔ الاول من ادعی
امامۃ لیست لہ الثانی من جحد اماما
من عند اللہ۔ الثالث من زعم ان
ابابکر وعمر لہما نصیب فی الاسلام
(فی المجلد الثانی من الوافی ص۴۴) وبعدھا
کلمات لا یقبلہا الادب والدین والاول
والثانی فی کتب الشیعۃ دجالان
ملعونان وھما الجبت والطاغوت
وھما فرعون ھذہ الامۃ وھامانہا
وھما من اشد اھل النفاق نفاقا و
عداء للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور اساتذہ نجف اشرف سے اُن کے جوابات چاہے گئے
ہیں۔ یہ سوالات (یا اعتراضات) بیس ہیں جن میں
سے پہلے یہ تین اعتراض باہم مربوط ہیں۔
(۱) شیعہ تمام صحابہ کو کافر کہتے ہیں سوائے
معدودے چند کے جنکی تعداد سات سے زائد نہیں
(۲) خلیفہ اول وثانی یعنی حضرت ابوبکر وعمر کو
شیعوں نے بڑی صراحت اور جسارت و دریدہ دہنی
کے ساتھ کافر کہا ہے چنانچہ کتب شیعہ میں ہے
کہ روز قیامت خداوند عالم تین شخصوں کی طرف
التفات نہ فرمائے گا اور انکے کسی عمل کو قبول نہ کریگا
اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ کہ جس نے
امامت کا ناحق دعوی کیا ہوگا۔ دوسرے وہ جس نے امام برحق
منصوص من اللہ کا انکار کیا ہوگا تیسرے وہ جس نے یہ گمان
کیا ہوگا کہ حضرت ابوبکر وعمر کا بھی اسلام میں کچھ حصہ تھا
(ملاحظہ ہو وافی جلد دوم ص۴۴) اسکے بعد کتاب مذکور میں
ایسے کلمات ہیں جو قرین تہذیب و دیانت نہیں ہیں اور
ان دونوں کو کتب شیعہ میں ناپاک۔ ملعون۔ جبت
وطاغوت۔ فرعون وہامان امت محمدی اور یہ کہا
گیا ہے کہ وہ نفاق میں رسول سے دشمنی رکھتے
ہیں اور اسلام کو نقصان پہنچاتے ہیں تمام
منافقین سے زیادہ تھے۔ اور یہ کہ ابوبکر ہر برائی کا

وضرۃ للاسلام وان ابابکر ابا کل الشرور لم یسم صدیقا الا بعد ان رای فی الغار معجزات ادھشتہ وتم فاضمر فی قلبہ الآن صدقت انک ساحر عظیم

مرکز تھے اور ان کو صدیق اسوقت کے بعد سے کہا گیا جبکہ اُنہوں نے غار میں رسول کے معجزات دیکھے اور اپنے دل میں کہا کہ (اے محمد) اب مجھے تصدیق ہوئی کہ آپ بڑے جادوگر ہیں

(۳) اللاعنات علی ابی بکر وعمر وعائشۃ وحفصۃ وعلی العامۃ اجمعین والثقیلۃ شنیعۃ وللشیعۃ فی اللعن علی الصحابۃ وعلی الامۃ ادعیۃ ماثورۃ وفی الوافی فی کتابہ الثامن فی صـ۲۴۲ کلام طویل ثقیل یدل علی ان داب الشیعۃ فی الکلام والمجالس الانبساط فی اللعنات لم یدع الصادق احدا ممن یجب ان یلعن الا لعنہ وسماہ فاول من بدء بابی بکر وعمر وعثمان ثم مر علی الجماعۃ ولعن الکل وللباقر والصادق حسبما تروید کتب الشیعۃ دبر کل صلوۃ مکتوبۃ لعنات علی اربعۃ من الرجال منہم الاول والثانی وعلی اربع من النساء منہا عائشۃ وحفصۃ وفی الکافی والتہذیب

(۳) شیعہ حضرت ابوبکر وعمر اور ام المومنین عائشہ وحفصہ پر بڑے سخت ودرشت الفاظ میں لعن کرتے ہیں شیعوں کی کتابوں میں اصحاب رسول اور امت محمدی پر لعن کرنے کے متعلق بہت سی دعائیں ہیں جو اُن کے اماموں سے منقول ہیں۔ کتاب وافی جلد ۸ صـ۲۴۲ میں ایک طویل اور سخت کلام ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ صحبتوں اور جلسوں میں اچھی طرح کھُل کھُل کر لعن کرنا شیعوں کا شعار ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے جسپر چاہا نام لیکر لعنت کی پس انہوں نے سب سے پہلے حضرات ثلثہ ابوبکر وعمر وعثمان پر اور اُنکے بعد تمام اصحاب پر لعنت کی۔ اور امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہ السلام کے لئے بنا بر روایات کتب شیعہ ہر واجب نماز کے بعد چار مردوں پر کہ انہیں میں اول وثانی ہیں اور چار عورتوں پر کہ انہی میں سے عائشہ وحفصہ ہیں بہت کچھ لعنت کرنا ثابت ہے۔ اور کافی وتہذیب میں

ادعیۃ ماثورۃ عند زیارۃ قبر علی
امیر المؤمنین وقبور الائمۃ صلوات
اللہ علیہم اجمعین فی اللعن علی کل الائمۃ
وعلی العصر الاول للہ دراء ھذا
العالم عوالم سبعون الف عالم فی کل
عالم سبعون الف امۃ کل اکثر من الجن والانس
لاھم لہم الا اللعن علی ابی بکر وعمر وعثمان کل ھذا
فی کتب الشیعۃ وای فائدۃ حصلت
من اللعن الی الیوم وای مصلحۃ
تحصل من اللعن بعد الیوم وفی اصول
الکافی ان اللعن والطعن علی احد حرام
یعود علی صاحبہ فکیف طعن الشیعۃ
ولعن الشیعۃ علی الاول والثانی والثالث
وعلی اکثر الصحابۃ وعلی امی المؤمنین عائشۃ
وحفصۃ وھما بنص القرآن من اھل البیت
ولا شک ان اللعن علی العصر الاول
لا یزید فی قلب اللاعن الا مرضا علی
مرض واللاعن فی قلبہ علی المؤمنین مرض
کلما لعن زاد اللعن مرضا علی مرض لا
دواء لہ ولا زوال
انتھت الاسئلۃ الثلاثۃ بالفاظھا

امیر المومنین علی بن ابیطالب اور دیگر ائمہ کے
مزارات کی زیارت کے وقت پڑھنے کے لیے
تمام امت اور صدر اسلام اول (اصحاب رسول)
کے اوپر لعنت پر مشتمل بہت سی دعائیں منقول ہیں اور یہ دیا ہے
کہ اس عالم کے علاوہ خدا کے ستر ہزار عالم اور ہیں کہ
ان میں سے ہر ایک میں ستر ہزار امتیں ہیں اور ہر امت
تعداد میں اس عالم کے تمام جن و انس سے زائد ہے اور
انکا کوئی کام نہیں ہے سوائے اسکے کہ ابوبکر و عمر و عثمان پر
لعنت کیا کریں۔ یہ سب مضامین کتب شیعہ میں وارد ہیں
مگر نہ معلوم آجتک لعن و طعن کرنے سے کیا فائدہ ہوا
اور آئندہ کیا ہوگا درآنحالیکہ اصول کافی میں ہے
کہ کسی پر لعن و طعن کرنا حرام ہے بلکہ وہ خود لعن و طعن
کرنیوالے پر ہی لوٹ کر آتی ہے اب سمجھ لیجئے کہ شیعہ حضرات
ثلثہ، اکثر صحابہ، ام المومنین عائشہ و حفصہ پر
لعنت کرتے ہیں اسکا انجام کیا ہوگا حالانکہ بنا بر
نص قرانی وہ دونوں منجملہ اہلبیت ہیں اور اسمیں شک
نہیں ہے کہ صدر اسلام والوں پر لعنت کرنا لعنت کرنے
والے کے دل میں مرض بھی بڑھاتا ہے اور مومنین پر لعنت
کرنیوالے کے دل میں ایک مرض ہوتا ہے کہ جسقدر وہ لعنت
کرتا ہے یہ لعنت کرنا اسکے دل میں مرض پر مرض بڑھاتا جاتا ہے جسکا علاج
اور دفعیہ نہیں۔

الصادرة عن حضرة العالم موسیٰ جار اللہ	یہ تینوں سوال ختم ہوئے جو موسیٰ جار اللہ (یعنی سائل) کے الفاظ میں یہاں نقل کیئے گئے
وملخصہا علی فہمی القاصر انہ کیف یصح لتابعی کالباقر و تابع تابعی کالصادق و اتباعہم الشیعۃ تکفیر عامۃ الصحابۃ سوی سبعۃ خصوصا الشیخین وہما مومنان صحابیان و کیف یصح لہم اللعن علیہم وعلی عائشۃ وحفصۃ امی المومنین و ہما بنص القران من اہل البیت	میری ناقص رائے میں ان تینوں سوالوں کا ملخص یہ ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام ایسے تابعی اور امام جعفر صادق علیہ السلام ایسے تابع تابعی اور اُن کے شیعوں کے لئے سوائے سات اصحاب کے تمام صحابہ خصوصاً شیخین کو کافر کہنا کیونکر صحیح ہے درآنحالیکہ وہ دونوں مومن صحابی تھے اور ان سب پر اور ام المومنین عائشہ و حفصہ پر لعنت کرنا کیونکر روا ہے درحالیکہ وہ دونوں بنا بر نص قرآنی اہلبیت رسول سے تھیں

عہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی رسول کو دیکھا ہو اور تابع تابعی وہ ہے کہ جس نے تابعی کو دیکھا ہے ۱۲ مترجم

الجواب

كان هذا العالم النحرير من اهل السنة
والجماعة اقتصر على مطالعة كتب الشيعة
ولم يطالع كتب اهل السنة والجماعة
او طالعهما ولكن الاولى بعين
السخط والثانية بعين الرضا
والا لم يوجه الاسئلة الثلثة الى علماء الشيعة
وائمتهم فان كتب اهل السنة و
الجماعة مشحونة بقتل بعض الصحابة
بعضا الخ فضلا من الشتم واللعن
والانكار بعد ارتحال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم اليس قتل
خالد بن وليد مالك بن نويرة في
زمن خلافة ابي بكر وكان عمر ساخطا
عليه على هذا الفعل الشنيع وعزله
بعد ان صار خليفة اليس قد حمل
بعض المسلمين مع اشعث بن قيس الكندي

جواب

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے جو اہلسنت کے ایک بڑے
عالم ہیں صرف شیعوں کی ہی کتابیں دیکھی ہیں اور
اہلسنت کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا یا اگر
دونوں مذہبوں کی کتابیں دیکھی ہیں تو کتب مذہب
شیعہ کو نگاہ غیظ و غضب سے دیکھا ہے اور کتاب
اہلسنت کو نظر لطف و کرم سے ورنہ ہرگز شیعوں پر ایسے
اعتراضات نہ فرماتے اسلئے کہ کتب اہل سنت صحابہ
کے باہمی جدال و قتال کے تذکروں سے لبریز ہیں چہ
جائیکہ سب و شتم۔ لعن و طعن اور بعد رسول
ایک کا دوسرے سے انکار و انحراف

مولانا! کیا خالد بن ولید صحابی رسول نے
زمانہ خلافت اول میں مالک بن نویرہ صحابی رسول
کو قتل نہیں کیا جسکی وجہ سے حضرت عمر اُن پر بہت
غضبناک ہوئے اور خلیفہ ہونے کے بعد انہیں
معزول کر دیا **کیا** بعض مسلمین (اصحاب)
نے یمن میں اشعث بن قیس کندی صحابی رسول اور

ع تاہم ہندوستان کے ان مفسدہ پرداز ملاؤں کے لئے موسٰی آفندی کا اخلاقی پرداز اعدمتین و مہذب
لہجہ سبق آموز ہے جو محمد و آل محمد اور اُن کے سچے متبعین پر اعتراض کرنے میں آپے سے باہر اور دائرہ
شائستگی و تہذیب سے بھی خارج ہو جایا کرتے ہیں ۱۲ مترجم

واتباعه باليمن واسروه بعد قتل
جميع كثير من الصحابة وجاوا به الى ابي بكر
فتزوجه اخته اما قاتل طلحة
والزبير وعائشة مع علي بن ابيطالب بالبصرة
ولو كان هذا العالم في ذلك الزمان وكان
في معسكر علي بن ابيطالب وامره بالبراة
الى طلحة والزبير كان اتوا عليه ان يتبرأ
ويقاتل معهما او كان يخالفه ولو كان
في معسكر عائشة وامرته بالبراة
الى علي بن ابيطالب اطاعها او خالفها
اليس علي بن ابيطالب اذا كان يصلي
الغداة يقنت ويدعو على معاوية
ولعن عمروا وابا الاعورة السلمي و
حبيبا وعبد الرحمن بن خالد والضحاك
بن القيس والوليد بن عقبة فبلغ ذلك
معاوية فكان اذا قنت دعا على علي و
الاشتر وابن عباس والحسنين ومحمد
بن الحنفية اليس قد اجتمع الى
معاوية رهط من شيعته منهم عمرو
بن العاص والوليد بن عقبة وهو
اخو عثمان وكان علي جلده في الخمر وعتبة

اُن کے ساتھیوں سے جنگ اور صحابہ کی ایک
بڑی جماعت کو قتل کرنیکے بعد اشعث کو قید کرکے ابوبکر
کے پاس نہیں پہنچایا اسکے بعد حضرت ابوبکر نے اپنی بہن کے ساتھ انکا
عقد کردیا کیا طلحہ و زبیر اصحاب رسول اور عائشہ اصحابیہ و زوجہ
رسول نے بصرہ میں حضرت علی سے جنگ نہیں کی اگر ہمارے
مولانا اس زمانہ میں ہوتے تو یا علی بن ابیطالب کے لشکر میں ہوتے اور
آنحضرت انکو طلحہ و زبیر سے جنگ کرنیکا حکم دیتے اس
صورت میں نہ معلوم وہ اپنے اوپر واجب سمجھتے کہ
(اپنے خلیفہ چہارم اور صحابی رسول) حضرت علی کی تعمیل حکم
کرکے طلحہ و زبیر سے جہاد کریں یا یہ کہ حضرت علی کی مخالفت
کریں یا ام المومنین کے لشکر میں ہوتے اور وہ انکو حضرت علی سے
لڑنیکا حکم دیتیں تو نہ معلوم وہ انکا حکم مانتے یا نہ مانتے کیا
حضرت علی جب صبح کی نماز پڑھتے تھے تو قنوت میں امیر معاویہ کے
لئے بد دعا اور عمرو عاص۔ ابوالاعور سلمی۔ حبیب۔ عبد الرحمن بن
خالد۔ ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ پر لعنت نہیں کیا
کرتے تھے اور جب یہ خبر معاویہ کے پاس پہنچی تو کیا انہوں
نے بھی قنوت میں حضرت علی، اشتر۔ ابن عباس۔ امام
حسن و حسین اور محمد حنفیہ کے لئے بد دعا جاری نہیں کردی
(اور کیا ان دونوں فریقوں میں جلیل القدر اصحاب رسول نہ تھے
کیا معاویہ کے گروہ نے جسمیں عمرو عاص حضرت عثمان کے
برادر عزیز ولید بن عقبہ جنکو حضرت علی نے شراب خواری کی علت میں

وقالوا نريد ان تحضر الحسن على
سبيل الزيارة لنخجله قبل مسيره
الى المدينة فنهاهم معوية وقال انها
السنة بني هاشم فالحوا عليه فارسل
الى الحسن فاستزاره فلما احضروا
شرعوا فتناولوا عليا والحسن ساكت
اليس قد لعن ابو موسى الاشعري
عمرو بن العاص بعد ما خدعه
عمرو وقال وما ظننت انه يبيع الآخرة
بالدنيا او ما سمعت ايها الحبر
الجليل ان عائشة لما بلغها قتل اخيها
محمد جزعت عليه وقنتت دبر كل
صلوة على معوية وعمرو بن العاص
وكذا لعنت عائشة ام حبيبة
التي هي ام المومنين حين سرت
بقتل محمد بن ابي بكر او ارسلت اليها
معزا مشويا وبلغتها ان اخاك قد

کوڑے بھی لگوائے تھے اور عقبہ ایسے اصحاب بھی تھے
معاویہ کے پاس جمع ہو کر یہ نہیں استدعا کی کہ آپ امام حسن علیہ السلام
کو بغرض زیارت و ملاقات بلائیے تاکہ ہم انہیں مدینہ جانے
سے پہلے شرمندہ کریں اسپر معاویہ نے انکو منع کیا اور کہا کہ یہ
لوگ بنی ہاشم کی زبانیں ہیں انہیں نہ چھیڑو تو انہوں نے اصرار
کیا آخر کار امیر نے آپکو بلایا اور جب سب جمع ہو گئے تو ان لوگوں نے
آپکے سامنے حضرت علی کو برا کہنا شروع کیا اور آپ چپ بیٹھے رہے
کیا جب عمرو بن عاص صحابی رسول نے ابو موسیٰ اشعری صحابی
رسول کے ساتھ مکاری کی تھی تو ابو موسیٰ نے عمرو پر لعنت
نہیں کی تھی اور یہ نہیں کہا تھا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ
دنیا کیلئے آخرت کو بیچ ڈالیگا مولانا کیا آپنے یہ نہیں سنا
کہ جب حضرت عائشہ کو اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کی خبر قتل
ملی ہے تو وہ بہت مضطرب ہوئیں اور ہر نماز کے بعد معاویہ
اور عمرو عاص کیلئے بد دعا کرنے لگیں اور اسیطرح حضرت
عائشہ نے ام المومنین زوجہ رسول ام حبیبہ عہ پر اسوقت
لعنت کی جب وہ محمد بن ابی بکر کی خبر قتل سے مسرور ہوئیں
یا بروایت دیگر انکے پاس ایک بھنا ہوا گوسفند یہ کہلا کر

عہ ان لوگوں کا اس خانوادہ کو زیارت، ملاقات، پیشوائی، مہمانی کے پیرایہ میں مکر و فریب حیلوں سے بلا کر ایسی بدسلوکی بلکہ انتہائی
مظالم یہاں تک کہ قتل و قید کرنا اور ان حضرات کا اسپر تحمل و صبر کرنا تو انکی دیرینہ خصلت اور ان کی قدیم عادت ہے ملاحظہ ہوں
اہلسنت کی تمام جید و معتبر و جلیل القدر تواریخ و تفاسیر اور صحاح و مسانید ۱۲ مترجم

عسہ ام معاویہ کی بہن تھیں ۱۲ مترجم

شوى مثل هذا المعز المشوى وما
سمعت ان قاتلي عثمان ليست الا
الصحابة وامثال ذلك مما لا تحصى
اما قتل خالد مالك بن نويرة و
مقاتلة عسكر ابي بكر مع اشعث
بن قيس الكندي في اليمن و مقاتلة
طلحة والزبير وعائشة ومروان
مع علي بن ابيطالب وجماعة من الصحابة مشهور
بل متواتر لا حاجة الى ذكر السند لها
واما لعن علي بن ابيطالب معوية
ابن ابي سفيان واتباعه وكذا
عكسه فقد ذكره سبط ابن الجوزي
في تذكرة خواص الامة فقال (قال
عمرو لابي موسى اردت ان تبائع
معاوية فابيت فهلم بنا نخلع عليا
ومعاوية ونجعل الامر شورى يختار
المسلمون من شاؤا وقيل ان الذي

بھیجا کہ تمہارا بھائی اس گوسفند کیطرح بھون ڈالا گیا۔ کیا
آپ نے یہ نہیں سنا کہ حضرت عثمان اصحاب رسول کے قاتل اصحاب
رسول ہی تھے اور اسیطرح کے اسقدر واقعات موجود ہیں جنکا شمار بھی نہیں ہو سکتا
(مذکورہ حوادث و وقائع میں سے) قتل خالد بن نویرہ، حضرت
ابوبکر کے لشکر کی اشعث کے ساتھ یمن میں جنگ طلحہ و
زبیر، عائشہ، مروان کی حضرت علی اور ایک جماعت اصحاب
سے نبرد آزمائی تو مشہور بلکہ متواتر ہے لہذا حوالوں
کی ضرورت نہیں ہے اور معاویہ و نیز اُسکے تابعین پر
حضرت علی کا اور حضرت علی پر ان لوگوں کا لعنت کرنا
(آپ کے مسلم الثبوت عالم) سبط ابن جوزی نے تذکرہ
خواص الامہ میں نقل کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ عمرو بن عاص
نے ابوموسےٰ اشعری سے کہا کہ میں نے تم سے یہ خواہش
کی تھی کہ تم معاویہ کی بیعت کرو مگر تم نے انکار کیا آؤ اب
معاویہ اور حضرت علی دونوں کو خلافت سے علیحدہ کر کے امر
خلافت کو مشورہ امت کے ماتحت کر دیں تاکہ مسلمان
جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اور بنا بر بعض اقوال پہلے
ابوموسیٰ نے عمرو سے یہ خواہش کی تھی اور عمرو نے جواب

ع۵ یہاں سے مصنف علام مدظلہ ان تمام واقعات وحوادث پر جدا جدا استدلال فرماتے ہیں جنکو ممدوح نے ابتک بطور دعویٰ ذکر فرمایا ہے ۱۲ مترجم ع۵ اور جو حضرات اس شہرت و تواتر کے بعد بھی مضطرب ہیں اور حوالوں کے متلاشی ہوں وہ ملاحظہ فرمائیں تفسیر درمنثور سیوطی ج ۶ ص ۲۳۹ تا ۲۴۲ مطبوعہ مصر۔ تفسیر کشاف ج ۳ ص ۱۹۷ و ۱۹۸ مطبوعہ مصر، روضۃ الاحباب ج ۳۔
صحیح بخاری، صحیح مسلم، تاریخ طبری، سنن ابی داؤد وغیرہ وغیرہ ۱۲ مترجم

انتہ بذلک ابو موسےٰ فقال عمرو
نعم ما رائت فاخبر الناس انا اتفقنا
علی امر فیہ صلاح ھٰذہ الامۃ ثم قال
یا ابا موسےٰ قم فتکلم فقال
ابو موسےٰ قم انت فقال عمرو انت
صحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و
آلہ وسلم ولا یسعنی الکلام قبلک
فقال ابن عباس ویحک یا عبد اللہ
بن قیس واللہ انی لاظن ابن
النابغۃ قد خدعک وکان ابو موسےٰ
رجلا مغفلا فقال انا قد اتفقنا
فقال ایھا الناس انا نظرنا فی ھٰذا
الامر فلم نر اصلح للامۃ من خلع
علی و معاویۃ ونستقبل الامۃ بھٰذا
الامر فیولوا علیہم من احبوا وانی قد
خلعتھما ثم تنحی و قام عمرو فقال
ان ھٰذا خلع صاحبہ وقد خلعتہ ایضا
واثبت صاحبی معاویۃ فقال لہ
ابو موسےٰ مالک لا وفقک اللہ (او
لعنک اللہ) غدرت و فجرت انما
مثلک کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث

دیا تھا کہ تمہاری رائے بہت اچھی ہے بہر حال عمرو
نے لوگوں کو خبر کر دی کہ ہم نے ایک ایسا امر طے کیا
ہے جسمیں امت کی بہتری ہے (جب لوگ اگر جمع ہو گئے
تو) ابو موسیٰ سے کہا کہ تم کھڑے ہو کر تقریر کرو انہوں نے
کہا کہ آپ رسول کے صحابی ہیں میں آپسے پہلے کیونکر بول
سکتا ہوں ابن عباس کہنے لگے کہ ای ابو موسیٰ
افسوس! میں گمان کرتا ہوں کہ عمرو نے تمہیں
دھوکا دیا ہے۔ ابو موسے چونکہ ایک سیدھے سادے
آدمی تھے کہنے لگے کہ نہیں ہم سب نے ملکر یہ طے کیا ہے
پھر کہنے لگے کہ ایہا الناس ہم نے امر خلافت
میں بہت غور و فکر کیا لیکن ہمیں امت کے لئے
اس سے بہتر کوئی رائے نہیں معلوم ہوتی کہ علی
و معاویہ دونوں کو خلافت سے علیحدہ کر دیا جائے
اب ہم انتخاب خلافت کو خود امت کے سامنے
پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ جسے چاہیں اپنا خلیفہ
بنا لیں اور میں نے ان دونوں کی بعیت چھوڑ دی یہ
کہہ کر وہ (اسٹیج پر سے) ہٹ گئے اور عمرو کھڑے
ہو کر کہنے لگے کہ ابو موسیٰ نے اپنے دوست حضرت علی
کی بعیت چھوڑ دی اور میں بھی چھوڑتا ہوں مگر میں مسند
خلافت پر حضرت معاویہ کو بٹھاتا ہوں ابو موسیٰ نے کہا
ای عمرو عاص خدا تجھے توفیق نہ دے یا (بنا بر بعض روایۃ یہ کہا)

او تتركه يلهث فقال عمرو انما مثلك
كمثل الحمار يحمل اسفارا وحمل شريح
بن هانی علی عمرو فقنعه بالسوط
وكان شريح يقول ما ندمت على شئ كندامتي
على انی لم اضرب عمروا بالسيف وتفرق
الناس وركب ابو موسى راحلته و
مضى الى مكة فقال ابن عباس قبحك
الله يا ابن قيس لقد حذرتك
الغدرة الفاسق الخبيث فابيت
فقال ابو موسى ظننت انه ينصح الامة
وما ظننت انه يبيع الاخرة بالدنيا
ثم عاد عمرو الى دمشق وسلم على
معوية بالخلافة وهو اول يوم سلم
عليه فيها ورجع ابن عباس
وشريح الى علی فاخبراه بما جرى فكان
اذا صلى الغداة يقنت فدعا على

خدا تجھپر لعنت کرے یہ تجھے کیا ہوا تو نے تو بڑی بد عہدی اور
بہت برا کام کیا تیری مثال تو اُس کتے کی ہے کہ جسپر حملہ کرو تب بھی
زبان نکالکر ہانپتا ہے اور چھوڑ دو تب بھی یہی کرتا ہے عمرو نے کہا کہ
تیری مثال اس گدھے کی ہے جو کتابیں لادے پھرتا ہو یہ کہکر
شریح بن ہانی نے عمرو پر حملہ کیا اور کوڑے مارتے مارتے انکا
مزاج درست کر دیا اور یہ بزرگوار کہا کرتے تھے کہ جسقدر میں اس
امر پر شرمندہ ہوا ہوں کہ جس نے عمرو کو تلوار سے کیوں نہ مار ڈالا
اتنا کسی چیز پر شرمندہ نہیں ہوا اسکے بعد سب لوگ اِدھر اُدھر
چلے گئے اور ابو موسیٰ نے بھی اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ کا راستہ لیا
اُسوقت ابن عباس نے اُنسے کہا کہ اے ابن قیس خدا تیرا برا کرے
مینے پہلے ہی تجھکو اس عہد شکن۔ بدکار و خبیث سے ڈرایا تھا
کہنے لگے کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ وہ امت کو نصیحت کرتا ہے اور مجھے
یہ گمان نہ تھا کہ آخرت کو دنیا کیلئے بیچ ڈالیگا غرض عمرو عاص پلٹ کر
دمشق آئے اور معاویہ کو خلیفۃ المسلمین کہکر سلام کیا اور یہ
پہلا دن تھا جسمیں معاویہ کو خلیفۃ المسلمین کہکر سلام کیا گیا
اِدھر ابن عباس اور شریح نے آکر حضرت علی سے تمام ماجرا

لہ ان یحمل علیہ الی آخرہ اور کمثل الحمار الی آخرہ دونوں قرآنی جملے ہیں کیوں نہو ماشاء اللہ دونوں طرف صحابی رسول ہیں۔ قرآن پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ خداوند عالم نے بارہا بروں کو برا کہا ہے انپر جا بجا لعنت کی ہے انکے لئے مثلیں بیان فرمائی ہیں لہذا اصحاب کی شایان شان یہی یہ تھا کہ باہمی تو تو میں میں اور سب و شتم میں بھی قرآن سے استنباط کئے اور اس سے باہر نہ جائیں تاکہ ایک ہاتھ میں شست ہو تو دوسرے ہاتھ میں کتاب ۱۲ مترجم

سہ قنعہ ای رضّاہ "منجد" مترجم

معاویۃ ولعن عمروا وابا الاعور السلمی و
حبیبا وعبد الرحمن بن خالد والضحاک
بن قیس والولید بن عقبۃ فبلغ ذالک
معویۃ فکان اذا قنت دعا علی علی والاشتر
وابن عباس والحسنین ومحمد بن
الحنفیۃ انتہی) ویظہر من ھذا
العبارۃ ان ابا موسی لعن عمروا بالصحابۃ
وکفرہ حیث قال انہ باع الاخرۃ
بالدنیا فھو ممن لا خلاق لہ فی
الاخرۃ فھو ملعون مع کونہ من الصحابۃ
واما استدل علی الرھط احضار

بیان کیا اسوقت سے آپ نماز صبح میں معاویہ کے لئے بددعا
ونفرین اور عمرو ابو الاعور حبیب عبد الرحمن بن خالد ضحاک بن
قیس اور ولید بن عقبہ پر لعنت کرنے لگے جب یہ خبر حضرت
معاویہ کو پہنچی تو وہ بھی جب نماز میں قنوت پڑھتے
تھے تو حضرت علی - اشتر - ابن عباس - امام حسن وحسین
علیہم السلام اور محمد حنفیہ کے لئے بددعا کرتے تھے انتہی
اور اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو موسی نے صحابی عمرو پر
لعنت کی اور اسکو کافر سمجھا اسلئے کہ انہوں نے اسکے لئے
یہ کہا کہ اسنے آخرت کو دنیا کے لئے بیچ دیا ہے پس معلوم
ہوا کہ اسکے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ تھا اور اس سے......
وہ ملعون قرار پاتا ہے حالانکہ صحابی رسول تھا

عہ جسطرح ہمنا تذکرہ کے اس مقالہ سے یہ معلوم ہوا کہ لعن وطعن اور سب وشتم تمام اصحاب رسول کی جلیل الشان سنت ہے جسکو شیعہ
وسنی سے کوئی خصوصیت نہیں بلکہ فریقین کی متفق علیہ چیز ہے یہ اور بات ہے کہ اب اگر اس سے کوئی ایک فریق گھبرانے لگے اسیطرح
ایک اور معرکۃ الآرا مسئلہ بھی حل ہو گیا اور وہ یہ کہ حضرت معاویہ قنوت میں بھی بددعا کرتے تھے اور جسطرح لعن وطعن صرف شیعوں
ہی شعار نہیں ہے بلکہ سنت اصحاب ہے اسیطرح قنوت بھی نہ محض شیعوں کی خصوصیت بلکہ سنت امیر معاویہ بھی ہے
بلکہ آیندہ معلوم ہوگا کہ سنت حضرت عائشہ بھی ہے لیکن افسوس کہ انکے پیرو اسکو بھی لعن وطعن سے کم نہیں سمجھتے
اور نماز میں خدا کے سامنے دست دعا بلند کرنے سے بری طرح جلتے ہیں۔ بنا ہے کہ امیر کے متعلق حضرات اہلسنت میں کسیقدر
اختلاف ہے اس بنا پر شاید کوئی شخص قنوت کے بچنے کے لئے انکے مخالفین میں شامل ہونا گوارا کرلے لیکن سنت حضرت عائشہ تو
بہرحال کسیطرح چھوڑ دینے کی قابل نہیں کہ وہ اُن کے نزدیک مسلم الثبوت ام المومنین و داخل زمرہ اہلبیت
ہیں اور زوجہ رسول ہونے سے تو ہم بھی منکر نہیں ۱۲ مترجم

الحسن عند معاویۃ فقد ذکرہ
سبط ابن الجوزی فی تذکرۃ
خواص الامۃ ایضاً وقال قال اھل السیر
ولما سلم الحسن الامر الی معاویۃ
اقام یتجھز الی المدینۃ فاجتمع الی
معاویۃ رھط من شیعتہ منھم
عمرو بن العاص الی آخر ما ذکرنا سابقا
واما لعن عائشۃ معاویۃ و
عمرو بن العاص وام حبیبۃ
فقد ذکرہ سبط ابن الجوزی
فی تذکرۃ خواص الامۃ ایضاً قال

اسیطرح عمرو عاص وغیرہ جماعت اصحاب کا معاویہ سے
امام حسن علیہ السلام کے بلانے کی خواہش کرنا بھی سبط
ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں نقل کیا ہے کہتے ہیں کہ
بنا بر تحریر ارباب سیر و تواریخ جب امام حسنؑ نے امر خلافت
کو معاویہ کی سپرد کرکے مدینہ جانے کا ارادہ کیا تو
معاویہ کا گروہ جنمیں عمرو بن عاص وغیرہ تھے انکے پاس جمع ہوا
اور اسکے بعد وہ سب کچھ بیان کیا ہے جو ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں
اور حضرت عائشہ کے معاویہ عمرو عاص اور ام حبیبہ
پر لعنت کرنے کو بھی ابن جوزی نے کتاب مذکور
میں نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ۳۸ھ آیا جس
میں محمد ابن ابی بکر صدیق کا قتل بمقام مصر واقع ہوا

عہ امیر معاویہ کے دیگر عجیب و غریب کارناموں میں سے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوانے کا واقعہ بھی جسکو نا منزا کرکے تم اپنے
کتابوں کا محصول تمہیں ہو جائے اور حق پر بے شمار پردے ڈالے جائینگے باوجود بھی نہیں بھلا سکتا اور یہ واقعہ بنا بر مروج الذہب مصنفہ
مسعودی اور اسد الغابہ مصنفہ ابن اثیر مختصر الفاظ میں اسطرح ہے کہ آپ نے جعدہ کو ایک لاکھ درہم اور یزید سے نکاح کی
طمع دیکر امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا چنانچہ اُسنے ایسا کیا حضرت کو خون کے استفراغ ہوئے امام حسین علیہ السلام کو
آپنے عدم انتقام کی تاکید فرمائی روح نے گلشن جنت کو پرواز کیا مگر کیا اصحاب رسول کے دلوں کی آگ بجھ گئی لا واللہ
بلکہ جنازے پر تیر برسائے گئے رسول کے پاس دفن نہ ہونے دیا مروان ایسے نامدار صحابی آستینیں چڑھا کر تلواریں کھینچکر مانع آئے
الغرض جعدہ کو درہم دیئے گئے اور یزید سے عقد کے متعلق یہ کہدیا کہ میں اسکی زندگی کا خواہاں ہوں (کیوں اسلئے کہ بیٹا باپ کے قدم
بقدم چلے باپ نے بڑے بھائی کو زہر دلوایا اور بیٹا چھوٹے بھائی کو ذبح کرائے) لہذا تیرا نکاح یزید سے نہیں کر سکتا خدا ایسے
کسی کی محبت میں اندھا نہ کرے دیکھا پرور لوگوں کو ہدایت کرے جو اصحاب رسول کا دم بھرتے انکا کلمہ پڑھتے انکے دماغ دھوئیں میں کبھی کمی نہیں
کرنی چاہئے اولاد رسول کے پہلو شکستہ ہو جائیں انکے جگر کے ٹکڑے طشت میں نظر آئیں (باقی حاشیہ صفحہ آیندہ)

ودخلت سنة ثمان وثلثين و
فيها قتل محمد بن ابی بکر الصدیق
بمصر وکان والیا علیها وکان قد ولی
علی قبلہ الاشتر النخعی فخرج حتی
وصل الی القلزم فبعث معویۃ
الی ضا القلزم بان یقتل الاشتر
فلما نزل بہ قدم علیہ شربۃ
من عسل فشربھا فمات فبلغ
معاویۃ فقال لاصحابہ ان للہ
جنودا من عسل ثم ولی علی محمد
بن ابی بکر مصر فساد الیھم محمد
الیہ معاویۃ ابن العاص فی جیش
کثیر ومعھم معاویۃ بن حدیج
وذکر الواقدی ان علیا انما ولی
الاشتر بعد قتل محمد ولما التقوا
ترجل محمد وقاتل فتفرق عنہ
اصحابہ فاوی الی خربۃ فاخذ
وجئ بہ الی معاویۃ بن حدیج
وھو صائم عطشان فمنعہ

جو وہاں کے حاکم تھے اس سے قبل حضرت علی نے
اشتر نخعی کو وہاں کا حاکم بنایا تھا لیکن ان کے ساتھ
یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ ایک مرتبہ مصر سے باہر کہیں جا
رہے تھے جب وہ شہر قلزم میں پہنچے تو معاویہ نے
امیر قلزم کے پاس پیام بھیجا کہ وہ اشتر کو دھوکے
سے مار ڈالے چنانچہ جب اشتر وہاں ٹھیرے تو اسنے
انکے پاس تھوڑا سا شہد بھیجا جسکو پیتے ہی جاں
بحق ہو گئے معاویہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اپنے اصحاب
سے کہنے لگے کہ خدا کی فوجیں شہد کی بھی ہیں تب
حضرت علی نے محمد بن ابی بکر صدیق کو مصر کا والی مقرر
کیا جب وہ وہاں کو روانہ ہوئے تو معاویہ ابن عاص
بھی ایک لشکر کثیر لیکر چلا جسمیں معاویہ بن حدیج
بھی تھا۔ اور واقدی نے یہ بیان کیا ہے کہ
حضرت علی نے اشتر کو محمد کے بعد والی بنایا تھا
بہر حال جب یہ دونوں لشکر باہم مقابل ہوئے تو محمد
پیدل ہو کر لڑنے لگے لیکن انکے ساتھیوں نے انکا ساتھ
چھوڑ دیا اور انہوں نے ایک خرابہ میں پناہ لی جہاں
سے وہ پکڑ کر معاویہ بن حدیج کے پاس لے آئے گئے
اسوقت وہ روزہ سے تھے اسلئے پیاسے تھے لیکن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور انکے خون سے جو دم خطا زمین پر بے دریغ بہادیئے جائیں جو جانکا لعن طعن اور سب و شتم ہیں

٭ دل جیزیں کا اندازہ انعقد ۱۲ مترجم عفی القلزم بلد بین مصر و مکۃ والیہ یضاف بحر القلزم لانہ علی طرفہ الشمال "منجد" ۱۲ مترجم

الماء فقال یا بن الیهودیة النساجة
قبحك الله فقتله والقاه فی جوف
جیفة حمار ثم حرقه فلما بلغ ذالك
عائشة بکت بکاء شدیدا وکانت
تدعوا فی صلوتها علی معاویة وعمرو
ولما بلغ ام حبیبة اخت معاویة بن ابی
سفیان قتل محمد وتحریقه شوت
کبشا وبعثت به الی عائشة تشفیا
بقتل محمد بطلب دم عثمان فقالت
عائشة قاتل الله ابنة العاهرة والله
لا اکلت شواء ابدا وبلغ علیا قتل
محمد فبکی بکاء شدیدا وتاسف
علیه ولعن قاتله انتهی
وقد روی هذه الروایة بتغییر یسیر
صاحب حیوة الحیوان قال ولما قتل (یعنی
محمد بن ابی بکر) ووصل خبره الی
المدینة مع مولاه سالم ومعه قمیصه

(باوجود ایسی نازک حالت ہوجانے کے) انہیں کسی نے
پانی نہیں دیا عہ محمد نے معاویہ سے کہا کہ ای یہودن جلاہی کے
بیٹے خدا تیرا برا کرے اسپر اسنے انکو قتل کیا اور ایک مرے
ہوے گدھے کے پیٹ میں رکھکر آگ میں جلادیا جب یہ خبر
عائشہ کو پہنچی تو وہ بہت روئیں اور ہر نماز میں معاویہ اور
عمرو عاص کے لئے بددعا و نفرین کرنے لگیں عہ اور جب معاویہ
بن ابی سفیان کی بہن ام حبیبہ کو محمد کے قتل اور جلائے جانے کی خبر
پہنچی تو ایک بکرا بھونکر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا جسکے معنی تھے
کہ حضرت عثمان کے خون کے معاوضہ میں محمد کا قتل انکے
تسلی و تشفی کا سبب ہے حضرت عائشہ نے حضرت امیر معاویہ
کی خواہر بلند اختر کی شان میں کہا کہ خدا اس زانیہ عورت کی
بیٹی پر لعنت کرے خدا کی قسم میں اب کبھی بھنا ہوا بکرا نہ کھاونگی اور جب
حضرت علی کے پاس محمد کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ بھی بہت روئے
افسوس کیا اور فرمایا کہ خدا اسکے قاتل پر لعنت کرے انتہی
اس روایت کو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ صاحب حیوۃ الحیوان
نے بھی نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب محمد بن ابی بکر قتل ہوئے
اور انکی خبر قتل انکے غلام سالم کے ساتھ مدینہ میں پہنچی

عہ اہلبیت اور وابستگان و امن اہلبیت کے لئے ان عہدوں میں سہل سزا یہی تھی کہ انپر پانی بند کیا جاتا تھا ۱۲ مترجم

عہ ہمارے رسول کو بھی عجب اصحاب ملے تھے کسی پر زوجہ رسول نماز میں نفرین و بددعا کرتی تھیں اور کسی پر دختر رسول،
خداوند عالم صحابہ پرست حضرات کی عقلوں کو سیدھا کردے آمین ۱۲ مترجم عہ قاتلہم اللہ انی یصنعہم

"قاموس" منہ جام خلد للعہ ملاحظہ ہو ج ا ص ۳۶۴ ۱۲ مترجم

فدخل به داره فاجتمع عليه رجال
ونساء فامرت ام حبيبة بنت ابي
سفيان زوج النبي صلے الله عليه وآله
بكبش فشوي وبعثت به الى عائشة
وقالت هكذا شوي اخوك فلم تاكل
عائشة بعد ذالك شواء حتى ماتت
وقالت هند بنت عبد شمس الحضرمية
رائت نائلة امرأة عثمان بن عفان تقبل
رجل معاوية بن جريج وتقول بك
ادركت ثاري ولما سمعت اسماء عه
بنت عميس بقتله كظمت الغيظ
حتى شخبت ثدياه دما ووجد عليه
علي بن ابي طالب وجدا عظيما قال كان
لي ربيبا وكنت احده ولدا ولبني
اخا وذلك لان عليا قد تزوج اسماء
بنت عميس بعد وفاة الصديق
ورباه انتهى عه
قال عماد الدين ابو الفداء اسمعيل
بن علي الذي وثقه صلاح الدين بن
محمد بن شاكر بن احمد الخازن في

درآنحالیکہ اُسکے ساتھ انکی قمیص بھی تھی اور سالم قمیص لیکر
گھر میں داخل ہوا تو اسکے پاس بہت سے زن ومرد جمع ہوگئے
ام حبیبہ نے ایک بکرے کے بھوننے کا حکم دیا جو تیار کیا گیا اور
انہوں نے وہ حضرت عائشہ کے پاس بھیجا اور یہ بھی کہلا بھیجا
کہ تمہارا بھائی اسطرح بھون ڈالا گیا اسکے بعد سے حضرت
عائشہ نے کبھی بھنا ہوا کباب نہیں کھایا یہانتک کہ مرگئیں
اور ہند بنت عبد شمس حضرمیہ کہتی ہے کہ میں نے نائلہ زوجہ حضرت
عثمان بن عفان کو دیکھا کہ وہ معاویہ بن جریج کے پیر چوم
چوم کر کہتی ہیں کہ میں نے تیری بدولت اپنے شوہر کے قتل کا
بدلہ لے لیا اور جب اسماء بنت عمیس نے محمد کے قتل کی خبر
سنی تو بجبر غصہ کو ضبط کیا یہاں تک کہ انکی چھاتیوں سے
دودھ کی جگہ خون جاری ہوگیا اور حضرت علی کو بھی بہت
غصہ آیا آپ فرمایا کرتے تھے کہ محمد میرا پروردہ تھا میں
اسکو اپنا بیٹا اور اپنے بیٹوں کا بھائی سمجھتا تھا اور یہ
اسلئے کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے بعد اسماء سے عقد کرلیا تھا
اور محمد کو پرورش کیا تھا انتھی

عمادالدین ابوالفداء اسمعیل بن علی جن کے متعلق
صلاح الدین بن محمد بن شاکر بن احمد خازن فوات
الوفیات میں، ابن جماعہ نے طبقات شافعیہ میں اور

عه زوجہ ابوبکر صدیق مادر محمد ۱۲ مترجم عه ای قول صاحب حیوۃ الحیوان ۱۲ مترجم

فوات الوفیات وابن جماعة فی طبقات
الشافعیة وابن حجر العسقلانی فی
الدرر الکامنة وابن شحنة الحلبی
فی روض المناظر فی تاریخه المسمی
بالمختصر فی اخبار البشر علی ما نقل
عنه لما بلغ عائشة قتل اخیها محمد
جزعت علیه وقنتت فی دبر کل صلوة علی
معاویة وعمرو بن العاص انتهی ولو اردنا
الاستقصاء فی ذلک لطال بنا الکلام
وفیما ذکرناه کفایة فی صدور هذا الامر
القبیح من الصحابة المتقدمین علی
الباقر والصادق واحسن من ذلک
کله دعاء النبی صلعم علی معاویة بن ابی سفیان
وعمرو بن العاص حسبما ذکره علماء السنة
والجماعة فی کتبهم قال ابو یعلی صاحب
المسند الکبیر والمعجم حدثنا
علی بن المنذر وحدثنا ابن فضیل
حدثنا یزید بن ابی زیاد عن

ابن حجر عسقلانی نے درر کامنہ میں اور ابن شحنہ حلبی نے
روض المناظر یعنی اپنی تاریخ المختصر فی اخبار البشر
میں تصدیق کی ہے کہ وہ ثقہ اور معتبر
تھے اُن کا بیان ہے کہ جب حضرت عائشہ کو
اپنے بھائی محمد کی خبر قتل معلوم ہوئی
تو بہت بے چین ہوئیں اور ہر نماز کے بعد معاویہ
و عمرو عاص پر نفرین و بددعا کرنے لگیں انتہی
اگر ہم اس مسئلہ میں اہلسنت کی تمام کتب کے ان
تمام مضامین کو درج کریں جو اس موضوع میں
انکے اندر موجود ہیں تو کلام بہت طویل ہو جائیگا
اور جو کچھ ہم نے ابتک ذکر کیا وہ اس امر کے ثبوت کے
لئے بہت کافی ہے کہ لعن وطعن، سب وشتم، بددعا و نفرین ایسے
عمل جن کو ہمارے مولانا قبیح فرما رہے ہیں رسول کے ان
اصحاب سے بھی بارہا صادر ہو چکے ہیں جو امام محمد باقر و
امام جعفر الصادق علیہما السلام سے پہلے گذر چکے ہیں اور
ان سب سے بہتر دلیل حضرت معاویہ اور عمرو عاص
پر خود سرور کائنات جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وآلہ کی بددعا ہے جسکو علماء اہلسنت نے اپنی

ع۵ اور کم سے کم برادران اہلسنت کو یہ سمجھ کر ہی ہم سے تعرض کرنا چاہیے کہ ہم اپنے اس عمل خیر میں اپنے ائمہ کے
تابع نہیں ہیں بلکہ تمام اصحاب رسول کے پیرو ہیں اور یہ بھی پوشیدہ رہنا چاہیے کہ نفرین۔ بددعا۔ لعنت یہ سب الفاظ ہم معنی
ہیں اور انکا مفہوم و مرکز بالکل ایک ہے جیسا کہ وہ لوگ جانتے ہیں جو لغت عرب اور کلام عرب سے باخبر ہیں ۱۲ مترجم

سليمان بن عمرو بن الاحوص عن ابی
برزة قال كنا مع النبی صلی الله علیه
واله فسمع صوت غناء فقال انظروا
ما هذا فصعدت فنظرت فاذا معوية
وعمرو بن العاص يتغنيان فجئت فاخبر
النبی فقال اركسهما فی الفتنة ركسا
اللهم دعهما الی النار دعا انتهی رواه
الطبرانی فی معجم الكبير عن ابن عباس
وقد وثق الذهبی ابا يعلی علی ما
فی مفتاح كنز الدراری ووثقه ايضا
يزيد بن محمد الازدی وابن حبان والحاكم
ايضا ووثق الذهبی الطبرانی فی
التذكرة وابو العباس احمد بن منصور
الشيرازی وابوبكر محمد بن علی المعدل و
الامام احمد بن حنبل قد روی هذه
الرواية فی مسنده عن عبد الله بن
محمد عن ابن فضيل فيجب علی هذا
السائل الجليل والحبر النبيل ان يجيب
من صدور هذا القبيح عن

کتابوں میں ذکر کیا ہے چنانچہ ابو یعلی صاحب مسند کبیر و معجم کہتے ہیں کہ
ہمسے علی بن منذر نے اُنسے ابن فضیل نے اُنسے یزید بن زیاد نے
اُنسے سلیمان بن عمرو بن احوص نے اُنسے ابی برزہ نے بیان کیا کہ ہم اکثر
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے ساتھ تھے کہ آپنے گانے کی آواز سنی
فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے میں نے چڑھکر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ خلیفۃ
المسلمین و امیر المومنین معاویہ اور عمرو عاص گا رہے ہیں میں نے آکر
آنحضرت سے یہ واقعہ بیان کیا آپنے فرمایا کہ خداوندا ان دونوں کو اوندھے
منہ ذلت و رسوائی میں ڈالدے اور جہنم میں دھکیل دے انتہی اور اس
واقعہ کو طبرانی نے بھی معجم کبیر میں ابن عباس سے نقل کیا ہے اور ابو یعلی
(جنکی نقل کردہ روایت اوپر ذکر کیگئی) کو ذہبی نے ثقہ و معتبر
کہا ہے جیسا کہ مفتاح کنز الدرارمیں ہے نیز یزید بن محمد ازدی،
ابن حبان اور حاکم نے انکو ثقہ و معتبر قرار دیا ہے اور طبرانی کو (کہ
انہوں نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے) ذہبی نے تذکرہ میں اور
ابو العباس۔ احمد بن منصور شیرازی اور ابوبکر محمد بن علی معدل
نے ثقہ و معتبر کہا ہے اور امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو عبد اللہ
بن محمد سے اور انہوں نے ابن فضیل سے نقل کیا ہے لہذا ہمارے
مولانا کو جواب دینا چاہیے کہ یہ امر قبیح (لعن و طعن، بددعا
و نفرین) ان حضرات سے کہ جو امام محمد باقر و امام جعفر الصادق
علیہما السلام سے پہلے تھے یہاں تک کہ معاذ اللہ

سه جسکے بعد پورے طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ عمل نہ محض شعار ائمہ طاہرین اور نہ صرف طریقہ اصحاب ہے بلکہ ایسا مستحسن اور پسندیدہ
عمل ہے جسکو خود جناب رسالتمآب نے بھی بحالت اپنی زندگی امت کے زمانے میں رائج کر دیا ۱۲ مترجم

المتقدمین علے الباقر والصادق (حتی النبی الصادق الامین) (نعوذ باللہ من ذلک) فماھو جوابکم اعنی

جناب رسالتمآب سے کیوں صادر ہوا یہیں جو جواب وہ ہمارے سوال کا دینگے وہی ہماری طرف سے اپنے سوال کا سمجھیں اور اس جواب کو علم مناظرہ کی اصطلاح میں جواب نقضی

عہ ایک اعتبار سے میں یہ خیال کرتا ہوں کہ رسول کا قول و فعل صحابہ پرست حضرات کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا بلکہ تحقیق و تجسس کے بعد اسکا یقین ہوتا ہی کہ یہ لوگ رسول کے قول کو ہذیان بھی کہہ سکتے ہیں اور رسول کے فعل میں شک کرنا بھی انکے لئے بہت سہل ہے اسلئے کہ اصحاب رسول نے انہیں سبق ہی یہ دیا ہے لہذا ممکن ہے کہ رسول نے جو کچھ حضرت معاویہ اور عمرو عاص کے لئے فرمایا وہ حجت نہو البتہ انکو سیرت شیخین پر بڑا ناز ہے اور اسی کی وراثت ہے لہذا انہیں چاہیے کہ ملل و نحل شہرستانی ۔ تاریخ طبری، جوہری ۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۔ صحیح بخاری مطبوعہ نظامی صفحہ ۶۱ و ۱۰۶۲ تاریخ امم اسلامیہ مصنفہ محمد خضری ج ۱ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۸ میں حدیث "لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ" کی تشریح ملاحظہ فرمائیں جس سے یہ ثابت ہونے کے علاوہ کہ خود رسول نے اپنے اصحاب پر صریحی لعنت فرمائی ہے یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ لعن طعن تو ایک معمولی اور مہذب چیز ہے شیخین ایسے نامور و معزز اصحاب بدکلامی سے فارغ ہونے کے بعد ڈاڑھی پکڑ کر طمانچہ بازی بھی کر سکتے ہیں لہذا لعن و طعن کے جواز بلکہ استحسان بلکہ تاکید کی اس سے بڑھکر اور دلیل کیا ہوگی اور یہاں ایک اور لطیفہ بھی ذکر کی قابل ہے اور وہ یہ کہ آخر الذکر کتاب یعنی تاریخ امم اسلامیہ ایک جدید عالم اہلسنت محمد خضری کی جدید تصنیف ہے جو الہ آباد یونیورسٹی کے امتحان عالم میں داخل ہے مصنف اسقدر متعصب کہ جب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے حالات شروع کئے تو اسقدر کر یہ پرداز ہیں کہ تہذیب و اخلاق سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اسی لئے شیعیان ہند نے بار بار سخت احتجاج کیا کہ ارباب حل و عقد الہ آباد بورڈ اسکو امتحان عالم سے خارج یا شیعہ طلبہ کو اس سے مستثنیٰ کر دیں لیکن کوئی سماعت نہوئی اور مقام تعجب کا مصر ہے جہاں ایسی کمیٹی قائم ہو چکی ہے جو اہلسنت کی کتابوں میں ایسے مضامین خارج کر کے ترمیم کر رہی ہے جن سے انکے مذہب کا پول کھلتا ہے اور جن سے شیعہ فائدہ اٹھاتے ہیں پھر بھی جدید مصنف کی جدید تصنیف صفحہ ۲۵۸ میں یہ مضمون آ ہی گیا کہ صحابہ نے باہم بدکلامی اور داڑھی پکڑ کر طمانچہ بازی کی اسکو صرف حق کا زور اور حق کی طاقت کی بلندی ہی کہہ سکتے ہیں سچ ہے الحق یعلو ولا یعلی علیہ ۱۲ مترجم

سوال نحو جواب لنا ايضا نحو
هذا الجواب يسمى في علم المناظرة
بالجواب النقضي

واما الجواب بالحاسم فيحتاج
الى تمهيد مقدمتين المقدمة
الاولى قد تقرر في علم الاصول
ان اكثر علماء السنة والجماعة
كالاشعريين وابي الهذيل والعلاف
والجبائيين قائلون بالتصويب
بمعنى ان لله تعالى احكاما بعدد آراء
المجتهدين فما يؤدي اليه اجتهاد
كل مجتهد هو حكمه تعالى وان كان
من المتناقضات والمتضادات وقال
شرذمة منهم كقاطبة الشيعة
بالتخطئة بمعنى ان حكم الله
الواقعي المشترك بين العالم و
الجاهل واحد فان طابق راي
المجتهد ذلك الحكم الواقعي فهو
مصيب والا فهو مخطئ ولكن
مطمح نظر الكل الاطمينان ان احد الش

(یا الزامی) کہتے ہیں۔

لیکن ایسا (تحقیقی) جواب جو آپ کے اعتراضات کا
استیصال ہی کردے دو مقدموں پر موقوف ہے پہلا
مقدمہ یہ ہے کہ علم اصول میں یہ طے ہو چکا ہے کہ اکثر
علماء اہلسنت مثلاً تمام فرقہ اشعریہ، ابوہذیل،
علاف، جبائیان یعنی ابو علی اور اُسکا بیٹا ابو ہاشم[ع۵]
تصویب کے قائل ہیں اور تصویب کے یہ معنی ہیں کہ ہر
موقع و مسئلہ میں خداوندعالم کے اُتنے ہی احکام ہیں
جتنی مجتہدوں کی رائیں اور فتاوی پس ہر مسئلہ میں
ہر مجتہد کا فتوی خداوندعالم کا اصلی و واقعی حکم ہے
اگرچہ یہ فتاوی باہم متضاد اور ایک دوسری کی نقیض
ہوں البتہ ایک چھوٹا سا گروہ یعنی تمام شیعہ تخطیہ کے
قائل ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ جو حکم فی الواقع و در حقیقت
خدا کا حکم ہے وہ ایک ہی ہے جسمیں عالم و جاہل
سب برابر ہیں پس اگر مجتہد کی رائے اُس حکم واقعی کے مطابق
ہو تو اسوقت اس مجتہد کو مصیب کہیں گے یعنی اُسنے
درست فتوی دیا ورنہ اسکو مخطی کہیں گے یعنی اُسنے
غلطی کی۔ اور مولانا! مجھے تو پورے طریقہ سے قطعاً

ع۵ یہ دونوں فرقے معتزلہ کے امام اور رئیس گذرے ہیں ۱۲ مترجم

مذهب التصويب انما كان لاجل
تصحيح ما فعله الصحابة بعضهم مع
بعض من القتال والتلاعن
واللعن والسب والشتم والايذاء
كما انه يطمئن بذالك كل من تصفح
كتب اهل السنة والجماعة قال
ابن تيميه في المنهاج اضطرب الناس
في خلافة علي على اقوال فقالت
طائفة انه امام وان معاوية امام
وانه يجوز نصب امامين في وقت
اذا لم يمكن الاجتماع على امام واحد
وهذا يحكى عن الكرامية وغيرهم
وقالت طائفة لم يكن في ذالك
الزمان امام بل كان زمان فتنة
وهذا قول طائفة من اهل
الحديث البصريين وغيرهم ولهذا
لما اظهر الامام احمد التربيع بعلي
في الخلافة فهو اضل من حمار
اهله انكر ذالك طائفة من

یقین ہے کہ مذہب تصویب ایجاد ہی اسلئے کیا گیا ہے
کہ صحابہ کے ان ناگفتہ بہ افعال کو جو انہوں نے باہم
کئے (اجتہاد و تصویب کی آڑ میں) صحیح یعنی حکم خدا کے
مطابق ثابت کر دیا جائے مثلاً باہمی جدال و قتال لعن
طعن۔ گالم گلوچ۔ ظلم و ستم وغیرہ اور میری طرح ہر اس شخص
کو بھی یقین ہوگا جس نے اہلسنت کی کتابیں بغور دیکھی
ہونگی۔ چنانچہ ابن تیمیہ نے کتاب منہاج میں بیان کیا
ہے کہ خلافت علی بن ابیطالب کے متعلق لوگوں کی مختلف
رائیں ہوگئیں۔ ایک گروہ نے کہا کہ آپ بھی امام تھے اور امیر
معاویہ بھی اور ایک وقت میں دو اماموں کا مقرر ہونا جائز
ہے اگر ایک پر اجماع نہ ہو گیا ہو یہ کرامیہ وغیرہ کا مسلک
ہے دوسرے گروہ نے کہا کہ اس زمانہ میں کوئی بھی امام نہ
تھا بلکہ وہ فتنہ و فساد کا زمانہ تھا اور یہ بصرہ وغیرہ
کے اہلحدیث میں سے ایک جماعت کی رائے ہے اسی لئے
جب امام احمد نے یہ ظاہر کیا کہ حضرت علی چوتھے خلیفہ
تھے اور کہا کہ جو آپ کو چوتھا خلیفہ نہ مانے وہ اپنے
گھر کے گدھے سے زیادہ گمراہ ہے تو اہلحدیث
کے ایک گروہ نے اسکا انکار کیا اور کہا کہ
بہت سے ایسے لوگوں نے حضرت علی کی خلافت

ع یعنی امیر معاویہ خلیفہ رسول نہ تھے بلکہ بادشاہ کی حیثیت سے تھے جیسا کہ انکے استدلال سے
ظاہر ہے جو انہوں نے حدیث سفینہ سے کیا اور جسکی طرف آئندہ اشارا آرہا ہے ۱۲ مترجم

هؤلاء وقالوا قد انكر خلافته
من لا يقال هو افضل من عمار
اهل المدينة من من تخلف عنها
من الصحابة واحتج احمد وغيره
على خلافته على بحديث سفينة
عن النبی صلی الله علیه وآله انه قال
خلافة النبوة ثلاثين سنة
ثم تصير ملكا وهذا الحديث
قد رواه اهل السنن كابی داؤد
وغيره وقالت طائفة ثالثة
بل هو الامام وهو مصيب
فی قتاله لمن قاتله وكذا من
قاتله من الصحابة كطلحة والزبير
كلهم مجتهدون مصيبون
وهذا قول من يقول كل مجتهد
مصيب كقول البصريين من
المعتزلة ابی الهذيل وابی علی
وابی هاشم ومن وافقهم من
الاشعرية كالقاضی ابی بكر
وابی حامد وهو المشهور عن
ابی الحسن الاشعری فهؤلاء ايضا

کا انکار کیا ہے جنکے متعلق ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا
کہ وہ اپنے گھر کے گدھے سے زیادہ گمراہ تھے
اور اس سے وہ اصحاب کو مراد لیتے تھے جنہوں
نے حضرت علی کی خلافت کا انکار کیا تھا اور
امام احمد وغیرہ نے حضرت علی کی خلافت پر
اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسکو سفینہ نامی
راوی نے رسول سے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے
کہ نبوت کی خلافت تیس برس تک رہیگی اور اسکے بعد
بادشاہت ہو جائیگی اور اس حدیث کو ابوداؤد وغیرہ
ایسے علماء اہلسنت نے نقل کیا ہے جنکی سنن مشہور
ہیں اور تیسرے کا یہ قول ہے کہ آپ بھی امام تھے اور جو
کچھ جن لوگوں سے آپ نے جدال و قتال کیا اسمیں
کوئی غلطی نہیں کی اور اسیطرح جو اصحاب آپ سے
لڑے مثلاً طلحہ و زبیر وہ بھی سب مجتہد مصیب تھے اور یہ
ان لوگونکا قول ہے جو کل مجتہد مصیب یعنی
تصویب کے قائل ہیں مثلاً معتزلہ بصرہ۔ ابو ہذیل
ابو علی۔ ابو ہاشم اور فرقہ اشعریہ میں سے وہ لوگ
جو اس قول میں انکے موافق ہیں مثلاً قاضی ابوبکر
و ابو حامد اور یہ قول ابو الحسن اشعری سے
مشہور ہوا ہے۔ غرض یہ سب لوگ بھی جسطرح
مسئلہ جدال و قتال میں حضرت علی کو مجتہد

يجعلون معوية مجتهدا مصيبا
في قتاله كما ان عليا مصيب و
هذا قول طائفة من الفقهاء من
اصحاب احمد وغيرهم ذكره ابو عبد
الله بن حامد ذكر لاصحاب احمد
في المقتتلين يوم الجمل وصفين
ثلثة اوجه احدها كلاهما مصيب
الثاني المصيب واحد لا بعينه
الثالث ان عليا هو المصيب
ومن خالفه مخطئ والمنصوص
عن احمد وائمة السنة انه لا
يذم احد منهم وان عليا اولى
بالحق من غيره اما تصويب القتال
فليس هو قول ائمة السنة بل
هم يقولون ان تركه كان اولى و
طائفة رابعة تجعل عليا هو الامام
وكان مجتهدا مصيبا في القتال
ومن قاتله كانوا مجتهدين مخطئين
وهذا قول كثير من اهل الكلام
والرأي من اصحاب ابي حنيفة ومالك
والشافعي واحمد وغيرهم وطائفة

مصیب سمجھتے ہیں اسیطرح امیر معاویہ کو مجتہد مصیب
قرار دیتے ہیں اور یہ قول فقہا میں سے امام احمد کے
اصحاب وغیرہ کا ہے جسکو ابو عبد اللہ بن حامد
نے ذکر کیا ہے۔ اور جنگ جمل وصفین میں طرفین
کے لڑنے والوں کے متعلق امام احمد کے اصحاب
کی تین رائیں مذکور ہیں ایک یہ کہ دونوں فریق
راہ راست پر تھے۔ دوسرے یہ کہ انمیں سے کوئی
ایک راہ راست پر تھا جسکی تعین نہیں ہو سکتی
تیسرے یہ کہ صرف حضرت علی راہ راست پر تھے
اور آپ کے مخالفین خطا کار تھے۔ اور امام احمد
و نیز دیگر ائمہ سنت نے یہ طے کیا ہے کہ انمیں سے
کسیکو برا نہیں کہنا چاہئے البتہ حضرت علی اوروں
سے زیادہ حق پر تھے۔ فریقین کے جدال وقتال
کے متعلق تصویب کا قول یعنی یہ کہ ہر فریق راہ راست
پر تھا یہ ائمہ سنت کا قول نہیں ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ قتال
کا نہونا اچھا تھا۔ اور چوتھا گروہ حضرت علی کو امام قرار
دیتا ہے اور (کہتا ہے کہ) آپ جدال وقتال میں مجتہد مصیب
(راہ راست پر) تھے اور جو لوگ آپسے لڑے وہ مجتہد مخطی
یعنے خطا پر تھے۔ یہ قول ابو حنیفہ۔ مالک۔ شافعی۔
احمد وغیرہ کے اصحاب میں سے اکثر اہل کلام و
تحقیق کا ہے۔ اور پانچویں گروہ کا یہ قول ہے کہ حضرت

خامسة تقول ان عليا كان خليفة
وهو اقرب الى الحق من معاوية
ومع ذلك كان ترك القتال اولى
وينبغى الامساك عن القتال لهؤلاء
وهؤلاء فان النبى صلى الله عليه و
آله وسلم قال ستكون فتنة القاعد
فيها خير من القائم والقائم خير
من الساعى وقد ثبت انه صلى
الله عليه وآله قال للحسن ان
ابنى هذا سيد وسيصلح الله
به بين فئتين عظيمتين من
المومنين فاثنى على الحسن بالاصلاح
ولو كان القتال واجبا او مستحبا
لما مدح تاركه قالوا وقتال البغاة لم
يأمر الله به ولم يأمر بقتال باغ بل
قال وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا
فاصلحوا بينهما فان بغت احدهما
على الاخرى فقاتلوا التى تبغى حتى
تفيء الى امر الله فامر اذا اقتتل المسلمون
بالاصلاح بينهم فان بغت احدهما
قوتلت قالوا ولهذا لم يحصل اما القتال

لی خلیفہ تھے اور آپ معاویہ کی بہ نسبت حق سے زیادہ
قریب تھے لیکن اسکے باوجود دونوں فریقوں
کے لئے نہ لڑنا اور جدال وقتال سے باز رہنا
بہتر و مناسب تھا اسلئے کہ جناب رسالتمآب نے
فرمایا کہ عنقریب میری امت میں بیٹھنے والے
کا فتنہ کھڑے ہونے والے کے فتنہ سے اور کھڑے
ہونیوالے کا دوڑنے والے کے فتنہ سے اچھا ہوگا
اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ آپ نے امام حسن علیہ السلام
کے لئے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا اور اسکے
ذریعہ سے خداوند عالم مومنین کے دو گروہوں کے
درمیان اصلاح ومصالحت فرمائیگا یعنی آنحضرت نے
اصلاح کیوجہ سے امام حسن کی مدح فرمائی اور اگر
جدال وقتال واجب یا مستحب ہوتا تو حضرت اسکے
ترک کرنے والے کی مدح نہ فرماتے۔ اور ان لوگوں کا
قول ہے کہ خداوند عالم نے باغیوں سے بھی جدال
وقتال کا حکم نہیں دیا اور کسی باغی سے لڑنے کیلئے
نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مومنین کے
دو گروہ آپسمیں جنگ کریں تو تم انھیں صلح کرادو اور اگر
انمیں سے ایک گروہ دوسرے پر سرکشی و بغاوت کرے تو بغاوت
کرنیوالے سے جدال وقتال کئے جاؤ یہاں تک کہ وہ حکم
خدا کیطرف آجاے۔ پس جبکہ مومنین آپسمیں لڑنے

مصلحة والامر الذی یامر الله به لا بد
ان یکون مصلحة راجحة علی مفسدته
وفی سنن ابی داود حدثنا الحسن
بن علی حدثنا یزید حدثنا هشام عن
محمد یعنی ابن سیرین قال قال حذیفة
ما احد من الناس تدرکه الفتنة الا
انا اخافها علیه الا محمد بن مسلمة
فانی سمعت رسول الله صلی الله
علیه وآله یقول لا تضرک الفتنة
قال ابو داود حدثنا عمرو بن مرزوق
حدثنا شعبة عن الاشعث بن سلیم
عن ابی بردة عن ثعلبة بن ضبیعة
قال دخلت علی حذیفة فقال انی
اعرف رجلا لا تضره الفتن شیئا
فخرجنا فاذا فسطاط مضروب
فاذا فیه محمد بن مسلمة فسألناه عن
ذلک فقال ما ارید ان یشتمل علیّ
شیء من امصارکم حتی تنجلی عما
انجلت فهذا الحدیث یبین ان النبی
صلی الله علیه وآله اخبر ان محمد بن
مسلمة لا تضره الفتنة وهو ممن

لگیں تو خدا نے اُنمیں اصلاح کا اور اگر کوئی ایک فرقہ
بغاوت کرے تو اُسکے قتل کا حکم دیا ہے اسیوجہ سے قتال میں کوئی
حاصل نہیں ہو سکتی اور وہ کام جسکا خداوند عالم حکم دے ضروری ہے
کہ اُسمیں کوئی ایسی مصلحت ہو جو اُسکے مفسدہ پر ترجیح ہو۔ اور سنن
ابی داؤد میں ہے کہ ہمسے حسن بن علی نے اُنسے یزید نے اُنسے ہشام
نے اُنسے محمد یعنی ابن سیرین نے بیان کیا کہ حذیفہ نے کہا
کہ میں ہر اُس شخص کے متعلق جسکے پاس فتنہ پہنچ جائے
خوف کرتا ہوں کہ وہ اُسے ضرر پہنچائیگا لیکن محمد بن مسلمہ
کہ میں نے رسول اللہ کو اُنسے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہیں
فتنہ ضرر نہ پہنچائیگا۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھسے عمرو
بن مرزوق نے اُنسے شعبہ نے اُنسے اشعث بن سلیم
نے اُنسے بردہ نے اُنسے ثعلبہ بن ضبیعہ نے بیان کیا
کہ میں ایکمرتبہ حذیفہ کے پاس گیا وہ کہنے لگے کہ میں
اس شخص کو پہچانتا ہوں جسے فتنہ جنگ ذرا بھی
ضرر نہ پہنچائیگا اسکے بعد ہم سب لوگ نکلکر چلے تو
ہمنے ایک اونی تمبو تنا ہوا دیکھا جسمیں محمد بن مسلمہ مقیم تھے
ہمنے اُنسے یہاں صحرا میں مقام کی وجہ پوچھی کہنے لگے
کہ جب تک یہ فتنہ و فساد جدال و قتال دفع ہو جائے
میں تمہارے شہروں کی ہوا بھی نہیں کھانا چاہتا پس اس
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے یہ خبر دی تھی
کہ محمد بن مسلمہ کو فتنہ ضرر نہ پہنچائیگا اور محمد ان لوگوں میں سے

اعتزل فی القتال فلم یقاتل
لا مع علی ولا مع معاویۃ کما اعتزل
سعد بن ابی وقاص و اسامۃ بن
زید وعبد اللہ بن عمر و ابو بکرۃ
وعمران بن حصین واکثر السابقین
الاولین وھذا یدل علی انہ لیس
ھناک قتال واجب ولا مستحب
اذ لو کان کذلک لم یکن ترک ذلک مما
یمدح بہ الرجل بل کان من فعل
الواجب و فاعل الواجب افضل
ممن ترکہ ودل ذلک علی ان القتال
قتال فتنۃ کما ثبت فی الصحیح عن
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ انہ قال
ستکون فتنۃ القاعد فیھا خیر
من القائم والقائم فیھا خیر من
الماشی والماشی خیر من الساعی و
الساعی خیر من الموضع عہ وامثال
ذلک من الاحادیث الصحیحۃ
تبین ان ترک القتال کان خیرا من
فعلہ من الجانبین وعلی ھذا جمہور

تھے جو جنگ جمل سے علیحدہ رہے نہ حضرت علی کے ہمراہ ہو کر
لڑے اور نہ امیر معاویہ کے جسطرح سعد بن ابی وقاص
اسامہ بن زید۔ اور عبد اللہ بن عمر۔ ابو بکرہ۔
عمران بن حصین اور اکثر سابقین علیحدہ
رہے۔ اور یہ سب خبریں مل کر اس امر پر دلالت
کرتی ہیں کہ وہاں پر قتال واجب یا مستحب
نہ تھا ورنہ اُسکے ترک پر ترک کرنے والے کی
مدح نہ کیجاتی بلکہ وہ واجب (مستحب) کا
بجالانے والا قرار پایا اور واجب (یا مستحب)
کا ترک بجالانیوالا اسکے ترک کرنے والے سے افضل
ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت
کا جدال و قتال فتنہ پر مبنی تھا جیسا کہ رسول
کی حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ عنقریب میری
امت میں بیٹھنے والے کا فتنہ کھڑے ہونے
والے سے۔ کھڑے ہونے والے کا چلنے والے
سے چلنے والے کا دوڑنے والے سے اور دوڑنے
والے کا بہت تیز دوڑنیوالے سے بہتر ہوگا اور اسکی
مثال یہی احادیث ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ جانبین کے لئے نہ لڑنا لڑنے سے بہتر تھا اور یہی
تمام ائمہ اہل حدیث و اہل سنت۔ مالک۔

عہ اوضع البعیر اسرع فی سیرہ "منجد" ۱۲ مترجم

ائمة اهل الحديث والسنة وهو مذهب
مالك والثوري واحمد وغيرهم و
هذه اقوال من يحسن القول في
علي وطلحة والزبير ومعاوية انتهى
انظر ايها الحبر الجليل ان مالكا
وهو احد التابعين كيف يخطئ
عليا في قتاله وعده غير واجب
وغير مستحب بل عده خلاف
الصلاح والرشاد والسداد و
جعله محض الفتنة والفساد
بل جعله تارك العمل بالقرآن حسب
الرواية التي رواها عن عائشة
مع ان امامكم الرازي لا يرضى بتخطئة
الشافعي وجعل تخطئة موجبا
لغضب الجبار ودخول النار لكونه
قرشيا وهو لا يجوز اهانته ولو
بتقديم غيره عليه فكيف يجوز لنا ع
اهانته على مجرد قول عائشة قال
الامام الرازي في رسالته مناقب الشافعي
القول بان قول الشافعي خطاء في

ثوری اور احمد وغیرہ کا مذہب ہے اور یہ اُن لوگوں کے
اقوال ہیں جو حضرت علی۔ طلحہ۔ زبیر اور معاویہ
کے متعلق اچھی رائے اور اچھا قول
رکھتے ہیں انتہی
مولانا! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مالک جو تابعین
میں سے ہیں حضرت علی کو اُنکے جدال و قتال میں
کسطرح خطاکار ٹھہراتے ہیں اور اسکو غیر واجب
و غیر مستحب بلکہ خلاف صلاح و فلاح و ہدایت
بلکہ محض فتنہ و فساد بلکہ حضرت علی کو قرآن پر
نہ عمل کرنے والا قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس روایت
سے معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت عائشہ
سے نقل کی ہے حالانکہ آپ کے امام فخر الدین
رازی امام شافعی کو خطاکار قرار دینے سے بھی
راضی نہیں اور اسکو سبب غضب خداوند عالم
اور موجب دخول جہنم قرار دیتے ہیں محض اس بنا پر
کہ وہ قرشی تھے اور قرشی کی اہانت کسی طرح جائز
نہیں ہے اگرچہ کسی کو اس پر مقدم کرنے کی وجہ سے
ہی ہو۔ پس انصاف فرمائیے کہ حضرت علی کو خطاکار
کہنا اور ان پر اُنکے غیروں کو مقدم کرنا کیونکر مستلزم اہانت
ہوگا اور آپکی اہانت محض حضرت عائشہ کے کہدینے سے کیونکر

ع کما سیجئ ۱۲ مترجم

مسئلة كذا اهانة الشافعي القرشي
واهانة قرشي غير جائز فوجب ان لا
يكون القطع بخطائه في شيء من
المسائل وانما قلنا ان تخطئة
اهانة لان اختيار الخطاء ان كان
للجهل فنسبة الانسان الى الجهل
اهانة وان كان مع العلم ترك الحق
مع العلم يكون حقا من اعظم
انواع المعاصي فكان نسبة الانسان
اليها اهانة وانما قلنا ان اهانة
القرشي غير جائز لما روى الحافظ
باسناده عن سعد بن ابي وقاص
انه قال سمعت رسول الله يقول
من يرد هوان قريش اهانه الله
وروى ايضا باسناده عن ابي هريرة
ان سبيعة بنت ابي لهب جاءت
الى النبي صلعم فقالت يا رسول الله ان
الناس يصيحون بي ويقولون انك
بنت حمالة الحطب النار فقام صلى
الله عليه وآله وهو مغضب شديد
الغضب فقال ما بال اقوام يؤذون

جائز ہوگی (درحالیکہ آپ صرف قرشی ہی نہیں بلکہ خلیفہ رسول و داماد
رسول - برادر رسول سرداران جوانان اہل جنت امام حسن
و امام حسین علیہ السلام کے باپ بھی تھے) اور امام رازی کا
وہ قول جو زیر بحث ہے یہ ہے۔ رسالہ مناقب شافعی میں لکھتے
ہیں کہ کسی مسئلہ میں شافعی کے قول کو یہ کہنا کہ وہ غلط ہے شافعی
قرشی کی توہین ہے اور قرشی کی توہین جائز نہیں پس واجب ہے
کہ کسی مسئلہ میں انکی غلطی کا یقین نہ کیا جائیگا اسکی دلیل کہ انکے
قول کو غلط کہنا انکی توہین ہے یہ ہے کہ غلطی کو اختیار کرنا
اگر جہالت کیوجہ سے ہوگا تو انسان کو جہالت کیطرف منسوب کرنا
اسکی توہین ہے اور اگر دیدہ و دانستہ ہوگا تو وہ دیدہ و دانستہ
حق کی مخالفت ہوئی جو بزرگ ترین گناہ ہے اور گناہ کیطرف بھی انسان
کو منسوب کرنا اسکی توہین ہے اور اسکی دلیل کہ قرشی کی توہین جائز
نہیں وہ حدیث ہے جسکو حافظ نے سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے
وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ سے سنا کہ جو شخص قرشی کی توہین کریگا
خدا اسکی توہین کریگا اور وہ حدیث یہی ہے جسکو حافظ نے
ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ سبیعہ بنت ابی لہب رسول اللہ
کے پاس آئی اور کہا کیا حضرت لوگ مجھ سے شور مچا کر
کہتے ہیں کہ تو جہنم کا ایندھن اٹھانے والی عورت کی بیٹی ہے
پس آنحضرت سخت غیظ و غضب کی حالت میں کھڑے
ہوئے اور فرمانے لگے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا
جو میرے قرابتداروں کو ستا کر مجھے اذیت دیتے ہیں

فی قرابتی الا من اذی قرابتی
فقد اذانی ومن اذانی فقد
اذی اللہ ومن اذی اللہ کان ملعونا
لقولہ تعالی ان الذین یوذون اللہ ورسولہ
لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ فاذا
یظہر وجہ الاستدلال ظہورا
لا یرتاب فیہ عاقل فکان الحاکم
ابو عبداللہ الحافظ یقول یجب علی
الرجل ان یحذر من معاندۃ الشافعی

آگاہ ہو جاؤ کہ جس نے میرے قرابت داروں کو ستایا اُس نے
مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُسنے خدا
کو اذیت دی اور جس نے خدا کو اذیت دی وہ ملعون ہے
اسلیے کہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے جو لوگ
خدا و رسول کو اذیت دیتے ہیں انپر دنیا و آخرت میں خدا کی
لعنت ہے اور اس سے ہمارے مقصد پر ایسی صراحت و
وضاحت کے ساتھ استدلال ہو گیا جسمیں کوئی عاقل شک
نہیں کر سکتا اور حاکم ابو عبد اللہ حافظ بھی کہا کرتے تھے
کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ شافعی سے عناد اور بغض

عہ مسلمانوں کی ناانصافی اور بیجا حصر می کی حد ہو گئی خدا اُنکو ہدایت اور اُسکے بعد اُنپر رحم کرے وہ اپنی
کتابوں میں لکھتے ہیں اور سب یقین بھی رکھتے ہیں کہ جہنم کا ایندھن اٹھانیوالی عورت کی بیٹی یعنی ابولہب کی پارہ
جگر کی تو رسول کے دلمیں یہ عزت تھی کہ جب اسکے ساتھ لوگوں نے ایک معمولی بدکلامی کی تو حضرت غضبناک ہو گئے لیکن
جنکی پارہ جگر فاطمہ زہرا کی عزت نہ رسول کی نظر میں کچھ سمجھتے ہیں اور نہ خود اُن معظمہ کیلیے کسی عظمت و حرمت کے
قائل ہیں ورنہ ایسے لوگوں کی پیروی اختیار نہ کرتے جنہوں نے فاطمہ کا پہلو توڑا اور حضرت محسن کو شہید کیا ملاحظہ ہو
تاریخ طبری۔ تاریخ الامم والملوک مطبوعہ مصر ج ۳ صفحہ ۱۹۸۔ عقد الفرید مطبوعہ مصر ج ۶ صفحہ ۱۷۶ مصنفہ ابن عبد ربہ
اندلسی۔ تاریخ ابو الفداء صفحہ ۱۵۶۔ روضۃ المناظر حاشیہ تاریخ کامل ج ۱۱ صفحہ ۱۱۳ مصنفہ محمد بن شحنہ۔ الامامۃ والسیاسۃ
مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۲۰ ابن قتیبہ۔ مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر ج ۹ صفحہ ۱۵۹۔ ترجمہ ازالۃ
الخفا مقصد دوم مطبوعہ لاہور شاہ ولی اللہ دہلوی۔ استیعاب ج ۱ صفحہ ۳۴۵ مطبوعہ حیدرآباد امام عبد البر کی
ملل ونحل شہرستانی مطبوعہ مصر ف ۲۔ تحفہ اثنا عشریہ نولکشور صفحہ ۲۹۲ شاہ عبد العزیز دہلوی وغیرہ وغیرہ۔ غرض
یہ ایک حد سے بڑھی ہوئی تعجبناک ناانصافی ہے کہ سبعہ کے رسول اور نام نہاد مسلمانوں کے نزدیک یہ قدر اور
سیدہ پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیے مگر کان پر جوں بھی نہ چلی سبعہ کے مرتبہ میں فرق (باقی حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

(باقی حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

وبغض وعداوة لئلا يدخل تحت
هذا الوعيد انتهى[عه] وقال ابن تيمية
ايضا في المنهاج وعلي لم يخص
احدا من اقاربه بعطاء لكن ابتدء
بالقتال لمن لم يكن مبتدء له
بالقتال حتى قتل بينهما الوف
مولفة من المسلمين وان كان
ما فعله متاولا فيه تاويلا وافقه
عليه طائفة من العلماء وقالوا
ان هؤلاء بغاة والله تعالى امر بقتال
البغاة بقوله تعالى فقاتلوا التي تبغي
حتى تفيئ الى امر الله لكن نازعه
اكثر العلماء كما نازع عثمان اكثرهم و
قالوا ان الله تعالى قال وان طائفتان
من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا
بينهما فان بغت احدهما على
الاخرى فقاتلوا التي تبغي حتى

وعداوت سے ڈرے تاکہ اس آیہ مبارکہ کے تحت میں نہ
داخل ہووے انتہی اور ابن تیمیہ نے بھی منہاج
میں کہا ہے کہ حضرت علی نے عطا و بخشش کے لئے
تو اپنے اہل کو مخصوص نہیں کیا (بلکہ اپنے اور بیگانوں پر
عدل کے ساتھ سخاوت فرمائی) لیکن آپ نے ان لوگوں
سے قتال کی ابتدا کی تھی جنہوں نے آپ سے لڑائی شروع
نہ کی تھی یہانتک کہ اُن دونوں گروہوں کے درمیان ہزاروں
مسلمان قتل ہوگئے اور اگرچہ آپ کے اس فعل میں ایک معنے
سے تاویل ہوسکتی ہے جس سے ایک جماعت علماء نے
موافقت کی ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے مدمقابل
سب باغی تھے اور باغیوں سے قتال کا حکم خداوند عالم نے
اس آیت میں دیا ہے کہ جو فرقہ بغاوت کرے اس سے اُس وقت تک جہاد کرو
جبتک وہ حکم خدا کیطرف نہ آجائے لیکن اکثر علماء نے حضرت
علی کے معاملہ میں بھی اس تاویل سے اسیطرح مخالفت کی ہے
جسطرح حضرت عثمان کے معاملہ میں۔ وہ کہتے ہیں کہ خداوند عالم
کا حکم ہے کہ اگر دو گروہ لڑیں تو انہیں صلح کرادو اور اگر کوئی
ایک بغاوت کرے تو اس سے جہاد کرو یہاں تک کہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے ازانی نقل کردی اور اس حدیث کو بھول گئے کہ فاطمۃ بضعۃ منی من اذاہا فقد اذانی
ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فقد کفر ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج ۱ مطبوعہ احمدی ص ۵۲۶ و ۵۳۲
و ترمذی ج ۲ مجتبائی ص ۲۲۷ وغیرہ وغیرہ ۱۲ مترجم

عہ ای انتہی قول الرازی ۱۲ مترجم

تفیئ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا
بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ
یحب المقسطین قالوا فلم یامر
اللہ بقتال البغاۃ ابتداء بل اذا
وقع قتال بین طائفتین من المؤمنین
فقد امر اللہ بالاصلاح منہما
فان بغت احدہما علی الاخریٰ قوتلت
ولم یقع الامر کذلک ولہذا قالت عائشۃ
ترک الناس العمل بہذہ الآیۃ رواہ
المالک باسنادہ المعروف عنہا ومذہب
اکثر العلماء ان قتال البغاۃ لا یجوز

حکم خدا کی طرف آجائے پس اگر وہ آجائے تو عدل و
انصاف کے ساتھ دونوں میں تصفیہ کرا دو کہ خدا عدل کرنے والوں
کو دوست رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے باغیوں سے
شروع ہی میں قتال وجہاد کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ اگر دو
گروہوں میں لڑائی ہو تو اول صلح کا حکم دیا ہے اسکے بعد
اگر ایک فرقہ بغاوت کرے تو اُس سے قتال کا حکم
دیا ہے اور حضرت علی کے مجاہدات میں ایسا نہیں ہوا
اسی لیے تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس آیت
پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور اس قول کو مالک نے اپنی اسناد کے
ساتھ حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے اور اکثر علماء کا یہ
قول ہے کہ باغیوں سے لڑنا جائز نہیں مگر یہ کہ وہی[عہ] قتال کی

عہ یہ تو قومیں ہیں کہ جنہوں نے سب کے سب حضرت علی کو خطا وار ٹھہرانے کیلئے آپکی عداوت میں اندھے ہو رہے ہیں اور انہیں
خود اپنا ہوش نہیں۔ برابر مقدمہ پر مقدمہ قائم کئے جا رہے ہیں کہ باغیوں سے لڑنا جائز نہیں اور یہ نہیں خبر کہ خود انکے دور کے
پیشواؤں نے جدال و قتال کے ذریعہ سے وہ خونریزی اور اسقدر مخلوق خدا کو تہ تیغ کرایا ہے کہ پناہ بخدا۔ الٹا یہ لوگ
ناز بھی کیا کرتے ہیں کہ اسلام انہوں نے پھیلایا خود تو ماشاء اللہ وہی جوہر رکھتے تھے جو خیبر و بدر و
احد میں دکھا چکے تھے البتہ دوسروں کے کاندھوں پر رکھکر بندوق چھوڑنا خوب جانتے تھے۔
خزانوں کے منہ کھولدیے تھے لشکر فراہم کرتے تھے خون کی ندیاں بہا دی تھیں اب نہ معلوم یہ آیت
پیش نظر تھی یا نہ تھی یہ علماء انکو اس حکم سے مطلع کرنے کے لئے وہاں موجود تھے یا نہ تھے۔ انصاف
اور خاتمہ کلام یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اس عنوان سے اسلام پھیلا کر اسلام کو بدنام نہ کرتے تو آج غیر
قومیں یہ نہ کہتیں کہ اسلام تلوار و جہاد کے زور سے پھیلا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون
۱۲ مترجم۔

الا ان یبتدؤ الامام بالقتال کما
فعلت الخوارج مع علی فان قتاله
الخوارج متفق علیه بین العلماء ثابت
بالاحادیث الصحیحۃ عن النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا قتال صفین
فان اولئک لم یبتدؤا بالقتال بل
امتنعوا عن مبایعتہ ولھذا
کان ائمۃ السنۃ کمالک واحمد وغیرھما
یقولون ان قتاله للخوارج مامور بہ
اما قتال الجمل والصفین فھو قتال
فتنۃ فلو قال قوم نحن نقیم الصلوۃ
ونوتی الزکوۃ ولا ندفع زکوتنا
الی الامام ونقوم بواجبات الاسلام
لم یجز للامام قتالھم عند اکثر
العلماء کابی حنیفۃ واحمد و
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انما
قاتل مانعی الزکوۃ لانھم امتنعوا
عن ادائھا مطلقا والا فلو قالوا
نحن نودیھا بایدینا ولا ندفعھا
الی ابی بکر لم یجز قتالھم عند الاکثرین
کابی حنیفۃ واحمد وغیرھما ولھذا

ابتدا کریں جیسا کہ خوارج نے حضرت علی کے ساتھ کیا
تھا جو متفق علیہ بین العلماء اور احادیث
نبویہ صحیحہ سے ثابت ہے بخلاف قتال صفین
کے کہ ان لوگوں نے آپ سے جہاد کی ابتدا
نہ کی تھی بلکہ آپ کی بیعت سے انکار کیا تھا
اسی لئے تمام ائمہ اہلسنت مثلاً مالک واحمد
وغیرہ کا یہ قول ہے کہ خوارج سے انکا جہاد جائز
تھا لیکن جہاد جمل وصفین فتنہ وفساد پر
مبنی تھا اسلئے کہ اگر کوئی قوم یہ کہے کہ ہم نماز
پڑھیں گے اور زکوۃ دینگے لیکن امام کو نہ دینگے
اور تمام واجبات اسلام کو بجا لائے تو
نزدیک اکثر علماء مثلاً ابوحنیفہ اور احمد کے
امام کو اُس سے لڑنا جائز نہیں۔ اور ابوبکر
صدیق نے زکوۃ نہ دینے والوں سے اسلئے
جدال وقتال کیا تھا کہ وہ بالکل ہی زکوۃ
دینے سے انکار کرتے تھے ورنہ اگر وہ یہ کہتے کہ
ہم زکوۃ کو اپنے ہاتھ سے مستحقین پر تقسیم کردینگے
اور ابوبکر صدیق کو نہ دینگے تو اکثر علماء
مثلاً ابوحنیفہ اور احمد وغیرہ کے نزدیک
حضرت ابوبکر کو اُن سے لڑنا جائز نہ تھا اسی لئے
علماء امصار کی یہ رائے ہے کہ حضرت علی کا یہ

كان العلماء الامصار على ان القتال كان
قتال فتنة وكان من قعد عنه افضل
من قاتل فيه وهذا مذهب مالك
واحمد بن حنبل والاوزاعي بل الثوري
وكذلك نقل عن ابي حنيفة ومن
لا تحصى عدده انتهى وهذا
الكلام صريح في ان العلماء المذكورين
قد خطئوا عليا و زعموا انه لم
يكن مامورا بقتال عائشة وطلحة
والزبير ومعاوية وجعلوا قتاله
عين الفتنة والفساد وخلاف
السداد والرشاد وهم بين تابعي
وتابعي تابعي قد نسبوا الى خليفة
رسول الله ترك العمل بالقران
والعمل بخلافه
المقدمة الثانية قد اتفق
كل امة محمد صلى الله عليه وآله ان

قتال قتال فتنہ و فساد تھے اور اسمیں نہ شریک
ہونے والے شریک ہونے والوں سے افضل تھے عہ
اور یہ مذہب امام مالک۔ امام احمد اور اوزاعی
بلکہ ثوری کا ہے۔ اور اسیطرح ابو حنیفہ نیز
بہت سے علماء سے منقول ہے۔
مولانا! اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ کلام
صراحت کے ساتھ یہ بتاتا ہے کہ تمام علماء مذکورین
نے حضرت علی کو خطاکار کہا ہے اور یہ گمان کیا ہے
کہ آپکا حضرت عائشہؓ۔ طلحہؓ و زبیرؓ اور معاویہ سے
لڑنا جائز نہ تھا بلکہ اس قتال کو عین فتنہ و فساد
اور خلاف صلاح و ہدایت قرار دیا ہے اور یہ سب
تابعی یا تابع تابعی تھے جنہوں نے حضرت علیؑ
خلیفہ رسول کو قرآن پر عمل نکرنے اور اسکے
خلاف عمل کرنے کی طرف نسبت دی ہے۔
دوسرا امر مقدمہ۔ تمام امت محمدی نے
اسپر اتفاق کیا ہے کہ مومن پر اعتبار

عہ جدال و قتال فتنہ و فساد پر مبنی تھا اور پھر بھی اسمیں نہ شریک ہونیوالے شریک ہونیوالوں سے افضل تھے جسکا مطلب یہ ہوا کہ شریک ہونیوالے بھی اچھے تھے بُرے نہ تھے مگر نہ شریک ہونیوالے زیادہ اچھے تھے یہ شاید مذہب تصویب کی بنا پر ہو یعنی حضرت علی مجتہد تھے اور آپکا یہ جدال و قتال نظر اجتہادی تھا اور مجتہد کا ہر حکم حکم خدا ہو یا ہر عمل ما تحت حکم خدا ہے یعنی فتنہ و فساد بھی حکم خدا پر مبنی ہو اور اگر مجتہد حکم دے تو خدا بھی فتنہ و فساد کا حکم دے سکتا ہے [illegible] ۱۲ مترجم

لعن المؤمن مع ماهو مومن مع
قطع النظر عن جميع الصفات التي
يمكن عروضها الحرام ولكن بملاحظة
عروض صفة الفسق والظلم والايذاء
والحكم بغير ما انزل الله يجوز لعنه
وهتكه كما نطق به القران والسنة
وستعلم وقد ثبت من هذا ان اللعن
والطعن والتوهين والهتك على
قسمين جائز وحرام واذا تمهد هذا
فنقول ان شيئا من كتب الشيعة لا يشتمل
على لعن مومن وطعنه وتوهين احد
وتذليله على سبيل محرم بل فيها
في كتبهم لعن وطعن على من كان
مستحقا لذلك عقلا وشرعا صحيحا
كما سنصرح بالدليل فلا يليق
مضامينا لان يقال انها مجازفة
طاغية وعبارات ثقيلة شنيعة بل
هي حقائق ومعارف مبنية على
الحق والصدق نعم كما كان في كتب
اهل السنة والجماعة توهين من قالوا
بايمانهم بل بجلالة فضله وتذليله واللعن والطعن

ایمان ان صفات سے قطع نظر کرتے ہوئے جو جواز لعن کا سبب
ہیں اور اُسمیں پیدا ہو سکتی ہیں لعن کرنا حرام ہے
لیکن فسق و فجور۔ ظلم و ستم۔ خلاف قران حکم کرنا
وغیرہ ایسی صفتوں کے لحاظ سے اُسپر لعن بھی جائز ہے
اور اُسکی توہین بھی جیسا کہ قران و حدیث سے ثابت ہے
اور عنقریب معلوم ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ
لعن و طعن، توہین و ہتک کی دو قسمیں ہیں جائز
اور ناجائز۔ اور جب یہ دونوں مقدمے درست ہو گئے
تو ہم کہتے ہیں کہ شیعوں کی کوئی کتاب کسی مومن پر
لعن و طعن اور کسی کی ناجائز توہین و تذلیل پر
مشتمل نہیں بلکہ انکی کتابوں میں ان لوگوں پر
لعن و طعن وغیرہ کیا گیا ہے جو عقلاً و شرعاً
صحیح طور پر اسی کے مستحق تھے جیسا کہ ہم عنقریب
دلیل کے ساتھ اُسکی صراحت کرینگے۔ لہذا اُنکے
مضامین ”مجازفۂ طاغیہ اور عبارات ثقیلہ و شنیعہ“
یعنی جسارت و دریدہ دہنی اور سخت و سست کہنے
کے قابل نہیں ہیں بلکہ وہ حقائق و معارف ہیں
جو حق و صدق پر مبنی ہیں۔ البتہ چونکہ اہلسنت کی
کتابوں میں ان لوگوں کی توہین و تذلیل اور ان پر
لعن و طعن ہے جنکو وہ مومن بلکہ اپنا خلیفہ کہتے
ہیں اور اُنمیں اصحاب رسول کی ہتک اور اُنہی کے

عليه وفيها اهانات الصحابة
والاكاذيب والموضوعات على ما قال
به علمائهم كما سنبرهن عليه فهي مصداق
لكل ذلك لا كتب الشيعة وقد
اثبتنا سابقا ان في كتبهم اللعن و
الطعن على الصحابة والخلفاء و
توهينهم وتذليلهم واما كونها
مستعملة على الاكاذيب والموضوعات
فقد استقصيناه القدر الوسع
في كتابنا المسمى بالاطوار ونذكر
ههنا نبذا منها - الحديث مصافحة
الله تعالى مع عمر الذي هو في
سنن ابن ماجه حدثنا اسمعيل
ابن محمد الطلحي ..... اخبرنا داؤد
بن عطاء المدينى عن صالح بن
كيسان عن ابن شهاب عن سعيد
بن المسيب عن ابى ابن كعب قال
قال رسول الله صلى الله عليه وآله
وسلم اول من يصافحه الحق عمر بن
الخطاب واول من يسلم عليه واول
من يأخذ بيده فيدخله الجنة قال

علماء کے قول کے مطابق جھوٹی روایات اور بنائی ہوئی
حدیثیں ہیں جیسا کہ ہم عنقریب ثابت کرینگے لہذا
ان سب کی مصداق وہی ہیں نہ کہ کتب شیعہ
یہ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اہلسنت کی کتابوں
میں اصحاب رسول اور خلفاء پر لعن وطعن
اور انکی توہین وتذلیل ہے رہا یہ کہ ان میں
جھوٹی روایات اور بنائی ہوی حدیثیں ہیں
اسکو ہم نے حتی الامکان اپنی کتاب "اطوار"
میں پورے طور پر بیان کیا ہے جس کا کچھ حصہ یہاں
بھی نقل کرتے ہیں -

مثلاً خداوند عالم کے حضرت عمر سے مصافحہ کرنے کی
روایت جو سنن ابن ماجہ میں ابی بن کعب سے
اسطرح منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا سب سے
پہلا وہ شخص جس سے خداوند عالم مصافحہ کرے گا جسکو
سلام کرے گا اور جسے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کریگا
حضرت عمر ہیں - علامہ سیوطی کتاب مصباح الزجاجہ
میں لکھتے ہیں کہ حافظ عماد الدین نے جامع المسانید
میں لکھا ہے کہ یہ حدیث نہایت ناپسندیدہ ہے اور اسکا
جعلی ہونا بعید نہیں اور یہ سب آفت اسی کے راوی
داؤد بن عطا کی وجہ سے آئی ہے اور مثلاً حدیث خسوف
شمس جو سنن نسائی میں ہے کہ ایک مرتبہ سورج کو

السیوطی فی مصباح الزجاجہ
قال الحافظ عماد الدین بن کثیر
فی جامع المسانید ھذا الحدیث
منکر جدا وما ابعد ان یکون
موضوعا والآفۃ فیہ من داؤد
بن عطاء وحدیث خسوف الشمس
الذی فی سنن النسائی وھذا لفظہ
ان الشمس انخسفت فصلی
النبی صلی اللہ علیہ وآلہ رکعتین
حتی انجلت ثم قال ان الشمس
والقمر لا ینخسفان لموت احد و
لکنھما خلقان من خلقہ وان اللہ
یحدث فی خلقہ ما یشاء وان اللہ
عزوجل اذا تجلی لشیء من خلقہ
یخشع لہ قد صرح الغزالی فی
تہافت الفلاسفۃ بان الجملۃ الآخرۃ
من ھذا الحدیث موضوع قال
فان قیل فقد روی فی الحدیث
لکن اللہ اذا تجلی لشیء خشع فیدل
علی ان الخسوف خشوع لسبب
التجلی قلنا [illegible]

گہن لگا جناب رسولخدا نے دو رکعت نماز
پڑھی یہاں تک کہ وہ گہن سے نکل گیا
آپ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی
کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا
یا تو خداوند عالم کی مخلوقات میں سے
دو مخلوق ہیں اور خداوند عالم اپنی مخلوق
میں جو چاہتا ہے تغیر پیدا کرتا ہے جب وہ اپنی
کسی مخلوق کو اپنی تجلی دکھاتا ہے تو وہ
اسکے لئے اظہار خشوع کرتی ہے۔

غزالی نے تہافت الفلاسفہ میں تصریح کی
ہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ جعلی ہے
اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ تو حدیث میں موجود
ہے کہ جب خداوند عالم کسی شئے کو اپنی تجلی دکھاتا
ہے تو وہ اُسکے لئے اظہار خشوع کرتی ہے اور یہ
اس امر دلالت کرتا ہے کہ سورج اور چاند کا گہنانا
کی وجہ سے اظہار خشوع ہے تو ہم کہیں
گے کہ اس زیادتی کا نقل کرنا صحیح نہیں
پس اسکے ناقل کی تکذیب واجب ہے

نقلها فيجب تكذيب ناقلها قال

ابن القيم فی کتاب مفتاح السعادة

قال ابو حامد الغزالی هذه الزيادة

لم يصح نقلها فيجب تكذيب ناقلها

واما المروی ما ذکر یعنی الحدیث الذی

ليست هذه الزيادة فيه و

كحديث منع قطع اللحم بالسكين

الذی سنن ابی داود حدثنا

سعيد بن منصور حدثنا ابو

معشر عن هشام بن عروة عن

ابيه عن عائشة قالت قال رسول

الله صلی الله عليه وآله لا تقطعوا

اللحم بالسكين فانه من صنع الاعاجم

وانهشوه نهشا فانه اهنا وامرأ

ورده الامام احمد بما صح عنده

ابن قیم نے کتاب مصباح السعادۃ میں

کہا ہے کہ بنا بر قول غزالی اسکا نقل کرنا

ناجائز اور اُسکے ناقل کی تکذیب واجب ہے

البتہ وہ حدیث جسمیں یہ جملہ نہیں وارد ہے

اور مثلاً گوشت کو چھری سے کاٹنے کی ممانعت

کی حدیث جو سنن ابو داؤد میں ہے یعنی حضرت

عائشہ نے قول جناب رسالتمآب نقل کیا کہ

گوشت کو چھری سے نہ کاٹو اسلئے کہ یہ عجمیوں[عہ] کا کام

ہے اور تم اُسے دانتوں سے کاٹو کہ اُسمیں بہت

سہولت و لذت و گوارائی ہے اور اس حدیث کو

امام احمد نے ان دو حدیثوں کی وجہ سے مردود

و ناقابل عمل کہا ہے جن سے گوشت کو چھری سے

کاٹنے کا جواز ثابت[عہ] ہے۔

عہ جسوقت حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا اُسوقت عرب میں بھی اسلام شروع ہوا تھا اسکے علاوہ سب کافر تھے اور ماسوا عرب کو عجم کہتے ہیں ۱۲ مترجم عہ ناظرین کسی غلط فہمی میں مبتلا نہو جائیں مصنف و مترجم کا مقصد یہ ہے کہ اہلسنت ہی کی کتابوں سے انہی کی کتابوں کی اُنکے راویوں کی اور اُنکی روایتوں کی تکذیب و لغویت دکھائی جائے یعنی یہ کہ تمہیں اور تمہاری کتب و روایات و رواۃ کو خود تمہاری کتابیں اور تمہارے علماء ہی کاذب و مردود کہہ رہے ہیں اس سے بحث نہیں ہے کہ ہمارے نزدیک یعنی فی نفس الامر اور عند التحقیق کسی چیز کی کیا اصلیت اور کیا معنی ہیں و خیر الکلام ما قل و دل فافہم ۱۲ مترجم

صلی اللہ علیہ الدمن قطعہ بالسکین
فی حدیثین قال ابن القیم تلمیذ
الشیخین ابو العباس فی زاد المعاد
وکحدیث ترک النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ الصلوۃ علی جنازۃ رجل مسلم
معللا بانہ کان یبغض عثمان الذی
فی صحیح الترمذی اخبرنا محمد بن
عبد الملک بن خیرون قال اخبرنا اسمعیل
بن مسعدۃ قال اخبرنا حمزۃ بن
یوسف قال اخبرنا ابو احمد بن
عدی قال حدثنا عبد الکریم بن
ابراہیم بن حبان قال حدثنا اللیث
بن الحارث النجاری قال حدثنا
عثمان بن زفیر قال حدثنا احمد بن
زیاد عن محمد بن عجلان عن ابی
الزبیر عن جابر ان رسول اللہ اُتی
بجنازۃ رجل فلم یصل علیہا فقیل
لہ یا رسول اللہ ما رایناک ترکت
الصلوۃ علی احد الا ہذا قال انہ
کان یبغض عثمان ابغضہ اللہ
عزوجل طریق آخر اخبرنا

اور یہی قول ابو العباس کے شاگرد ابن قیم
کا زاد المعاد میں ہے۔

اور مثلاً رسول اللہ کے ایک مسلمان کے جنازہ
پر نماز نہ پڑھنے کی حدیث کہ وہ حضرت عثمان
سے بغض رکھتا تھا جو صحیح ترمذی میں موجود
ہے کہ بنابر روایت جابر رسول اللہ کے پاس ایک
شخص کا جنازہ آیا اور آپنے اسپر نماز نہیں پڑھی لوگوں
نے کہا کہ یا حضرت ہم نے سوائے اسکے آپکو کسی اور
جنازہ کی نماز ترک کرتے ہوئے نہیں دیکھا آپنے فرمایا
کہ یہ حضرت عثمان سے بغض رکھتا تھا خدا اس سے دشمنی رکھے
دوسرے طریقے سے جابر ہی نے اس حدیث کو یوں
روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص کا
انتقال ہوا ہم نے رسول اللہ کو آکر خبر دی کہ یا
حضرت اسکا جنازہ تیار ہے آپ نے اُس پر
نماز نہ پڑھی ہم نے دفن کردیا اور جب آپکے پاس
لوٹ کر آئے تو عرض کیا کہ یا حضرت خدا اسپر رحمت
کرے ہم نے اُسے دفن کردیا ہے اسپر آپ نے
اُسکے لئے دعائے رحمت نہ فرمائی ہم نے کہا کہ یا
حضرت ہم نے جس میت کی آپ کو خبر دی آپ نے
اُسپر نماز پڑھی اور دعائے رحمت کی لیکن اسکے

علی بن عبد اللہ الراغوانی قال
اخبرنا علی بن احمد الفید قال انبانا
عبید اللہ بن محمد الفقیہ قال حدثنا
ابو بکر احمد بن ھشام الاتماطی قال
حدثنا یحیی بن ابی طالب قال حدثنا احمد
بن عمران الاخنسی قال حدثنا محمد
بن زیاد قال حدثنا محمد بن عجلان عن ابی
الزبیر عن جابر قال توفی رجل من الانصار
فاتینا النبی صلی اللہ علیہ و آلہ
فاخبرناہ بجنازتہ فلم یصل علیہ
فدفناہ ثم رجعنا فقلنا قد دفناہ
یرحمہ اللہ فلم یترحم علیہ فقلنا
یارسول اللہ ما اخبرناک بمیت الا صلیت
علیہ و ترحمت علیہ فما بال ھذا قال

لئے ایسا کیوں نفرمایا ارشاد ہوا کہ یہ حضرت عثمان سے
بغض رکھتا تھا خدا اس سے دشمنی رکھے۔
ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں اس حدیث
کو دونوں طریقے سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے
کہ اس حدیث کے راویوں میں سے محمد بن زیاد
کے متعلق احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ وہ جھوٹا
اور خبیث تھا کہ حدیثیں گڑھا کرتا تھا اور
یحیی نے بھی کہا ہے کہ وہ جھوٹا اور خبیث
تھا۔ سعدی اور دار قطنی نے کہا کہ وہ جھوٹا
تھا۔ بخاری۔ نسائی۔ فلاس اور ابو حاتم
رازی نے کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث تھا اور ابن
حبان نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں بنایا کرتا تھا
معتبر لوگوں کو جائز نہیں ہے کہ وہ کتابوں میں
اسکا ذکر کریں لیکن اسکی رد و قدح کے لئے ؏ اور

؏ میری رائے میں ان لوگوں کو اس حدیث کے درپے ہونے اور اسکو جعلی اور اُسکے راوی کو کاذب و مفتری کہنے
کی چنداں ضرورت نہیں اسلئے کہ اُنکے ائمہ و خلفاء کے نزدیک رسول کی تجہیز و تکفین کرنا اور آپ کے جنازے پر نماز
پڑھنا ہی معیوب اور قابل اعتراض نہ تھا یہ جائیکہ کسی معمولی شخص کے جنازہ میں شریک نہونا اور اُسپر نماز نہ پڑھنا اگر
وہ یہ کہیں گے کہ رسول کو اسطرح چھوڑ دینا خطائے اجتہادی تھا تو رسول کو بھی حق اجتہاد تھا لہذا اس عمل سے رسول
بھی خطادار نہیں پاتے تاکہ رد و قدح اور تکذیب و تشنیع کی ضرورت ہو میرے خیال میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتب
اہلسنت سے یہ ثابت ہے کہ خود رسول ہی اپنے بعض اصحاب کو برا بلکہ منافق اور دشمن سمجھتے تھے لہذا آپ کے اصحاب
نے اسی معنی سے جنازہ رسول میں شرکت روا نہ رکھی جس معنی سے رسول اس شخص کے جنازہ پر (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

انہ کان یبغض عثمان ابن عفان رضی اللہ

قال ابن الجوزی فی کتاب الموضوعات بعد ذکر الحدیث بالطریقین الطریقان علی محمد بن زیاد قال احمد بن حنبل هو کذاب خبیث یضع الحدیث وقال یحیی کذاب خبیث و قال السعدی والدار قطنی کذاب و قال البخاری و النسائی والفلاس وابو حاتم الرازی متروک الحدیث وقال ابن حبان یضع الحدیث علی الثقات لا یحل ذکرہ فی الکتب الا علی وجہ القدح فیہ۔ وحدیث نقض الوضوء بمس الذکر الذی فی موطا مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انہ سمع عروۃ بن الزبیر یقول دخلت علی مروان بن الحکم فتذاکرنا ما یکون منہ

مثلاً مرد کی اپنی پیشاب گاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جانے کی حدیث جو موطا امام مالک میں ہے کہ عروہ کا بیان ہے کہ میں مروان کے پاس آیا اور ہمارے درمیان اُن چیزوں کا ذکر ہونے لگا جن سے وضو واجب ہو جاتا ہے مروان نے کہا کہ مرد کے اپنی پیشاب گاہ کو چھونے سے بھی وضو واجب ہو جاتا ہے عروہ نے کہا کہ مجھے تو یہ علم نہیں مروان نے کہا کہ مجھ سے بسرہ بنت صفوان نے بیان کیا کہ رسول اللہ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی ایسا کرے تو چاہئے کہ وضو کرے۔ عبد العلی نے ارکان اربعہ میں کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ اگر بلا حائل کے چھوئے تو ٹوٹ جاتا ہے اور یہی حکم امام مالک کے نزدیک ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ مرد کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نماز پڑھنے نہ گئے تھے جو حضرت عثمان کو دشمن رکھتا تھا اور چشم بد دور یہ رسول ہی کا اتباع تھا لہٰذا انکو ضرورت نہیں کہ اس حدیث میں کلام کریں۔ ملاحظہ ہو سیرت حلبیہ ص ۳۸۲ کنز العمال ص ۱۰۲ اور زاد المعاد ابن قیم ص ۱۳۲ و ۱۳۳ وغیرہ وغیرہ کہ ان کتابوں میں حضرات کے متعلق لکھا ہے کہ انتقال رسول اکرم دفن رسول کے وقت شیخین غائب اور سقیفہ میں موجود تھے اور خود انکی نماز مسجد میں پڑھی گئی حالانکہ (باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)

الوضوء فقال مروان من مس الذکر
الوضوء فقال عروة ما علمت ذلك
فقال مروان اخبرتني بسرة بنت
صفوان انها سمعت رسول
الله صلے الله علیه واله یقول اذا
مس احدکم الذکر فلیتوضؤ قال
عبد العلی فی الارکان الاربعة ولا
ینقض مس الذکر الوضوء عندنا
وقال الامام الشافعی ان مس بلا
حائل ینقض وکذا عند الامام
مالك وقال الامام احمد فی روایة
ینقض مس الرجل ذکره ودبره و
مس المرئة فرجها ودبرها وفی روایة
اخری لاینقض بل یستحب الوضوء
بعده وفی مذهب الامام مالك
اختلاف فی مس المرئة فرجها حجتهم
ما روی الامام الشافعی عن ابی هریرة
عن رسول الله صلے الله علیه وسلم
اذا افضی احدکم بیده الی ذکره
لیس بینه وبینها حجاب فلیتوضؤ

اپنے دونوں مقاموں کو چھونے سے بھی وضو
ٹوٹ جاتا ہے اور عورت کے بھی اور ایک
دوسری روایت میں ہے کہ وضو ٹوٹتا نہیں
بلکہ اُسکے بعد وضو کرنا مستحب ہے اور مذہب
امام مالک میں عورت کے متعلق اختلاف ہے
اور جو لوگ وضو ٹوٹ جانے کے قائل ہیں
وہ حجت میں ابوہریرہ کی روایت پیش کرتے
ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی
مرد بغیر حائل کے ایسا کرے تو چاہیے کہ وضو
کرے اور اُسکے متعلق صاحب فتح القدیر کہتے
ہیں کہ اُسکی اسناد ضعیف ہے اور بسرہ کی
مذکورہ روایت پیش کرتے ہیں اور اُسکو عبد
العلی نے فاسد الحال بتایا ہے کہتے ہیں کہ
ہمارے مشائخ نے اصول فقہ میں یہ کہا ہے
کہ مرد کا اپنی پیشاب گاہ کو چھونا ایسا کام ہے
جو بار بار صادر ہوتا ہے اور ہر مرد کو اس سے
واسطہ پڑتا ہے مگر کسی مرد کو اسکے متعلق اطلاع
نہوئی درحالیکہ مردونکو اسکے حکم پر مطلع
ہونے کی ضرورت تھی اور ایک عورت اُسپر
مطلع ہوگئی جسکو اسکی ضرورت نہ تھی یہ نہایت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) رسول نے مسجد میں نماز جنازہ سے روکا تھا ۱۲ مترجم ۔

قال فی فتح القدیر اسنادہ مضعف

وما روی النسائی عن بسرة بنت صفوان

انھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من مس ذکرہ فلیتوضأ

ونقض حال ھذا الحدیث قال مشائخنا

فی اصول الفقہ ان مس الذکر مما

یکثر بہ البلوی ویبتلی بہ کل احد

من الرجال ولم یطلع علیہ احد

من الرجال مع حاجتھم الی معرفة

حکم مس الذکر واطلعت علیہ

امرأة غیر محتاجة الی معرفة حکم مس

الذکر وھذا فی غایة البعد وقد

قال الطحاوی ولا نعلم احدا من الصحابة

افتی لوجوب الوضوء من مس

الذکر الا ابن عمر ولم یتمسک ھو

ایضا بھذا الحدیث وقال فی فتح

القدیر وقد ثبت عن امیر المؤمنین

علی وعمار وابن مسعود وحذیفہ

وعمران بن الحصین وابی الدرداء

وسعد بن وقاص رضوان اللہ

علیھم انھم لا یرون النقض منہ

بعید ہے۔ اور طحاوی نے کہا ہے کہ ہم کسی صحابی

کو اس عمل سے وجوب وضو کا قائل نہیں

پاتے بجز ابن عمرؓ کے اس نے بھی اس حدیث سے

تمسک نہیں کیا اور فتح قدیر میں ہے کہ امیر المومنین

حضرت علی۔ عمار۔ ابن مسعود۔ حذیفہ۔ عمران

بن حصین۔ ابو درداء اور سعد ابن وقاص

رضوان اللہ علیہم کے متعلق یہ ثابت ہے کہ وہ اس

عمل سے وضو ٹوٹ جانے کے قائل نہ تھے

اور اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہوتی تو انہیں ضرور

علم ہوتا اور جو لوگ اسکے قائل ہیں انہوں نے

بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا اور کوئی

اسکا قائل نہیں کہ میں نے رسول سے اسکو سنا

اور جس نے روایت کی ہے بسرہ عورت سے کی اور

یہ امر بہت بعید ہے کہ رسول نے ایک حکم ایسے

شخص کو تو تلقین کیا جسے اسکی ضرورت نہ تھی

اور اُسے نہ بتایا جسے ضرورت تھی اس سے معلوم

ہوا کہ اس حدیث کے سلسلہ رواۃ میں کوئی اندرونی

شکستگی ہے اور حدیث غیر صحیح ہے اسکے علاوہ یہ

کہ اُسکی سند بھی قابل نظر ہے بنا بر روایت امام

مالک عروہ کا بیان ہے کہ میں مروان کے پاس گیا

اور ہم نے ان چیزوں کا ذکر کیا جس سے وضو واجب ہوتا ہے

ولو كان هذا الحديث ثابتا لكان
لهم معرفة بذلك والقائلون بنقض
الوضوء بمس الذكر لم يستدلوا
بذلك الحديث ولم يقل احد انى سمعت
رسول الله صلى الله عليه وسلم و
روى من روى عن بسرة و بعد كل البعد
ان يلقي رسول الله حكما الى من لا
يحتاج اليه فعلم ان فيه انقطاعا
بالمعنى والحديث غير صحيح ثم ينظر في
سنده فروى الامام مالك في الموطاء
عن محمد بن عمرو بن حزم قال سمعت
عروة يقول دخلت على مروان فتذاكرنا
ما يكون منه الوضوء فقال مروان من
مس الذكر فليتوضوء فقال عروة ما علمت
هذا فقال اخبرتني بسرة بنت صفوان
انها سمعت رسول الله صلى الله عليه
وسلم يقول اذا مس احدكم ذكره
فليتوضوء واخرج ابو داود والترمذي
رواية الموطا والنسائي نحوه وقال عروة
ولم ازل امارى مروان حتى دعى رجلا
من حرسه وارسل الى بسرة وسألها

مروان کہنے لگے کہ جو مرد اپنی پیشاب گاہ کو چھوئے
اُسے وضو کرنا چاہئے اور ابو داؤد و ترمذی
نے بھی موطا کی اس روایت کو بیان کیا ہے اور
امام نسائی نے بھی اسی کی مثل روایت نقل کی ہے
غرض عروہ کا بیان ہے کہ میں برابر مروان سے اس
حدیث کے متعلق بحث وجدل کرتا رہا یہانتک کہ
مروان نے اپنے ایک ملازم کو بلا کر بسرہ کے پاس
بھیجا اور اس حدیث کے متعلق سوال کیا
اُسنے جواب میں وہی کہلا بھیجا جو مروان مجھ
سے کہہ رہا تھا اور یہ واقعہ اسیطرح جامع
الاصول میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اُسکو عروہ نے خود بسرہ سے نہیں سنا بلکہ مروان
کے ملازم سپاہی سے سنا اور وہ ایسا مجہول شخص
ہوتا ہے جسکی روایت حجت نہیں۔ رہے خود مروان
اگرچہ محدثین کی ایک جماعت نے اُنکی روایت
کو قبول اور اسی صحاح و مسانید میں درج کیا
ہے لیکن انصافا وہ اس قابل نہ تھے کہ انکی
روایت و شہادت قبول کیجائے اور اُنسے
متواتر ایسے اقوال صادر ہوئے جن سے ہمیں اور
تمام مسلمانوں کو خدا بچائے اور انہوں نے
خلافت حضرت عثمان کے متعلق اُنکی بے خبری کے

عما حدثت من ذلك فارسلت الیه بسرة
مثل الذی حدثنی عنها مروان کذا فی
جامع الاصول فقد علم من ذلك ان
عروة لم یسمع من بسرة وانما سمع
من شرطی مروان والشرطی مجهول لا یقوم
روایته حجة وان مروان وان قبله جماعة
من المحدثین وکتبوا روایته فی صحاحهم و
مسانیدهم لکن مروان فی الانصاف
لم یکن قابلا للقبول شهادته وروایته
وقد تواتر عنه افعال اعاذنا الله منها
وجمیع المسلمین وانه قد احتال حیلا
ومکرا عظیما فی خلافة امیر المومنین
عثمان وهو رضی الله عنه غیر شاعر
حتی انجر الی ان الاشقیاء قتلوه رضی
الله عنه فقتل شهیدا مظلوما
ثم کان هو شریکا للذین جاوا لتخریب
المدینة فی زمان یزید الشقی حتی
اعانهم وغدر هو وغدروا باهل
المدینة وفعلوا ما فعلوا مما یکره ذکره
فان کان عنده هذا الصنع حراما کما
هو الواقع فهو فاسق معلن فلا

عالم میں ایسے ایسے مکر و فریب کئے جنکا نتیجہ یہ ہوا
کہ اشقیاء نے اُنکو قتل کر دیا اور وہ شہید و
مظلوم مارے گئے۔ پھر یہ کہ وہ ان لوگوں
میں بھی شریک تھے جو یزید شقی کے زمانہ میں
مدینہ کو خراب کرنے کے لیئے آئے تھے یہاں
تک کہ انہوں نے انکی مدد کی اور انہوں نے
بھی اور ان سب نے بھی اہل مدینہ کے ساتھ
بیوفائی کی اور وہ کچھ کیا جسکے ذکر سے مدد
ہوتا ہے پس اگر یہ عمل انکے نزدیک حرام تھا
اور ایسا ہی ہے بھی تو وہ کھلم کھلا فاسق
ٹھہرے اور ایسے شخص کی روایت اور اسکی حدیث
کو لکھنا جائز نہیں اور اگر اسکو کسی ایسے
شبہ کی وجہ سے حلال و مباح جانتے تھے جو انکو
عارض ہو گیا تھا مثل شبہ خوارج کے تو وہ
خواہش پرست لوگوں میں سے قرار پاتے ہیں
پھر یہ کہ انہوں نے اس عمل کیطرف اوروں کو
بھی بلایا لہذا وہ ایسے بدعتی ہوئے جو اپنی بدعت
کیطرف دوسروں کو بھی بلاتا ہو اور ایسے شخص کی
روایت اجماعاً نامقبول ہے اور لکھنے کی لائق
نہیں اُسپر یہ کہ جب اس قصہ کو تواریخ معتبرہ
میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مروان

فلا تقبل روايته بل لا يكتب حديثه وان
كان يزعم هذا الصنع مباحا لشبهة
عرضت له كشبهة الخوارج فهو من
اهل الاهواء ثم ان كان هو داعيا الى هذا
الصنع فهو مبتدع داع الى بدعته
ورواية المبتدع الداعي الى بدعته
غير مقبول ولا صالح الكتابة بالاجماع
ثم ملاحظة هذه القصة في التواريخ
المعتبرة يحكم انه قد ارتكب كذبا
وللمبتدع الكاذب وان كان مستحلا
للكذب لا يقبل روايته بالاجماع ثم
هو كان سب امير المؤمنين عليا في
المجالس بل على المنابر والمبتدع المظهر
سب السلف مردود الشهادة والرواية
باتفاق الامة بخلاف الكاتم فانه
يقبل شهادته عندنا ان كان
مجتنبا عن الكبائر في عمده وعن
الكذب ويقبل روايته ايضا عند
اكثر اهل الحديث بذلك الشرط وعند
محققي اصحابنا لا تقبل روايته اصلا
وهو الحق وقد بيناه في فواتح الرحمان

کذب کے بھی مرتکب ہوئے اور بدعتی کاذب
کی حدیث بھی اجماعاً نامقبول ہے اگرچہ وہ
کذب کو جائز ہی جانتا ہو پھر یہ کہ انہوں نے
مجمعوں میں بلکہ ممبروں پر حضرت علی پر تبرا کیا
اور ایسا بدعتی جو کھلم کھلا سلف پر تبرا کرے
اُسکی روایت و شہادت دونوں باتفاق امت
مردود ہے البتہ جو شخص سلف سے پوشیدہ
عناد رکھتا ہو اسکی گواہی ہمارے نزدیک
قابل قبول ہے اگر وہ اپنے خیال میں گناہان
کبیرہ خصوصاً جھوٹ سے بچتا ہو اور
اکثر اہلحدیث کے نزدیک اس شرط سے اسکی
روایت بھی مقبول ہے اور ہمارے علماء محققین
اُسکی روایت کو کسی طرح قابل قبول نہیں سمجھتے
اور یہی حق ہے اور اسکو ہم نے فواتح الرحمان
شرح مسلم میں بیان کیا ہے غرض جب یہ معلوم
ہو گیا کہ بسرہ کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور
ابوہریرہ کی حدیث بھی ضعیف ہے تو اس حکم پر
کوئی دلیل قائم نہ رہی کہ پیشاب گاہ کے چھونے
سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا اسکا چھونا بھی
اسیطرح وضو ٹوٹنے کا سبب نہ ہوگا جسطرح
اور اعضا کا چھونا۔

شرحنا للمسلم واذ قد علمت ان هذا
الحدیث المروی عن بسرة غیر صحیح
البتة وحدیث ابی هریرہ ضعیف
فلم یدل دلیل علی نقض مس الذکر
فیبقی علی اصلہ غیر ناقض کمس
سائر الاعضاء

واما الاکاذیب التی فی صحیح مسلم
فقد اقتصر فیها علی کلام الملا
علی القاری الذی هو من اکابر
علماء السنة موثق ممدوح عندهم
قال فی جالہ وقد وقع منہ ای
من مسلم اشیاء لاتقوی عند
المعارضة فقد وضع الحافظ رشید
العطار کتابا علی الاحادیث المقطوعة عہ
وبینها الشیخ محی الدین النووی
فی اول شرح مسلم وما یقولہ الناس
ان من روی لہ الشیخان فقد جاز
القنطرة هذا ایضا من التجاهل و
التساهل فقد روی مسلم فی کتابہ
عن اللیث عن ابی مسلم وغیرہ

رہی وہ جھوٹی روایات جو صحیح مسلم میں موجود ہیں
اُن کے متعلق ملا علی قاری کے قول پر اکتفا
کرتے ہیں جو اہلسنت کے بڑے معتبر اور قابل
مدح علماء میں سے ہیں وہ اپنی کتاب رجال
میں کہتے ہیں کہ مسلم سے ایسی روایات واقع
ہو گئی ہیں جو معارضہ کے وقت قوی نہیں
رہتیں - اور حافظ رشید عطار نے مسلم کی
ان احادیث کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے
جو انہوں نے صرف تابعین سے نقل کی ہیں عہ
اور شیخ محی الدین نے اُنکو اول شرح مسلم میں
بیان کیا ہے اور لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ جس
شخص سے شیخ بخاری و شیخ مسلم نے روایت
بیان کر دی وہ خوف تکذیب و نقص کے پل سے
عبور کر گیا یہ بھی جہالت و غفلت پر مبنی
ہے غرض مسلم نے اپنی کتاب میں لیث وغیرہ
ایسے ضعیف راویوں سے روایات نقل کی ہیں
اور اُسکے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ مسلم کی روایتوں کی
ہم معنی اور احادیث جو وارد ہیں انہوں نے
اُنکی تقویت و تائید کے لئے، اُنکے واسطے بطور
شاہد اور اُن کے اتباع میں یہ حدیثیں نقل

عہ یعنی جنکے سلسلۂ روات میں نبی یا اصحاب نبی نہیں ہیں ۱۲ مترجم

من الضعفاء فيقولون انما روى
عنهم في كتابه للاعتبار والشواهد
والمتابعات وهو لا يقوى لان الحفاظ
قالوا الاعتبار امور يتعرفون بها
حال الحديث وكتاب مسلم التزم
فيه الصحة فكيف يتعرف حال الحديث
الذي فيه بطرق ضعيفة وقال
الحافظ (اي الرشيد العطار) ابو الزبير
محمد بن مسلم المكي يدلس في حديث
جابر فما يصفه بالعنعنة لا يقبل
وقد ذكر ابن حزم عبد الحق عن
الليث بن سعد انه قال لابي الزبير
علم لي على احاديث سمعتها من
جابر حتى اسمعها منك فعلم
لي احاديث اظن انها سبعة عشر
حديثا فسمعتها منه قال الحافظ
فما كان من طريق الليث عن ابي الزبير
عن جابر فصحيح وفي مسلم عن
طريق الليث من ابن ابي الزبير عن
جابر بالعنعنة احاديث وقد روى
ايضا في كتابه عن جابر في حجة الوداع

کی ہیں لیکن یہ کہنا خود قوت سے خالی ہے
اسلیئے کہ حفاظ کہتے ہیں کہ تقویت وتائید ایسے
امور سے ممکن ہے جس سے حدیث کا حال معلوم ہو جائے
اور کتاب مسلم میں مسلم نے صحت کا التزام کیا
ہے (جیسا کہ انہوں نے اسکی صراحت بھی کی ہے اور اُسکے نام
"صحیح" سے بھی معلوم ہوتا ہے) لہذا اس حدیث کا حال کیونکر
معلوم ہوگا جو اُسمیں ضعیف طریقوں سے منقول ہے اور حافظ
رشید عطار نے کہا ہے کہ ابو زبیر محمد بن مسلم مکی جابر
کی حدیث کو غیر معروف ناموں سے روایت کرتا ہے
لہذا جس حدیث کو وہ عن فلاں عن فلاں کہکر نقل کرے وہ
مقبول نہیں اور ابن حزم عبد الحق نے لیث بن سعد سے
روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو زبیر سے کہا
کہ مجھے وہ حدیثیں تعلیم کرو جو تم نے جابر سے
سنی ہوں تاکہ انہیں میں بھی تم سے سنوں پس
ابو زبیر نے مجھے غالباً سترہ حدیثیں سکھائیں
جنہیں میں نے اُنسے سنا۔ حافظ نے کہا ہے
کہ اُنمیں سے جو اسطرح ہیں کہ لیث نے ابو زبیر سے
اور ابو زبیر نے جابر سے نقل کیا ہے صحیح ہیں۔ لیکن مسلم
میں لیث کے طریقے سے ابو زبیر کی جابر سے نقل کی
ہوئی حدیثیں اسی سلسلہ عن فلاں عن فلاں کیساتھ مذکور
ہیں (لہذا وہ قابل قبول نہیں) نیز مسلم نے اپنی کتاب

ان النبی صلی اللہ علیہ والہ توجہ
الی مکۃ یوم النحر فطاف طواف الافاضۃ
ثم صلی الظہر بمکۃ ثم رجع الی منی
وعن ابن عمر انہ طاف طواف الافاضۃ
ثم رجع فصلی الظہر بمنی فیوجہون
ویقولون اعادہا للبیان الجواز وغیر
ذلک من التاویلات ولہذا قال ابن
حزم فی ہاتین الروایتین احدہما
کذب بلاشک وروی مسلم
ایضا حدیث الاسراء فیہ وذلک
قبل ان یوحی الیہ وقد تکلم الحفاظ
فی ہذہ اللفظۃ وبینوا ضعفہا

وقد روی مسلم ایضا خلق اللہ
التربۃ یوم السبت واتفق الناس
علی ان السبت لم یقع فیہ خلق
وان ابتداء الخلق یوم الاحد

وقد روی مسلم عن ابی سفیان
انہ قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
لما اسلم یا رسول اللہ اعطنی ثلاثا
تزوج ابنتی ام حبیبۃ وابنی معاویۃ
اجعلہ کاتبا وامرنی ان اقاتل الکفار

میں جابر سے حجۃ الوداع کے متعلق روایت کی ہے کہ
جناب رسالتمآب نے قربانی کے دن مکہ جاکر طواف
افاضہ کیا پھر مکہ ہی میں ظہر کی نماز پڑھی اسکے بعد منی
تشریف لائے۔ اور ابن عمر سے ہے کہ آپ نے طواف افاضہ کیا
اور منی میں آکر نماز ظہر پڑھی۔ علماء نے انہیں توجیہات
کی ہیں اور کہا ہے کہ آپ نے جواز دکھانے کیلئے منی میں
نماز کا اعادہ کیا اور اسکے علاوہ اور بھی تاویلات ہیں
اسی لئے ابن حزم نے کہا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے
ایک بلاشبہ جھوٹی ہے۔ نیز مسلم نے حدیث معراج
نقل کی ہے اور اسمیں بیان کیا ہے کہ واقعہ معراج
قبل نزول وحی ہوا اس جملہ میں بھی حفاظ نے بہت
چہ میگوئیاں کی ہیں اور اسکا ضعف ظاہر کیا ہے اور مسلم
نے یہ بھی روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے مٹی کو بروز
شنبہ پیدا کیا در حالیکہ سب کا اسپر اتفاق ہے کہ اس دن
کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی اور یہ کہ مخلوقات کی پیدائش
یکشنبہ سے شروع ہوئی۔ اور مسلم نے ابوسفیان سے
روایت کی ہے کہ انہوں نے جناب رسالتمآب سے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ جب میں اسلام لاؤں تو آپ
مجھے تین چیزیں عطا فرمائیں۔ میری بیٹی ام حبیبہ
سے اپنا عقد کرلیں۔ میرے بیٹے معاویہ کو اپنا
میر منشی مقرر کرلیں اور مجھے کفار سے جہاد کرنیکے لئے

كما قاتلت المسلمين فاعطاه النبي
صلى الله عليه وسلم ما سأله والحديث
معروف مشهور وفي هذا من الوهم
ما لا يخفى فام حبيبة تزوجها
النبي صلى الله عليه وسلم وهي
بالحبشة واصدقها النجاشي اربعمائة
دينار وحضر وخطب واطعم و
القصة مشهورة وابو سفيان
وابنه معاوية انما اسلما عام الفتح
وبين الهجرة الى الحبشة والفتح عدة
سنين والجمهور على انه تزوجها
سنة ست وقيل سبع واسلم
ابو سفيان عام الفتح سنة ثمان
من الهجرة واما امارة ابي سفيان
فقد قال الحفاظ انهم لا يعرفونها
فيجيبون باجوبة غير طائلة
فيقولون في نكاح ابنته اعتقد
ان نكاحها بغير اذنه لا يجوز
وهو حديث عهد بالكفر فاراد من
النبي صلى الله عليه وسلم تجديد
النكاح ويذكرون عن الزبير بن

امیر لشکر بنائیں جیسا کہ میں نے اب تک مسلمانوں سے جہاد کیا
آنحضرت نے انکے یہ تمام سوالات پورے کیے اور یہ حدیث
مشہور و معروف ہے مگر اسمیں بے شمار اوہام و شکوک
ہیں مثلاً یہ کہ ام حبیبہ سے رسول اللہ نے اُسوقت
عقد کیا تھا جب وہ حبشہ میں تھیں اور نجاشی نے رسول
اللہ کی طرف سے چار سو دینار اسکا مہر اپنے پاس سے
ادا کیا تھا اور محفل عقد میں آکر خطبہ پڑھا تھا اور دعوت
ولیمہ کی تھی جسکا قصہ مشہور ہے اور ابو سفیان اور اُسکا
بیٹا اس سال اسلام لائے تھے جس سال مکہ فتح ہوا
تھا اور فتح مکہ و ہجرت حبشہ میں کئی سال کا فرق ہے
جمہور کا قول یہ ہے کہ آپ نے ام حبیبہ سے ۶ہجری اور
بقولے ۷ھ میں عقد کیا اور ابو سفیان فتح مکہ کے سال
میں اسلام لائے جبکہ ۸ھ تھا اور ابو سفیان کو امیر لشکر
بنانے کے متعلق حفاظ یہ کہتے ہیں کہ اسکا کہیں
پتہ نہیں۔ حدیث کی اس بدنظمی و برہمی پر علماء نے
اسکے بہت سے لاطائل جواب دیے ہیں ابو سفیان
کی بیٹی کے عقد کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ ابو سفیان
اسکو بغیر اپنی اجازت کے صحیح نہیں جانتے تھے
اور چونکہ وہ ابھی ابھی کفر سے نکل کر آئے تھے اسلئے
رسول اللہ سے تجدید نکاح کی خواہش کی اور زبیر
بن بکار سے ضعیف اسناد کے ساتھ یہ بھی نقل کرتے

بكار باسانيد ضعيفة ان النبي
صلى الله عليه وآله امّره في بعض
الغزوات وهذا لا يعرفه الاثبات
وقد قال الحافظ ان مسلما لما وضع
كتابه الصحيح عرضه على ابي زرعة
فانكر عليه وتغيظ وقال سميته
الصحيح وجعلته سلما لاهل البدع
وغيرهم قال ابن تيمية في المنهاج
في بيان المواضع المنتقدة من
الصحيحين. والمواضع المنتقدة
غالبها في مسلم وقد انتصر طائفة
لهما يعني للبخاري ومسلم فيهما
وطائفة قوت قول المنتقد والصحيح
التفصيل فان فيهما منتقدة
بلا ريب مثل حديث ام حبيبة ومثل
خلق الله التربة يوم السبت وحديث
صلوة الكسوف بثلث ركعات انتهى
اقول قد عرفت من كلام هذين
البارعين من علماء السنة حال

ہیں کہ رسول اللہ نے بعض غزوات میں اُن کو امیر
لشکر بنایا تھا لیکن معتبر و موثق علماء
اس سے بے خبر اور منکر ہیں۔
اور حافظ نے کہا ہے کہ مسلم نے جب اپنی کتاب
تیار کرلی تو اُسے ابو زرعہ کے سامنے پیش کیا
اُسنے اس سے بہت نفرت کی اور غضبناک ہوا
اور کہا کہ تم نے اسکا نام صحیح رکھا ہے اور اہل بدعت
ونفاق کا زینہ قرار دیا ہے۔ ابن تیمیہ نے کتاب منہاج میں
صحیحین کے ان مقامات کے متعلق جنپر تنقید کی
گئی ہے کہا ہے کہ ایسے مقامات صحیح مسلم میں زیادہ
ہیں اور انتقاد کے سلسلہ میں علماء کے ایک گروہ نے
صحیح بخاری و صحیح مسلم کی کمک اور تائید کی ہے
اور ایک گروہ نے تنقید کرنیوالے کے قول کو قوت دی ہے
اور صحیح یہ ہے کہ تفصیل کیجائے اسلیئے کہ بے شبہ ان دونوں
میں قابل تنقید احادیث ہیں (تنقید کرنیوالونکا قول بھی
صحیح مگر اسقدر قابل تنقید روایات نہیں جسقدر وہ بیان کرتے ہیں اور
تاویل کرنیوالونکی تاویل بھی درست مگر نہ اس حد تک کہ جس حد تک
کہ وہ ہر حدیث میں تاویل کرنا چاہتے ہیں) مثلاً ام حبیبہ کی روایت
مٹی کو شنبہ کے دن پیدا کرنے کی روایت اور یہ حدیث کہ

عہ حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ صحیح مسلم صحیح بخاری کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے "ایک
دو شنبہ" ۱۲ مترجم

صحیح البخاری ایضا واناذالک علی
واحد ایضا وھو تکلیف النبی صلے
اللہ علیہ و آلہ وسلم زید بن عمرو بن
نفیل یاکل لحم ذبیحۃ الاصنام وابائہ
عنہ معللا بانی ما اکل من ذبیحۃ
الاصنام قال البخاری فی کتاب
الذبائح حدثنا معلی بن اسد حدثنا
عبد العزیز بن مختار قال حدثنا موسے
بن عقبۃ قال اخبرنی سالم انہ سمع
عبد اللہ یحدث عن رسول اللہ انہ
لقی زید بن عمرو بن نفیل باسفل
بلدح وذالک قبل ان ینزل علی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوحی فقدم
الیہ رسول اللہ سفرۃ فیھا لحم فابی
ان یاکل منھا ثم قال انی لا اکل مما
تذبحون علی انصابکم ولا ناکل الا
ماذکر اسم اللہ علیہ) نعوذ باللہ
من ھذہ الافتراءآت وقد ذکروا فی
توجیھھا ما نصحلت بہ الثکلی فراجع
تعرف

رسول اللہ نے سورج گہن کی تین رکعت نماز پڑھی انتہی
مولانا! اہلسنت کے ان دو بڑے عالموں کے کلام سے
آپکو صحیح بخاری کا وزن بھی معلوم ہو گیا ہوگا اب ہم ایک
اور حدیث پیش کرتے ہیں جسکا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ نے
زید بن عمرو بن نفیل کو ذبیحہ اصنام کا گوشت کھانے کا
حکم دیا اور خود یہ کہکر انکار کر دیا کہ میں ذبیحہ اصنام
کو نہ کھاؤنگا چنانچہ بخاری نے کتاب ذبائح میں سالم
سے نقل کیا ہے کہ اُسنے عبد اللہ کو رسول اللہ سے یہ
حدیث نقل کرتے ہوئے سنا کہ زید بن عمرو بن نفیل
نے آنحضرت سے دامن مقام بلدح میں
ملاقات کی اور یہ وہ زمانہ تھا کہ آپ پر وحی
نہیں نازل ہوتی تھی آپ زید کے سامنے کچھ
ناشتا لائے جس میں گوشت تھا اور خود
کھانے سے انکار کیا پھر فرمایا کہ میں ان
جانوروں کا گوشت نہیں کھاتا جو تم اپنے بتوں پر
ذبح کرتے ہو بلکہ میں صرف وہی گوشت کھا سکتا
ہوں جس پر وقت ذبح خدا کا نام لیا گیا ہو
ان افترا پردازیوں سے خدا ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور اس
حدیث پر آپکے علماء نے ایسی توجیہات کی ہیں جن کو سنکر مردہ کو بھی
ہنسی آجائے آپ اپنی کتابیں ملاحظہ فرمائیے پتہ مل جائیگا۔

۵ مصنف علام نے اتنا کچھ تحریر فرمایا یہ موصوف کے ماحول یعنی عراق عرب (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی فضا کو دیکھتے ہوئے ایک زبردست جہاد سے کم نہیں لیکن کتب اہل سنت اس سے
کہیں زیادہ خرافات و واہیات سے لبریز ہیں تاہم یہ کہ ان حضرات کے دو جذبے ہیں ایک جذبہ عداوت اہلبیت اور
دوسرا وہ جذبہ جو اس جذبہ کی وجہ سے پیدا ہوا اور پھر اُسنے انکو قہر خدا سے بے خود کر دیا پہلے جذبہ کے ماتحت
جو اُنہوں نے حدیثیں درج کیں وہ کثیر التعداد ہیں مثلاً یہ کہ جب انہوں نے یہ حدیث دیکھی کہ رسول اللہ نے حضرت علی اور امام
حسنین علیہما السلام کے دہن میں زبان داخل کی اور چبائی تو انہوں نے اُسکے مقابل رسول کی زبان کو اپنی طرف
پھیرنا چاہا چنانچہ اس بیہودگی کو حضرت عائشہؓ سے وابستہ کر دیا اور دوسرے جذبے نے اسے غافل کر دیا کہ آخر اس سے
رسول کی کسقدر توہین ہوگی اور غیر مذاہب کسقدر مضحکہ کرینگے یا مثلاً یہ کہ جب انہوں نے یہ روایت دیکھی کہ آنحضرت
نے حضرات علی اور حسنین علیہم السلام کو شانوں پر سوار کیا تو اُسکے جواب میں یہ حدیث بنائی کہ آنحضرتؐ نے کسی کو
اپنے شانوں پر سوار کر کے ناچ دکھایا اور دوسرے جذبے نے اسے غافل کر دیا کہ ان خرافات سے ایکزمانہ میں "رنگیلا رسول"
بنا کر اسلام کا مضحکہ کیا جائیگا یہاں پر جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ ضمناً اور مثالاً ہے ورنہ اس قسم کے مختلف مزخرفات سے
ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے لہذا مختلف مقامات سے چند حدیثیں اور ایسی ہی نقل کیجاتی ہیں جنکو ہم تو حدیث بھی
کہنا پسند نہیں کرتے اگرچہ انکی کتابوں کے لئے وہ زینت اور سرمایہ ناز ہیں مثلاً صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر پ۱۲
میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میں قیامت میں کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ صحیح بخاری پ۲۰ میں ہے کہ سورہ مدثر میں اما
الرجز فاهجر کے معنی یہ ہیں کہ اے رسول تم بت پرستی چھوڑ دو یعنی رجز سے مراد بت پرستی ہے۔ صحیح بخاری پ۱۳ کتاب
بدء الخلق باب صفۃ ابلیس میں ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آنحضرت پر جادو کیا گیا جس سے آپکو یہ معلوم ہوتا تھا
کہ ایک کام کر رہے ہیں حالانکہ واقع میں وہ کام نہیں کرتے تھے۔ صحیح بخاری پ۸ کتاب الصوم باب المباشرۃ
للصائم میں ہے عن عائشۃ قالت کان النبی یقبل و یباشر و ھو صائم و کان املکم لاربہ یعنی
حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ روزہ میں بوس و کنار اور مباشرت کیا کرتے تھے حالانکہ اپنے نفس پر بہت
قابو رکھتے تھے۔ صحیح بخاری کتاب الصوم باب القبلۃ للصائم میں ہے عن عائشۃ کان رسول اللہ لیقبل
بعض ازواجہ و ھو صائم ثم ضحکت یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول روزہ میں اپنی
بعض ازواج سے بوس و کنار کیا کرتے تھے اور یہ کہکر حضرت عائشہؓ ہنسنے لگیں (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

جواب آخر وھو انہ اذا جاز لمثل معویۃ وعمرو بن العاص واتباعہما لعن علی بن ابیطالب لکونہما مجتہدین وکل مجتہد مصیب بزعمکم فلم لا یجوز الباقر والصادق لعن الشیخین

ایک اور جواب یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص نیز اُن کے احباب و اصحاب کو حضرت علی پر لعن کرنا جائز تھا اسلئے کہ وہ دونوں مجتہد تھے اور ہر مجتہد مصیب یعنی اپنے فتوے میں راہ راست پر ہوتا ہی جیسا کہ آپکا خیال ہے تو پھر حضرت امام محمد باقر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نہ معلوم لفظ بعض ازواج سے کونسی زوجہ مراد ہے خود بدولت ہی تو رسول کی بس دل البھانہ محبت کا مرکز تھیں (معاذ اللہ) اِدھر ہنسنے کی ادا یہ بتلاہی ہے اور اُدھر سنن ابی داؤد مطبوعہ صدیقی باب الصائم یبلع الریق میں ہے عن عائشۃ ان النبی کان یقبلها وهو صائم ویمص لسانها یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ روزہ میں اُنسے بوسہ بازی کرتے اور اُنکی زبان چوستے تھے۔ صحیح مسلم ج ا کتاب الحیض باب مباشرت الحائض۔ صحیح بخاری ج اپ کتاب الحیض باب من سمی النفاس حیضا و باب المباشرۃ فی الحیض سنن ابوداؤد ج اصفحہ ۳۲،۴۱ مطبوعہ صدیقی۔ سنن نسائی ج ا کتاب مباشرت الحیض مطبوعہ صدیقی لاہور۔ ان کتابوں میں آٹھ حدیثیں اس مضمون کی درج ہیں کہ رسول اللہ نے حیض میں مجامعت کی۔ سنن ابن ماجہ ج ۲ صفحہ ۵۳ باب حسن معاشرت النساء۔ مشکوۃ ربع دوم صفحہ ۲۰ باب عشرت النساء۔ سنن ابوداؤد باب اللعب بالبنیات۔ صحیح مسلم باب فضائل عائشہ ج ۲ میں چار حدیثیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ رسول کے گھر میں گڑیاں کھیلی جاتی تھیں۔ صحیح بخاری ج ۲ مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۳۲ و ۲۴۳ و ۲۵۰ پر تین حدیثیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ رسول کے گھر میں گانا بجانا ہوتا تھا (معاذ اللہ) انصاف یہ ہے کہ اس قسم کی خرافات اور واہیات جس فرقہ کی کتابوں میں موجود ہوں اُسے ہرگز ہرگز کسی کی کتاب پر حرف زنی کا کوئی حق نہیں ہے بلکہ ایسی عبارت بے حیائی پر مبنی ہوگی اور ایسی چیزوں کے باوجود اگر غیر قومیں مسلمانوں کا مضحکہ کریں تو بعید نہیں نہ معلوم مصر کے ان مصبرین کی نگاہیں ان روایات تک پہنچیں یا نہیں جو اپنی کتابوں میں سے اس قسم کے مضامین خارج کرکے ترمیم کر رہے ہیں اگر وہ اب کر دیں تو شاید کسی وقت اسلام کی جان غیر قوموں کے حملوں سے بچ سکے اور ہم سب ملکر کسی زمانہ میں مطمئن ہو سکیں ورنہ ابھی تو یہ کتابیں دنگیے رسول کے مصنف اور اُس کے وابستگان دامن کے سامنے سر نہیں اٹھانے دیتیں ۱۲ امرتسم

فانا لو سلمنا انهما ليسا بامامين
منصوصين من قبل الله و رسوله
كما هو مذهبكم فلا محالة يكونان
مجتهدين و كل مجتهد مصيب
واما داب الشيعة فى الكلام و
المجالس الانبساط فى اللعن الى اخر
ما قاله فلو سلم صدقه فلعل من
اجتهاد علمائهم فى ذلك و انا
ادلك على طريق اجتهادهم
قال البخاری فی باب مناقب فاطمة
رضی الله عنها وقال النبی صلی
الله عليه وسلم فاطمة سيدة
نساء اهل الجنة وقال ايضا حدثنا
ابو الوليد حدثنا ابن عيينة عن عمرو
بن دينار عن ابن ابی مليكة عن المسور
بن مخرمة ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال فاطمة بضعة منی
فمن اغضبها اغضبنی ورواها
ايضا فی باب مناقب قرابة رسول الله
صلى الله عليه وسلم وقال ايضا

و امام جعفر صادق علیہ السلام کو شیخین پر لعن کرنا کیوں جائز
نہوگا اسلئے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ خدا و رسول
کیطرف سے مقرر کئے ہوئے امام نہ تھے جیسا کہ ایک گروہ
اسکا قائل ہے تو کم سے کم مجتہد ضرور تھے اور ہر مجتہد مصیب ہے
رہا آپ کا یہ اعتراض کہ صحبتوں اور جلسوں میں اچھی طرح
کھل کھلکر لعن کرنا شیعوں کا شعار ہے اگر اسکو صحیح مان
بھی لیا جائے کہ شیعہ ایسا کرتے ہیں تو شاید یہ بھی ان کے
علماء کے اجتہاد کی وجہ سے ہو اور انکے اجتہاد کا طریقہ
ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں۔ سنئے
بخاری نے باب مناقب فاطمہ زہرا میں یہ حدیث
نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا سیدہ زنان اہل
جنت کی سردار ہے اور یہ کہ فاطمہ میری پارۂ جگر ہے
جس نے اسکو غضبناک کیا اسنے مجھکو غضبناک کیا او
اس دوسری روایت کو بخاری نے مناقب قرابت رسول
میں بھی نقل کیا ہے
اور باب فرض خمس میں حضرت عائشہ سے یہ روایت
نقل کی ہے کہ جناب سیدہ بنت رسولخدا نے حضرت
ابو بکر سے اپنی میراث مانگی تو انہوں نے جواب
دیدیا کہ رسول نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو اپنا
وارث نہیں بناتے بلکہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں

عہ ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۵ و صواعق محرقہ مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۳ ۱۲ مترجم

فی باب الفرض الخمس حدثنا عبد
العزیز بن عبد اللہ حدثنا ابراھیم
بن سعد عن صالح بن شہاب قال
اخبرنی عروہ بن زبیر ان عائشۃ ام
المؤمنین رضی اللہ عنہا اخبرتہ
ان فاطمۃ علیہا السلام ابنۃ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئلت
میراثہا فقال لہا ابوبکر ان رسول
اللہ قال لا نورث ما ترکناہ صدقۃ
فغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ
فہجرت ابابکر فلم تزل مہاجرتہ
حتی توفیت وعاشت بعد رسول
اللہ ستۃ اشہر۔

وباسنادہ عن عائشۃ ایضا ان
فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ و
سلم ارسلت الی ابی بکر تسئلہ میراثہا
الی ان قال فابی ابوبکر ان یدفع
الی فاطمۃ منہا شیئا فوجدت فاطمۃ
علی ابی بکر فی ذالک فہجرتہ فلم
تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد
النبی ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا

وہ صدقہ ہے اسپر سیدہ غضبناک ہوئیں اور اُنسے
کشیدہ ہوگئیں بلکہ تا زندگی اُنسے کلام نہیں کیا
اور آپ بعد رسول چھ ماہ زندہ رہیں پس جب آپ
نے رحلت فرمائی تو آپ کے شوہر حضرت علی نے
آپ کو شب میں دفن کیا اور حضرت ابوبکر کو خبر
بھی نہیں کی۔

اور صحیح مسلم میں حدیث رسول ہے کہ فاطمہ میری پارہ
جگر ہے جو بات اُسے صدمہ پہنچاتی ہے وہی مجھے رنجیدہ
کرتی ہے اور جو چیز اُسے اذیت دیتی ہے وہی مجھے ستاتی
ہے۔ اور اہلسنت کے بڑے زبردست جلیل القدر
عالم معتبر و موثق حافظ ابوبکر احمد بن موسےٰ ابن
مردویہ اصفہانی نے اپنی کتاب مناقب میں
حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ جب جناب سیدہ
کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے آپ کو فدک کے
محروم کردینے کا اعلان کردیا ہے تو آپ نے اپنی اوڑھنی
اوڑھی چادر لپیٹی اور اپنے متعلقین و متوسلین
کے گروہ اور اپنے قبیلہ کی عورتوں کے مجمع کے اندر
اسطرح چلیں کہ چادر کے دامن کف پا کو بوسہ دیتے
جاتے تھے اور خرام عصمت رفتار رسالتمآب سے مشابہ
تھا یہاں تک کہ خلیفہ وقت حضرت ابوبکر کے
دربار میں اُسوقت پہنچیں جبکہ وہ مہاجرین و انصار وغیرہ

زوجها علی لیلاً ولم یؤذن بها ابابکر
الحدیث وفی صحیح مسلم باسناده
عن النبی صلی الله علیه وسلم قال
فی حدیث فی فاطمة انها بضعة منی
تریبنی ما رابها ویوذینی ما اذاها
قال الشیخ المعظم عند اهل السنة
والجماعة الحافظ التقدم منهم ابوبکر
احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفهانی
فی کتاب المناقب اخبرنا اسحٰق
بن عبد الله بن ابراهیم قال حدثنا
احمد بن عبید بن ناصح قال حدثنا
الزیادی محمد بن زیادة قال حدثنا
شرف بن عطا عن صالح بن کیسان
عن الزهری عن عروه عن عائشة
انها قالت لما بلغ فاطمة ان ابابکر
قد اظهر منعها فدکا لاثت خمارها
علی راسها واشتملت بجلبابها
واقبلت فی لمة من حفدتها ونساء

کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے وہاں پر آپ کے
سامنے پردہ ڈالدیا گیا اور آپ نے ایک ایسی
سرد آہ کھینچی کہ سارا مجمع رونے لگا اسکے بعد
ذرا ٹھہریں یہاں تک کہ مجمع کے جوش وخروش
میں سکون ہوا اور آپ نے حمد وثنائے خداوند
عالم کے ساتھ اپنا کلام شروع کیا پھر فرمایا
کہ بیشک تمہارے پاس ایک ایسا رسول
تمہارے ہی ابنائے جنس سے آیا ہے کہ جو تم
کو ناگوار ہے وہ اسکو بھی شاق ہے اسکی بڑی
خواہش تمہاری نسبت یہ ہے کہ تم ایمان
لاؤ وہ مومنین پر بہت نرم دل اور مہربان ہے
پس اگر تم اسکے نسب کو دیکھو گے اور اسے
پہچانو گے تو اُسے میرا باپ پاؤ گے نہ اپنا
اور میں اُسکی بیٹی ہوں نہ تمہاری عورتیں اور اُسکا
بھائی میرا شوہر ہے نہ تمہارے مرد۔ اُسنے
کار رسالت کو انجام دیا درحالیکہ وہ جہنم سے ڈرانے
میں سچا اور جادہ مشرکین سے روگرداں تھا
انکی عبادت کے مرکز یعنی بتوں کو توڑ رہا تھا اور

عه لاثت ای لفت ۔ اللمة ای الاصحاب الرفقة ۔ الحفدة جمع الحافد ای الخادم والتابع والناصر ۔ الحشد الجماعة ناطة علقة نیط به الشی وصل به ۔ الملاءة ثوب یلبس علی الفخذین ۔ اَنّ ای تاوّه ۔ اجهش بالبکاء ای تهیأ له ۔ فاعل القوم ۔ الهنیهة الزمان الیسیر ۔ هنیهة تصغیر هن ومعناه الشی ۔ الاغنطار من جمع الجمر ۔

من قومها تطاء ذیولها تجر
مشیة رسول الله حتی دخلت
علی ابی بکر وهو فی حشد من
المهاجرین والانصار وغیرهم فنیطت
دونها ملاءة ثم انت انة اجهشت
لها بالبکاء ثم امهلت هنیة
حتی سکنت فورتهم وافتتحت
کلامها بحمد الله واثنت علیه ثم
قالت لقد جاءکم رسول من
انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص
علیکم بالمومنین رؤف رحیم فان

اُنکے سروں کو کاٹ کاٹ کر نیچے گرا رہا تھا
اور عقلمندی کی باتوں اور پسندیدہ موعظہ کے
ذریعہ سے لوگوں کو اپنے رب کی طرف
بلاتا تھا یہاں تک کہ شب ضلالت کے
دامن کو چاک کرکے صبح ہدایت نمودار کردی اور
خالص حق کو نمایاں کردیا۔ سردار دین
گویا ہوا۔ شیاطین کی گویائی کے ولولے
بند ہو گئے۔ اخلاص کا کلمہ تمام ہو گیا
اور اسوقت تم آگ کے گڑھے (جہنم) کے
کنارے پر ہر مریض کا شکار، ہر پینے والے
کے لئے پانی کے ایک گھونٹ کی مثل، بہت جلدی

له استنباطا من کلام الله تعالی وقالت ابن عمی لبعلها اختر أما وتعظیما الدرجة ما یساعد علی
التوصل الی شی یقال ہذا الامر مدرجة لہذا ای الطریق حدجهم ای حد عبادتهم وغایتها الاصنام
نکث العهد ای نقضه ونبذه ویحمل ینکب ونکب الشی ای طرحه ۔ آ فری الشی ای قطعه وشقه
الشقاشق جمع شقشقة ای شی کالرئة یخرجه البعیر من فیه اذا هاج ۔ النهزة القیال ہو نہزة
المختلس ای صید لکل احد ۔ والمذقة من الذوق والمذاق ما یذاق فی مرة ۔ ومن الماء فهی
جرعة والقبسة بالفتح المرة من قبس وقبسة العجلان مثل فی الاستعجال تشبیها بالمقتبس الذی
یدخل الدار ولا یمکث فیها الا ریثما یقتبس ۔ والطرق جمعه اطراق مناقع الماء واثار الابل والتیها
والتی کنایة عن الشدائد والمصائب ۔ البهم والبهم جمع بهیم الاسود والبهم جمع ابهم ای الاصمت الاعجم
ذوبان جمع ذئب فغرفاه فتحه ۔ اللهوات جمع لهاة اللحمة المشرفة علی الحلق فی اقصی سقف الفم ۔ انکفأ القوم
تبددوا ورجعوا ۔ انهزموا ۔ شمخ بها ای اعلاها ای رأسها الاخمص المراد به القدم من "المنجد ومجمع البحرین" ۱۲ مترجم

تعزوه تجدوه ابی دون ابائکم وانا
ابنته دون نسائکم واخوه ابن عمی دون
رجالکم فبلغ الرسالة صادعا بالنذارة
مائلا علی مدرجة المشرکین ضاربا
لحدهم حد الاصنام وینکث الهام و
یدعوا الی ربه بالحکمة والموعظة الحسنة
حتی انجری اللیل عن صبحه واسفر الحق
عن محضه ونطق زعیم الدین
وخرست شقاشق الشیاطین
ولفقت کلمة الاخلاص وکنتم علی شفا
حفرة من النار نهزة الطامع ومذقة
الشارب وقبسة العجلان وموطی الاقدام
تشربون الطرق وتقتاتون الورق
خاسئین حتی استنقذکم الله
برسوله بعد اللتیا والتی وبعد ان
منی ببهم الرجال وذوبان العرب
ومردة اهل الکتاب کلما اوقدوا
نار الحرب وفغر منهم فاغرة قذف
اخاه فی لهواتها فلا ینکفی حتی
یطاء شماخها باخمصه ویطفی
عادیتها لهبها بسیفه وانتم فی

بجھ جانے والا ٹمٹماتا ہوا چراغ اور لوگوں کی
ٹھوکروں میں پڑے ہوئے تھے اور نہایت
ضعف و ذلت کی حالت میں گندہ پانی پیتے
اور درختوں کے پتے کھاتے تھے پس خدا نے
اس تمام مصیبت و ذلت کے بعد اپنے
رسول کے ذریعے تمہیں رہائی عافیت بخشی
اور اسمیں رسول جاہل کالے کافروں، عرب
کے بھیڑیوں اور سرکش اہل کتاب والوں
پڑا جب ان لوگوں نے آتش جنگ بھڑکائی
اور ان کی لڑائی نے منہ کھول دیا تو آنحضرت
نے اپنے بھائی علی مرتضی کو اسکے تالو میں ڈالا
اور علی جنگ سے نہ لوٹے گو یہانتک کہ اس کے
سر کو اپنے پیر سے کچل دیا اور اسکی بڑھتی ہوئی
لپٹ کو آب شمشیر سے بجھا دیا اور اسوقت تم
حالت تھی کہ مرنے سے امن و سکوت کے ساتھ
تھے یہانتک کہ جب خداوند عالم نے اپنے نبی
کے لیئے وہ گھر پسند کیا جسمیں اور انبیاء پہنچ
چکے تھے (دار آخرت) تو شیطان نے سر اٹھا
کر تمہیں بلایا اور تمہیں اپنی آواز پر لبیک کہنے
والا اور اپنے مکر میں آجانیوالا پایا پھر اس نے
تمہیں حکم دیا کہ کچھ کرنے کے لیئے کھڑے ہو جاؤ

رفاهية آمنون وادعون حتي
اذا اختار الله لنبيه دار انبيائه
اطلع الشيطان راسه دعاكم
فالفاكم لدعوته مستجيبين و
للغرة ملاحظين ثم استنهضكم
فوجدكم غضابا فوسمتم غير
ابلكم واحتم غير شربكم ووردتم
غير شربكم هذا والعهد قريب
والكلم رحيب والجرح لما يندمل
لزعمتم خوف الفتنة الا في الفتنة
سقطوا وان جهنم لمحيطة بالكافرين
ثم لم تلبثوا ريث تشربون وانتم
تزعمون ان لا ارث لنا افحكم الجاهلية
تبغون يا معشر المسلمين ومن
احسن من الله حكما لقوم يوقنون
اترث اباك يا ابن ابي قحافة في
كتاب الله ان ترث اباك ولا ارث
ابي لقد جئت شيئا فريا فدونكها
محولة مخطومة يوم حشرك
فنعم الحكم الله والزعيم محمد و
الموعد القيمة وعند الساعة

تمہیں غیظ و غضب میں بھرا ہوا پایا (اور وہی
چاہتا تھا) پس تم نے اپنے غیر کے اونٹ کو داغدار
دوسرے کے گلّے کو اپنے باڑے میں لے آئے غیر کے
گھاٹ پر پانی پینے کے لئے آگئے تم نے ایسا تم کیا
حالانکہ رسول کا زمانہ ابھی دور نہیں گیا ہے زخم ابھی وسیع ہے
اور مندمل نہیں ہوا ہے کیا تم نے فتنہ کے خوف
سے ایسا گمان کیا آگاہ ہو جاؤ کہ فتنہ میں تو تم
خود ہی گر گئے اور جہنم سب کافروں کو گھیر لیگا
پھر تم نے اتنی دیر بھی صبر نہ کیا کہ آدمی پانی
پی سکے اور یہ گمان کرنے لگے..........
کہ ہمارے باپ کے ترکہ میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے
مسلمانو! کیا تم جاہلیت کا حکم نافذ کرنا چاہتے ہو ایمان
و یقین والوں کے لئے خدا سے بہتر کون حکم کر سکتا ہے۔ ای
ابو قحافہ کے بیٹے کیا خدا کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ تو تو
اپنے باپ کا وارث ہو اور میں اپنے باپ کی میراث نہ
پاؤں یہ تو تو عجیب حکم چلاتا ہے اگر یہی ہے تو اس فدک کو
پالان بندھی اور مہار پڑی ہوئی اونٹنی کیطرح روز قیامت
کیلئے تو ہی اپنے پاس رہنے دے اس دن بہترین حاکم خدا اور
عالم اور سردار سزا و جزا احمد مصطفےٰ اور حقیقی وعدہ گاہ
وہی روز قیامت ہو گا کہ اسوقت حق کو باطل قرار
دینے والے گھاٹا اٹھائینگے۔ پھر آپ اپنے پدر عالیقدر

يخبر المبطلون ثم انكفأت الى
قبر ابيها وهي تقول

قد كان بعدك ابناء وهنبثة[ع]
لو كنت شاهدها لم تكثر الخطب
انا فقدناك فقد الارض وابلها
فاختل اهلك فاشهدهم ولا تغب

وفي بعض الروايات عن المشار اليها
زيادة هذه الفاظها افعلى عمد
تركتم كتاب الله وانبذتموه وراء ظهوركم
ظهريا اذ يقول الله تعالى وورث
سليمان داؤد ومع ما قص من
خبر يحيى اذ قال تعالى فهب لي من
لدنك وليا يرثني ويرث من ال
يعقوب فقال اولوا الارحام بعضهم
اولى ببعض في كتاب الله وقال يوصيكم
الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين
ثم عطفت على قبر ابيها وبكت
وتمثلت بقول صفية بنت
اثامه اذا نابه

وكان قربك بالآيات مونسنا

کی قبر مطہر کیطرف متوجہ ہوئیں اور یہ اشعار
فرمائے

بابا جان! آپکے بعد بہت سی پریشان کن خبریں اور مصیبتیں
واقع ہوئیں اگر آپ موجود ہوتے تو ہمیں یہ مصیبتیں زیادہ محسوس نہ ہوتیں
ہمنے آپکو ایسے گم کر دیا جیسے زمین اپنی بارش کو گم کر دیتی ہے پس آپکے
بعد آپکے اہلبیت کے راحت و آرام میں خلل آگیا آپ انکی حالت ملاحظہ فرمائیں
اور اُنسے غافل نہوں

اور بعض روایات میں آپکے کلمات اور زیادہ ہیں کہ ای
امت رسول کیا تم نے جان بوجھ کر کتاب خدا کو چھوڑ دیا
اور اسے پس پشت ڈالدیا خداوند عالم تو قرآن میں یہ
فرماتا ہے کہ حضرت داود سلیمان کے وارث ہوئے۔ اور اسکے
ساتھ اُسنے حضرت یحیی کا قصہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حضرت
زکریا نے دعا کی کہ بار الہا مجھے ایک بیٹا عنایت فرما جو میرا
اور تمام آل یعقوب کا وارث ہو اور فرماتا ہے کہ صاحبان قرابت
بنا بر حکم کتاب خدا میراث پاتے ہیں بعض بعض سے اولیٰ
ہیں اور فرماتا ہے کہ خدا تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم
کرتا ہے کہ مرد کو عورت سے دگنا حصہ ملنا چاہیئے اسکے بعد آپ
اپنے پدر عالیقدر کی قبر مطہر کیطرف متوجہ ہوئیں گریہ فرمایا اور
صفیہ بنت اثامہ کے اشعار بیان فرمائے

ای رسول خدا آپکا قرب ہمیں آیات خدا سے مانوس

ع الهنبثة الامر الشديد منجد ۱۲ مترجم

فغاب عنا وكل الخير محتجب
وكنت بدرا ونورا يستضاء به
عليك تنزل من ذي العزة الكتب
تهضمنا رجال واستخف بنا
مذ غبت عنا فنحن اليوم نغتصب
ابدت رجال لنا نجوى صدورهم
لما مضيت وحالت دوننا الكتب
فقد رزينا بما لم يرزه احد
من البرية لا عجم ولا عرب
فسوف نبكيك ما عشنا وما بقيت
منا العيون بتهمال لها سكب

انتهى

انظر ايها الحبر الجليل و فكر فيما
قد رواه رجالكم وثقاتكم من
هذا التالم العظيم من فاطمة وهجرها
انها لابی بكر ستة اشهر حتى ماتت
فهل ترى هذا الحديث من كان عنده شبهة
فی ان الصحابة ظلموها عمدا وقصدا
وهل ترى هذا الكلام منها كلام من
قبلت لهم عذرا وهل ترى ان هذا
حديث لا يستضاء صحة دعواها وثبوت

رکھتا تھا جب آپکا قرب رہا تو ہم سے ہر بھلائی دور ہو گئی
آپ ایسے چاند اور ایسے نور تھے کہ جس سے ہم روشنی حاصل
کرتے تھے اور آپ پر رب العزت کیطرف سے کتابیں نازل ہوتی تھیں
جب سے آپ ہم سے جدا ہوئے لوگوں نے ہم پر بہت ظلم کیے اور
ہماری توہین کی اور ہمارا مال بجبر و قہر چھین لیا گیا
جب آپ رحلت فرما گئے تو لوگوں نے ہمارے لئے اپنے دلی
ارادوں کو ظاہر کر دیا اور لشکروں نے ہم پر ہجوم کر لیا
ہم ایسی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے کہ عرب و عجم میں کوئی
اُن میں مبتلا نہوا ہوگا۔
جبتک ہم رہینگے اور ہماری آنکھیں رہینگی آپ کو زار
زار روئے جائیں گے

انتہی

مولانا! یہ جو کچھ آپ کے جلیل القدر و معتبر علماء نے
جناب سیدہ عالم کا رنجیدہ ہونا چھ مہینے یعنی تا وفات
حضرت ابوبکر سے ناخوش و ناراض ہونا بیان
کیا ہے اب آپ اسمیں غور و فکر فرمائے اور بتائیے
کہ اس حدیث کو وہ لوگ نقل کر سکتے ہیں جن کے
متعلق اس امر میں شک ہو کہ اصحاب رسول نے
جناب سیدہ پر عمداً اور قصداً ظلم کیا۔ آیا آپ کے
تقریر اس ذات کی ہو سکتی ہے جو اپنے دشمنوں اور ظالموں
کا کوئی عذر ماننے پر تیار ہو۔ آیا یہ حدیث سیدہ عالم

حجتها و هل يحسن ان يسمع هذا
الكلام منها و يمنع مما طلبت ولو
كانت قد وفدت بهذا الكلام والاسترحام
على اعظم ملوك الكفار لما كان تشهد
العقول انه كان يرفع منها و يسر
مقامها و يحسن جائزتها افيليق
بمسلم ان يكون جواب هذا الكلام منها
وسوء معاملتها و تهوين حضورها
وخطابها والقساوة عليها وترك
التلطف بها فما تقول لو ان محمدا
اباها راها وهي تبكي و تقول مثل
هذا الكلام اكان يغضب لغضبها
و يتاذى باذاها كما رووه في صحاحهم
لو كان يرضى عنهم انما تشهد العقول
انه كان يشق عليه غضبها وكان
يتاذى باذاها و يهجرهم بهجرانها
و يستعظم اقدامهم على تكذيبها
وظلمها و كسرها و اسقاط منزلتها
واذا لاحظت هذا الاذى مع قوله
تعالى ان الذين يؤذون الله ورسوله
لعنهم الله في الدنيا والآخرة واعدلهم

دعوے کی صحت اور انکی محبت کے ثبوت پر تیز روشنی
نہیں ڈالتی۔ آیا دختر رسول کی زبان سے ایسا کلام
اور آپ کو آپ کے حق سے محروم کر دینا کچھ اچھا
معلوم ہوتا ہے اور اگر آپ کسی بڑے سے بڑے کافر
بادشاہ کے سامنے یہ تقریر فرماتیں اور طلب رحم کرتیں
تو آیا عقلیں یہ نہیں بتاتی ہیں کہ وہ ضرور آپکی شکایت
رفع کرتا۔ آپ کی تعظیم و تکریم کرتا اور آپکو بہترین صلہ
دیتا۔ پس آیا ایک مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ وہ آپکے
اس کلام کے جواب میں آپ کو آپ کا حق دینے سے
منع کر دے آپ کے ساتھ بد معاملگی کرے۔ آپ کی
تشریف آوری اور آپکی تقریر کی سبکی اور آپ پر سختی
و نا مہربانی کرے۔ آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ
اگر اسوقت آپکے پدر بزرگوار جناب رسول مختار آپ کو
روتا ہوا اور ایسی تقریر کرتا دیکھتے تو آیا آپ کے غضبناک
ہونے کیوجہ سے غضبناک۔ اور آپکے رنجیدہ ہونیکی وجہ سے
رنجیدہ ہوتے جیسا کہ آپ کے علماء نے اس پر حدیثیں
نقل کی ہیں یا خوش و مسرور ہوتے پس عقلیں تو یہی کہتی
ہیں کہ آنحضرت پر آپکا غضبناک ہونا بہت گراں ہوتا
آپکے رنجیدہ ہونے سے ضرور رنجیدہ ہو جاتے۔ ان لوگوں کے
آپ کو جھٹلانے۔ آپ پر ظلم کرنے۔ آپکا دل توڑنے اور
آپکی توہین کرنیکو ایک امر عظیم سمجھتے اور جب اس

عذابا مهينا ماذا تشنيع ايها الحبر
العظيم ويحق لك ان تعجب من
شهادة هؤلاء الاربعة مذاهب
بتصديق هذه الاحاديث وما ورد
في مدح فاطمة وانها سيدة نساء
العالمين وانها سيدة نساء اهل
الجنة وان من اغضبها فقد اغضب
اباها ومن اذاها فقد اذاه و
كتابهم يتضمن ان الذين يؤذون
الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا
والاخرة ثم يشهدون ان ابابكر
اغضبها واذاها وهجرته ستة
اشهر حتى ماتت وكيف تصدق العقول
ان سيدة نساء العالمين و سيدة
نساء اهل الجنة تدعي باطلا وتطلب
محالا وتريد ظلم جميع المسلمين و
تاخذ صدقتهم وتموت مصرة
على ذلك ما يقبل هذا عقل صحيح
ولا يعتقده ذو بصيرة
وايضا فان عمر بن الخطاب معترف
باولوية علي من ابي بكر بالخلافة

ایذا رسانی کو آپ خداوند عالم کے اس قول سے ملائیں گے
کہ جو لوگ خدا و رسول کو اذیت دیتے ہیں انپر دنیا و آخرت
میں خداوند عالم لعنت کرتا ہے اور انکے لئے اُسنے نہایت
رسوا کن عذاب مہیا کیا ہے تو بتائے کہ کیا نتیجہ نکالینگے! اور
اس امر سے بھی آپکو تعجب ہونا چاہئے کہ تمام احادیث مذکورہ
نیز وہ تمام احادیث جو مدح جناب فاطمہ میں آپ کے
علمار نے نقل کی ہیں اور یہ کہ آپ سیدہ نسار العالمین
اور اہل جنت کی عورتوں کی سردار اور یہ کہ جسنے آپکو غضبناک
کیا اُسنے آپ کے پدر بزرگوار کو غضبناک کیا اور
جس نے آپکو اذیت دی اُسنے انکو اذیت دی ان سب
چیزوں کی تصدیق آپ کے چاروں مذہبوں نے کی ہے
اور ان کی کتاب (قرآن) میں یہ موجود ہے کہ جو لوگ خدا و
رسول کو اذیت دیتے ہیں خدا دنیا و آخرت میں انپر لعنت
کرتا ہے. پھر یہ کہ وہ اس امر کی بھی گواہی دیتے اور اُسے صحیح
مانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے آپکو غضبناک کیا اور اذیت
دی اور آپ چھ مہینے یعنی تادم وفات اُنسے ناخوش رہیں
اور عقلیں کسطرح تسلیم کرسکتی ہیں کہ سیدہ نسار عالمین اور
اہل جنت کی عورتوں کی مخدومہ نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا ناجائز
مطالبہ کررہی تھیں تمام مسلمانوں پر ظلم کرنا اور صدقہ جو انکا
حق تھا وہ خود لینا چاہتی تھیں آخر اپنی حالت پر اصرار
کرتے کرتے وفات پاگئیں اسکو عقل صحیح کسطرح تسلیم

وانه مظلوم فی ذالك و الظالم
يجوز لعنه بالكتاب والسنة قال
الراغب فی المحاضرات فی باب مناقب علی
بن ابی طالب عن ابن عباس قال كنت
اسير مع عمر بن الخطاب فی ليلة و عمر
علی بغلة وانا علی فرس فقرء اية
فيها ذكر علی بن ابی طالب فقال اما
والله يا بنی عبد المطلب لقد كان
علی فيكم اولی بهذا الامر منی ومن
ابی بكر فقلت فی نفسی لا اقالنی
الله ان اقلت فقلت انت تقول
ذلك يا امير المؤمنين وانت وصاحبك
اللذان وثبتما وانتزعتما منا الامر دون
الناس فقال اليكم يا بنی عبد
المطلب اما انكم اصحاب عمر بن الخطاب
فتاخرت وتقدم هنيئة فقال
سر لا سرت فقال اعد علی كلامك
فقلت انما ذكرت شيئا ورددت
عليك جوابه ولو سكت لسكتنا
فقال انا والله ما فعلنا الذی
فعلنا عن عداوة ولكن استصغرناه

نہیں کر سکتی اور مجھ سا آدمی کسیطرح نہیں مان سکتا۔
نیز یہ کہ حضرت عمر ابن خطاب اس بات کے معترف تھے
کہ حضرت علی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں اور انکو خلیفہ نہ بنانا
انپر ظلم ہوا اور یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ ظالم پر لعنت
کرنا جائز ہے۔ راغب اصفہانی نے کتاب محاضرات کے
باب مناقب علی بن ابی طالب میں ابن عباس سے نقل کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات کو حضرت عمر کے ساتھ کہیں جا
رہا تھا آپ خچر پر سوار تھے اور میں گھوڑے پر اور ہم ایک
آیت پڑھتے جارہے تھے جسمیں حضرت علی کا ذکر تھا حضرت
عمر کہنے لگے کہ ای اولاد عبد المطلب بخدا تم میں سے علی ابن
ابی طالب بہ نسبت میری اور ابو بکر کی امر خلافت کے زیادہ مستحق
ہیں میں نے دل میں کہا کہ اگر اسوقت میں حقگوئی سے چوک جاؤنگا
تو خدا مجھے نہ بخشیگا اور حضرت عمر سے کہا کہ ای امیر المومنین
آپ بھی ایسا کہتے ہیں حالانکہ کسی اور نے نہیں بلکہ آپ نے
اور آپ کے دوست ابو بکر ہی نے تو اُچک کر ہم سے خلافت
کو چھین لیا حضرت عمر کہنے لگے کہ دور ہو جاؤ ای اولاد عبد
المطلب تم تو عمر کے دوست ہو پھر بھی ایسی بات کہتے ہو یہ
سنکر میں پیچھے ہٹ گیا اور حضرت عمر ذرا آگے چلنے لگے
پھر مجھ سے کہا کہ ابن عباس آگے بڑھو خدا تمہیں آگے نہ چلنا
نصیب کرے جب میں قریب پہنچا تو کہنے لگے کہ پھر کہنا
کیا کہہ رہے تھے میں نے کہا کہ آپنے ایک شئے کا مجھ سے ذکر کیا

وخشينا ان لا يجتمع عليه العرب
وقريش مواتره قال ابن عباس
فاردت ان اقول كان رسول الله
يبعثه في الكتيبة فينطح كبشها
ولم يستصغره فتستصغره انت
وصاحبك فقال لا جرم فكيف ترى والله ما
نقطع امرا دونه ولا نعمل شيئا حتى
نستاذنه - انتهى

انظر ايها الحبر الجليل هل هذا
الا اعتراف بالظلم الصريح والعذر
الفضيح والضيم الشنيع واعتذار
نعذر عني موجه كان ابن عباس اراد
ان يرده لكنه بادره بالكلام فقال
لا جرم فكيف ترى والله الخ واي عذر
اعظم من استصغار النفس التي
استكبرها الله تعالى واي فائدة
في الاستيذان منه في الامور مع
كون خلافتهم بغير استيذان منه
قال الزبير بن بكار الذي هو من
عظمائهم ومحاضرة مذكورة في
تاريخ الخطيب وتاريخ ابن خلكان

ہیں نے آپکو اسکا جواب دیا اور اگر آپ چپ رہتے تو میں بھی
چپ رہتا کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہم نے جو کچھ کیا دشمنی
سے نہیں کیا بلکہ ہمنے حضرت علی کو کمسن خیال کیا اور
ہمیں اندیشہ ہوا کہ عرب و قریش انہیں چھوڑ دینگے ابن
عباس نے کہا کہ اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رسول
اللہ تو آپکی کمسنی کا خیال کرتے نہیں تھے بلکہ لشکر میں
بھیجدیتے تھے اور آپ جاکر سردار لشکر پر حملہ کرتے تھے
اور اب نیز آپکے دوست آنحضرت کی کمسنی کا خیال
کرتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے لیکن
اب تم دیکھتے ہو کہ بخدا ہم بغیر انکے کوئی امر طے نہیں
کرتے اور بغیر انکی اجازت کے کسی چیز کو عمل میں نہیں لاتے
مولانا! اب آپ غور فرمائیے کہ آیا یہ صریحی ظلم - رسوائی
بیوفائی اور سخت بیہودگی کا اعتراف اور ناقابل التفات عذر
خواہی ہے یا نہیں کہ ابن عباس تو انکے قول کو رد کرنا چاہتے
تھے مگر انہوں نے جلدی سے یہ کہنا شروع کردیا کہ اچھا وہ
کمسن نہ سہی لیکن اب تم دیکھتے ہو کہ ہم انکے بغیر کوئی
امر طے نہیں کرتے اور بلکہ انکی اجازت کے کوئی چیز
عمل میں نہیں لاتے - مولانا! ذرا آپ بتائیے تو سہی کہ
اس شخص کو حقیر سمجھنے سے بڑھکر کونسی دشمنی ہو سکتی ہے جسے
خداوند عالم نے بڑا سمجھا ہو اور خلافت ہی بغیر آپکے اذن کے چھینی گئی تھی تو
اور کاموں میں اجازت لینے سے کیا فائدہ تھا اور زبیر بن بکار

وتاریخ الیافعی وتهذیب الکمال للمزی
وتذهیب الذهب والکاشف
للذهبی والانساب للسمعانی والتبیان
لابن ناصر الدین والتقریب للعسقلانی
فی موفقیاً عن عبد الله بن عباس
قال انی لاماشی عمر بن الخطاب فی
سکة من سکک المدینة اذ قال لی
یا ابن عباس ما اری صاحبک الا
مظلوماً فقلت فی نفسی والله لا
یسبقنی بها فقلت یا امیر المؤمنین
فاردد الیه ظلامته فانتزع یده
من یدی ومضی یهمهم ساعة
ثم وقف فلحقته فقال یا ابن عباس
اظنهم منعهم الا استصغروا سنه
فقلت فی نفسی هذه شر من الاولی
فقلت والله ما استصغره الله
ورسوله حین امرهان یاخذ براءة
من صاحبک فاعرض عنی واسرع
فرجعت عنه انتهی قال محمد بن یوسف
بن الحسن بن محمد بن محمود بن الحسن

جو اکابر علماء اہلسنت سے ہیں اور جنکے فضائل و محامد تاریخ خطیب
تاریخ ابن خلکان تاریخ یافعی تہذیب الکمال تذہیب الذہبی
ذہبی کی کتاب کاشف، سمعانی کی کتاب انساب، ابن ناصر الدین
کی کتاب تبیان، اور عسقلانی کی کتاب تقریب کے صفحات
میں درج ہیں انہوں نے اس روایت کو ابن عباس سے نقل کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ کی ایک سڑک پر حضرت عمر کیساتھ
جا رہا تھا آپ کہنے لگے کہ ای ابن عباس میں دیکھتا ہوں
کہ امر خلافت میں آپکے دوست حضرت علی پر بڑا ظلم کیا گیا ہے
میں نے دل میں کہا کہ ایسی بات تو انہوں نے کبھی پہلے مجھ سے
نہیں کہی تھی اور انکو جواب دیا کہ پھر آپ علی کا حق انکو
لوٹا دیجئے یہ سنتے ہی آپ نے اپنا ہاتھ مجھ سے چھڑا لیا اور
دیر تک بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے پھر آپ ٹھہرے اور میں
بھی آپ سے مل گیا کہنے لگے کہ ای ابن عباس میں گمان کرتا ہوں
کہ لوگوں نے آپ کو کمسن سمجھتے ہوئے خلافت سے روک
دیا ہے میں نے دل میں کہا کہ یہ اس سے بھی بڑھکر ہے اور
انسے کہا کہ خدا و رسول نے تو انکو اسوقت کمسن نہیں سمجھا
جب یہ حکم دیا تھا کہ وہ آپکے دوست علم لشکر لیکر میدان
میں جائیں یہ سنا تھا کہ حضرت عمر مجھ سے منہ پھیر کر جلدی
جلدی چلدیے اور میں لوٹ آیا انتہی اور محمد بن یوسف بن
حسن بن محمد ابن محمود بن زرندی نے اپنی کتاب نظم

في فضائل المصطفى والمرتضى
والبتول والسبطين مصرحا في
صدر الكتاب بان احاديثه
مخرجة من الكتب المعتمدة عن نبيط
بن شريط قال خرجت مع علي
بن ابي طالب ومعنا عبد الله بن
عباس فلما صرنا الى بعض
حيطان الانصار وجدنا عمر بن
الخطاب جالسا وحده ينكت؎ في
الارض فقال له علي بن ابي طالب ما اجلسك
يا امير المومنين ههنا وحدك
قال لامر همني فقال له علي افتريد احدنا
فقال عمر ان كان فعبد الله قال فتخلى معه
عبد الله ومضيت مع علي وابطاء
علينا ابن عباس ثم لحق بنا فقال
له علي ما ورائك فقال يا ابا الحسن
اعجوبة من عجائب امير المومنين
اخبرك بها واكتم علي قال فهلم
قال لما ان وليت رايت عمر ينظر
اليك والى اثرك ويقول آه آه

والسبطین میں جسکے اول میں یہ تصریح کردی ہے کہ
اسکی تمام حدیثیں کتب معتبرہ سے ماخوذ ہیں
نبیط بن شریط سے یہ روایت نقل کی ہے کہ
وہ کہتے ہیں ہم حضرت علی کے ساتھ ایکدن
چلے اور عبد اللہ بن عباس بھی ہمراہ تھے
جب ہم انصار کے گھر ونکے پاس پہنچے تو ہم نے
حضرت عمر کو پایا کہ تنہا بیٹھے ہوئے غور وفکر کے
عالم میں زمین کرید رہے ہیں۔ حضرت علی نے
اُنسے کہا کہ اے امیر المومنین آپ تنہا یہاں
کیوں بیٹھے ہیں کہا کہ ایک امر اہم میں غور کر
رہا ہوں فرمایا کہ کیا آپ ہم میں سے کسی کو ساتھ
لینا چاہتے ہیں کہا کہ عبد اللہ آئیں تو آجائیں
نبیط کہتے ہیں کہ تنہا عبد اللہ اُنکے ساتھ رہ گئے
اور میں مع حضرت علی کے اپنے راستہ پر چلا گیا
بہت دیر کے بعد ابن عباس بھی ہم سے آملے حضرت
علی نے پوچھا کہ کیا بات تھی کہنے لگے کہ یا ابو الحسن
حضرت عمر کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہی جسکی
میں آپکو خبر دیتا ہوں لیکن آپ اُسے ظاہر نہ کریں فرمایا
وہ کیا عرض کیا یہ کہ جب آپ چلدیے تو میں نے حضرت
عمر کو دیکھا کہ آپ کو اور آپکے نقش قدم کو دیکھ رہے ہیں

؎ نکت الارض بقضیب او اصبع ضربها به فاثر فیها ویفعل ذالک حال التفکر "منجد" ۱۲ مترجم

فقلت بم تتاوه یا امیر المومنین
قال من اجل صاحبك یا ابن عباس
وقد اعطی مالم یعط احد من
آل رسول الله صلی الله علیه وسلم
ولولا ثلث هن فیه ما کان لهذا الامر
(یعنی الخلافة) احد سواه قلت
یا امیر المومنین وما هن قال کثرة
دعابته وبغض قریش له وصغر سنه
فقال له علی فما رددت قال داخلنی
ما یدخل ابن العم لابن عمه فقلت
یا امیر المومنین اما کثرة دعابته
فقد کان رسول الله صلی الله علیه و
سلم یداعب ولا یقول الا الحق و
یقول الصبی ما یعلم انه یستمیل به
قلبه او یسهل علی قلبه واما بغض
قریش فوالله ما یبالی ببغضهم
بعد ان جاهدهم فی الله حتی
اظهر الله دینه فقصم اقرانها
وکسر آلهتها واثکل نساءها فی
الله واما صغر سنه فقد علمت
ان الله تعالی حیث انزل علی رسوله

اور آہ آہ کرتے ہیں میں نے کہا کہ ای امیر المومنین
آپ آہیں کیوں بھرتے ہیں کہا کہ تمہارے دوست
حضرت علی کی وجہ سے جنکو آل محمد میں سے وہ فضائل
ملے ہیں جو کسیکو نہیں ملے اور اگر اسمیں تین باتیں نہوتیں
تو امر خلافت کا مستحق سوائے انکے کوئی نہ تھا میں نے
کہا کہ وہ تین باتیں کیا ہیں کہا کہ ایک تو لوگوں سے
ہنسی مذاق بہت کرتے ہیں دوسرے یہ کہ قریش انسے
دشمنی رکھتے ہیں تیسرے یہ کہ وہ کمسن ہیں حضرت علی
نے ابن عباس سے فرمایا کہ پھر تم نے کیا جواب دیا کہا
کہ میرے دل میں اسوقت وہ جذبہ پیدا ہوا جو ایک
چچازاد بھائی کے دل میں دوسرے چچازاد بھائی کی
طرف سے ہوسکتا ہے اور میں نے کہا کہ ای امیر المومنین
ہنسی مذاق تو خود رسول بھی کرتے تھے مگر ہمیشہ حق
کہتے تھے بچے سے وہ باتیں کرتے تھے جنکے متعلق جانتے
تھے کہ انکی طرف اسکا دل مائل ہوگا اور اسے تسکین ہوگی
اسیطرح جب حضرت علی نے قریش سے جہاد فی سبیل اللہ
کیا یہانتک کہ خدا نے اپنے دین کو غالب کردیا اور
آپ نے انکے سرداروں کو مارا اُن کے معبودوں کو توڑا
اور راہ خدا میں انکی عورتوں کے بیٹوں کو قتل کیا تو انکے
بغض و عناد کی کبھی کوئی پروا نہیں رہی کم سنی اسکی بابت
آپکو معلوم ہی ہے کہ جب خداوند عالم نے اپنے رسول

وجہ بہا صنا حسبہ لیبلغ عنہ فامرہ اللہ تعالی ان لا یبلغ عنہ الا رجل من اھلہ فوجہ فی اثرہ ہواؤہ ان یوذن ببرائۃ فہل استصغر اللہ سنہ فقال عمر امسک علی واکتم

قال بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی الحنفی وھو من تلامذۃ امام اھل الحدیث الذھبی فی کتاب اکام المرجان فی احکام الجان قد روی الامام احمد عن عبد الرزاق عن ابیہ عن مینا عن عبد اللہ بن مسعود قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ وفد الجن فتنفس فقلت مالک یا رسول اللہ قال نعیت الی نفسی یا ابن مسعود قلت استخلف قال ومن قلت ابا بکر فسکت ثم مضی ساعۃ ثم تنفس قلت ما شانک مالی انت وامی یا رسول اللہ قال نعیت الی نفسی یا ابن مسعود قلت فاستخلف قال

پر سورہ برائت نازل کی تو آنحضرت نے حضرت ابوبکر کو دیکر بھیجا تاکہ وہ آپکی طرف سے اُسکی تبلیغ کریں لیکن خدا نے فوراً حکم دیا کہ وہی شخص اسکی تبلیغ کر سکتا ہے جو تمہارے اہل سے ہو تو آنحضرت نے اُنکے پیچھے پیچھے حضرت علی کو بھیجا کہ سورہ برائت اُنسے لیلو۔ اب تبلیغ کو گیا خدا و رسول نے بھی انکو کمسن سمجھا حضرت عمر کہنے لگے کہ چپ رہو آیندہ کسی سے اسکا تذکرہ نہ کرنا۔ اور بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی نے جو ذہبی امام اہل حدیث کے تلامذہ میں سے ہیں کتاب آکام المرجان فی احکام الجان میں امام احمد سے عبد اللہ بن مسعود کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جس رات کو جن رسول اللہ کی خدمت میں آئے تھے میں بھی حاضر تھا آنحضرت نے ایک ٹھنڈی سانس لی میں نے کہا کہ یا حضرت کیا بات ہے فرمایا اے ابن مسعود مجھے میری خبر مرگ دی گئی ہے میں نے کہا کہ آپ کسیکو اپنا خلیفہ بنا دیجئے فرمایا کسے میں نے کہا حضرت ابوبکر کو یہ سنکر آپ خموش ہو گئے اور ایک ساعت کے بعد پھر سانس لی میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیسا مزاج ہے فرمایا کہ اے ابن مسعود مجھے میری خبر مرگ دیگئی ہے میں نے کہا کہ پھر آپ کسیکو اپنا خلیفہ بنا دیجئے فرمایا کسے میں نے کہا حضرت عمر کو حضرت پھر خاموش ہو گئے اور تیسری مرتبہ پھر بعینہ یہی واقعہ پیش آیا اور اس مرتبہ میں نے حضرت علی کا نام

من قلت عمر فسكت ثم مضى
ساعة ثم تنفس قلت ما شانك
قال نعيت الى نفسي يا ابن مسعود
قلت فاستخلف قال من قلت
علي قال اما والذي نفسي بيده
لئن اطاعوه ليدخلون الجنة
اكتعون - وروي ايضا باسناده
الى عبد الله بن مسعود بما يفهم
مضمون الرواية الاولى فمن هذه
الروايات يظهر انهما ما كان مستاهلين
للاستخلاف وانما كان نصبهما عن
الجور والحيف والاعتساف وان
الذين بايعوهما واطاعوهما نكبوا
عن سواء السبيل لكونهم كلهم
ظالمين وقال الله تعالى الا لعنة
الله على القوم الظالمين وسيعلم
الذين ظلموا اي منقلب ينقلبون

لیا آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر وہ لوگ علی کی اطا
کرتے تو سب جنت میں جاتے اور علامہ
نے عبد اللہ بن مسعود ہی سے قریب قریب
اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی نقل
ہے۔ پس ان تمام روایات سے ظاہر ہوتا ہے
وہ لوگ خلافت کے اہل نہ تھے بلکہ انہوں
نے بہ ظلم وجبر زبردستی خلافت پر قبضہ
کر لیا تھا اور جن لوگوں نے اُنکی اطاعت
کی تھی وہ بھی سیدھے راستہ سے پھر گئے تھے اس
کہ اُن کے مقتدیٰ وپیشوا ظالم تھے
اور ظالموں کے لئے خداوند عالم نے
فرمایا ہے کہ ظالموں پر خدا کی لعنت
ہو اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لینگے
کہ اُن کا انجام کیا ہوگا۔

وایضا یستفاد من روایاتکم
وکتبکم انہم کانوا یحکمون بغیر
ما انزل اللہ وقد حکم اللہ فی کتابہ
المجید بان من لم یحکم بما انزل

نیز آپکی روایات اور آپ کی کتابوں سے ثابت
ہوتا ہے کہ یہ حضرات خلاف قرآن حکم کیا
کرتے تھے اور خلاف قرآن حکم کرنیوالوں
کے لئے خداوند عالم نے قرآن میں کہیں

الله فاولئك هم الفاسقون
تارة واولئك هم الظالمون اخرى
واولئك هم الكافرون ثالثة ومعلوم
ان الكافر يجوز لعنه واما انهم كانوا
يحكمون بغير ما انزل الله فهذا الجاحظ
عمر بن بحر امام ائمتكم في الادب في كتاب
الفتيا ينقل عن استاذه ابراهيم بن
سيار النظام مثالب القوم ومطاعنهم
ترميهم بعد ان ذكر مثالب جماعة
كابي بكر وعمر وعثمان وعلي وابن مسعود
ما هذا لفظه قال ابراهيم لقد
اقر القوم على انفسهم انهم بالظن
كانوا يريقون الدماء وبالظن
يبيحون الفروج وبالظن يحكمون
في الاموال وبالظن يوجبون العبادات
وقد نهى الله عز وجل ان يحكموا بالظن
ويشهدوا به فقال تعالى الا من شهد
بالحق وهم يعلمون وامر بالعلم واليقين
وخالف القوم وعملوا بالظن وعلموا
ان الناس ينقادون وانهم ما قالوا
من شيء فهو حتم لا مرد له.

کہا ہے کہیں ظالم اور کہیں کافر اور یہ معلوم
ہو چکا کہ ظالم پر لعنت کرنا جائز ہے اور اسکا ثبوت
کہ وہ خلاف قرآن حکم کرتے تھے یہ ہے کہ آپکے
امام جاحظ عمر بن بحر نے چند اصحاب مثلاً
خلفاء اربعہ اور ابن مسعود کے مطاعن و معائب
ذکر کرلنے کے بعد اپنے استاد ابراہیم بن سیار
نظام سے اپنی کتاب فتیا میں تمام اصحاب
کے مطاعن و معائب ان الفاظ میں نقل
کئے ہیں کہ ابراہیم کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے
متعلق خود اسکا اعتراف کیا ہے کہ وہ گمان
کی بناء پر خونریزیاں کرتے تھے۔ ظن کی بناء پر شرمگاہوں
کو حلال کرتے تھے۔ ظن کی بناء پر اموال پر حکم
کرتے تھے اور ظن ہی کی بناء پر عبادات کو
واجب کرتے تھے درآنحالیکہ خداوند عالم نے
انکو اس سے منع کیا تھا کہ وہ ظن کے ساتھ
حکم کریں اور شہادت دیں جیسا کہ وہ قرآن مجید
میں ارشاد فرماتا ہے کہ لیکن وہ لوگ جو علم و
یقین کے ساتھ سچی گواہی دیتے ہیں (وہی قیامت
میں حق شفاعت رکھتے ہیں) اور انکو علم و یقین کے
ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا تھا مگر ان لوگوں نے
حکم خدا کے خلاف ظن پر عمل کیا اور یہ جان لیا کہ لوگ انکی پیروی

وقال ابراهيم واذا كان هذا المذ[هب]
موجودا في الاكابر والاصاغر من السلف
فما ظنك بالتابعين ثم ما ظنك
بالفرق الذى بينهم واذا كان هذا
ما اقروا به على انفسهم فما لم يقروا
به وراواستره اكثر - واما ما ذكره
في حق عمر فهو انه قال عمر بن الخطاب
لو كان هذا الدين بالقياس لكان
باطن الخف اولى بالمسح من
ظاهره قال وهذا القول من عمر
لا يجوز الا في الاحكام والفرائض
واما الوعد والوعيد والتعديل
والتجويز والتشبيه ونفي التشبيه فلا
يجوز فيه خلاف القياس وقد كان
يجب على عمر بن الخطاب العمل بما قال في
الاحكام كلها لكنه ناقض فاستعمل
القياس بعد ان منع منه بما تقدم
من المقال وقال الجاحظ قال
ابراهيم وليس ذلك باعجب من
قوله (يعني قول عمر) اجرئكم على
الجد اجرئكم على النار ثم قضى في الجد

کرتے ہیں اور یہ کہ جو انہوں نے کہدیا ہے وہ حتمی ہے بدل
نہیں سکتا۔ اور ابراہیم نظام نے کہا ہے کہ جب سلف
کے تمام چھوٹے بڑوں میں یہی مذہب و عقیدہ
ہوگا تو اب بتاؤ کہ خلف اور تابعین کے متعلق
تمہاری کیا رائے ہے اور تابعین میں جو فرقے
ہیں اُن کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے اور
جب اسقدر کا انہوں نے اقرار کیا ہے تو جن کا
انہوں نے اقرار نہیں کیا اور اُنپر پردہ ڈالنا
مناسب سمجھا وہ اس سے بھی زیادہ ہوں گے
اور جاحظ نے جو کچھ حضرت عمرؓ کے متعلق بیان کیا ہے
وہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ اگر یہ دین قیاس کے ذریعے
سے ہوتا تو موزہ کے اندر کا مسح کرنا باہر کے مسح کرنے سے
بہتر تھا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا یہ کہنا احکام
و فرائض میں تو جائز ہے لیکن وعد و وعید تعدیل و تجویز
تشبیہ و نفی تشبیہ میں قیاس کی مخالفت جائز نہیں
پھر یہ کہ حضرت عمر نے جو کچھ کیا تھا تمام احکام میں
اُنکو اُسپر عمل کرنا واجب تھا لیکن انکا عمل قول کے
منافی ہو گیا یعنی اول قیاس پر عمل سے منع کر دینے کے بعد
خود ہی اسپر عمل کیا لیکن یہ سب کچھ انکے اس قول سے
زیادہ عجیب نہیں ہے کہ تم میں سے جو شخص جد جاری کرنے
پر زیادہ جری ہے وہ جہنم میں جانے پر زیادہ جری ہے

بمائة قضیة مختلفة ذکر ذلك هشام
بن حسان عن محمد بن سیرین
قال سئلت عبیدة السلمانی
عن شیء من امر الجد فقال انی
لاحفظ من عمر مائة قضیة فی الجد
کلها ینقض بعضها بعضا قال
ابراهیم ولیس قول من قال انما
کان ذلك من عمر علی جهة الاصلاح
بین الخصوم بشیء لان الاصلاح
غیر القضاء وکیف یکون هذا
التاویل مذهبا وعمر بنفسه یقول
انی قضیت فی الجد قضایا مختلفة
کلها لم ال فیها عن الحق فان
اعش انشاء الله لاقضین فیها
بقضاء الله لا یختلف فیها اثنان
بعدی تقضی به المراءة وهی قاعدة

کہ خود انہوں نے بھی حد کے متعلق سو قضیوں میں باہم متضاد فیصلے
کئے۔ اور اسکو ہشام بن حسان نے محمد بن سیرین سے نقل
کیا ہے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے کچھ حد
کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھے حد کے معاملہ میں
حضرت عمر کے سو قضیے حفظ یاد ہیں جن میں باہم تناقض
ہے ابراہیم کہتے ہیں کہ لوگ اس مقام پر یہ جو کہتے ہیں
کہ حضرت عمر نے دشمنوں میں اصلاح کے لئے ایسا کیا
تھا یہ بالکل قابل التفات نہیں اسلئے کہ اصلاح اور
قضاء میں مغائرت و منافات ہے اسکے علاوہ یہ
تاویل کسطرح تسلیم کیجا سکتی ہے جبکہ حضرت عمر خود
کہتے ہیں کہ میں نے حد کے متعلق بہت سے قضیوں میں
متضاد فیصلے کئے ہیں اور انمیں بالکل حق سے نہیں ہٹا
پس انشاء اللہ اگر میں زندہ رہونگا تو قضیوں میں
اسطرح حکم خدا کے موافق فیصلہ کئے جاؤنگا
کہ میرے بعد دو آدمی بھی اختلاف نہ کر سکیں گے
بلکہ ایک عورت بھی اسی طریقہ سے بے تکلف بآسانی

ع انہی قضیوں میں سے شاید آپکے بیٹے کا قضیہ بھی ہو گا کہ آپ نے اسپر شراب خواری کی حد جاری کرنا چاہی
اُسنے کہا کہ مجھپر وہ حد جاری کرے جس نے کبھی خود نہ شراب پی ہو اسپر حضرت عمر کو سخت نادم و ساکت ہونا
پڑا اور حضرت علی نے حد جاری فرمائی اسے کہتے ہیں گھر کا بھیدی ملاحظہ ہو ازالۃ الخفا مقصد دوم ... یہاں یہ
یقین کرنا پڑتا ہے کہ جب آپنے یہ بے تکے قضیے فیصل کئے ہونگے تو اسوقت حضرت علی آپکو مل سکے ہونگے ورنہ کم سے کم صحیح فیصلے
ضرور ہو گئے ہونگے تو آپ کبھی فرماتے تھے کہ لولا علی لھلك عمر اور کبھی کہتے تھے کہ نعوذ باللہ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

على ذيلها وذكر ذلك ايوب السختياني
وابن عون عن محمد بن سيرين هو لا
نعم اعرف ممن خرج له العذر وقال
الجاحظ وقال ابراهيم وقال عمر الفيا
ردوا الجهالات الى السنة ولعمري لورد
المجهول الى المعروف والاختلاف الى الاجماع
كان اولى به ومتى رد عمر الجهالات
الى السنة وهو يقضي في شيء واحد
بمائة قضية مختلفة لو كان عنده
جائزاً او كان عند نفسه ماجوراً لما
قال اجرأكم على الحد اجرأكم على النار
وهذا بين في الكلام وقال الجاحظ
قال ابراهيم وليس يشبه دائه ضيعه
حين خالف أبي بن كعب عبد الله
بن مسعود في الصلوة في ثوب واحد
لانه حين بلغه ذلك خرج مغضبا
حتى اسند ظهره الى حجرة عائشه
وقال اختلف رجلان من اصحاب
الرسول ممن يوخذ عنهما لا اسمع
احدا اختلف في الحكم بعد مقامي

اپنے دامن پر مٹھہ کر فیصلہ کر دیا کرینگی اس قول کو ایوب
سختیانی اور ابن عون نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے
اور یہ لوگ حضرت عمر کے حالات پر ان لوگوں سے
بہت زیادہ مطلع و باخبر تھے جنہوں نے اصلاح
عذر تراشا ہے۔ جاحظ کہتے ہیں کہ استاد ابراہیم
حضرت عمر کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جہالات کو
سنت کیطرف لوٹا دو میں اپنی جان کی قسم کھا کر
کہتا ہوں کہ اگر نامعلوم شے کو معلوم کیطرف اور
اختلاف کو اجتماع کیطرف لوٹایا جائے تو بہت بہتر ہے
اور خود انہوں نے جہالتوں کو سنت سیطرف نہیں لوٹایا
اسلئے کہ صرف حد کے متعلق باہم مختلف و متضاد فیصلے
فیصل کئے ہیں اور اگر فیصلہ قضایا کی یہ فراوانی آپکے
نزدیک جائز اور موجب اجر و ثواب ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے
کہ تم میں سے جو شخص حد جاری کرنے پر زیادہ جری ہے وہ جہنم میں
پر زیادہ جری ہے۔ معلوم ہوا کہ آپکے اقوال خود باہم متناقض
ہیں اور یہ کہ آپکی رائے آپکے عمل کے مطابق نہ تھی اسلئے کہ جب
ابی بن کعب اور عبد اللہ بن مسعود میں اس مسئلہ پر باہم اختلاف ہوا
کہ آیا ایک کپڑے میں نماز صحیح ہے یا نہیں اور آپکو اسکی خبر ہوئی تو
نہایت غیظ و غضب کیحالت میں گھر سے نکلے اور حضرت عائشہ کے حجرے سے
سہارا دیکر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اصحاب رسول میں سے دو آدمی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) من معضلة ليس لها ابو الحسن ملاحظہ ہو صواعق محرقہ صـ ٧٦ تاریخ الخلفاء صـ ١١٦ ازالۃ الخفاء صـ ١٢

هذا الا فعلت به وصنعت اقتضى
ان عمر نسي اختلاف قوله في الاحكام
حتى انكر ما ظهر من الاختلاف من
الرجلين كلا ولكنه كان يناقض ويخبط
خبط عشواء فانظر ايها الحبر
الجليل ثم انظر ان هذا القول الطعن
ظاهر على عمر بن الخطاب في شهادته
عليه بالجور في الاحكام وقطع من
قائله بانه كان من اهل العناد في الديانة
وانه لم يرعها فيما صار اليه من اجتهاد
الرای الا ترى الى قوله بعد ان اورد
مناقضته كيف صرح بعناده فقال
لو كان الاختلاف في الاحكام والقول
فيها بالرای عند عمر جائز لما قال
اجرئكم على النار فابان بهذا المقال
من اعتقاده في عمر بانه انما اقدم
على القول بالرای واختلف احكامه فيه
للدنيا وطلب الرياسة دون الدين
الذي يوم به الثواب - وقال
الجاحظ قال ابراهيم وهذه ايضا
كانت سبيل ابي بكر لا نسئل عن

شخصوں نے اختلاف کیا ہے جن سے لوگ احکام رسول حاصل
کرتے ہیں خبردار اسوقت کے بعد میں کبھی نہ سنوں کہ کوئی شخص حکم
میں اختلاف کر رہا ہے ورنہ بری گت بناؤنگا۔ تو کیا تم یہ
سمجھتے ہو کہ پہلے جو حضرت عمر یہ کہہ چکے تھے کہ اختلاف
احکام کو اجتماع کیطرف لوٹانا بہتر ہے اسوقت اسے بھول
گئے تھے اسلئے ان دونوں بزرگواروں کے اختلاف پر
اسقدر اظہار نفرت و غضب کیا ایسا نہیں ہے بلکہ آپ کے
قول ہوتے ہی تھے باہم مختلف متناقض اور آپ یونہی اٹکل پچو اندھی
اونٹنی کیطرح ہاتھ پیر پٹکا کرتے تھے۔ مولانا! اب آپ غور
کیجئے اور پھر غور کیجئے کہ آپکے ایسے جلیل القدر عالم کا یہ قول
حضرت عمر پر کھلا ہوا طعن ہے یا نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
قائل احکام میں انکے ظلم و جور کا شاہد ہے یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ
دین و مذہب میں عناد رکھنے والوں میں سے تھے اور یہ کہ انہوں نے
اپنے اجتہاد میں دیانت و انصاف کا کوئی خیال نہیں رکھا۔ مولانا!
کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس عالم جلیل نے حضرت عمر کے اقوال و
افعال کا تناقض نقل کرکے انکے عناد کی تصریح و توضیح کر دی جیسا وہ کہتے
ہیں کہ اگر احکام میں اختلاف کرنا اور اپنی رائے سے کچھ کہنا
حضرت عمر کے نزدیک جائز ہوتا تو یہ نہ کہتے کہ تم میں سے جو شخص حد
جاری کرنے پر زیادہ جری ہے وہ جہنم میں جانے پر زیادہ جری ہے اور یہ
کہکر اس عالم نے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا کہ یہ کہنے کے باوجود انہوں
نے اپنی رائے سے حکم دینے پر اقدام کیا اور بے ربط حکم دیئے

قول الله عزوجل وفاكهة
وابا اى سماء تظلنى ام اى ارض
تقلنى ام اين اذهب ام كيف
اصنع اذا قلت اية من كتاب الله
بغير ما اراد الله عزوجل اما الفاكهة
فنعرفها واما الاب فالله اعلم به
ثم سئل عن الكلالة فقال اقول
فيها برأى فان كان صوابا فمن الله
عزوجل وان كان خطاء فمن قبلى
الكلالة ما دون الولد والوالد قال
ابراهيم وقوله هٰهنا خلاف قوله هنالك
فكيف يجوز قضاء الحكم فى الاموال
والحقوق الحكم برأى لا يدرى صاحبه
لعله فيه مخطى فان استجاز القول

اسلیے کہ آپ صرف حصول دنیا اور ریاست و مرکزیت کے بنیاد تھے دین
ومذہب جسکی وجہ سے انسان اجر وثواب کی خواہش کرتا ہے بھ
جاحظ ابراہیم نظام کا قول نقل کرتے ہیں کہ اسی طریقہ پر
ابوبکر کی رفتار بھی تھی اسلیے کہ آپ سے قول خداوندعالم "و
فاکہۃ وابا" کے معنی پوچھے گئے تو آپنے فرمایا کہ اگر میں
قرآن مجید کی کسی آیت کے معنی خلاف مراد خداوندعالم بیان کروں
تو پھر کونسے آسمان کے نیچے یا کونسی زمین کے اوپر رہوں یا کہاں جاؤں
یا کیا کروں۔ فاکہہ کے معنی تو مجھے معلوم ہیں لیکن "اب" کو
خداوندعالم ہی خوب جانتا ہے پھر آپ سے "کلالہ" کے متعلق
سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا کہ اسکے معنی میں اپنی رائے بتاتا
ہوں اگر صحیح ہوں تو خدا کیطرف سے ہیں اور اگر غلط ہوں تو میری
طرف سے اور وہ یہ ہیں کہ کلالہ "بیٹے اور باپ" کے علاوہ کوئی
چیز ہے۔[عہ] ابراہیم نظام کہتے ہیں کہ یہاں پر جو کچھ حضرت ابوبکر نے
کہا وہ انکے سابق کے قول کے مخالف ہے (وہاں آپ نے کچھ

عہ تاریخ الخلفاء مطبوعہ مجتبائی ص ۹۳ میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں لہذا تم
مراعات کرو اگر تم مجھے راہ راست پر دیکھو تو میرا اتباع کرو اور اگر مجھے غلطی پر دیکھو تو درست کردو تمہیں معلوم
چاہیے کہ میرے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے یہاں پر اس شیطان کی تشخیص میں ایک نہایت ہی دلچسپ اور لطیف گف
ہو سکتی ہے لیکن طول ہو جائیگا لہذا صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ مصنف مدظلہ اسوقت ظالم کو ظالم ثابت کر
اسپر بعون کا جواز ثابت فرما رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ہمیں قرآن کی یہ آیت یاد آتی ہے "یوم یعض الظالم
یدایہ یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا ۔ یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا
لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطن للانسان خذولا ۔ پ ۱۹ رکوع
(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ)

فيها لان ذلك كان من جهة
رائه فليجز الاجتهاد في الآية التي
سئل عنها ومن استعظم القول
في الراي ذلك الاستعظام
لم يقدم على القول بالرأي هذا
الاقدام وقال الجاحظ قال ابراهيم
واني لاعجب من قول عمر اني
لاستحيي من الله من ان اخالف
ابابكر فانكان عمر انما تابعه لان خلافه
لايجوز فقد خالفه في الجد ثم في امرة
وفي اهل الردة وفي امور كثيرة وان
كان لم يقل ذلك لان ابابكر لا يخطي
ولكنه كان استبان له بعد ان الحق ما

بتانے سے ڈر رہے ہیں اور یہاں بے تکلف بتانے لگے اور پھر یہ بھی کہتے
جاتے ہیں کہ مجھے اپنے قول پر اطمینان نہیں) بس اول تو یہ کہ ایسے شخص کے
لیے جو اموال حقوق میں حکم کرتا ہو ایسی آیت کے متعلق حکم دینا کیونکر
جائز ہے جسکے متعلق وہ خود نہیں جانتا کہ شاید اُسمیں وہ غلطی پر ہو اسکے علاوہ
یہ کہ اگر انہوں نے کلالہ کے متعلق اپنا قول بیان کرنا جائز سمجھا ہی تھا اسلئے
کہ از روئے اجتہاد انکی بھی ایک رائے تھی تو جس آیت کے متعلق اُنسے سوال کیا گیا تھا
اسمیں بھی انکے لیئے اجتہاد جائز تھا دوسری بات یہ کہ جو شخص اپنی رائے سے
بولنے کو اسقدر امر عظیم سمجھیگا وہ رائے سے بولنے پر ایسا اقدام ہی نہ کریگا
ابراہیم کہتے ہیں کہ مجھے تو حضرت عمر کے اس قول پر تعجب ہوتا ہے کہ میں حضرت
ابوبکر کی مخالفت کرنے میں خدا سے شرماتا ہوں اسلئے کہ اگر حضرت عمر انکا اتباع
اسلئے کرتے تھے کہ انکی مخالفت جائز نہ تھی تو انہوں نے سو مرتبہ
قضایا جد میں اور اہل ردہ کے معاملہ میں اور دوسرے بہت سے
امور میں اختلاف کیا اور اگر انہوں نے ایسا اسلئے نہیں فرمایا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یعنی اُسدن ظالم اپنے دونوں ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹ کاٹ کھائیگا اور کہیگا کہ کاش
میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا ہائے خرابی کاش میں نے فلاں کو یار نہ بنایا ہوتا یقیناً اُسنے مجھ کو تذکرہ دلانے کے بعد اسکے کہ آچکا تھا بھٹکا دیا
اور شیطان ہی ہے انسان کی مدد چھوڑ دینے والا۔ اور ہمنے ذکر کا ترجمہ "تذکرہ ولایت" اس روایت کو دیکھتے ہوئے کیا جسمیں حضرت
علی نے متواتر و مستکثر دلائل سے ابوبکر کے سامنے خلافت کو اپنا حق ثابت کیا ہے اور حضرت ابوبکر نے تسلیم کرکے خلافت سے دست بردار
ہونا چاہا مگر حضرت عمر نے کہا کہ تم بنی ہاشم کی جادو بیانیوں میں آگئے ہو ملاحظہ ہو کتاب امامۃ والسیاسۃ مصنفہ ابن قتیبہ غرض اس آیت
اور اس آیت سے شیطان کی صاف تشخیص ہوتی ہے جسکی طرف روایت تاریخ الخلفا کا اشارہ ہے اسکے بعد تاریخ الخلفا کے صفحہ ۶۵ پر دیکھئے داب
اور کلالہ کی پوری روایت اسیطرح بلکہ زیادہ درج ہے یہاں ایک یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ جب کتاب اللہ کے معانی سے یہ غفلت
بہالت تھی تو پھر حسبنا کتاب اللہ کے کیا معنی تھے ۱۲ مترجم

قال ابو بكر في الكلالة فان كان ذلك
كذلك فما وجه قوله اني لاستحيي
من الله عز وجل ان اخالف ابابكر
وهذا قول لو قال به احد بعد الناس
كان عليه الاقرار به على ان ابابكر
لم يعزم على ذلك القول وقد تبرء
اليهم منه

وانت ايها الحبر الجليل اذا لاحظته
هذا القول مع قوله تعالى ومن لم
يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكافرون
ماذا تستنتج وماذا تقول في لعن
الفاسق والظالم والكافر وطعنهم
واما ورود اية التطهير في عائشة
وحفصة وسائر ازواج النبي فليس
بامر مجمع عليه عندكم وهذا اماكم

کہ ابو بکر غلطی نہیں کرتے تھے بلکہ آپ اُنپر یہ ظاہر ہوگیا تھا
کہ جو کچھ اُنہوں نے کلالہ کے بارے میں کہا ہے وہ حق ہے
تو اُنکے مطلقاً یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ میں ابوبکر
کی مخالفت کرنے میں خدا سے شرماتا ہوں (بلکہ یہ نہیں کہنا چاہیے تھا
کہ کلالہ کے مسئلہ میں انکی مخالفت کرتے ہوے خدا سے شرماتا ہوں)
اور انکا یہ قول ایسا ہے کہ اگر کوئی دور کا آدمی بھی ایسا کہتا تو اسکو
اسکے بوجہ ہونیکا اقرار کرنا پڑتا اسکے علاوہ یہ کہ حضرت ابوبکر
خود اس قول کو نہیں مانتے تھے اور اس سے بیزار تھے (تبھی تو بیچارے
کہتے تھے کہ یا اللہ میں کہاں جاؤں کیا کروں دیکھو میں ایک بات
کہتا ہوں اگر وہ صحیح ہے تو خدا کیطرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری
طرف سے ہے وغیرہ وغیرہ)

اب آخر میں مولانا! آپ یہ بتائیے کہ جب آپ جاحظ اور ابراہیم نظام
کے اس قول کو خداوند عالم کے اس قول سے ملا کر دیکھینگے کہ
خلاف قرآن حکم کرنیوالے کافر ہیں تو کیا نتیجہ نکالینگے اور فاسق و
ظالم و کافر پر لعن و طعن کے متعلق کیا کہیں گے۔

ه اور اگر یہ دیکھنا ہو کہ حضرت عثمان نے احکام و فتاوی میں کیونکر قرآن کے گلے پر چھری پھیری اللہ کسطرح خلاف قرآن احکام
صادر فرمائے تو مشتے نمونہ از خروارے یہ کہ حضرت عثمان جمع بین الاختین کے جواز کا فتوے دے رہے تھے مگر حضرت
علی نے انکو خبردار کیا "تذکرۃ الحفاظ ص۲۳" احرام حج میں آپ نے شکار کا گوشت کھانا چاہا مگر حضرت
علی نے روک دیا" ازالۃ الخفا ص۲۳۶ "آپ نے حاملہ عورت کو غلط طور پر سنگسار کرنیکا حکم دیا اور حضرت علی نے
انکو متنبہ کیا مگر جب انہوں نے رد کرنے کے لئے آدمی بھیجا تو وہ مر چکی تھی" ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۲۲۱ "آپ نے
حج تمتع سے روکنا چاہا مگر امیر المومنین نے آپ کو سمجھایا" مسند احمد حنبل" ۱۲ مترجم

الرازی قد صرح فی تفسیرہ فی
ذیل ھذہ الآیۃ بالاختلاف فی المراد
باھل البیت ونص الآیۃ کیف یکون
مختلفا فیہ وکیف یجتمع النص
مع تعیین عائشۃ اھل البیت فی
غیر نفسھا کما فی صحیح البخاری ومسلم
وفی الجمع بین الصحیحین وفی الجمع
بین الصحاح الستۃ باسنادھم
جمیعا الی عائشۃ قالت خرج النبی
ذات غداۃ وعلیہ مرط مرحل من
شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ
ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم
جاءت فاطمۃ فادخلھا ثم جاء
علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ
لیذھب عنکم الرجس اھل
البیت ویطھرکم تطھیرا - وفی
تفسیر الثعلبی باسنادہ الی
عائشۃ فی ذیل مثل الروایۃ ان عائشۃ
قالت قلت یا رسول اللہ انا من اھلک
فقال تنحی انک علی خیر فامرہ صلے
اللہ علیہ عائشۃ بالتنحی یدل علی

رہا آیہ تطہیر کا حضرت عائشہ وحفصہ اور تمام ازواج نبی کی شان
میں نازل ہونا یہ خود آپ کے یہاں بھی اجماعی مسئلہ نہیں ہے چنانچہ
آپ کے امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے سلسلہ
میں تصریح کردی ہے کہ اہلبیت کی تعیین میں اختلاف ہے اور یہ کہ آیت کے
معنے منصوص میں اختلاف کیونکر ہو سکتا ہے نیز یہ کہ آیہ مبارکہ
کے معنے منصوص حضرت عائشہ کی اس تعیین کے ساتھ
کیونکر جمع ہو سکتے ہیں جو انہوں نے اہلبیت کے متعلق اپنی ذات
کے علاوہ فرمائی ہے چنانچہ صحیح بخاری - صحیح مسلم - جمع بین
الصحیحین اور جمع بین الصحاح میں حضرت عائشہ سے روایت
ہے آپ فرماتی ہیں کہ جناب رسالتمآب ایک دن صبح کو ایک
سیاہ اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے چلے ناگاہ امام حسن علیہ السلام
آئے آپ نے انکو چادر میں داخل کر لیا پھر امام حسین آئے انکو بھی
چادر میں لے لیا پھر فاطمہ زہرا آئیں آپ نے انکو بھی داخل
کر لیا پھر حضرت علی آئے انکو بھی چادر کے اندر داخل کر لیا
پھر فرمایا کہ ای اہلبیت خداوند عالم چاہتا ہے کہ تم سے
ہر قسم کی کثافت ونجاست کو دور اور تمہیں کامل طور پر پاک
و پاکیزہ رکھے - اور تفسیر ثعلبی میں حضرت عائشہ سے ایک
اسیطرح کی روایت کے بعد ہے کہ حضرت عائشہ نے عرض
کیا کہ یا حضرت میں بھی تو آپ کے اہل میں سے ہوں فرمایا کہ
ہٹ جاؤ تم خیر پر ہو - اس مقام پر صاحب تفسیر کہتے ہیں کہ رسول
اللہ کا انکو ہٹ جانے کا حکم دینا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ

انما لیست من اهل البیت و
فی التعلیل المذکور فی ذیل روایة
ام سلمة دلالة علی خروج عائشة
وحفصة حیث قالت (ام سلمة)
فقلت یا رسول الله الست من
اهل البیت فقال انت علی خیر انك
من ازواج النبی۔

وہ اہلبیت میں سے نہیں تھیں۔ اور جناب ام سلمہ کی روایت
کے سلسلہ میں جب ثعلبی نے رسول اللہ کے اسیطرح کے
ارشاد سے انکے اہلبیت میں نہونے پر استدلال کیا ہے
تو اس سے حضرت عائشہ و حفصہ کا بھی اہلبیت سے خارج
ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ روایت یوں ہے کہ ام سلمہ سے
آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم خیر پر ہو تم ازواج میں
سے ہو۔

وفی مسند احمد بن حنبل فی ذیل
روایتٍ عن ام سلمة قالت ام سلمة
فرفعت الکساء لادخل معهم
فجذبه من یدی وقال انك علی خیر

اور مسند احمد بن حنبل میں روایت حضرت ام سلمہ کے ضمن
میں انکا یہ قول منقول ہے کہ میں نے چادر کو اُٹھایا
تاکہ آپ کے ساتھ داخل ہو جاؤں تو حضرت نے میرے
ہاتھ سے چادر کھینچ لی اور فرمایا کہ تم خیر پر ہو۔

ومن طریق ابی نعیم الحافظ
باسناده عن ام سلمة قالت نزلت
هذه الآیة فی بیتی انما یرید الله
لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و
یطهرکم تطهیرا وفی البیت سبعة
جبرئیل ومیکائیل علیهما السلام
ورسول الله صلی الله علیه وآله
وعلی والحسن والحسین وفاطمة
وانا علی باب البیت فقلت یا رسول
الله الست من اهل البیت قال

اور ابو نعیم حافظ کے طریقہ سے روایت حضرت ام سلمہ
اسطرح منقول ہے کہ آیہ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی جبکہ
گھر میں سات آدمی تھے۔ جبرئیل۔ میکائیل خود
آنحضرت۔ حضرت علی حسن و حسین اور سیدہ عالم علیہم
الصلوۃ والسلام اور میں گھر کے دروازہ پر تھی میں نے
عرض کیا کہ یا حضرت کیا میں اہلبیت میں سے نہیں ہوں
فرمایا کہ تم خیر پر ہو تم ازواج نبی میں سے ہو اور یہ نہ فرمایا
کہ تم اہلبیت سے ہو۔

مولانا! میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان اوراق
کو جو آپ کے تین پہلے سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہیں

انت على خير انك من ازواج النبي وما
قال انك من اهل البيت
ولرجوا من جنابكم ان تنظروا الى هذه
الوريقات المشتملة على اجوبة الاسئلة
الثلثة الاول بعين الانصاف وتحكموا بما هو
مقتضى الوجدان من ان هذه الاسئلة
لو كانت موجهة متوجهة لكانت متوجهة الى
ائمتكم ومراجع احكامكم وماخذ
دينكم حيث يلعن بعضهم بعضا و
يكفر بعضهم بعضا ويقتل بعضهم
بعضها وكذلك

ثم اعلموا ان قانون المناظرة اوجب طرد
الكلام على هذا النمط واني ما اوردت
في مقالتي هذه ولا فيما تتلوها شيئا
من كتب الشيعة كي تردونها بكونهم
كذابين وضاعين بل جميع ما اوردت
فيها من صحاحكم ومسانيدكم من
مؤلفات عظمائكم ومصنفات كبرائكم

والسلام خير ختام

(وتتلوها الاجوبة عن باقي الاسئلة)

نگاہ انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے اور
ازروئے عقل یہی حکم کرینگے کہ اگر یہ سوالات
کئے جا سکتے ہیں تو آپ ہی کے ائمہ - آپ ہی کے
حکام شرع آپ ہی کے سرداران دین سے کئے جا
سکتے ہیں - اسلئے کہ انہی میں سے بعض بعض
انکو کافر قرار دیتے ہیں اور انہیں قتل کرتے ہیں وغیرہ
وغیرہ

پھر آپ کو یہ بھی معلوم ہو جانا چاہیے کہ
میں نے قانون مناظرہ کے ماتحت اس انداز
پر کلام کیا ہے اور اپنے اس مقالہ میں و
نیز باقی سوالات کے جوابات میں کوئی چیز
کتب شیعہ سے نقل نہیں کی تاکہ آپ
شیعوں کو کاذب اور حدیث گر کہکر اُسے
رد کردیں بلکہ جو کچھ لکھا ہے اُن کی "صحاح
ستہ" "آپ کی مسانید" اور آپ کے
بڑے بڑے عظیم المرتبت و جلیل القدر
علماء کے مؤلفات و مصنفات سے
لکھا ہے -

والسلام خیر ختام

(اسکے بعد باقی اعتراضات کے جوابات حاضر ہیں)

الرابع

قال الحبر الجليل الرابع القول
بتحريف القرآن باسقاط كلمات
وآيات وتغيير ترتيب الكلمات
واخبار التحريف مثل اخبار الامامة
متواترة وللائمة مثل الباقر والصادق
في كتب الشيعة في تحريف الكتاب
ايمان مؤكدة بالغلو ولهم في تكذيب
ما ثبت في القرآن وللمصحف على التواتر
كلمات شديدة والاحرف السبعة عـه

چوتھا سوال

مولانا (موسی جار اللہ) کا چوتھا اعتراض یہ ہے کہ شیعہ
تحریف قرآن کے قائل ہیں بایں معنی کہ قرآن میں سے بہت سے
کلمات حذف کر دئے گئے آیتیں ساقط کر دی گئیں کلمات کی ترتیب
بدل دی گئی اور جسطرح امامت کی احادیث شیعوں میں متواتر
ہیں اسیطرح تحریف کی احادیث بھی متواتر ہیں۔ ائمہ
شیعہ مثلاً امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام
سے شیعوں کی کتابوں میں تحریف قرآن کے متعلق بہت سی
تاکیدی اور پختہ قسمیں منقول ہیں اور ان حضرات سے
ایسی چیزوں کے جھٹلانے میں جنکا قرآن میں ہونا تواتر سے

عـه في مجمع البحرين وفي الحديث مسئل عليه السلام انهم يقولون نزل القرآن على سبعة احرف فقال كذب اعداء الله ولكنه
نزل القرآن على حرف واحد من عند واحد وفي اخر ولكن الاختلاف يجيء من قبل الرواة وفيه رد لما رووه في اخبارهم
من ان القرآن نزل على سبعة احرف ثم انهم اختلفوا في معناه على اقوال فقيل المراد بالحرف الاعراب وقيل الكلمات
وقيل انها وجوه القراءة التي اختارها القراء ومنه فلان يقرأ بحرف ابن مسعود وعن ابي عبيدة على سبعة احرف
اي لغات من لغات العرب قال وليس معناه ان يكون في الحرف الواحد سبعة اوجه ولكن نقول هذه اللغات السبع متفرقة
في القرآن فبعضه بلغة القريش وبعضه بلغة هذيل وبعضه بلغة هوازن وبعضه بلغة اهل اليمن ثم قال ومما يبين ذلك قول
ابن مسعود اني سمعت القراء فوجدتهم متقاربين فاقرؤا كما علمتم انما هو كقول احدهم هلم وتعال واقبل واقول ان الجمع بين
المعاني لا يبعد لان الاختلافات باجمعها موجودة في القرآن فعلى هذا فخرعوا المعاني هم المختلفين كما
ستبينه في الحاشية بالمهدية انشاء الله ١٢ المترجم

والوجوہ العدیدہ قد اتت فی القرآن
متواترہ وقد قال فیہا الصادق
کذبوا علی اللہ اعداء اللہ لکن القرآن
نزل علی حرف واحد من عند اللہ
الواحد

یروی الکافی عن الصادق ان القرآن
الذی نزل بہ جبرئیل علی محمد سبعة
الآف ایة والتی بایدینا من ھذہ
(۶۲۶۳) فقط والبواقی مخزونة عند
اھل البیت فیما جمعہ علی علیہ السلام
ویروی الکافی ان القائم یخرج المصحف
الذی کتبہ علی وان المصحف غاب
بغیبة القائم ھذہ امور لا تتحملہا
الامة وعلی عقیدتی لا یرتضیہا
الائمة

لو ثبت ھذہ الامور الاربعة او لو ثبتت
احدیہا الحکم الکبر لیبطل القرآن و
لیبطل الدین من اصلہ کما لو ثبت ما
اسند الی علی امیر المومنین فی
التیمی والعدوی لیبطل القرآن و
لیبطل دین الاسلام من اصلہ فی

ثابت ہے کثرت اقوال وارد ہیں اختلاف قرات
واعراب ولغات وغیرہ قرآن میں بکثرت ہے لیکن
امام جعفر الصادق علیہ السلام اسکے متعلق فرماتے ہیں
کہ (ایسا کہنے والے) خدا کے دشمن (ہیں جو) خدا پر جھوٹ
بولتے ہیں قرآن خدائے واحد کیطرف سے ایک ہی طرز پر
نازل ہوا ہے۔ کافی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے
کہ جس قرآن کو جبرئیل جناب رسالتمآب کے پاس لائے تھے
اسمیں ...، آیتیں تھیں اور جو قرآن ہمارے پاس ہے اسمیں فقط
۶۲۶۳ آیتیں ہیں اور باقی اس قرآن میں اہلبیت کے
پاس محفوظ ہیں جسے حضرت علی نے جمع کیا تھا۔
اور کافی میں بھی ہے کہ امام آخر الزماں اس قرآن کو نکالینگے
جسے حضرت علی نے لکھا تھا اور انکے غائب ہونے کیساتھ
قرآن بھی غائب ہوگیا۔ یہ ایسے امور ہیں جنکو امت
برداشت نہیں کرسکتی اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ بھی ہرگز
ہرگز انکو پسند نہیں کرسکتے (یعنی ائمہ نے ایسا نہیں فرمایا
بلکہ شیعہ غلط طور پر ان مضامین کو انکیطرف منسوب کرتے ہیں
اور اگر یہ امور ثابت ہوجائیں یا انمیں سے کوئی ایک بھی ثابت
ہوجائے جو ایک امر عظیم ہے تو قرآن اور دین کی بیخکنی ہوجائے
جسطرح کہ اگر وہ چیزیں ثابت ہوجائیں جو حضرت ابوبکر و عمر
کے متعلق حضرت علی کیطرف منسوب ہیں تو قرآن باطل
اور دین اسلام کی بیخکنی ہوجائے ملاحظہ ہو کتاب

مجلد الثانی من الوافی: ۲-۱۳-۶

الجواب ان اختصاصک هذا
الزجر والتوبیخ بل الخروج عن
ربقة الاسلام بالشیعة دون
سائر الفرق مما یقضی منه التعجب
الیست الحشویة من اهل السنة
والجماعة (یعنی اصحاب ابی الحسن البصری
الذی امرهم بالتنحی عنه) مذهبهم
وقوع التحریف فی القرآن تغییرا او
نقصانا او ما سمعت ان الصحیح
من مذهب الشیعة خلافه او ما لاحظت
کلام السید المرتضی فی جواب المسائل
الطرابلسیات حیث صرح فی مواضع
ان العلم بصحة نقل القرآن کالعلم
بالبلدان والحوادث الکبار والوقایع
العظام والکتب المشهورة واشعار
العرب المسطورة فان العنایة
اشتدت والدواعی توفرت علی نقله
وحراسته وبلغت الی حد لم یبلغه

وافی جلد دوم جزو دوم صفحہ ۱۳ سطر ۶

جواب مولانا! تمام فرقوں کو چھوڑ کر آپ کا خاص طور پر
شیعوں کو ہی اسقدر سرزنش و توبیخ کرنا بلکہ انکو اسلام سے
خارج قرار دینا ایسا امر ہے جس سے بیحد تعجب ہوتا ہے
کیا اہلسنت کے فرقہ حشویہ (یعنی ابوالحسن بصری کے
اصحاب جنکو ابوالحسن نے اپنے سے علیحدہ ہوجانیکا حکم
دیا تھا) کا مذہب نہیں ہے کہ قرآن میں تغیر و تبدل اور
کمی کے اعتبار سے تحریف ہوئی ہے۔ کیا شیعوں کا
صحیح عقیدہ تحریف کے خلاف نہیں ہے۔ کیا آپ
نے مسائل طرابلسیات عہ کے جواب میں سید مرتضی
علم الہدی کا کلام نہیں ملاحظہ فرمایا جسمیں آپ نے کئی مقام
پر یہ تصریح فرمائی ہے کہ قرآن کے صحیح ہونے
کا علم اسیطرح ہے جسطرح شہروں کے وجود کا
بڑے بڑے واقعات و حوادث کا مشہور و معروف
کتابوں اور ایسے اشعار عرب کا علم جو قلمبند
ہوچکے ہیں اسلئے کہ قرآن کی نقل و تحفظ میں
بہت مشقت اور اہتمام سے کام لیا گیا تھا
اور اسکے نقل و تحفظ کے اسباب بہت زیادہ
اور اس حد کو پہنچے ہوئے تھے کہ ان چیزوں کے

عہ علم الہدی اعلی اللہ مقامہ سے اہل طرابلس نے کچھ سوالات کئے تھے آپ نے انکے جواب میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جسکا نام مسائل طرابلسیات ہے۔ ۱۲ مترجم

عما ذکرناه لان القرآن معجز النبوة و
ماخذ العلوم الشرعیة والاحکام الدینیة
وعلماء المسلمین قد بلغوا فی حفظه
وحمایته الغایة حتی عرفوا کل شئ اختلف
فیه من اعرابه وقرائته وحروفه وآیاته
فکیف یجوز ان یکون متغیرا او منقوصا
مع العنایة الصادقة والضبط الشدید
وقال ایضا ان العلم بتفصیل القرآن
وابعاضه فی صحة نقله کالعلم بجملته و
جری ذلک مجری ما علم ضرورة من
الکتب المصنفة ککتاب سیبویه
والمزنی فان اهل العنایة بهذا الشان
یعلمون من تفصیلهما ما یعلمونه
من جملتهما حتی لو ان مدخلا
ادخل فی کتاب سیبویه بابا من النحو
لیس من الکتاب لعرف ومیز وعلم
انه ملحق ولیس من اصل الکتاب
وکذلک القول فی کتاب المزنی ومعلوم
ان العنایة بنقل القرآن وضبطه من
ضبط العنایة بضبط کتاب سیبویه و
دواوین الشعراء

(نقل وتحفظ کے) اسباب نہ پہنچے تھے اسلیے کہ قرآن نبوت
کا معجزہ اور علوم شرعیہ و احکام دینیہ کا ماخذ ہی
اور علمائے مسلمین اسکی حفاظت وحمایت میں
انتہا کو پہنچ گئے تھے یہانتک کہ اسکے اعراب و
قرات وحروف و آیات میں جو کچھ اختلاف ہوتا تھا
اسے وہ اچھی طرح سمجھتے تھے پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ باوجود
اس مشقت وجانفشانی کے جو تغیر وتحریف کی روک تھام
میں کیگئی اور باوجود شدید حفاظت کے اسمیں کوئی تغیر و کمی
(اور علمار نے اسکا دفعیہ اور علاج نہ کیا ہو) اور سید مرتضیٰ
نے یہ بھی فرمایا ہی کہ صحت نقل کے مسئلہ میں قرآن کی تفصیل
اور اُسکے اجزا کا علم اسیقدر ہی جتنا اسکا اجمالی علم یہانتک
کہ یہ علم اسیطرح بدیہی ہوگیا جسطرح دوسری مصنفہ کتابوں کے
متعلق بہت سی چیزوں کا علم مثلاً سیبویہ اور مزنی کی کتاب
اسلیے کہ اس انہماک سے معلومات حاصل کرنے میں اہتمام کرنیوالے
ان کتابوں کی تفصیلات کو اسیطرح جانتے ہیں جسطرح اجمال کو
یہانتک کہ اگر کسی داخل کرنیوالے نے سیبویہ کی کتاب میں
ایک باب ایسا داخل کردیا جو دراصل اس کتاب کا نہ تھا تو
فوراً پہچان لیا گیا اور یہ معلوم ہوگیا کہ وہ ملایا ہوا ہے اور اصل
کتاب سے نہیں اور یہی حال مزنی کی کتاب کا بھی ہی اور یہ معلوم ہے
کہ قرآن کے نقل وتحفظ میں جو اہتمام ہا وہ سیبویہ اور داؤد کی
کتاب سے بہت زیادہ تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا ہی کہ قرآن

وذكر ايضا ان القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان يدرس ويحفظ جميعه فى ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة فى حفظهم له وانه كان يعرض على النبى صلى الله عليه وآله ويتلى عليه وان جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود وابى بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبى صلى الله عليه وآله عدة ختمات وكل ذلك يدل بادنى تامل على انه كان مجموعا مرتبا غير مبتور ولا مبثوث

وذكر ان من خالف فى ذلك من الامامية والحشوية لا يعتد بخلافهم فان الخلاف فى ذلك مضاف الى قوم من اصحاب الحديث نقلوا اخبارا ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته انتهى

فاشكال الحبر الجليل لو تم فانما يرد على جماعة من الشيعة القائلين بوقوع

رسول کے زمانہ میں اسیطرح مجموعی اور تالیفی شان سے
جسطرح اب ہے۔ اور اسپر اسطرح استدلال فرمایا کہ
قران رسول کے زمانہ میں پڑھا اور حفظ کیا جا
یہانتک کہ اُسکے حفظ کرنے کے لئے اصحاب کی ایک
جماعت معین ہوئی تھی اور وہ رسول کے سامنے
پیش کیا جاتا اور آپ کو پڑھ کر سنایا جاتا تھا
اور اصحاب کی ایک جماعت مثلاً عبداللہ
مسعود اور ابی بن کعب نے رسول کے سامنے
متعدد مرتبہ قران ختم کیا تھا اور یہ تمام امور
پر دلالت کرتے ہیں کہ قران مرتب اور کامل
تھا اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ بعض شیعوں نے اور
حشویہ نے جو کچھ اس سے اختلاف کیا ہے وہ نا
التفات ہے اسلئے کہ یہ اختلاف ان اہل حدیث
کیطرف منسوب ہے جنہوں نے چند ضعیف
کو صحیح سمجھ کر انہیں اپنے مطلب پر استدلال
میں نقل کیا ہے لیکن انکی وجہ سے اسکی
و قطعی صحت سے انحراف نہیں ہو سکتا
پس مولانا کے اعتراض کو اگر مان لیا
تو وہ شیعوں کی اس جماعت پر جو قران میں
کی قائل ہے اسیطرح وارد ہوتا ہے جسطرح
سنیوں کے فرقہ حشویہ پر وارد ہوتا ہے۔ دوسر

من اهل السنة والجماعة
وشئ اخر هو ان الشيعة متفقون
على عدم الزيادة ولكن اهل السنة
قائل بالزيادة ايضا قال الجاحظ
كتاب الفتيا فى ذكر مثالب عبد الله
ابن مسعود قال ابراهيم وكان اقدم
عبد الله على حذف سورتين من
كتاب الله عز وجل (يعنى المعوذتين)
ثم رده ابراهيم بقوله فهبه لم يشهد
قرائة النبى صلعم لهما افما اعلم تعجيب
تاليفهما وانهما على نظم سائر القرآن
المعجز للبلغاء ان ينظموا انظمها وان
يحسنوا تاليفه على انهما من القرآن
واحسبه جهل ذلك كله كيف لم يعلم
جماعة الامة انهما من القرآن
وكيف كان ما ادرى باى طريق يدفع
هذا الحبر الجليل الاشكالات
الاربعة التى احدثها احد الكبراء
واما فرقة من الشيعة القائلين
بوقوع التحريف كما حكى عن الكلينى

تمام شیعہ اسپر متفق ہیں کہ قران میں زیادتی نہیں ہوئی
لیکن اہلسنت زیادتی کے بھی قائل ہیں۔
چنانچہ جاحظ نے کتاب فتیا میں عبد اللہ
بن مسعود کے مطاعن ومعائب کے سلسلہ
میں ابراہیم کا قول نقل کیا ہے کہ
عبد اللہ کے مطاعن میں سے مثالاً
یہ امر بھی ہے کہ انہوں نے قران کی دو
سورتیں (معوذتین) کے حذف[عہ] پر اقدام کیا
(جاحظ کہتے ہیں کہ) پھر ابراہیم نے یہ کہکر عبد اللہ
بن مسعود پر ایراد کیا ہے کہ فرض کرو عبد اللہ نے
ان سورتوں کو رسول اللہ سے نہیں سنا تھا تو کیا
انکی عجیب و بلند ترتیب اور اس امر نے کہ وہ تمام
اسی قران کے نظم کے مطابق ہیں جسنے بلغار کو
اس سے عاجز کر دیا تھا کہ وہ ایسا کلام تیار کر سکیں
اور اسکی ایسی ہی عمدہ تالیف و ترتیب کر سکیں
اسپر کوئی علامت و دلیل قائم نہ کی تھی کہ وہ قران کی
ہی سورتیں ہیں اور یہ بھی مان لو کہ وہ کچھ نہیں جانتے تھے
لیکن جماعت امت نے کیونا تصدیق نہ کی کہ یہ سورتیں جزء
قران ہیں اور جو کچھ بھی ہو میں نہیں سمجھ سکتا کہ مولانا آپ
خود اپنے اوپر سے ان چاروں اعتراضوں کو کیونکر دفع کر سکینگے

عہ اور اسکے صاف یہ معنی ہیں کہ وہ انہیں زائد سمجھتے تھے اسلئے حذف کیا ۱۲ مترجم

وشيخه علي بن ابراهيم بن هاشم
القمي و احمد بن ابي طالب الطبرسي قد
استدلوا بالاخبار المستفيضة
واجيب عن قبلهم عما جعله السيد المرتضى
صارفا من كون القرآن مجموعا عندهم
في زمن النبي كانوا يحفظونه ويدرسونه
وكان الاصحاب مهتمين بحفظه عن التغيير
والتبديل حتى انهم ضبطوا قراءات
القراء وكيفيات قراءاتهم بان كونه مجموعا
غير مسلم فان القرآن نزل في مدة
رسالته الى آخر عمره نجوما وقد استفاض
الاخبار بنزول بعض السور والايات
في العام الآخر وما ورد من انهم
جمعوه بعد رحلته وان ايتين من
سورة الاحزاب لم يكن الا عند خزيمة
وان عليا جلس في بيته مشتغلا
بجمع القرآن اكثر من ان يمكن انكاره
وكونهم يحفظونه ويدرسونه مسلم
لكن الحفظ والدرس فيما كان بايديهم
وبما يجعلون تعليمها بايديهم صداقا
لازواجهم والاهتمام بحفظ كله

جھوٹے ایک (انکے نزدیک) عضب کا اعتراض ہے۔
لیکن شیعوں میں سے وہ علماء جو تحریف کے قائل ہیں جیسے
علامہ کلینی انکے اُستاد علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی اور ا…
بن ابو طالب طبرسی سے منقول ہے ان سبنے احادیث مستفی…
استدلال کیا ہے (اور احادیث مستفیضہ مفید یقین ہو…
ہوتیں) اور سید مرتضی کا وہ استدلال جو انہوں نے تحریف
وتغیر کی رد میں کیا ہے یعنی یہ کہ قرآن زمانہ رسول میں اصحاب کے
پاس جمع تھا وہ اُسے حفظ کرتے تھے اسکو پڑھتے تھے ت…
وتبدل سے اسکی حفاظت کرتے یہانتک کہ انہوں نے ق…
قرآن کی قرأتوں کو اور قرأتوں کی کیفیتوں کو محفوظ کر لیا تھا
اُنکی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ قرآن کا زمانہ رسول میں
ہو جانا تسلیم نہیں اسلئے کہ قرآن مدت رسالت رسول میں آپکی آخر
عمر تک تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تھا اور احادیث سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ بعض سورتیں اور بعض آیتیں رسول کی حیات کے آخر
سال میں نازل ہوئی تھیں اور یہ مضامین کہ اصحاب نے
قرآن کو بعد رسول جمع کیا تھا اور سورہ احزاب کی دو آیتیں
صرف خزیمہ ہی کے پاس تھیں اور حضرت علی قرآن جمع کرنے
کے لئے اپنے گھر میں بیٹھے اس کثرت سے وارد ہیں کہ ان کا
انکار ممکن نہیں اور یہ مسلم ہے کہ اصحاب قرآن کو حفظ کرتے اور
پڑھتے تھے لیکن اسقدر کو کہ جسقدر انکے پاس تھا اور با…
اسی قدر کی تعلیم کو وہ اپنی عورتوں کا مہر قرار دیتے تھے لا…

وحفظ القرآت وكيفيات قراتهم
كان بعد جمعه وترتيبه وكما كان الدواعي
متوفرة في حفظه كذلك كانت متوفرة
من المنافقين في تغييره وما قيل
انه لو بقي لنا حينئذ اعتماد عليه
فيبطل القرآن ويبطل الدين والحال
انا مامورون باتباعه والاعتماد عليه
في احكامه والتدبر في اياته وامتثال
اوامره ونواهيه واقامة حدوده وعرض
الاخبار عليه لا يعتمد عليه في صرف
مثل هذه الاخبار الكثيرة
الدالة على التغيير والتحريف عن
ظواهرها لان الاعتماد على هذا
المكتوب ووجوب اتباعه وامتثال
اوامره ونواهيه واقامة حدوده انما
هي للاخبار الكثيرة الدالة على ما ذكر
لا للقطع بان ما في الدفتين هو الكتاب
المنزل على محمد من غير نقيصة وزيادة
وتحريف فيه نعم يستكشف من هذه
الاخبار الامرة بالاتباع ان التغيير و
التحريف ان وقعت في القرآن لم يكن

قرآن کو حفظ کرنے اور قراتوں اور انکی کیفیتوں کو محفوظ کرنے
میں جو کچھ اہتمام ہوا وہ تمام قرآن کے جمع اور مرتب ہوجانے
کے بعد ہوا اور جسقدر اسکی حفاظت کے اسباب و دواعی بکثرت
تھے اسیقدر منافقین کیطرف سے اسکو متغیر کردینے کے اسباب
و دواعی بھی بکثرت تھے اور یہ کہنا کہ اگر قرآن میں تحریف مان
لیجائے تو اسپر اعتماد نہ رہیگا اور قرآن و مذہب سب باطل ہوجائینگے
درحالیکہ اسکے اتباع، احکام میں اسپر اعتماد، اسکی آیات
میں غور وفکر اسکے اوامر ونواہی کے امتثال اسکی حدود
کے قائم کرنے اور احادیث کو جانچنے کے لئے اسپر پیش
کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اسپر اعتماد کرکے کثیر التعداد
احادیث جو تحریف وتغیر قرآن پر دلالت کرتی ہیں اپنے
ظاہری معانی سے نہیں پھیری جاسکتیں اسلئے کہ اس
قرآن پر اعتماد و اسکا اتباع اسکے اوامر ونواہی کا
امتثال اور اسکی حدود کا قائم کرنا ان احادیث
کثیرہ کی وجہ سے ضروری ہے جو اسپر دلالت کرتی
ہیں نہ اسوجہ سے کہ یقینا وقطعا یہ کتاب بے کم و
کاست اور بے تغیر وتحریف وہی ہے جو محمد مصطفے
پر خداوند عالم کیطرف سے نازل ہوئی ہے ہاں
اس قرآن کے اتباع کا جو احادیث حکم کرتی ہیں انسے
یہ مطلب نکل سکتا ہے کہ اگر قرآن میں کمی ہوگئی ہے
تو وہ باقی قرآن کے مطلب ومقصود میں مخل نہیں

محللا بالمقصود من الباقي منه
والاعتبار يساعد على التحريف
والتغيير فانه ليس باعظم مما
فعله عثمان فانه جمع ما عند
الناس من صحف القرآن فلم
يترك عند احد صحيفة فيها
شيء من القرآن الا اخذها منه
سوى علي بن ابي طالب وابن مسعود
وان طالب ابن مسعود بدفعها
لكنه امتنع وابى فضربه حتى
كسر ضلعين من اضلاعه فبقي
اياما فمات ثم عمد الى الصحف فالف
منها هذا المصحف الذي في ايدي
الناس وامر مروان ابن الحكم وزياد بن
سميه وكانا كاتبين يومئذ ان
يكتبا هذا المصحف مما اختلف
من تلك المصحف ودعا زيد بن ثابت
وامره ان يجعل له قراءة يحمل الناس
عليها ففعل ذلك ثم طبخ تلك
المصاحف بالماء على النار ثم غسلها و
رمى بها على ما اعترف به السيوطي

اور اگر حالات و وقائع کی طرف التفات
کیا جائے تو تحریف کی تائید ہوتی ہے
اسلئے کہ تحریف اس عمل سے زیادہ بڑا کام نہیں ہے
جو حضرت عثمان نے کیا کہ لوگوں کے پاس قرآن
کے جسقدر نسخے تھے سب جمع کر لئے اور کسی کے
پاس کوئی ایسی کتاب لینے سے نہیں چھوڑی
جسمیں قرآن کا کچھ بھی حصہ تھا سوائے
حضرت علی اور ابن مسعود کے۔ اور ابن مسعود
سے بھی اگرچہ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ
قرآن دیدیں لیکن انہوں نے منع کر دیا اسپر انکو
اسقدر مارا کہ انکی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں اور
چندروز زندہ رہکر وہ انتقال کر گئے۔ پھر انہوں
نے ان تمام قرآنوں سے یہ قرآن جمع کیا جو آجکل لوگوں
کے پاس ہے اور مروان بن حکم و زیاد بن سمیہ کو
جو اسوقت انکے کاتب تھے حکم دیا کہ اس قرآن کو
لکھیں جو انہوں نے تمام قرآنوں سے فراہم کیا ہے
اور زید بن ثابت کو بلا کر حکم دیا کہ اس قرآن کے لئے
ایک قرأت قرار دیکر لوگوں کو اسکے مطابق پڑھنے
پر آمادہ کریں زید نے تعمیل کی اور انہوں نے ان تمام
قرآنوں کو (جو لوگوں سے لئے تھے) بنابر روایت
سیوطی پانی میں پکایا اور پھر دھو کر پھینک دیا اور

واحرقها على ما قال غيره وهذا
ما يدل على انه قد كان في تلك المصاحف
زيادات كره عثمان مضمونها واطلاع
الناس عليها في تفسير الثعالبي
في تفسير قوله تعالى ان الله اصطفى
ادم ونوحا وال ابراهيم وال عمران
على العالمين باسناده عن الاعمش
عن ابي وائل قال قرأت في مصحف
عبد الله بن مسعود وال ابراهيم
وال محمد على العالمين قال الملا
محسن الكشميري الذي هو من علماء
اهل السنة في رسالة نجاة المومنين
في ذكر مطاعن العثمان منها انه
وقع منها امور منكرة في
حق الصحابة فضرب ابن مسعود حتى

بنا بر قول دیگر علمائے اہل سنت جلا دیا[عـه] اور یہ حادثہ
اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآنوں[عـه] میں ایسی زیادتیاں
تھیں جنکے مضامین اور لوگوں کا انپر مطلع ہونا حضرت
عثمان کو ناگوار تھا اور تفسیر ثعلبی میں آیۂ ان اللہ اصطفیٰ
آدم و نوحاً و آل ابراہیم و آل عمران علی
العالمین کی تفسیر کے سلسلہ میں وائل سے منقول ہے
وہ کہتے ہیں کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود کے قرآن میں
و آل ابراہیم و آل محمد علی العالمین
پڑھا اور ملا محسن کشمیری نے جو علمائے اہلسنت
میں سے ہیں رسالہ نجات المومنین میں سلسلۂ
ذکر مطاعن عثمان بیان کیا ہے کہ حضرت
عثمان سے صحابہ کے حق میں بہت سے افعال
شنیعہ سرزد ہوئے انہوں نے ابن مسعود کو اتنا
پٹوایا کہ ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں ان کا قرآن
جلا ڈالا۔ عمار یاسر کو اتنا مارا کہ انہیں عارضہ

عـه مشکوٰۃ - روضۃ الاحباب - روضۃ الصفا - بخاری - مدارج النبوۃ میں ہے کہ جو قرآن حضرت عثمان نے لکھوائے
تھے انمیں سے ایک ایک نسخہ شہر و نیز بھیجدیا اور حکم دیا کہ بجز انکے جمع کئے ہوئے قرآن کے سب قرآن جلا دئے جائیں میں کہتا ہوں کہ
کاش انکے ہاتھوں کی طرح انکی لگائی ہوئی آگ بھی حسبنا اللہ کی قائل ہوتی اور قرآن منتشر کو جلانے پر اکتفا کرکے اہلبیت کے
گھروں تک نہ پہنچتی مگر دیوانہ بکار خویش ہشیار اس آگ نے قرآن جلانے کے ساتھ ہی ایک طرف خانۂ سیدۂ عالم جلایا تو دوسری طرف
کربلا میں اہلبیت کے خیمے جلائے ۱۲ مترجم عـه یہی وہ چیزیں تھیں جنکو حضرت عثمان قرآن میں نہ دیکھ سکتے تھے اور
انکی جلن میں نہ معلوم کتاب اللہ کے کتنے نسخے پھونک ڈالے ۱۲ مترجم

كسر ضلعين من اضلاعه واحرق مصاحفهم
وضرب عمارا حتى اصابه فتق ونفى
اباذر ونفاه الى الربذة والجواب ان
ضرب ابن مسعود كان لانه طلب
عثمان مصحفه حين اراد ان
يجمع الناس على مصحف واحد بين
السور لئلا يختلف فيه كما اختلف
اليهود والنصارى في كتابهم فابى
ولم يتفق مع اجلة الصحابة فانبه
عثمان لينقاد على هذا الامر الجليل
الشان العظيم البرهان الكثير النفع
لاهل الايمان فهل فيه الا كمال عثمان
رضي الله عنه وجزاه الله عنا على
ذلك الاحسان اذ لا يليق بكتاب الله
تعالى ما لا يليق بكتاب سيبويه وامثاله

فتق ہو گیا۔ ابوذر کو پٹوایا اور ربذہ بھیج دیا۔ اور
ملائے مذکور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ابن مسعود
کو اسلئے پٹوایا کہ جب حضرت عثمان نے یہ چاہا
تھا کہ تمام آدمیوں کو ایک قران پر اسکی سورتوں
کی ایک ترتیب کے ساتھ جمع کر دیں تاکہ مسلمان
اسمیں اسطرح اختلاف نکریں جسطرح یہود و
نصاریٰ اپنی کتابوں میں کرتے ہیں تو عبداللہ
سے ان کا قران مانگا تھا اور انہوں نے اکابر
اصحاب کی رائے کے خلاف قران دینے سے
منع کیا تھا اسپر انہوں نے انکو تادیب کی تاکہ وہ اس
جلیل الشان، عظیم البرہان اور مومنین کے لئے النفع
بخش کام میں انکا اتباع کریں پس اس سے تو حضرت عثمان
کا کمال ہی ثابت ہوتا ہے خدا انسے راضی ہو اور ہماری
طرف سے انکو اس احسان کی جزا دے اسلئے کہ قران میں
اختلاف ایسی چیز ہرگز مناسب نہیں جو سیبویہ وغیرہ کی

ع۵ قران کو جلانے کے حوالے سابق میں درج حواشی کئے گئے حضرت عمار کو پٹوانے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ
تاریخ فتوح، احمد بن عاثم کوفی میں ملاحظہ فرمائیے ابوذر کو پٹوانے اور سخت و شدید مظالم کے ساتھ ربذہ بھیجے گئے تھے
عاثم کوفی کے علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ میں اور امام ابن عبدالبر نے استیعاب میں بھی توضیح و تشریح کے
ساتھ نقل کیا ہے حاشیہ کسی مفصل بحث کی گنجائش نہیں رکھتا ناظرین اگر ان روح فرسا اور عبرتناک حوادث کی تفصیل
کے طالب ہوں تو "دائرۃ الاشاعت" سے مترجم کی کتاب "عناصر الایمان" منگا کر ملاحظہ فرمائیں جسمیں حضرت
سلمان، مقداد، عمار، ابوذر رضوان اللہ علیہم کے سوانح حیات تحقیقی و تاریخی روشنی میں مفصل حوالوں کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں ۱۲ مترجم

من الاختلاف فان مفاسده اکثر من
ان تحصی و لم ینصب الامام الا
لامثال هذه الامور انتهی و یظهر
من هذا الکلام ان الذی یعمل بما
مضمون روایة الباقر و الصادق
هو عثمان فلابد من توجه هذه
المذمة الیه لا الی الشیعة و ائمتهم
و لهذا قال السید المرتضی فی کتاب
الشافی فاما اختلاف الناس فی القرائة
و الاحرف فلیس بموجب لما صنعه
عثمان لانهم یروون عن النبی صلی
الله علیه و اله قال نزل القران علی
سبعة احرف کلها شاف و کاف فهذا
الاختلاف فی القران عندهم مباح
مستند عن رسول الله فکیف

کتابوں کے لئے نامناسب ہے اسوجہ سے کہ اختلاف
کے مفاسد شمار سے زیادہ ہیں اور امام ہوتا ہی ہے
ایسے امور (کی اصلاح) کے لئے۔ (انتہی) اور اس کلام
سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق
سے جو قرآن میں اختلاف نہونے کی روایت نقل
کی گئی ہے اسکے مضمون پر سب سے پہلے جس نے عمل کیا
وہ حضرت عثمان تھے (کہ انہوں نے قرآنوں میں سے آیتیں کم
کیں اور اسکی عبارتوں کو غلط اور جھوٹا سمجھ کر حذف کیا)
لہذا یہ سب مذمت انہیں کیطرف جاتی ہے نہ کہ شیعوں
اور انکے ائمہ کیطرف اسی لئے سید مرتضی نے کتاب شافی
میں فرمایا ہے کہ قرات قرآن اور لغات قرآن وغیرہ میں لوگوں کا
اختلاف کرنا حضرت عثمان کے اس سلوک کا سبب نہیں ہو سکتا
جو انہوں نے قرآن کے ساتھ کیا اسلئے کہ اختلاف کرنیوالے تو اپنے
عمل کی دلیل میں رسول سے یہ روایت نقل کرتے تھے کہ قرآن
سات قرائتوں یا سات لغتوں میں نازل ہوا ہے اور وہ سب

عہ امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام نے یہ فرمایا ہے کہ قرآن میں اختلاف تسلیم کرنیوالے جھوٹے اور خدا کے
دشمن ہیں اسی کو موسی جار اللہ نے نقل کیا ہے اور حضرت عثمان نے جو کچھ کیا وہ اسی لئے کیا کہ قرآن میں اختلاف نہ رہے اور امت
قرآن کے متعلق متفق ہو جائے یعنی انہوں نے قول امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام پر سب سے اول عمل کیا پس اگر ان دونوں حضرات
پر انکے اس قول سے کوئی اعتراض ہو سکتا ہے تو حضرت عثمان پر انکے اس عمل کی وجہ سے اعتراض نہونے کا کیا سبب ہے
موسی جار اللہ اور انکے ہم مشرب حضرات جواب دیں ۱۲ مترجم عہ "سبعۃ احرف" کے معانی میں جو اختلاف ہے
وہ ساتھ ہی میں نقل کر دیا گیا لہذا ہر معنی سے اختلاف کرنیوالے اپنے اختلاف پر اس حدیث سے (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

يجد عليهم من التوسع في الحروف ما هو
مباح (يعني في زمن النبي ص والشيخين)
فلو كان في القرائة الواحدة تحصين
القرآن كما ادعى لما اباح النبي ص في الاصل
الا القرائة الواحدة لانه اعلم بوجوه
المصالح من جميع امته حيث كان
مؤيدا بالوحي موفقا في كل ما ياتي و
يذر وليس له (يعني للمدعي) ان
يقول حدث من الاختلاف في ايامه
ما لم يكن في ايام الرسول ولا من جملة
ما اباحه وذلك ان الامر لو كان على
هذا لوجب ان ينهى عن القرائة الحادثة
والامر المبتدع ولا يحمل احدا
من القرائة على تحريم المتقدم المباح
بلا شبهة انتهى اقول قول السيد المرتضى
في ذيل كلامه ولا يحمل احدا من
القرائة على تحريم المتقدم المباح
اشارة الى ما في كتاب الاستيعاب (۵)

شافی وکافی ہیں پس قرآن میں یہ اختلاف اُنکے نزدیک بیان
اور رسول کی مذکورہ حدیث سے ثابت تھا پس جبکہ یہ تمام
اختلافات زمانہ رسول اور عہد شیخین میں مباح تھا تو اُنکے لیے اسکے
اندر کیا قباحت اور کیا خوف تھا (جسکی بنا پر حضرت عثمان نے قرآن کی یہ گت
بنائی) اور اگر ایک ہی قرأت میں قرآن کی حفاظت کا راز
تھا جیسا کہ اسکا دعوی کیا گیا ہے تو رسول کے لئے بھی اصل
میں ایک قرأت سے زیادہ جائز نہ تھی بانوجہ آپ مصلحتوں کے
طریقوں کو سب سے زیادہ جانتے تھے اسلئے کہ خداوند عالم نے
وحی کے ساتھ آپکی تائید فرمائی تھی اور آپکے ہر فعل و ترک میں توفیق
خدا آپکے شامل حال تھی اور مدعی یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت
عثمان کے زمانہ میں وہ اختلافات ہوئے جو رسول کے زمانہ میں نہ ہوئے
تھے اور نہ وہ ان اختلافات میں سے تھے جنکو آنحضرت نے
مباح قرار دیا تھا اسوجہ سے کہ اگر ایسی بنا ہے تو انپر یہ واجب
تھا کہ ہر جدید قرأت اور خود ساختہ امر سے منع کر دیتے اور اسکی وجہ سے
اس قرأت کو حرام نہ سمجھے جو بلاشبہ زمانہ رسول میں جائز و مباح
تھی انتہی — میں کہتا ہوں کہ سید مرتضی کا یہ فرمانا کہ "وہ جدید
قرأت کی وجہ سے اس قرأت کو حرام نہ سمجھتے جو زمانہ رسول میں
جائز و مباح تھی" یہ کتاب استیعاب مصنفہ ابن عبد اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) استدلال کرنے کا حق رکھتے تھے اور کرتے ہوں گے بلکہ اس حدیث کے ہاتھ آ جانے
کے بعد اسکے معنی میں اختلاف ہی ان کے اختلاف کے ماتحت ہوا ہو گا کما لا یخفی ۱۲ مترجم

لابن البر الاندلسی حیث قال
قال صلعم استقرفی القران من اربعۃ نفر
فبدأ بابن ام عبد حدثنا سعید
بن نصر قال حدثنا قاسم بن اصبغ
قال حدثنا محمد بن وضاح قال حدثنا
ابوبکر بن ابی شیبہ قال حدثنا وکیع
قال حدثنا الاعمش عن شقیق ابی
وائل عن مسروق قال سمعت
عبداللہ بن عمر یقول سمعت رسول
اللہ صلعم یقول خذوا القرآن من ابن
ام عبد و معاذ بن جبل و ابی بن کعب
وسالم مولی ابی حذیفہ و قال
رسول اللہ صلعم من اراد ان یسمع القرآن
غضاً فلیسمعہ من ابن ام عبد و
بعضہم یرویہ من اراد ان یقرء
القران غضاً کما انزل فلیقرئہ علی
قراءۃ ابن ام عبد حدثنا سعید
قال حدثنا قاسم قال حدثنا ابن وضاح
حدثنا ابن ابی شیبۃ حدثنا معاویۃ
بن عمرو عن زائدۃ عن عاصم عن
زر عن عبداللہ ان النبی صلعم انی منزل

اندلسی کے مضمون کیطرف اشارہ ہی جیسا اندلسی کہتے
ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا چار آدمیوں سے قران کی قرأت
حاصل کرو اور سب سے پہلے ابن ام عبد کا نام لیا اور عبداللہ
ابن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول کا یہ ارشاد سنا کہ
قران چار آدمیوں سے حاصل کرو۔ ابن ام عبد۔ معاذ بن
جبل۔ ابی بن کعب۔ اور سالم مولے ابی حذیفہ اور
آپ نے فرمایا کہ جو قران کو صحیح سننا چاہے وہ
اسکو ابن ام عبد سے سنے اور روایت دیگر یہ کہ
جو قران کو ٹھیک اسی طریقے سے پڑھنا چاہے جسطرح
نازل ہوا تھا وہ ابن ام عبد کی قرأت کے موافق پڑھے
عبداللہ سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب اکثر حضرت
ابوبکر و عمر کے گھر میں تشریف لائے جبکہ عبداللہ
بن مسعود نماز پڑھ رہے تھے عبداللہ نے سورہ نساء
پڑھنی شروع کی آنحضرت فرمانے لگے کہ جو قران کو
ٹھیک اسیطرح پڑھنا چاہے جسطرح نازل ہوا تھا
تو چاہئے کہ ابن ام عبد کی قرأت کے موافق پڑھے
اور اصحاب رسول عبداللہ بن مسعود کی قرأت
کی تعریف کیا کرتے تھے اور اُسے بُرا نہیں
جانتے تھے۔ اور استیعاب میں شفیق ابی وائل
سے عبداللہ بن مسعود کا یہ قول بھی منقول ہی کہ
میں سب سے زیادہ علم قران کا جاننے والا ہوں اور

ابی بکر و عمر و عبد اللہ یصلی
فافتتح بالنساء فقال النبی من
احب ان یقرء القران غضا
کما انزل فلیقرء علی قرائۃ ابن ام
عبد و صحابۃ النبی ص کانوا
یمدحون قرائۃ عبد اللہ بن
مسعود ولا ینکرونہ فی الاستیثنا
قال الاعمش عن شقیق ابی وائل
سمعت ابن مسعود یقول انی
لاعلمہم بکتاب اللہ و ما انا بخیرہم و ما
فی کتاب اللہ سورۃ ولا آیۃ الا و انا
اعلم فیما نزلت و متی نزلت قال
ابو وائل فما سمعت احدا انکر ذالک
علیہ و قال حذیفہ لقد علم المحفوظون
من اصحاب رسول اللہ ص ان عبد اللہ
کان من اقربہم وسیلۃ و اعلمہم
بکتاب اللہ و فیہ ایضا روی وکیع
عن جماعۃ عن الاعمش عن ابی ظبیان
قال قال لی عبد اللہ بن عباس ای القرائتین
تقرء قلت القرائۃ الاولی قرائۃ ابن
ام عبد فقال لی بل ہی الاخرۃ ان

میں سب سے بہتر نہیں ہوں اور کتاب خدا میں
جو سورۃ اور جو آیت بھی ہے میں اسکے متعلق
جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی
کب نازل ہوئی راوی کہتا ہے کہ میں نے کسی کے متعلق
یہ نہیں سنا کہ اُسنے عبد اللہ کے اس قول کو
برا سمجھا ہو اور حذیفہ نے بیان کیا ہے
کہ رسول اللہ کے جلیل القدر اصحاب اس
بات کو جانتے تھے کہ عبد اللہ ابن مسعود ان
سب سے زیادہ مقرب رسول اور سب سے
زیادہ عالم قران ہیں۔ اور اسی کتاب میں
ابی ظبیان سے مروی ہے کہ مجھ سے عبد اللہ
ابن عباس نے کہا کہ تم دونوں قرأتوں میں سے
کونسی قرات کے ساتھ قران پڑھتے ہو میں نے
کہا کہ پہلی قرأت یعنی قرأت ابن ام عبد
کے ساتھ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ تو
دوسری قرأت ہے رسول اللہ ہر سال جبرئیل
امین کو ایک مرتبہ قران پڑھ کر سناتے تھے
لیکن جس سال آپ نے رحلت فرمائی اس
سال دو مرتبہ سنایا اور اسوقت عبد اللہ
ابن مسعود بھی تھے۔ اسلئے وہ جانتے ہیں
کہ قران میں سے کیا منسوخ ہوا اور کیا بدلا گیا

رسول الله كان يعرض القرآن على
جبرئيل عليه السلام في كل عام مرة
فلما كان العام الذي قبض فيه
عرض عليه مرتين فحضر ذلك
عبد الله فعلم ما نسخ من ذلك
وما بدل) فعلى هذا كيف يجوز
لعثمان ضربه هذه الضربة التي
مات بها لاجل قرائته الغير المرضية
عنده فاشكال الحبر الجليل في
الحقيقة وارد على عثمان لا على
الشيعة كيف وقد اجمعت الشيعة
على اجزاء قرائة القرآن في الصلوٰة
وغيرها على قرائة السبعة بل زاد
بعضهم الثلاثة الاخر اعني
ابا جعفر الطبري. خلف و يعقوب
وان انكروا تواتر القرأت
السبعة الى النبي وقالوا تواترها
الى السبعة مسلم واما تواترها

لہٰذا اس (اختلاف قرات بزمانہ رسول و آل رسول
و شیخین اور جلالت عظمت عبد اللہ ابن مسعود) کے
باوجود حضرت عثمان کے لئے صرف عبد اللہ
کی اس قرات کی بنا پر جو انکو ناپسند تھی انہیں
اسقدر مارنا کیونکر جائز تھا کہ وہ مر گئے۔
پس مولانائے محترم موسیٰ جار اللہ کا یہ اعتراض
حقیقت میں حضرت عثمان پر وارد ہوتا ہے نہ
کہ شیعوں پر۔ اور شیعوں پر وارد بھی کیونکر ہو سکتا ہے
اسلئے کہ انہوں نے تو اسپر اجماع کر لیا ہے کہ
نماز وغیرہ میں ساتوں قاریوں میں سے جسکی قرات
کے موافق بھی قران پڑھا جائے گا کافی ہوگا
بلکہ انمیں سے بعض نے تین اور کو بھی زیادہ کیا ہے
یعنی ابو جعفر طبری۔ خلف اور یعقوب اگرچہ
انہوں نے ساتوں قراتوں کی روایتوں کے
بطور تواتر رسول سے منقول ہونے کا انکار کیا ہے
اور کہا ہے کہ ان کا ساتوں راویوں سے بھی بطور
تواتر منقول ہونا ثابت ہے نہ خود رسول اللہ سے
جیسا کہ یہ مسئلہ اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے اور

ع۵ اور اس صورت میں انکو نہ تحریف کی ضرورت نہ اسمیں تغیر و تبدل کی اور نہ ان اغراض کے لئے اسکے
ساتھ گستاخیوں کی لہٰذا وہ تو ان سب حرکتوں سے مبرے ہیں اور جس نے کیں وہ اپنے فعل کا
ذمہ دار ہے ۱۲ مترجم۔

الی النبی ص فلا کما هو مقرر فی محله
ویؤید ذلک منع کل واحد من القراء
الآخر عن قرأته ثم لما جاء الکلادی اللاحق
انتقل الناس من ذلک المنع
الی جواز قرأته الی ان اقتصروا علی
هؤلاء السبعة ولو کانت هذه القراءة
متواترة عن النبی لا یسع لهم ان
یخطأ بعضهم بعضا ولیست
التخطیئة الا من جهة ابتناء القراءة
علی القواعد العربیه والاستحسانات
الاعتباریه مضافا الی انهم عدوا
قرأة النبی ص وقرأة علی ع قبال القراءة
السبع حیث یقولون فی قرأة النبی
کذا وفی قرأة علی کذا فلاحظ
الاختلافات المذکورة فی قوله
تعالی غیر المغضوب علیهم ولا الضالین
لکی تعرف صدق ما قلناه وهذا ق

اس (رسول سے بطور تواتر منقول نہ ہونے) کی تائید
یہ امر بھی کرتا ہے کہ ہر قاری نے سوا دوسرے کی قرأت کے
منع کیا پھر جب اسکے بعد اور قاری آیا تو لوگ
اس منع کرنیوالے کے منع کرنے کو چھوڑ کر اسکی قرأت کے
جواز کیطرف منتقل ہو گئے یہانتک کہ یہ سلسلہ سات
قاریوں پر آکر تمام ہوا اور اگر یہ سب قرأتیں رسول سے
بطور تواتر ثابت ہوتیں تو انکو اسکی گنجائش نہ تھی کہ
ایک دوسرے کو خطاکار کہتا[عه] بلکہ یہ تو صرف اسوجہ سے
تھا کہ تمام قرأتوں کی بنا عربی قواعد اور مختلف
وجوہ و اعتبارات کو اچھا سمجھنے پر تھی (جس قاعدہ
جس وجہ اور جس اعتبار کو جسنے اچھا سمجھا اُسی کے مطابق
قرأت قرار دے لی) اسپر مستزاد یہ کہ انہوں نے جناب
رسالتمآب اور حضرت علی کی قرأت کو انہیں سات قرأتوں میں
شمار کیا ہے جیسا کہ وہ بار بار کہتے ہیں کہ رسول کی قرأت
میں اسطرح ہے اور علی کی قرأت میں یوں ہے۔ آپ ان تمام مذکورہ
اختلافات کو قول خداوند عالم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین
کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیے تاکہ آپکو ہمارے قول کی سچائی معلوم ہو جائے

عه یہی حال ہی تو خلافت کو شوریٰ اور اجماع پر موقوف کردینے میں تھی کہ ان لوگوں نے یہ ضروری ہی نہیں سمجھا
کہ خلیفہ کو خدا یا رسول نصب کرے اور پھر خلیفہ کو برا کہتے بلکہ داڑھی پکڑ کر اسکا مزاج درست کرتے وقت یہ
لازم آئے کہ یہ بے ادبی خدا و رسول کے بنائے ہوئے ایسے خلیفہ کے ساتھ کی جسکی خلافت بطور تواتر رسول سے ثابت
ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ اپنا ہی بنایا ہوا کھلونا تھا خود ہی اسکی مزاج پرسی کر لی اور اسمیں کوئی مضائقہ نہیں ۱۲ مترجم

بعض علمائنا روایة الاحرف السبعة
لاجمال دلالتها بان المراد سبع لغات
العرب من قریش و هذیل و هوازن
و یمن و هکذا او ان المراد سبعة
ابطن کما روی ان للقران ظهرا و بطنا
و لبطنه بطنا الی سبعة ابطن او
ان المراد سبعة اقسام کما روی عن
علی علیه السلام انه قال ان الله تبارک
و تعالی انزل القران علی سبعة اقسام
کل قسم منها شاف کاف و هی امر و زجر
و ترغیب و ترهیب و جدل و قصص
و بعضهم تاولوا روایة الحرف الواحد
کما هو مقرر فی محله

و اما ما ذکره الحبر الجلیل بروایة الکافی
عن الصادق ان القران الذی نزل
به جبرئیل علی محمد سبعة الاف آیة
والتی بایدینا من هذه ۶۲۶۳ فقط
والبواقی مخزونة عند اهل البیت
فیما جمعه علی - فلم اجده فی الکافی
کلما تفحصت و تصفحت نعم فی

اسی لئے ہمارے بعض علماء نے "سات حرفوں"
والی روایت میں اسکے معنی مجمل ہونے کی وجہ سے
مختلف طریقوں سے تاویل فرمائی ہے مثلاً یہ کہ سات
حرفوں سے قریش، ہذیل، ہوازن اور یمن وغیرہ
عرب کی سات لغتیں مراد ہیں - یا یہ کہ سات بطن مراد ہیں
جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ قران کیلئے "ظہر
و بطن"ع ہیں اور پھر ہر بطن کیلئے ایک بطن ہے، اور یہ
سلسلہ سات بطن تک ہے یا یہ کہ سات قسمیں مراد ہیں
جیسا کہ حضرت علی سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے
قران کو سات قسموں پر نازل فرمایا جنمیں سے ہر قسم شافی
و کافی ہے اور وہ یہ ہیں امر - زجر - ترغیب - ترہیب
جدل - قصص - اور بعض نے "حرف واحد" والی روایت
کی تاویل کی ہے جسطرح کہ وہ اپنے مقام پر مذکور ہے -

لیکن مولانا نے یہ جو اعتراض کیا ہے کہ کافی میں امام جعفر
صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس قران کو جبرئیل
رسول اللہ پر لیکر آئے تھے اسمیں سات ہزار آیتیں ہیں اور
ہمارے پاس اُنمیں سے صرف ۶۲۶۳ ہیں اور باقی
اہلبیت کے پاس اس قران میں مخزون ہیں جسکو حضرت
علی نے جمع کیا تھا اس مضمون کو باوجود تجسس و
تلاش کے اصول کافی میں نہیں پایا البتہ اسمیں سلسلہ

ع ظہر یعنی معنی ظاہری و بطن یعنی معنی باطنی تاویلی اور سات بطن سے تعدد و کثرت تاویلات کیطرف کنایہ ہے ۱۲ مترجم

کتاب فضل القرآن فی آخر باب النوادر
علی بن الحکم عن هشام بن سالم
عن ابی عبد اللہ قال ان القرآن
الذی جاء بہ جبرئیل علی محمد (ص) سبعة
عشر الف آیة انتہی وورد قبل
ھذا بفاصلة اربع روایات
محمد بن یحیی عن محمد بن الحسین
عن عبد الرحمن بن ابی ھاشم
عن سالم بن ابی سلمة قال قرأ
رجل علی ابی عبد اللہ وانا اسمع
حروفا من القرآن لیس علی ما یقرأھا
الناس فقال ابو عبد اللہ کف
عن ھذہ القراءة اقرأ کما یقرأ الناس
حتی یقوم القائم فاذا قام القائم
قرأ کتاب اللہ عزوجل علی حدہ و
اخرج المصحف الذی کتبہ علی
وقال اخرجہ علی الی الناس حین
فرغ منہ وکتبہ فقال لہم ھذا کتاب
اللہ عزوجل کما انزل علی محمد (ص) قد
جمعتہ من اللوحین فقالوا ھو
ذا عندنا مصحف جامع فیہ

کتاب فضل قرآن آخر باب النوادر میں امام جعفر صادق
علیہ السلام کی یہ حدیث ہے کہ جس قرآن کو جبرئیل
رسول اللہ پر لائے تھے اسمیں سترہ ہزار آیتیں ہیں
"بس" اور اس چار روایتوں کے قبل سالم بن
ابوسلمہ سے یہ منقول ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر
صادق علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھا اور میں
قرآن کے حرفوں کو سُن رہا تھا کہ وہ اسطرح نہ تھے
جسطرح سب پڑھتے تھے آپ نے فرمایا کہ اس
قرات کو چھوڑ دو اور اسطرح پڑھو جسطرح سب پڑھتے
ہیں یہاں تک کہ قائم آل محمد تشریف لائیں
جب وہ تشریف لائینگے تو قرآن کو سب سے جدا
صحیح طور پر پڑھینگے اور آپ نے وہ قرآن نکالا
جسے حضرت علی نے تحریر فرمایا تھا اور فرمایا
جب آنحضرت اُس سے فارغ ہوئے اور لکھ
چکے تو لوگوں کے سامنے نکالا اور فرمایا کہ یہ قرآن
اسیطرح ہے جسطرح رسول پر نازل ہوا تھا اور میں
نے اُسکو لوح محفوظ اور محو و اثبات سے جمع کیا
ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس بھی یہ کتاب ہے
جس میں قرآن جمع ہے ہمیں آپ کے قرآن کی
ضرورت نہیں۔ فرمایا کہ خدا کی قسم آج کے
بعد تم اسے کبھی نہ دیکھو گے میرا تو یہ فرض تھا

القرآن لأخبرتنا فيه فقال اعلموا الله
انه ما ترونه بعد يومكم هذا ابدا انما
كان علي ان اخبركم حين جمعته
لتقرءوه انتهى والرواية ضعيفة
ولعل الحبر الجليل ضم بعض فقرات
هذه الرواية الى الرواية الاولى بعد
ان سهى قلمه وبدل سبعة عشر
الف اية بسبعة الاف اية ولكن
قوله والتي بايدينا من هذه
۶۲۶۳ فقط لم اجده اصلا في
الكافي ولعله من الكلام الحبر الجليل
قد اقحم في البين و كيف كان يكون
مورد الاشكال حيث ان في عداي
القرآن اختلافا عد اهل الكوفة الماخوذ
عن علي و عد اهل المدينة المنسوب
الى ابي جعفر يزيد بن القعقاع القاري
وشيبة بن نضاح وهما المدني
الاول والى اسمعيل بن جعفر وهو
المدني الاخير وقيل المدني الاول
هو الحسن بن علي بن ابيطالب وعبد الله
بن عمر والمدني الاخير هو ابو جعفر

جب میں نے اسے جمع کیا تھا تو تمہیں اسکی خبر بھی
دیدوں تا کہ تم اسے پڑھ لو۔ انتہی۔
اور یہ روایت ضعیف ہے شاید کہ مولانا کے قلم سے
سہو ہوا اور اس آیت کے بعض فقرات کو پہلی
روایت سے ملا دیا اور سترہ ہزار کی جگہ سات ہزار
آیتیں لکھدیں۔ رہا مولانا کا یہ کہنا کہ ہمارے پاس
فقط ۶۲۶۳ آیتیں ہیں اسکو میں اصلا اصول
کافی میں نہیں پاتا شاید یہ خود مولانا کا کلام ہے جسے
آپ نے دو حدیثوں کے درمیان بے ربط داخل
کردیا ہے اور جو کچھ بھی ہو یہ اشکال کا موقع ہے
اسلئے کہ قرآن کی آیتوں کے شمار میں اختلاف ہے
اہل کوفہ کا شمار حضرت علی سے ماخوذ ہے اہل مدینہ
کا شمار قاری ابو جعفر یزید بن قعقاع اور
شیبہ ابن نضاح کی طرف جو دونوں پہلے مدنی
ہیں اور اسمعیل بن جعفر کی طرف جو آخری
ہیں منسوب ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے
مدنی امام حسن علیہ السلام اور عبد اللہ ابن عمر
ہیں اور آخری مدنی ابو جعفر اور شیبہ اور
اسمعیل ہیں اور پہلا قول زیادہ مشہور ہے
اور اہل بصرہ کا شمار عاصم بن ابی صباح جحدری
اور ایوب ابن متوکل کیطرف منسوب ہے اور یہ دونوں

وشيبة واسمعيل والقول
الاول اشهر وعدد اهل البصرة
المنسوب الى عاصم بن ابي الصباح
الجحدري وايوب بن متوكل لا يختلفان
الا في اية واحدة في سورة ص
قوله فالحق والحق اقول عدها
الجحدري وتركها ايوب وعدد اهل
مكة منسوب الى المجاهد بن جبرة و
الى اسمعيل المكي وقيل لا ينسب
عددهم الى احد بل وجد في مصاحفهم
على راس كل اية ثلث نقط وعدد
اهل الشام منسوب الى عبد الله
بن عامر ثم ان البيضاوي قال في
اول تفسيره ان البسملة من الفاتحة
وعليه قراء مكة والكوفة وفقهائهما
وابن المبارك والشافعي وخالفهم
الشيباني وقراء المدينة والبصرة و
الشام وفقهائهما ومالك والاوزاعي
ولم ينص ابو حنيفة فيه شيء فظن
انها ليست من السورة عنده
وسئل محمد بن الحسن عنها فقال

صرف سورہ ص کی ایک آیت کے اس
جملہ میں اختلاف کرتے ہیں فالحق
والحق اقول کہ جحدری نے اس کو
شمار کیا ہے اور ایوب نے چھوڑ
دیا ہے اور اہل مکہ کا شمار مجاہد بن
جبرہ اور اسمعیل کی طرف منسوب
ہے اور بعض کا قول ہے کہ انکا شمار
کسی کی طرف منسوب نہیں بلکہ انکے مصاحف
میں ہر آیت کے سرے پر تین نقطے پائے
گئے ہیں اور اہل شام کا شمار عبد اللہ
بن عامر کی طرف منسوب ہے۔ پھر یہ کہ
بیضاوی نے اپنی تفسیر کے شروع
میں کہا ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا
جزو ہے اور یہی قاریان و فقہاء
مکہ و کوفہ اور ابن مبارک و شافعی کا
قول ہے اور شیبانی نیز قاریان و فقہاء
مدینہ و بصرہ و شام اور مالک و
اوزاعی اُن کے خلاف ہیں اور ابو حنیفہ نے
اس مسئلہ میں کچھ رائے نہیں دی جس
سے لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ انکے
نزدیک بسم اللہ جزو سورہ نہیں اور محمد بن الحسن سے

مابین الدفتین کلام اللہ لنا
احادیث کثیرۃ منہا مارواہ ابو ہریرۃ
انہ قال فاتحۃ الکتاب سبع آیات
اولیہن بسم اللہ الرحمن الرحیم و
قول ام سلمۃ قرء رسول اللہ صلی
اللہ علیہ والہ وسلم بسم اللہ الرحمن
الرحیم الحمد للہ رب العالمین آیۃ
ومن اجلہما اختلف فی انہا آیۃ
براسہا او بما بعدہا والاجماع علی
ان مابین الدفتین کلام اللہ و
الوفاق علی اثباتہا فی المصاحف مع المبالغۃ
فی تجرید القرآن حتی لم تکتب آمین
انتہی ومع ہذا الاختلاف العظیم
کیف یقطع بان التی بایدینا من
ہذہ ٦٢٦٣ فقط مع انہ قد نقل
ان اکثر القراء ذہبوا الی ان سور
القرآن باسرہا مائۃ واربعۃ عشر سورۃ
والی ان آیاتہ ستۃ الاف وستمائۃ
وست وستون آیۃ والی ان کلماتہ
سبعۃ وسبعون الفا واربعمائۃ و
سبع وثلثون کلمۃ الخ وہذا یخالف

اسکے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ
اس جلد میں ہے وہ کلام اللہ ہے اور ہمارے مقصد یعنی
بسم اللہ کے جزو فاتحہ ہونے پر چند دلیلیں ہیں جنمیں سے
اول ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیتیں
ہیں جنمیں پہلی آیت بسم اللہ ہے اور ام سلمہ کا قول ہے کہ
رسول اللہ نے قرآن پڑھا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین کو ایک آیت شمار کیا اور اسیوجہ
سے اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ خود ایک
آیت ہے یا اپنے مابعد سے ملکر آیت ہوتی ہے دوسرے
علماء کا اسپر اجماع ہے کہ جو کچھ اس جلد میں ہے وہ کلام
اللہ ہے اور تیسرے سب کا بالاتفاق بسم اللہ کو قرآن
میں موجود رکھنا باوجودیکہ قرآن کو غیر قرآنی الفاظ سے
خالی کرنیمیں بہت زیادہ اہتمام کیا گیا ہے یہاں تک کہ
آمین بھی اسمیں نہیں لکھی گئی انتہی (کلام البیضاوی) اور اس
اختلاف کے ہوتے ہوئے اس امر کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہمارے قرآن
کی صرف ٦٢٦٣ آیتیں ہیں باوجود اسکے کہ یہ بھی منقول ہے کہ
اکثر قاریوں کے نزدیک قرآن کی تمام سورتیں ١١٤ آیتیں ٦٦٦٦
اور کلمات ٧٧٤٣٧ ہیں الخ اور یہ اسکے خلاف
ہے جو مولانا نے بیان فرمایا اور اس جواب کے
لکھنے کے بعد میں بہت سی ایسی روایات پر مطلع
ہوا جو اہلسنت کے صحاح ستہ اور مسانید میں موجود ہیں

ما ذكره الحبر الجليل ثم انى بعد
ان كتبت هذا الجواب اطلعت على
روايات من صحاحهم ومسانيدهم
تدل على وقوع التحريف فى التبديل و
النقصان والحذف والاسقاط صريحاً قد
ذكر نبذا منها العلامة المتبحر اعجوبة دهره و
فريد عصره السيد حامد حسين
الهندى اللكهنوى فى كتاب استقصاء
الافهام واستيفاء الانتقام منها
ما فى الدر المنثور للسيوطى اخرج
ابو عبيد وابن الضريس وابن الانبارى
فى المصاحف عن ابن عمر قال لا يقولن احدكم
قد اخذت القرآن كله ما يدريه ما كله
قد ذهب منه قرآن كثير ولكن ليقل
قد اخذت ما ظهر منه انتهى وقال
فى الاتقان (قال يعنى ابو عبيد) حدثنا
اسمعيل بن جعفر عن المبارك بن
فضالة عن عاصم بن ابى النجود عن زر
بن حبيش قال قال ابى بن كعب كاين
تعد سورة الاحزاب قلت اثنتين
... قال ان كانت لتعدل

اور صریحاً اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن میں تحریف
و تبدیل ہوئی کمی کی گئی بہت سی چیزیں حذف
اور ساقط کردی گئیں ان میں سے بعض کو
اعجوبہ دہر۔ فرید عصر علامہ السید حامد حسین صاحب
(اعلی اللہ مقامہ) ہندی لکھنوی نے اپنی
کتاب استقصاء الافہام و استیفاء
الانتقام میں بیان فرمایا ہے جس میں سے
وہ روایت ہے جو سیوطی کی کتاب درمنثور میں ہے
یعنی ابن عمر نے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ
نہ کہے کہ میں نے تمام قرآن کو لے لیا وہ کیا
جانے کہ تمام قرآن کیا ہے۔ اس کا بہت سا
حصہ جاتا رہا لہذا اسے یوں کہنا چاہئے
کہ جتنا قرآن ظاہر تھا میں نے اسے لے لیا
اور سیوطی نے اتقان میں بیان کیا ہے کہ زر
بن حبیش نے کہا کہ مجھ سے ابی بن کعب نے
پوچھا کہ تم سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں
شمار کرتے ہو میں نے کہا کہ بہتر آیتیں
انہوں نے کہا کہ وہ تو سورۂ بقرہ کی برابر تھی
اور ہم اسمیں آیہ رجم بھی پڑھتے تھے میں نے
کہا کہ آیہ رجم کیا کہا اذا زنیا الشیخ والشیخۃ
فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز

سورة البقرة وان كنا لنقرء فيها
آية الرجم قلت وما آية الرجم قال اذا
زنيا الشيخ والشيخة فارجموهما البتة
نكالا من الله والله عزيز حكيم وقال
الراغب في المحاضرات وقالت عائشة كانت
الاحزاب تقرء في زمن رسول الله مائتي
آية فلما كتب عثمان المصاحف لم يقدر
الا على ما ثبت وكان فيها آية الرجم
وقال السيوطي في الاتقان عن ابي
عبيد حدثنا ابن ابي مريم عن ابي
لهيعة عن ابي الاسود عن عروة
بن الزبير عن عائشة قالت كانت
سورة الاحزاب تقرء في زمان النبي
مائتي آية فلما كتب عثمان المصاحف
لم يقدر منها الا على ما هو الآن و

حکیم یعنی جب بڈھے مرد و عورت زنا کریں تو
تم انہیں ضرور سنگسار کرو یہ خدا کی طرف سے
سزا ہے اور خدا عزت و حکمت والا ہے۔ اور
راغب اصفہانی نے کتاب محاضرات میں
حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ زمانہ رسول
میں سورہ احزاب کی دو سو آیتیں پڑھی جاتی
تھیں پس حضرت عثمان نے قرآن لکھے تو موجود
آیتوں سے زیادہ جمع کرنے پر قادر نہوئے اور
پہلے اسمیں آیہ رجم بھی تھی۔ اور سیوطی نے بھی اتقان
میں حضرت عائشہ کی یہ روایت نقل کی ہے اور
درمنثور میں بیان کیا ہے کہ ابن ضریس نے عکرمہ
سے نقل کیا ہے کہ سورہ بقر سورہ احزاب
کی برابر یا اس سے بھی بڑی تھی اور اسمیں آیہ رجم
بھی تھی اور بخاری نے اپنی تاریخ میں حذیفہ
سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ کے سامنے

ع میں نے جابجا ترجمہ میں اس قسم کا اختصار کر دیا ہے اسلئے کہ ایک روایت کو بار بار طرح طرح سے مختلف کتابوں
اور راویوں کے حوالے دے کر اُنکے پورے پورے الفاظ کے ساتھ نقل کرنا عربی میں تو مرسوم ہے اور عربی دان
طبائع اسکی متحمل بھی ہیں لیکن اردو میں بسا اوقات اسمیں طوالت و وحشت محسوس ہوتی ہے اور اردو دان حضرات ایسے مواقع
پر اختصار کو نہ صرف جائز بلکہ مستحسن سمجھتے ہیں اور واقعاً اگر معنی میں خلل نہ آتا ہو تو اُسمیں سہولت و مصلحت ہی ہے لہذا
بے تکلف اس اختصار کو اختیار کیا گیا۔ جن حضرات کو تفصیل مطلوب ہو وہ اصل میں ان حدیثوں
کو انکی اصلی عبارات کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں ۱۲ مترجم

قال السيوطي في الدر المنثور واخرج
ابن الضريس عن عكرمة قال كانت
سورة الاحزاب مثل سورة البقرة
او اطول كانت فيها اية الرجم واخرج
البخاري في تاريخه عن حذيفة قال
قرأت سورة الاحزاب على النبي فنسيت
منها سبعين اية ما وجدتها و
اخرج ابو عبيد في الفضائل وابن
الانباري وابن مردويه عن عائشة
قالت كانت سورة الاحزاب تقرء في
زمان النبي مائتي اية فلما كتب عثمان
المصاحف لم يقدر منها الا على ما هو الان
انتهى كلام السيوطي واخرج
الحاكم في المستدرك عن ابي حرب
بن ابي الاسود قال بعث ابو موسى
الاشعري الى قراء البصرة فدخل
عليه ثلثمائة رجل قد قرء القرآن
فقال انتم خيار اهل البصرة وقراؤهم
فاتلوه ولا يطولن عليكم الامد
فتقسو قلوبكم كما قست قلوب من
كان قبلكم وانا كنا نقرء سورة كنا

سورہ احزاب پڑھی اور میں اُسمیں سے ستر
آیتیں بھول گیا جنہیں پھر میں نے نہ پایا
اور ابو عبیدہ نے فضائل میں اور ابن
انباری اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ
سے وہی دو سو آیتوں والی روایت نقل
کی ہے جو اوپر بیان ہوئی سیوطی کا کلام
ختم ہوا۔

اور حاکم نے مستدرک میں ابی حرب بن
ابی الاسود سے نقل کیا ہے کہ ابو موسی
اشعری نے قاصد بھیجکر قاریان بصرہ کو
بلوایا وہاں سے تین سو آدمی آئے جنہوں نے
قرآن پڑھا تھا۔ ابو موسے نے کہا
کہ تم لوگ بصرہ کے اشراف اور قاری ہو
دیکھو تم قرآن پڑھا کرو لیکن زیادہ وقت
اسمیں صرف نہ کیا کرو تاکہ تمہارے دل سخت
ہو جائیں جسطرح کہ اُن لوگوں کے سخت ہوگئے

نقرء سورۃ کنا نشبہہا فی الطول
والشدۃ ببرائۃ فانسیتہا غیر
انی حفظت منہا لو کان لابن آدم
وادیان من المال لابتغی وادیا
ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا
التراب وکنا نقرء سورۃ کنا
نشبہہا باحدی المسبحات فانسیتہا
غیر انی حفظت منہا یا ایہا الذین
امنوا لم تقولون ما لا تفعلون
فتکتب شہادۃ فی اعناقکم قال
السیوطی فی الدر المنثور اخرج
ابو مسلم وابن مردویہ وابو نعیم
فی الحلیۃ والبیہقی فی الدلائل
عن ابی موسیٰ الاشعری قال نقرء
سورۃ نشبہہا فی الطول والشدۃ
ببرائۃ فانسیتہا غیر انی حفظت
منہا لو کان لابن آدم وادیان من
المال لابتغی وادیا ثالثا ولا یملأ
جوف ابن آدم الا التراب وکنا نقرء
سورۃ نشبہہا باحد المسبحات
اولہا سبح للہ ما فی السموات فانسیتہا

جو تم سے پہلے تھے اور ہم ایک سورت پڑھا کرتے
تھے جسے طول اور شدت میں سورہ برات سے تشبیہ دیتے
تھے پس اسے میں بھول گیا اور اسکا صرف اتنا حصہ یاد رہ گیا
لو کان لابن آدم وادیان من المال لابتغی وادیا
ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب یعنی اگر
انسان کیلئے مال و دولت کی دو سیلگاہیں ہوتیں تو
وہ ایک تیسری کی اور خواہش کرتا اور انسان کے پیٹ کو
تو مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اور ہم ایک اور سورہ پڑھا کرتے تھے
جسے ہم ان سورتوں میں کسی سورہ کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے
جنکے شروع میں سبح للہ یا یسبح للہ ہے پس اسے میں بھول گیا
لیکن اسقدر یاد رہا یا ایہا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون
فتکتب شہادۃ فی اعناقکم یعنی ای ایمان والو تم وہ باتیں کیوں
کہتے ہو جنہیں کر نہیں سکتے اس اختلاف قول و فعل کی شہادت
لکھکر تمہارے گلے میں ڈالدی جائیگی۔ اور سیوطی نے بھی در منثور
میں ابو موسی اشعری سے ہی اس روایت کو مع دونوں جزونکے
اور اتقان میں دوسرے جزو یعنی یا ایہا الذین امنوا والے
حصہ کو اسیطرح نقل کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں
ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت علی سے سوال کیا کہ سورہ برات میں
بسم اللہ کیوں نہیں لکھی فرمایا اس لئے
کہ بسم اللہ آیہ رحمت و امان ہے اور سورہ برات

غير انی حفظت منها يا ايها الذين
آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون
فتكتب شهادة في اعناقكم فتسئلون
يوم القيمة وقال في الاتقان اخرج
ابن ابي حاتم عن ابي موسى الاشعري
قال كنا نقرء سورة نشبهها باحدى
المسبحات فانسيناها غير اني قد
حفظت يا ايها الذين آمنوا لم تقولون
ما لا تفعلون فتكتب في اعناقكم
فتسئلون يوم القيمة قال الحاكم
في المستدرك عن ابن عباس
قال سئلت على ابن ابيطالب لم لم يكتب
في البرائة بسم الله الرحمن الرحيم قال
لانها امان وبرائة نزلت بالسيف
وعن مالك ان اولها لما سقط سقط
معه البسملة فقد ثبت انها كانت
تعدل البقرة لطولها وفي المستدرك
عن حذيفة قال ما تقرءون ربعها
يعني البرائة قال السيوطي في
الدر المنثور اخرج ابن ابي شيبة
والطبراني في الاوسط وابو الشيخ

حکم سیف لیکر نازل ہوئی۔ اور مالک سے
اسکی وجہ یہ منقول ہے کہ جب سورۂ برات کا شروع
حذف کیا گیا تو اُسکے ساتھ بسم اللہ
بھی حذف کردی گئی اور اس سے ثابت ہو گیا
کہ وہ طول میں سورۂ بقر کی برابر تھی۔

اور مستدرک میں حذیفہ سے منقول ہے کہ جو کچھ
تم پڑھتے ہو یہ سورہ برات کا چوتہائی حصہ ہے
اور سیوطی نے درمنثور میں حذیفہ سے نقل
کیا ہے کہ جسے تم سورہ برات کہتے ہو اس کا
نام سورہ عذاب ہے اور اُسنے اپنے اندر نے ے

والحاكم وابن مردويه عن حذيفة
قال التي تسمون سورة البراءة
هي سورة العذاب والله ما
تركت احدا الا نالت منه وما
تقرأون منها مما كنا نقرأ الا ربعها
وقال ايضا في الدر المنثور اخرج
ابن الضريس وابو الشيخ عن حذيفة
قال ما تقرأون ثلثها يعني سورة
التوبة انظروا ايها الحبر الجليل انه
اذا قال ابن عمر او ابي بن كعب او
عائشة او عكرمة او ابو موسى
الاشعري او مالك احد الاربعة
او حذيفة بوقوع نقص في القرآن
تتلقونه بالقبول ولكن اذا قال
شيعي بذلك بمقتضى الاحاديث
الواردة عن اهل البيت يصيبه حذفا
سهام طعنكم وسيوف ملامتكم
ورماح استهزائكم ومخارق تشنيعكم
وهل هذا الا من النظر باهل البيت
بعين السخط قال السيوطي في
الاتقان في مصحف ابن مسعود

کسی کو نہیں چھوڑا (یعنی معرض عتاب و عذاب میں
تمام اصحاب کو ذکر کر دیا) اور ہم جو سورہ برات کو
پڑھتے تھے اسمیں سے تم چوتھائی سے زیادہ نہیں پڑھتے
اور سیوطی نے در منثور ہی میں حذیفہ ہی سے یہ بھی
نقل کیا ہے کہ تم جو پڑھتے ہو یہ سورہ برات
کا تہائی حصہ ہے۔

مولانا آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جب ابن عمر یا
ابی بن کعب یا عائشہ یا عکرمہ یا ابو موسے
اشعری یا امام مالک یا حذیفہ نے یہ کہا
کہ قرآن میں کمی ہوی ہے تو آپ نے اُسے
بسر و چشم قبول کر لیا اور جب کسی شیعہ نے
ان احادیث کی بنا پر جو اہلبیت سے وارد
ہوئی ہیں یہی کہا تو وہ آپ کے لعن وطعن
کے تیروں کا۔ ملامت کی تلواروں کا۔ مضحکہ کے
نیزوں کا۔ اور تشنیع کے پتھروں کا نشانہ ہو گیا
بس اسکا سبب سوائے اسکے کچھ نہیں کہ
آپ اہلبیت رسول کو نگاہ غضب سے دیکھتے
ہیں۔ اور سیوطی نے اتقان میں بیان کیا ہے کہ
ابن مسعود کے قرآن میں ۱۱۲ سورتیں تھیں اسلئے

مائة واثنتا عشرة سورة لانه لم يكتب
المعوذتين وفي مصحف ابي ست
عشرة لانه كتب في آخره سورة الحفد
والخلع اخرج ابو عبيد عن ابن
سيرين قال كتب ابي بن كعب في
مصحفه فاتحة الكتاب والمعوذتين
واللهم انا نستعينك واللهم اياك
نعبد وتركهن ابن مسعود وكتب
عثمان منهن فاتحة الكتاب والمعوذتين
واخرج الطبراني في الدعاء من
طريق عباد بن يعقوب الاسدي
عن يحيى بن يعلى الاسلمي عن
ابن لهيعة عن ابي هبيرة عن
عبد الله بن زرير الغافقي قال
قال لي عبد الملك بن مروان لقد علمت
ما حملك على حب ابي تراب الا انك
اعرابي جاف فقلت والله لقد جمعت
القرآن من قبل ان يجتمع ابواك ولقد
علمني منه علي بن ابي طالب سورتين
علمهما اياه رسول الله ما علمتهما
انت ولا ابوك اللهم انا نستعينك

کہ انہوں نے معوذتین کو نہ لکھا تھا اور [illegible]
کے قرآن میں ۱۱۶ سورتیں تھیں اسلئے کہ انہوں [illegible]
اسکے آخر میں سورہ حفد وخلع کو بھی [illegible]
اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ ابی بن کعب [illegible]
اپنے قرآن میں فاتحۃ الکتاب اور معوذتین
لکھی تھیں اور یہ کلمات لکھے تھے اللھم انا
نستعینک واللھم ایاک نعبد یعنی
ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے
ہیں اور ابن مسعود نے ان سب چیزوں کو ترک کیا
اور عثمان نے انمیں سے فاتحۃ الکتاب اور معوذتین
لکھا تھا۔ اور طبرانی نے اپنی کتاب دعا میں زربن
غافقی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے
عبد الملک ابن مروان نے کہا کہ میں جانتا
ہوں کہ تم کو حضرت علی کی محبت پر سوائے اسکے
کسی امر نے آمادہ نہیں کیا کہ تم بدوی اور
اور سنگدل ہو میں نے کہا کہ واللہ میں نے
قرآن کو اسوقت جمع کیا تھا جب تم ماں کے پیٹ
میں بھی نہ آئے تھے اور مجھے آنحضرت نے اسکی
دو سورتیں تعلیم فرمائیں جو آپ کو رسول اللہ نے
بتائی تھیں اور جن کی تمہیں اور تمہارے
باپ کو خبر بھی نہیں اور وہ یہ ہیں اللھم انا نستعینک

نستغفرك ونثني عليك ولا نكفرك
ونخلع ونترك من يفجرك اللهم اياك
نعبد ولك نصلي ونسجد واليك نسعى
ونحفد نرجو رحمتك ونخشى عذابك
الجد ان عذابك بالكفار ملحق اخرج
البيهقي من طريق سفيان الثوري
عن ابن جريج عن عطاء عن عبيد
بن عمير ان عمر بن الخطاب قنت بعد
الركوع فقال بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم انا نستعينك ونستغفرك
ونثني عليك ولا نكفرك ونخلع و
نترك من يفجرك بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم اياك نعبد ولك نصلي ونسجد
واليك نسعى ونحفد نرجو رحمتك
ونخشى عذابك ان عذابك بالكفار
ملحق قال ابن جريج حكمة البسملة
انهما سورتان في مصحف بعض الصحابة
واخرج محمد بن نصر المروزي في كتاب
الصلوة عن ابي بن كعب انه كان يقنت
بالسورتين فذكرهما وانه كان
يكتبهما في مصحفه قال ابن ضريس

ونستغفرک ونثنی علیک ولا نکفرک ونخلع ونترک
من یفجرک یعنی خداوندا ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں تیری
مغفرت کے طالب ہیں تیری ثنا کرتے ہیں تیرا
انکار نہیں کرتے اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیری
نافرمانیاں کرے اللہم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد
والیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک الجد ان
عذابک بالکفار ملحق۔ خداوندا ہم تیری عبادت کرتے ہیں
تیری خوشنودی کے لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں تیری
طرف جلدی سے دوڑتے ہیں تیری رحمت سے امید کرتے
ہیں تیرے سخت وشدید عذاب سے ڈرتے ہیں تحقیق کہ تیرا عذاب
کفار سے ملحق ہے۔ اور بیہقی نے عبید بن عمیر سے روایت
کی ہے کہ حضرت عمر نے اُن دونوں سورتوں کو رکوع کے
بعد بطور قنوت پڑھا اور بیہقی نے دونوں کے ساتھ بسم اللہ
بھی لکھی ہے جسکی وجہ ابن جریج نے یہ بیان کی ہے کہ بعض
صحابہ کے قرآن میں یہ جدا گانہ سورتیں ہیں۔ اور
محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں
ابی بن کعب کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ
دونوں سورتوں کے درمیان قنوت میں ان دونوں
سورتوں کو پڑھتے تھے اور اپنے قرآن میں اُن کو
لکھتے تھے۔
ابن ضریس نے روایت کی ہے کہ ابن عباس کے

حدثنا احمد بن جمیل المروزی عن
عبد الله بن المبارک عن الاجلح عن
عبد الله بن عبد الرحمن عن ابیه
قال فی مصحف ابن عباس قرائة
ابی موسیٰ بسم الله الرحمن الرحیم اللهم
انا نستعینک و نستغفرک و نثنی
علیک الخیر ولا نکفرک و نخلع و نترک
من یفجرک و فیه اللهم ایاک نعبد و لک
نصلی و نسجد و ایاک نسعی و نحفد
و نخشی عذابک و نرجوا رحمتک ان
عذابک بالکفار ملحق وقال فی الدر
المنثور قال ابن الضریس فی فضائله
اخبرنی موسیٰ بن اسمٰعیل انبانا حماد
قال قرانا فی مصحف ابی بن کعب
اللهم انا نستعینک و نستغفرک
و نثنی علیک الخیر کله ولا نکفرک و
نخلع و نترک من یفجرک و فیه ایضا
واخرج ابن الضریس عن عبید الله
بن عبد الرحمن عن ابیه قال صلیت
خلف عمر بن الخطاب فلما فرغ من السورة
الثانیة قال اللهم انا نستعین...

قرآن میں بنا بر قرأت ابو موسیٰ یہ دونوں سورتیں
لکھی تھیں۔

اور سیوطی نے در منثور میں بیان کیا ہے کہ ابن
ضریس نے بروایت حماد کہا ہے کہ ہم نے ابی بن کعب
کے قرآن میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں اللھم انا نستعینک
و نستغفرک و نثنی علیک الخیر کلہ ولا نکفرک الخ۔

اور اسی کتاب میں ہے کہ ابن ضریس نے عبید اللہ
ابن عبد الرحمن سے اور اُسنے اپنے باپ سے روایت
کی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کے پیچھے نماز پڑھی
جب وہ دوسرے سورہ سے فارغ ہوئے تو یہ دونوں...

ونستغفرك ونثنی علیك الخیر و لانکفرك ونخلع ونترك من یفجرك اللهم ایاك نعبد ولك نصلی و الیك نسعی ونحفد نرجو رحمتك و نخشی عذابك ان عذابك بالکفار ملحق و فی مصحف ابن عباس قراءة ابی و ابی موسی بسم الله الرحمن الرحیم اللهم انا نستعینك و نستغفرك و نثنی علیك الخیر ولا نکفرك و نخلع و نترك من یفجرك و فی مصحف حجر اللهم انا نستعینك الی آخره و اخرج محمد بن نصر عن ابن اسحٰق قال قرأت فی مصحف ابی بن کعب بالکتاب الاول العتیق بسم الله الرحمن الرحیم قل هو الله احد الی آخرها بسم الله الرحمن الرحیم قل اعوذ برب الفلق الی آخرها بسم الله الرحمن الرحیم قل اعوذ برب الناس الی آخرها بسم الله الرحمن الرحیم اللهم انا نستعینك و نستغفرك و نثنی علیك الخیر ولا نکفرك و نخلع و نترك من یفجرك بسم الله الرحمن الرحیم اللهم ایاك	پڑھیں۔ اور ابن عباس کے قران میں بنا بر قرأت ابی وابو موسے پہلی سورت لکھی تھی۔ اور حجر کے قران میں لکھا تھا اللہم انا نستعینک الی آخرہ۔ اور ابن اسحٰق سے منقول ہے کہ میں نے ابی بن کعب کے قران میں پہلے زمانہ کا لکھا ہوا پڑھا بسم اللہ الرحمن الرحیم قل ہو اللہ احد الی آخرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قل اعوذ برب الفلق الے آخرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قل اعوذ برب الناس الے آخرہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہم نستعینک الخ بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہم ایاک نعبد الخ (یعنی یہ دونوں سورتیں بھی)۔

نعبد و لک نصلی و نسجد والیک
نسعی و نحفد و نرجو رحمتک و
نخشی عذابک ان عذابک بالکفار
ملحق وفیہ ایضا واخرج محمد بن
نضر عن الشعبی قال قرات او
حدثنی بعض من قرء فی بعض
مصاحف ابی بن کعب ھاتین السورتین
اللھم انا نستعینک والاخری اے
اللھم ایاک نعبد بینھما بسم اللہ
الرحمن الرحیم قبلھما سورتان
من المفصل و بعدھما سور من
المفصل قال السیوطی فی الاتقان
وقال ابو عبید حدثنا ابن ابی مریم
عن ابن لھیعہ عن یزید بن عمر
المعافری عن ابی سفیان الکلاعی
ان مسلمۃ بن مخلد الانصاری
قال لھم ذات یوم اخبرونی
بآیتین من القرآن لم تکتبا فی المصحف
فلم یخبروہ و عندھم ابو الکنود
سعد بن مالک فقال لی مسلمۃ
ان الذین امنوا والذین ھاجروا

اور اسی کتاب میں شعبی سے روایت ہے کہ میں نے
ابی ابن کعب کے قران میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں
یا یوں روایت ہے کہ ابی بن کعب کے بعض مصاحف
میں ان دونوں سورتوں کو پڑھنے والوں میں سے
کسی نے مجھ سے بیان کیا اور ان دونوں کے
درمیان بسم اللہ تھی اور مفصلات میں سے
دو سورتیں ان کے قبل اور چند سورتیں ان کے
بعد تھیں۔

اور سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ مسلمہ بن
مخلد الانصاری نے اصحاب سے ایک دن
کہا کہ مجھے قران کی دو ایسی آیتیں بتاؤ
جو مصحف میں نہ لکھی ہوں ان لوگوں نے نہ بتائیں
اور اس مجمع میں ابو الکنود اور سعد بن مالک
بھی تھے راوی کہتا ہے کہ مجھ سے مسلمہ نے کہا
کہ وہ دو آیتیں یہ ہیں ان الذین امنوا والذین
ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم الا
ابشروا وانتم المفلحون والذین آووہم ونصروہم
وجادلوا عنہم القوم الذین غضب اللہ علیہم اولئک

جاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم الا البشری وانتم المفلحون والذین اووهم ونصروهم وجادلوا عنهم القوم الذین غضب الله علیهم اولئك لا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون وفیه ایضا قال ابو عبید حدثنا عبد الله بن صالح عن هشام بن سعید عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی واقد قال کان رسول الله صلعم اذا اوحی الیه اتیناه فعلمنا مما اوحی الیه قال فجئت ذات یوم فقال صلعم ان الله یقول انا انزلنا المال لاقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة ولو کان لابن ادم وادٍ من ذهب لاحب ان یکون الیه الثانی ولو کان له الثانی لاحب ان یکون الیهما الثالث ولا یملا جوف ابن ادم الا التراب ویتوب الله علی من تاب وقال ایضا فی الدر المنثور اخرج ابو عبید واحمد والطبرانی فی الاوسط

لا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے راہ خدا میں جہاد کیا انکو بشارت دو اور کہدو کہ تم کامیاب اور رستگار ہو اور جن لوگوں نے انکو پناہ دی انکی مدد کی اور انکی طرف سے ان لوگوں سے جہاد کیا جنپر خداوند عالم غضبناک تھا اُنمیں سے کوئی نہیں جانتا کہ اُنکے ان اعمال کے بدلے میں اُنکے لیے کیا اجر و ثواب مہیا کیا گیا ہے۔

اور اُسی کتاب میں ابو واقد لیثی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ کے پاس وحی آتی تھی تو ہم بھی آیا کرتے تھے اور آپ ہمیں وحی سے مطلع فرمایا کرتے تھے ایکروز میں آیا تو آنحضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم فرماتا ہے انا انزلنا المال لاقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة ولو کان لابن آدم وادٍ من ذہب لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان لہ الثانی لاحب ان یکون الیہما الثالث ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب۔ یعنی ہم نے مال کو نماز پڑھنے اور زکوٰة دینے کے لیئے نازل کیا ہے اور اگر آدمی کے پاس سونے کی ایک سیلگاہ ہوتی تو وہ چاہتا کہ اسکے ساتھ ایک اور ملجاتی اور اگر دوسری ملجاتی تو چاہتا کہ ان دونوں کے ساتھ تیسری اور ہوتی اور

والبیهقی فی شعب الایمان عن ابی
واقد اللیثی قال کان رسول الله اذا
اوحی الیه اتیناه فعلمنا مما اوحی الیه
قال جئت ذات یوم فقال ان
الله یقول انا انزلنا المال لاقام
الصلوة وایتاء الزکوة ولو ان لابن
ادم وادیا لاحب ان یکون الیه
ثان ولو کان له ثان لاحب ان یکون
لهما ثالث ولا یملأ جوف ابن ادم
الا التراب ویتوب الله علی من
تاب واخرج ابو عبید واحمد و
ابو یعلی والطبرانی عن زید بن ارقم
قال کنا نقرء علی عهد رسول الله
لو کان لابن ادم وادیان من ذهب
وفضة لابتغی الثالث ولا یملأ
بطن ابن ادم الا التراب ویتوب
الله علی من تاب واخرج ابو عبید
عن جابر بن عبدالله قال کنا نقرء
لو ان لابن ادم ملاء وادٍ مالا لاحب
الیه مثله ولا یملأ جوف ابن ادم
الا التراب ویتوب الله علی من تاب

آدمی کا پیٹ تو مٹی ہی سے بھر سکتا ہے اور خداوند عالم
توبہ قبول کرنیوالوں کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ اور سیوطی نے
در منثور میں بھی اس روایت کو انہی الفاظ کے ساتھ نقل
کیا ہے اور اسی کتاب میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے
وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کے زمانے میں قرآن میں یوں پڑھتے
تھے لو کان لابن آدم وادیان من ذہب وفضۃ لابتغی
الثالث ولا یملأ بطن الخ یعنی اگر آدمی کے پاس سونے
اور چاندی کی دو سیلگاہیں ہوتیں تو وہ تیسری کی خواہش
کرتا الخ

اور جابر سے نقل کیا ہے کہ ہم اسطرح پڑھتے تھے لو ان
لابن آدم ملاء واد مالا لاحب الیہ مثلہ ولا یملأ جوف الخ
یعنی اگر آدمی کے پاس ایک سیلگاہ کی برابر مال ہوتا تو
وہ اتنا ہی اور چاہتا الخ

واخرج ابن الانباري وابن الضريس
عن بريدة قالت سمعت النبي صلعم
لو ان لابن ادم واديا من ذهب
لابتغى اليه ثالثا ولو اعطى ثانيا
لابتغى اليه ثالثا ولا يملأ جوف ابن
ادم الا التراب ويتوب الله على
من تاب واخرج ابن الانباري
عن ابي ذر قال في قرأت ابي بن
كعب ابن ادم لو اعطى واديا من
مال لالتمس ثانيا ولو اعطى واديين
من مال لالتمس ثالثا ولا يملأ
جوف ابن ادم الا التراب ويتوب
الله على من تاب قال في الاتقان
اخرج الحاكم في المستدرك من
ابي بن كعب قال قال رسول الله
ان الله امرني ان اقرء عليك
القران فقرء لم يكن الذين كفروا من
اهل الكتاب والمشركين ومن
بقيتها لو ان ابن ادم سئل واديا
من مال فاعطيه سئل ثانيا
وان سئل ثانيا فاعطيه سئل

اور بریرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے
رسول کو یوں پڑھتے ہوئے سنا لو ان لابن
ادم وادیا من ذہب لابتغی الیہ ثانیا ولو اعطی
ثانیا لابتغی الیہ ثالثا ولا یملأ جوف الخ یعنی
اگر آدمی کے لئے سونے کی ایک سیلگاہ ہوتی
تو وہ دوسری چاہتا اور دوسری دیدی جاتی تو
تیسری چاہتا الخ اور ابوذر سے روایت کی
ہے کہ ابی بن کعب کی قرأت میں یوں تھا ابن ادم
لو اعطی وادیا من مال لالتمس ثانیا ولو اعطی
وادین من مال لالتمس ثالثا ولا یملأ جوف
الخ یعنی اگر آدمی کو مال کی ایک سیلگاہ دیدی
جاتی تو وہ دوسری چاہتا اور دوسری دیدی جاتی
تو تیسری کی خواہش کرتا الخ۔ اور اتقان میں ابی
ابن کعب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ
نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے تم کو قرآن
پڑھ کر سنانے کا حکم دیا ہے اور یہ سورت
تلاوت فرمائی لم یکن الذین کفروا من اہل الکتاب
والمشرکین اور اسکا بقیہ پڑھا لو ان ابن آدم
سئل وادیا من مال فاعطیہ سئل ثانیا وان سئل
ثانیا فاعطیہ سئل ثالث ولا یملأ جوف ابن آدم
الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب وان ذات

ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا
التراب ویتوب الله علی من تاب
وان ذات الدین عند الله الحنفیه
غیر الیهودیه ولا النصرانیه ومن یعمل
خیرا فلن یکفره وفی جامع الاصول
لابن اثیر الجزری عن ابی بن کعب ان
رسول الله صلعم قال ان الله امرنی ان
اقرء علیک القرآن وقرء علی لم یکن الذین
کفروا وقرء فیها ان الدین عند الله
الحنفیة المسلمة لا الیهودیة ولا
النصرانیة ولا المجوسیة ومن یعمل خیرا
فلن یکفره وقرء علیه لو ان لابن آدم
وادیا من مال لابتغی الیه ثانیا ولو ان
له ثانیا لابتغی ثالثا ولا یملأ جوف
ابن آدم الا التراب ویتوب الله علی
من تاب اخرجه الترمذی وقال
السیوطی فی الدر المنثور اخرج
احمد والترمذی والحاکم وصححه
عن ابی بن کعب ان رسول الله صلعم
قال ان الله امرنی ان اقرء علیک
القرآن فقرء لم یکن الذین کفروا

الذین عند الله الحنفیة غیر الیہودیۃ ولا النصرانیۃ ومن یعمل
خیرا فلن یکفرہ یعنی اگر آدمی مال کی ایک بیلگاہ کا سوال
کرتا اور میں اسے دیدیتا تو دوسرے کا سوال کرتا وہ بھی دیدیتا
تو تیسرے کا سوال کرتا آدمی کے پیٹ کو تو مٹی ہی بھر سکتی
ہے اور خداوند عالم توبہ کرنیوالونکی توبہ قبول کرتا ہے اور جو
ہر دین اسلام میں استقامت و خلوص ہے نہ کہ یہودیت و
نصرانیت اور جو کوئی اچھا کام کریگا خدا اُسے ضائع نہ
کریگا۔ اور ابن اثیر جزری نے جامع الاصول میں اسی روایت
کو صرف ذرا لفظی تقدیم و تاخیر کے ساتھ ابی بن کعب
ہی سے نقل کیا ہے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ اُسکو ترمذی نے بھی
نقل کیا ہے۔ اور سیوطی نے دو طریق
سے اُسکو اپنی کتاب درمنثور میں بھی
وارد کیا ہے۔

من اهل الكتاب فقرء فيها ولو ان ابن
آدم سئل واديا من مال فاعطيته
لسئل ثانيا ولو سئل ثانيا فاعطيته
لسئل ثالثا ولا يملأ جوف ابن آدم
الا التراب ويتوب الله على من تاب
وان ذات الدين عند الله الحنفية
غير المشركة ولا اليهودية ولا النصرانية
ومن يفعل ذلك فلن يكفره
واخرج احمد عن ابى بن كعب
قال قال لى رسول الله ان الله امرنى
ان اقرء عليك فقرء لم يكن الذين
كفروا من اهل الكتاب والمشركين
منفكين حتى تاتيهم البينة رسول
من الله يتلو صحفا مطهرة وما
تفرق الذين اوتوا الكتاب الا من بعد
ما جاءتهم البينة ان الدين عند الله
الحنفية غير المشركة ولا اليهودية
ولا النصرانية ومن يفعل ذلك فلن
يكفره قال شعبة ثم قرء آيات بعدها
ثم قرء لو ان لابن آدم واديا من مال
لسئل ثانيا ولا يملأ جوف ابن آدم

بلکہ دوسرے طریقہ میں اضافہ اور تفصیل
بھی ہے۔

الا التراب ثم ختم بما بقی من السورة
وقال فیه ایضاً احمد باسناده
الی ابن عباس قال جاء رجل الی
عمر یسئله فجعل عمر ینظر الیه راسه
مرة والی رجلیه اخری هل یری علیه
من البؤس ثم قال له عمر کم مالک قال
اربعون من الابل قال ابن عباس قلت
صدق الله ورسوله لو کان لابن آدم
وادیان من ذهب لابتغی الثالث ولا یملأ
جوف ابن آدم الا التراب ویتوب الله
علی من تاب فقال عمر ما هذا قلت
هکذا اقرأنیه ابی قال فمر بنا الیه فجاء
الی ابی فقال ما یقول هذا قال ابی
هکذا اقرأنیها رسول الله قال فاثبتها
فی المصحف قال نعم وقال فیه ایضاً
ابن الضریس عن ابن عباس قال
قلت یا امیر المؤمنین ان ابیاً یزعم
انک ترکت من کتاب الله آیة لم تکتبها
قال والله لاسئلن ابیاً فان انکر لتکذبن
فلما صلی صلوة الغداة غدا علی ابی

اور اسی کتاب میں ابن عباس سے یہ روایت نقل کی گئی
ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب سے آکر
کچھ سوال کیا انہوں نے اُسکو نیچے سے اوپر تک دیکھا
کہ آیا اسپر کوئی مفلوک الحالی نظر آتی ہے یا نہیں
پھر اُس سے پوچھا کہ تیرے پاس کسقدر مال ہے کہا
چالیس اونٹ میں نے کہا کہ خدا و رسول نے سچ
فرمایا ہے لو کان لابن آدم وادیان من ذہب لابتغی الثالث
ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب
یعنی اگر آدمی کے پاس سونے کی دو سیلگاہیں ہوں تو وہ تیسری
کی خواہش کرتا اور اُسکے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور خدا توبہ
کرنیوالوں کی توبہ قبول فرماتا ہے حضرت عمر نے کہا کہ یہ کیا ہے تو
میں نے کہا کہ ابی نے ہمیں اسیطرح پڑھنے کے لئے کہا
وہ مجھے ابی کے پاس لیگئے اور اُنسے کہا کہ یہ کیا کہتے ہیں ابی
نے کہا کہ رسول اللہ نے ہمیں اسیطرح پڑھنے کا حکم دیا ہے
اُنہوں نے کہا کہ کیا میں اس آیت کو قرآن میں لکھ لوں ابی
نے کہا ہاں ۔ اور سیوطی نے اسی کتاب میں ابن عباس
سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے کہا کہ ابی
یہ خیال کرتے ہیں کہ آپنے قرآن کی ایک آیت لکھنے سے
چھوڑ دی ہے کہا کہ بخدا میں ابی سے پوچھونگا اگر انکار
کیا تو تم جھوٹے ہو پس صبح کی نماز پڑھکر آپ ابی کے پاس

هذا انك تزعم اني تركت آية من
كتاب الله لم اكتبها فقال ابي اني سمعت
رسول الله يقول لو ان لابن آدم
واديين من مال لابتغى اليهما واديا
ثالثا ولا يملأ جوف ابن آدم الا التراب
ويتوب الله على من تاب فقال عمر أ
اكتبها قال لا انهاك ومن الروايات
الواردة في نقص القرآن ما في صحيح
البخاري في كتاب الحدود في باب
رجم الحبلى من الزنا (۱) في خبر طويل
عن ابن عباس قد صرح فيه عمر
بوقوع النقص في القرآن ان الله بعث
محمدا ص بالحق وانزل عليه الكتاب
فكان مما انزل الله آية الرجم
فقرأناها وعقلناها ووعيناها
ورجم رسول الله ورجمنا بعده فاخشى
ان طال بالناس زمان ان يقول قائل
والله ما نجد آية الرجم في كتاب
فيضلوا بترك فريضة انزلها الله
فالرجم في كتاب الله حق على من زنى

ابی نے آپ کو اندر آنے کی اجازت دی اور آپ کے لئے تکیہ
ڈال دیا۔ آپ نے کہا ابن عباس کا یہ خیال ہے کہ تم نے یہ گمان کیا
ہے کہ میں نے ان کی ایک آیت لکھنے سے چھوڑ دی ہے
ابی نے کہا میں نے رسول اللہ سے یہ آیت سنی ہے لو ان لابن آدم
وادیین الخ حضرت عمر نے کہا کہ کیا میں اسکو لکھ لوں
ابی نے کہا کہ میں آپ کو منع نہیں کرتا۔

اور ان روایات میں سے جو قرآن میں کمی کے متعلق وارد ہیں
وہ ہے جو صحیح بخاری کتاب الحدود باب رجم الحبلی
من الزنا ص ۱۲۵ میں ابن عباس کی ایک خبر طویل
کے سلسلہ میں وارد ہے جسمیں حضرت عمر نے قرآن
میں کمی ہو جانے کی تصریح کی ہے فرماتے ہیں کہ خداوند
عالم نے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ کو حق کے ساتھ
مبعوث فرمایا اور کتاب نازل فرمائی اور اسی میں
سے آیہ رجم ہے یہی جسے ہم نے پڑھا اور محفوظ رکھا
رسول اللہ نے بھی زنا کرنے والوں کو سنگسار کیا
اور آپ کے بعد ہم نے بھی کیا۔ اب میں ڈرتا ہوں
کہ لوگوں پر طویل زمانہ گذر جائے اور کوئی کہنے والا
کہنے لگے کہ ہم تو قرآن میں آیہ رجم کو نہیں پاتے ہیں
پس لوگ ایک ایسے فریضہ کو چھوڑ دینے کی وجہ سے
گمراہ ہو جائیں جسے خدا نے نازل فرمایا ہے۔
حکم رجم کتاب خدا میں زنا کرنے والے کی سزا ہے

(۱) صحیح ص ۱۲۵ ج

قال الراغب فی المحاضرات وروی ان
عمر قال لولا ان یقال زاد عمر فی کتاب
الله لاثبت فی المصحف فقد نزلت
الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما
البتة نکالا من الله والله شدید
العقاب قال السیوطی فی الاتقان
قال ای ابو عبید حدثنا عبد الله بن
صالح عن اللیث عن خالد بن یزید
عن سعید بن ابی هلال عن مروان
بن عثمان عن ابی امامة بن سهل
ان خالته قالت لقد اقرأنا رسول
الله آیة الرجم الشیخ والشیخة
فارجموهما البتة بما قضیا من اللذة
وفی موطا مالک عن یحیی بن سعید
عن سعید بن المسیب قال لما صدر
عمر بن الخطاب من منی اناخ بالابطح
ثم کوم کومة من بطحاء ثم طرح
علیها رداءه واستلقی ثم مد یدیه
الی السماء فقال اللهم کبرت سنی
وضعفت قوتی وانتشرت رعیتی
فاقبضنی الیک غیر مضیع ولا مفرط

اور راغب اصفہانی نے محاضرات میں لکھا ہے کہ
حضرت عمر نے فرمایا اگر یہ نہ کہا جاتا کہ عمر نے قرآن
میں زیادتی کردی تو میں یہ آیت قرآن میں درج کردیتا
کہ یقیناً نازل ہوئی ہے الشیخ والشیخة اذا زنیا
فارجموہما البتة نکالا من اللہ واللہ شدید العقاب جب
بوڑھے مرد وعورت زنا کریں تو انہیں ضرور سنگسار کردو خدا
کی طرف سے سزا ہے اور خدا سخت عذاب والا ہے۔

سیوطی نے ابو امامہ کی خالہ کی روایت سے
اتقان میں نقل کیا ہے وہ کہتی ہے کہ ہمیں
رسول اللہ نے آیہ رجم پڑھنے کا حکم دیا جو
یہ ہے الشیخ والشیخة فارجموہما البتة بما قضیا
من اللذة بوڑھے مرد وعورت جو ناجائز لطف اٹھائیں
ہے اسکی سزا میں انہیں ضرور سنگسار کرو۔

اور موطاء امام مالک میں سعید بن مسیب سے
روایت ہے کہ جب حضرت عمر مقام منی سے نکلے
تو مقام ابطح میں قیام کیا پھر ریت اور کنکروں
کا ایک چبوترہ بنایا اسپر اپنی ردا ڈالی اور لیٹ
گئے اسکے بعد آپنے ہاتھ آسمان کیطرف بلند
کرکے عرض کیا کہ خداوندا میں بوڑھا
ہوگیا میری قوت جاتی رہی میری قوم تتر بتر
ہوگئی تو مجھے ایسے حال میں اپنی طرف بلا کہ میں نے

ثم قدم المدینۃ فخطب الناس ثم قال
ایہا الناس قد سنت لکم السنن
وفرضت لکم الفرائض وترکتم علی الواضحۃ
الا ان تضلوا بالناس یمینا وشمالا
وضرب باحدی یدیہ علی الاخری ثم
قال ایاکم ان تہلکوا عن آیۃ الرجم ان
یقول قائل انا لا نجد حدین فی کتاب
اللہ فقد رجم رسول اللہ صلعم ورجمنا
والذی نفسی بیدہ لولا ان یقول
الناس زاد عمر فی کتاب اللہ اکتبہا
الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما
البتۃ فانا قد قرأناہا

فی مسند احمد بن حنبل حدثنا عبد اللہ
قال حدثنی ابی قال حدثنی ھشام قال
اخبرنا الزھری من عبد اللہ بن
عتبۃ ابن مسعود قال اخبرنی عبد اللہ
بن عباس قال حدثنی عبد الرحمن
بن عوف ان عمر بن الخطاب خطب
الناس فسمعہ یقول الا وان اناسا
یقولون ما بال الرجم وفی کتاب اللہ الجلد
وقد رجم رسول اللہ صلعم ورجمنا بعدہ

تیرا کوئی حکم ضائع نہ کیا ہو اور تیرے حکم میں کوئی زیادتی
نہ کی ہو پھر آپ مدینہ آئے اور آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھا
جس میں فرمایا کہ تمہارے لیے سنن و فرائض مقرر ہو چکے
اور تم شریعت واضحہ پر چھوڑ دیے گئے ہو لیکن یہ کہ تم لوگوں
کی وجہ سے دائیں بائیں گمراہ ہو جاؤ پھر آپ نے اپنا ایک
ہاتھ دوسرے پر مارا اور کہا کہ تم اپنے آپ کو اس سے
بچاؤ کہ آیہ رجم کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ اور پھر کوئی
کہنے والا یہ کہے کہ ہم تو زنا کرنے والے بوڑھے مرد و عورت کی
حدوں کو قرآن میں نہیں پاتے بیشک رسول اللہ نے بھی
انکو سنگسار کیا اور ہم نے بھی سنگسار کیا بخدا اگر لوگ یہ
نہ کہتے کہ عمر نے قرآن میں زیادتی کردی تو میں آیہ رجم کو قرآن
میں لکھ دیتا اسلیے کہ ہم نے اسکو پڑھا ہے۔

اور مسند احمد حنبل میں آیہ رجم کے مسئلہ میں حضرت عمر کے
متعلق اسی مضمون کی تین روایتیں تھوڑے سے اختلاف
کے ساتھ موجود ہیں دو عبد الرحمن بن عوف سے
اور ایک عبد اللہ ابن عباس سے

ولولا ان يقول القائلون او يتكلم
المتكلمون ان عمر زاد في كتاب الله
ما ليس فيه لاثبتها كما نزلت وفيه
ايضا حدثنا عبد قال حدثني ابي قال
حدثنا عبد الرحمن قال حدثني مالك
عن الزهري عن عبيد الله عن
ابن عباس قال قال عمر ان الله عز وجل
بعث محمدا وانزل عليه الكتاب فكان فيما انزل
عليه اية الرجم فقراناها وعقلناها ووعيناها
فاخشى ان يطول بالناس عهد فيقولون
انا لا نجد اية الرجم فتترك التي افترضته
التي انزلها الله وان الرجم في كتاب
الله حق على من زنى اذا احصن من
الرجال والنساء اذا قامت البينة
او كان الحبل او الاعتراف وفيه
ايضا حدثنا عبد الله قال حدثني
ابي قال حدثني محمد بن جعفر
قال حدثنا شعبة عن سعد بن
ابراهيم قال سمعت عبيد الله
بن عبد الله بن عتبة يحدث
عن ابن عباس عن عبد الرحمن

بن عوف قال حج عمر بن الخطاب فاراد
ان يخطب الناس خطبة فقال
عبد الرحمن بن عوف انه قد اجتمع
عندك رعاع الناس فاخر ذلك
تاتي المدينة دنوت قريبا من المنبر
فسمعته يقول ان اناسا يقولون
ما بال الرجم وانما في الكتاب الله الجلد
ورجم رسول الله ورجمنا بعده لولا
ان يقولوا اثبت في كتاب الله ما ليس
فيه لاثبتها كما انزلت قال الراغب
في المحاضرات قالت عايشه لقد نزلت
اية الرجم ورضاع الكبير وكانتا في رقعة
تحت سريري وشغلنا بشكاة رسول
الله دلجن للحي فاكلته قال الزيلعي
في تبيان الحقايق في شرح كنوز الدقايق
قال الشافعي لا يحرم الا بخمس رضعات
يعني مشبعات لما روي عن عايشه
انها قالت كان فيما نزل من القران
عشر رضعات معلومات ثم نسخن
بخمس معلومات فتوفي رسول الله
وهي فيما يقرء من القران رواه مسلم

اور راغب نے محاضرات میں حضرت عائشہ
سے روایت کی ہے وہ کہتی ہیں کہ آیہ رجم
اور آیہ رضاع کبیر نازل ہوئی تھیں اور ایک
ورق پر لکھی میرے تخت کے نیچے رکھی تھیں
ہم رسول اللہ کی تیمار داری میں تھے کہ قبیلہ
کی ایک بکری آئی اور اُنکو کھا گئی۔ اور زیلعی نے
تبیان الحقائق شرح کنز الدقایق میں شافعی کا
قول لکھا ہے کہ پانچ مرتبہ پیٹ بھر کر دودھ پلانے
سے حرمت پیدا ہوتی ہے اسلئے کہ حضرت عائشہ
سے مروی ہے کہ قران میں دس مرتبہ دودھ پلانے سے
حرمت پیدا ہونیکا حکم نازل ہوا تھا مگر پانچ مرتبہ کے
حکم سے یہ حکم منسوخ ہو گیا لیکن رسول اللہ نے وفات پائی

ثم رد قول الشافعی بقوله ولا
حجة له فی خمس رضعات ایضا لان
عائشة احالتها علی انها قرآن وقالت
ولقد کان فی صحیفة تحت سریری
فلما مات رسول الله وتشاغلنا بموته
دخلت داجن فاکلتها فانظر
ایها الحبر الجلیل ان الامام الشافعی
یتمسک فی الحکم الشرعی بما روته
عائشة من انه کان من القرآن فاکلته
داجن ولم یلزم منه بطلان الدین
وبطلان القرآن واذا تمسکت الشیعة
بمثل ذالک عن طریق الباقر والصادق
یلزم منه ذالک ان هذا لشیء عجاب
قال السیوطی فی الاتقان قال ای
ابو عبید حدثنا ابن ابی مریم عن
نافع بن عمر الجمحی حدثنی ابن ابی ملیکة
عن المسور بن مخرمة قال قال عمر

اور دس مرتبہ کا حکم ہی قرآن میں پڑھا جانے لگا اگر
مسلم نے نقل کیا ہے پھر زیلعی نے شافعی کے قول کو
یہ کہکر رد کیا ہے کہ انکے لئے پانچ مرتبہ کے حکم پر کوئی دلیل
نہیں اسلئے کہ حضرت عائشہ نے اسکو اسپر محمول کیا ہے
کہ وہ قرانی حکم ہے اور پھر یہ کہدیا کہ کاغذ پر لکھا ہوا میرے
تخت کے نیچے رکھا تھا جب رسول اللہ نے رحلت کی
تو ہم آپ کی وفات میں مشغول تھے اور اسکو ایک بکری آکر
کھا گئی۔ مولانا! آپ ملاحظہ فرمائے کہ امام شافعی نے حکم
شرعی میں حضرت عائشہ کی روایت سے تمسک کر لیا اگرچہ
قران سے تھا مگر اسکو بکری کھا گئی اور نہ اس سے دین کا باطل
ہونا لازم آیا اور نہ قران کا اور جب شیعوں نے اسی قسم کی
روایت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے لیا تو یہ سب
کچھ لازم آنے لگا یہ عجیب وغریب منطق ہے
سیوطی نے اتقان میں مسور بن مخرمہ سے نقل کیا
ہے کہ حضرت عمر نے عبد الرحمن بن عوف سے
کہا کہ کیا تم بھی قران میں اس آیت کو
نہیں پاتے ہو ان جاہدوا کما جاہدتم اول

عہ معترض کے اعتراض کے الفاظ ملاحظہ ہوں جہاں انہوں نے بڑی دھوم دھام سے کہا ہے
کہ اگر تحریف وغیرہ ثابت ہو جائے تو دین و قران سب جڑ سے باطل ہو جائیں اور یہاں تک
روایات اور پے در پے دلائل کے ساتھ یہ سب کچھ انہی کی کتابوں سے انہیں کا عقیدہ
ثابت [illegible] سے پھر معلوم ثابت ہوگا ۱۲ مترجم

لعبد الرحمن بن عوف الم نجد فيما
انزل علينا ان جاهدوا كما جاهدتم
اول مرة فانا لا نجدها قال اسقطت
فيما اسقط من القرآن قال في الدر المنثور
اخرج ابو عبيد عن المسور بن مخرمة
قال قال عمر لعبد الرحمن بن عوف الم نجد
فيما انزل علينا ان جاهدوا كما جاهدتم
اول مرة فانا لا نجدها قال اسقطت
فيما اسقط من القرآن روى ايضا
في جمع الجوامع وكنز الاعمال قال
السيوطي في الدر المنثور اخرج ابن
الضريس عن ابن عباس قال كنا نقرء
لا ترغبوا عن آبائكم فانه كفر بكم ان
ترغبوا عن آبائكم واخرج عبد الرزاق
واحمد وابن حبان عن عمر بن الخطاب
قال ان الله بعث محمدا بالحق وانزل
معه الكتاب فكان فيما انزل عليه آية
الرجم ورجم ورجمنا بعده ثم قال قد
كنا نقرء ولا ترغبوا عن آبائكم فانه
كفر بكم ان ترغبوا عن آبائكم واخرج
الطيالسي وابو عبيد والطبراني عن

مرۃ۔ ہمیں تو قرآن میں یہ نہیں ملتی عبد الرحمن نے
کہا کہ جب قرآن سے اور چیزیں حذف کیگئیں
تو انہیں میں یہ بھی حذف کردی گئی۔
اور در منثور میں بھی اس روایت کو نقل کیا ہے
اور جمع الجوامع و کنز الاعمال میں بھی موجود ہے

اور سیوطی نے در منثور میں ابن عباس سے روایت
کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن میں یہ آیت پڑھتے تھے
لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن آبائکم
یعنی تم اپنے آباء سے انحراف نکرو کہ اُنسے انحراف کرنا تمہارے
لئے کفر ہے۔ اور بحوالہ عبد الرزاق و احمد و ابن حبان
حضرت عمر سے نقل کیا ہے کہ خدا نے رسول اللہ کو حق کے
ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن نازل فرمایا جسمیں
آیہ رجم بھی تھی اسی لئے رسول نے بھی رجم فرمایا اور ہم نے
بھی آپکے بعد رجم کیا پھر کہا کہ ہم یہ آیت پڑھتے تھے ولا
ترغبوا عن آبائکم الخ
اور بحوالہ طیالسی اور ابو عبید و طبرانی حضرت عمر ہی سے

عمر بن الخطاب کنا نقرء فیما نقرء لا ترغبوا
عن ابائکم فانہ کفر بکم ثم قال لزید
بن ثابت اکذلک یا زید قال نعم
اخرج الحاکم فی المستدرک عن ابن
ابی ادریس عن ابی بن کعب انہ کان
یقرء اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم
الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ ولو حمیتم کما
حموا لفسد المسجد الحرام فانزل اللہ
سکینتہ علی رسولہ فبلغ ذلک عمر
فاشتد علیہ فبعث الیہ فدعی ناسا
من اصحابہ فیہم زید بن ثابت فقال
من یقرء فیکم سورۃ الفتح فقرء
زید علی قرائتنا الیوم فغلظ لہ عمر فقال
ابی اتکلم قال تکلم قال لقد علمت
انی کنت ادخل علی النبی و یقرئنی وانت
بالباب فان احببت ان اقرء الناس علی
ما اقرئنی والا لم اقرء حرفا ما حییت قال
بل اقرء الناس

ومن اللطائف انہ یستفاد من روایاتکم
انکم کنتم تسقطون مثالب الصحابہ

نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہم قران میں یہ آیت پڑھتے
تھے لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم پھر زید بن ثابت
سے کہا کہ اے زید کیا ایسا ہی ہے زید نے کہا ہاں
اور حاکم نے مستدرک میں ابن ابی ادریس سے
ابی بن کعب کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ (ابی)
قران میں یہ آیت پڑھتے تھے اذ جعل الذین کفروا
فی قلوبہم الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ ولو حمیتم کما حموا لفسد
المسجد الحرام فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ یعنی (جب
کفار کو معذب کرینگے) اسلئے کہ ان کافروں نے اپنے
دلونمیں جاہلیت کا تعصب قرار دے لیا تھا اور اگر
تم بھی انہی کیطرح تعصب کروگے تو مسجد حرام خراب
ہو جائے گی پس خداوند عالم نے اپنے رسول پر سکینہ نازل
فرمائی اسکی حضرت عمر کو خبر پہنچی تو بہت بگڑے ابی کو
بلوایا اور اپنے اصحاب میں سے بھی کچھ لوگونکو بلایا جسمیں
زید بن ثابت بھی تھے اور انسے کہا کہ تم میں سے سورۂ فتح
کون پڑھیگا پس زید نے اسیطرح پڑھی جسطرح
ہم آجکل پڑھتے ہیں تو اس پر حضرت عمر کو غصہ آیا ابی نے
کہا کہ میں بھی کچھ کہوں کہا کہو ابی کہنے لگے تمہیں معلوم
ہی ہے کہ میں رسول کے پاس جاتا تھا اور آپ مجھے قران کی تعلیم
دیتے تھے اور تم دروازہ پر ہوتے تھے پس اگر تم چاہتے ہو
میں آپ سے اسیطرح قران پڑھاؤں جسطرح

الدر المنثور اخرج ابو عبید و ابن
منذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ عن
سعید بن جبیر قال قلت لابن عباس
سورۃ التوبہ قال التوبہ بل ھی الفاضحۃ
ما زالت تنزل فیھم و منھم حتی ظننا
انہ لا یبقی احد الا ذکر فیھا و اخرج ابن
المنذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ عن
ابن عباس ان عمر قیل لہ سورۃ التوبہ
قال ھی الی العذاب اقرب ما اقلعت
عن الناس حتی ما کانت تدع منھم احدا
واخرج ابو الشیخ عن عکرمہ قال قال
عمر ما فرغ من تنزیل براءۃ حتی ظننا
انہ لم یبق منا احد الا استنزل فیہ و
کانت تسمی الفاضحۃ و قال الامام الرازی
فی تفسیر الکبیر عن حذیفہ انکم تسمونھا
سورۃ التوبہ واللہ ما ترکت احدا الا
نالت منہ و عن ابن عباس فی ھذہ
السورۃ قال انھا الفاضحۃ ما زالت

مجھ سے پڑھو تھے تو خیر ورنہ میں جب تک زندہ رہونگا ایک حرف
بھی نہ پڑھونگا حضرت عمر نے کہا کہ اچھا تم پڑھو تو۔
اور مولانا لطیفہ تو یہ ہے کہ آپکی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ آپ حضرات قرآن مجید سے اصحاب کے مطاعن و معائب حذف کیا
کرتے تھے چنانچہ سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے کہ سعید
بن جبیر کہتے ہیں میں نے ابن عباس سے سورۂ توبہ کے
متعلق کچھ کہا انہوں نے کہا کہ سورہ توبہ بلکہ سورہ فاضحہ
(رسوا کرنیوالی سورت) برابر اصحاب کے متعلق نازل ہوتی تھی
یہانتک کہ ہم نے یہ گمان کر لیا تھا کہ ایک بھی اُسمیں ذکر ہونے سے
نہ رہیگا۔ اور ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت عمر سے سورہ توبہ
کے متعلق کچھ کہا گیا تو آپنے کہا کہ وہ عذاب سے زیادہ قریب
ہے وہ برابر لوگونکا ذکر کرتی رہی یہانتک کہ انمیں سے کسی کو بھی
نہیں چھوڑا۔ اور بروایت عکرمہ حضرت عمر کا قول لکھا ہے
کہ سورۂ توبہ کا نازل ہونا ختم نہیں ہوا یہانتک کہ ہم نے یہ
گمان کیا کہ ہم میں سے کوئی اسمیں ذکر ہونے سے نہ رہیگا اور اسکا
نام فاضحہ تھا۔ اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں حذیفہ سے
روایت کی ہے کہ تم اُسے سورۂ توبہ کہتے تھے خدا کی قسم اُسنے
کسی کو ذکر کرنیسے نہیں چھوڑا اور ابن عباس سے اس سورہ کے متعلق

ــــــــــــــــــــ

سه یہانتک اہلسنت کی کثیر التعداد روایات سے بہت سی ایسی آیات اور سورتیں ثابت کیگئیں جنکے متعلق اُنکے یہاں یہ مسلم ہے
کہ وہ قران میں تھیں اور اب یقیناً اسمیں موجود نہیں لہذا انہی کی کتابوں سے انہی کی روایات سے ثابت کر دیا کہ
وہ قران سے نکالدی گئیں یعنی قران میں کمی ہوتی ۱۲ مترجم عه وجہ تسمیہ ظاہر ہو گئی ۱۲ مترجم

نزول فيهم و منهم حتى خشينا
ان لا تدع احدا انتهى وقد مضت
الروايات التي تدل على انها كانت
تعدل البقرة لطولها ومن المعلوم
ان تلك المثالب ليس بموجود
في هذه السورة الآن فلا بد و
ان يكون مسقطا هذا كلام في
سقوط السور والآيات واما سقوط
بعض الالفاظ فيدل عليه روايات
كثيرة من طرقكم قال السيوطي
في الاتقان قال اي ابو عبيد حدثنا
عن ابن جريج اخبرني ابن ابي حميد
عن حميدة بنت ابي يونس قالت
قرء علي ابي وهو ابن ثمانين سنة
في مصحف عايشة ان الله و
ملئكته يصلون على النبي يا ايها الذين
امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما
وعلى الذين يصلون الصفوف
الاول قالت قبل ان يغير عثمان
المصاحف وقال في الدر المنثور

نقل کیا ہے کہ وہ سورۂ فاضحہ کے برابر اصحاب کے متعلق نازل
ہوتی رہی یہاں تک کہ ہمیں یہ خوف ہوا کہ وہ کسی کو نہ چھوڑ دیگی
اور وہ روایات گزر چکیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ سورۂ
اپنے طول کیوجہ سے سورۂ بقر کی برابر تھی اور یہ معلوم ہے کہ یہ مطاعن
ومعائب اس سورت میں موجود نہیں پس یقینا حذف کر دیئے
گئے۔

یہ تمام استدلال تو اس امر کے اثبات میں تھا کہ قرآن
میں سے سورتیں اور آیتیں حذف کیگئیں رہا بعض الفاظ
کا حذف ہونا اس پر بھی آپ کی بہت سی روایات دلالت
کرتی ہیں۔ چنانچہ سیوطی نے اتقان میں کہا ہے
کہ بنا بر روایت ابو عبیدہ حمیدہ بنت ابی یونس
نے بیان کیا کہ میرے باپ نے جبکہ وہ اسی
سال کا تھا حضرت عائشہ کے قرآن سے
مجھے یہ آیت پڑھ کر سنائی ان اللہ وملائکتہ
یصلون تا وسلموا تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف
الاول یعنی خدا اور اسکے ملائکہ محمد وآل محمد پر درود بھیجتے ہیں
ایمان والو تم بھی محمد وآل محمد پر درود وسلام بھیجو اور
خدا اور اسکے ملائکہ ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو پہلی
صفوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ حمیدہ کہتی ہے کہ یہ آیت
میرے باپ نے اسوقت سنائی جبتک کہ حضرت عثمان

اخرج الفریابی والحاکم وابن مردویہ
والبیہقی فی سننہ عن ابن عباس
انہ کان یقرء ہذہ الآیۃ النبی
اولیٰ بالمومنین من انفسہم وہو
اب لہم وازواجہ امہاتہم واخرج
عبدالرزاق وسعید بن منصور
واسحٰق بن راہویہ وابن منذر
والبیہقی عن بجالہ قال مر عمر
بن الخطاب بغلام وہو یقرء
فی المصحف النبی اولیٰ بالمومنین
من انفسہم وازواجہ امہاتہم
وہو اب لہم فقال یا غلام
حکہا فقال ہذا مصحف
ابی فذہب الیہ فسئلہ فقال
انہ کان یلہینی القرآن ویلہیک
الصفق بالاسواق قال مسلم

نے قرآنوں میں تغیر و تبدل نہیں کیا تھا اور در منثور
میں ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ وہ آیہ
النبی اولیٰ بالمومنین کو اسطرح پڑھتے تھے النبی
اولیٰ بالمومنین من انفسہم وہو اب لہم وازواجہ امہاتہم
یعنی نبی مومنین کا اُنکے نفسوں سے زیادہ مالک و مختار ہے
اور وہ انکا باپ اور اُسکی بیبیاں انکی مائیں ہیں
اور بروایت بجالہ لکھا ہے کہ حضرت عمر ایک لڑکے
کے پاس ہو کر گزرے جو قرآن میں یہ آیت یوں پڑھ
رہا تھا النبی اولیٰ بالمومنین من انفسہم وازواجہ
امہاتہم وہو اب لہم آپنے کہا کہ اے لڑکے اسے
چھیل دے اُسنے کہا کہ یہ اُبی کا قرآن ہے آپ
ابی کے پاس گئے اور اُن سے پوچھا اُنہوں نے
کہا کہ (تمہیں قرآن سے کیا ربط تم کیا جانو)
میں قرآن میں مصروف رہا کرتا تھا اور تم بازاروں کے
اندر کسب و تجارت میں۔
اور مسلم نے اپنی صحیح میں ابو یونس حضرت

عہ جو لوگ از راہ بغض و عناد حضرت حسنین علیہما السلام کو رسول کی فرزندی سے خارج کرنیکے لئے آیہ
وما کان محمد ابا احد من رجالکم سے استدلال کیا کرتے ہیں اور آیہ مباہلہ کے جملہ ابناءنا و ابناءکم میں شیعوں کی بدیہی
خلاف منشاء خدا و رسول تاویلات کیا کرتے ہیں وہ شیعوں سے بعد میں تعرض کریں پہلے اپنی ہی کتابوں
میں ان روایات کو دیکھکر اپنی ہی آگ میں جل مریں اور اپنی ہی کتابوں کو بیٹھے ہوے باہم ٹکرایا کریں تاکہ
انکی سمجھ میں اس شعر کے معنی آجائیں ؎ چراغ را کہ ایزد بر فروزد ۔ ہر آنکس پف کند ریشش بسوزد ۱۲ مترجم

في صحيحه حدثنا يحيى بن يحيى التميمي
قال قرأت على مالك عن زيد بن اسلم
عن القعقاع بن حكيم عن ابي يونس
مولى عائشة انه قال امرتني عائشة
ان اكتب لها مصحفا وقالت اذا
بلغت هذه الاية فآذني حافظوا
على الصلوة والصلوة الوسطى قال
فلما بلغتها اذنتها وقلت على حافظوا
على الصلوة والصلوة الوسطى
وصلوة العصر وقوموا لله قانتين
قالت عائشة سمعتها من رسول
الله. قال السيوطي في الدر المنثور
اخرج عبد الرزاق والبخاري في
تاريخه وابن جرير وابن ابي داؤد
في المصاحف عن ابي رافع مولى حفصة
قال استكتبني حفصة مصحفا
فقالت اذا اتيت على هذه الاية
فتعال حتى امليها عليك كما قرأتها
فلما اتيت على هذه الاية حافظوا
على الصلوات قالت اكتب حافظوا
على الصلوات والصلوة الوسطى

عائشہ کے غلام سے روایت کی ہے ا
بیان کیا کہ مجھے حضرت عائشہ نے حکم د
کہ میرے لئے قرآن لکھ اور یہ بھی کہا
جب آیہ حافظوا علی الصلوات والصلوٰ
الوسطیٰ پر پہنچے تو مجھے خبر کرنا پس جب میں
اس آیت پر پہنچا تو انکو خبر کی انہوں نے
اس آیت کو اسطرح لکھوایا حافظوا علی الصلو
والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر وقوموا لله
قانتین یعنی تمام نمازوں کی پابندی کرو اور نماز وسطیٰ ا
نماز ظہر کی پابندی کرو اور خدا کے لئے قنوت پڑھنے
کے واسطے کھڑے ہو جاؤ۔
اور سیوطی نے در منثور میں اسی مضمون کی جا
روایتیں نقل کی ہیں جنمیں سے حضرت حفصہ کے
متعلق اور ایک آخری حضرت عائشہ کی

وصلوٰة العصر فلقيت ابي بن
كعب فقلت ابا المنذر ان حفصة
قالت كذا وكذا فقال هو كما قالت
اوليس اشغل ما تكون عند صلوٰة
الظهر في عملنا ونواضحنا واخرج
مالك وابو عبيد وعبد بن حميد
وابو يعلى وابن جرير وابن الانباري
في المصاحف والبيهقي في سننه عن عمرو
بن نافع قال كنت اكتب مصحفا
لحفصة زوجة النبي ص فقالت اذا
بلغت هذه الاية فاذني حافظوا
على الصلوٰة والصلوٰة الوسطى
فلما بلغتها اذنتها فاملت على حافظو
على الصلوٰت والصلوٰة الوسطى
وصلوٰة العصر وقوموا لله قانتين
وقالت اشهد اني سمعتها من
رسول الله واخرج عبد الرزاق
عن نافع ان حفصة دفعت مصحفا
الى مولى لها يكتب وقالت اذا بلغت
هذه الاية حافظوا على الصلوٰت
والصلوٰت الوسطى فاذني فلما

بلغت اجا ئتہا فکتبت بیدہا حافظوا
علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی و صلوٰۃ
العصر واخرج مالک و احمد و عبد
بن حمید و مسلم و ابو داؤد والترمذی
والنسائی وابن جریر وابن ابی داؤد و
ابن الانباری فی المصاحف والبیہقی فی
سننہ عن یونس مولے عائشہ قال
امرتنی عائشہ ان اکتب لہا مصحفا
وقالت اذا بلغت ہذہ الآیۃ فاذنی
حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی
فلما بلغتہا اذنتہا فاملت حافظوا
علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی و صلوٰۃ
العصر وقوموا للہ قانتین قال
ابن الحجر فی فتح الباری روی مسلم
واحمد من طریق ابی یونس عن عائشہ
انہا امرتہ ان یکتب لہا مصحفا فلما
بلغت حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ
الوسطی فاملت علی حافظوا علی
الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وصلوٰۃ
العصر اخرجہ ابن جریر من وجہ آخر

اور ابن حجر نے فتح الباری میں مسلم۔ امام احمد اور امام
مالک سے اسی مضمون کی پانچ حدیثیں نقل کی ہیں
دو حضرت عائشہ کے متعلق ایک حضرت ام سلمہ کیلئے
اور دو حفصہ کی بابت (اب جائے آپ اس روایتوں
کے جال سے نکلکر کہاں جلتے ہیں جو قران کے الفاظ
میں کمی واقع ہونے کو اس کثرت سے ثابت کرتی ہیں

ابن المنذر من طريق عبيد الله بن رافع
امرتني ام سلمة ان اكتب لها مصحفا نحوه
ومن طريق نافع ان حفصة امرت
مولى لها ان يكتب مصحفا فذكر مثله
وزاد كما سمعت رسول الله يقولها فى
الموطاء مالك عن زيد بن اسلم عن القعقاع
بن حكيم عن ابي يونس مولى عائشة
ام المؤمنين انه قال امرتني عائشة
ان اكتب لها مصحفا ثم قالت اذا بلغت
هذه الآية فاذنّي حافظوا على الصلوٰت
والصلوٰة الوسطى فلما بلغتها
اذنتها فاملت علي حافظوا على الصلوٰت و
الصلوٰة الوسطى وصلوٰة العصر و
قوموا لله قانتين ثم قالت سمعتها من
رسول الله وفي الموطاء ايضا مالك
عن زيد بن اسلم عن عمرو بن رافع انه قال كنت
اكتب مصحفا لحفصة ام المؤمنين فقالت اذا بلغت
هذه الآية فاذنّي حافظوا على الصلوٰت
والصلوٰة الوسطى فلما بلغتها اذنتها فاملت
علي حافظوا على الصلوٰت والصلوٰة الوسطى
وصلوٰة العصر وقوموا لله قانتين

وامّا وقوع التبديل فی الفاظ القران

ففی الموطاء مالك انه سئل ابن شهاب
عن قول الله تبارك و تعالیٰ یا ایها الذین
آمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة
فاسعوا الیٰ ذکر الله فقال ابن شهاب
کان عمر بن الخطاب یقرءها اذا نودی للصلوٰة
من یوم الجمعة فامضوا الیٰ ذکر الله
قال السیوطی فی الدر المنثور اخرج ابو عبید
فی فضائله وسعید بن منصور وابن ابی
شیبه وابن المنذر وابن الانباری فی
المصاحف عن خرشه بن الحر قال رای
معی عمر بن الخطاب لوحا مکتوبا فیه یا ایها
الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰة من
یوم الجمعة فاسعوا الیٰ ذکر الله فقال
من املی علیك هذا قلت ابی بن کعب
قال ان ابیا اقرءنا للمنسوخ اقرءها فامضوا
الی الله واخرج عبد بن حمید عن
ابراهیم قال قیل لعمر ان ابیا یقرءها
فاسعوا الیٰ ذکر الله قال عمر ابی اعلمنا

رہا قرآن کے الفاظ میں تغیر و تبدل ہونا

اسکے متعلق موطاء امام مالک میں ہے کہ ابن شہاب سے
اس آیہ مبارکہ کے متعلق سوال کیا گیا یا ایہا الذین
آمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الیٰ
ذکر اللہ یعنی ای ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان
دی جائے تو ذکر خدا کیطرف دوڑو ابن شہاب نے کہا کہ حضرت
عمر اسمیں فامضوا الیٰ ذکر اللہ پڑھا کرتے تھے یعنی خدا کے
ذکر کیطرف چلو۔ اور سیوطی نے در منثور میں لکھا ہے
کہ خرشہ بن حر نے بیان کیا کہ میرے پاس حضرت
عمر نے ایک لکھی ہوئی تختی دیکھی جس میں یہ آیت
تھی مجھ سے کہنے لگے کہ یہ تمہیں کس نے لکھوائی
ہے کہا کہ ابی نے۔ کہا انہوں نے منسوخ
شدہ آیت پڑھنے کے لئے کہدیا تھا لہذا
اسمیں فامضوا الی ذکر اللہ پڑھو۔

اور ابراہیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر سے
کہا گیا کہ ابی نے ہمیں فاسعوا الی ذکر اللہ
پڑھنے کو کہا تھا آپ نے کہا ابی نے ہمیں
منسوخ شدہ آیت بتائی تھی اور خود حضرت عمر

الی ذکر اللہ واخرج الشافعی وعبد الرزاق
والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی
شیبہ وعبد بن حمید وابن المنذر و
ابن جریر وابن ابی حاتم والانباری فی
المصاحف والبیہقی فی سننہ عن ابن
عمر قال لقد توفی عمر وما یقرء ھذہ الآیۃ
التی فی سورۃ الجمعۃ الا فامضوا
الی ذکر اللہ واخرج عبد الرزاق والفریابی
وابو عبید وسعید بن منصور وابن
ابی شیبہ وعبد بن حمید وابن جریر
وابن المنذر وابن الانباری والطبرانی
من طرق عن ابن مسعود انہ کان
یقرأ فامضوا الی ذکر اللہ قال ولو کان
فاسعوا لسعیت حتی یسقط ردائی
وفی صحیح الترمذی حدثنا عبد بن حمید
حدثنا عبید اللہ عن اسرائیل عن
ابی اسحق عن عبد الرحمن بن یزید عن
عبد اللہ بن مسعود قال اقرأنی
رسول اللہ انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین
ھذا حدیث حسن والموجود فی القرآن
الآن ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین

فامضوا الی ذکر اللہ پڑھا کرتے تھے - اور شافعی -
عبد الرزاق - فریابی - سعید بن منصور - ابن ابی
شیبہ - عبد بن حمید - ابن منذر - ابن جریر
ابن ابی حاتم اور انباری نے مصاحف میں
اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عمر سے نقل
کیا ہے کہ حضرت عمر مرتے وقت تک فامضوا الی ذکر اللہ
ہی پڑھتے رہے -

اور عبد الرزاق - فریابی - ابو عبید - سعید بن
منصور - ابن ابی شیبہ - عبد بن حمید - ابن جریر
ابن منذر - ابن انباری اور طبرانی نے متعدد
طریقوں سے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ وہ
فامضوا الی ذکر اللہ پڑھا کرتے تھے اور انہوں
نے کہا کہ اگر فاسعوا الی ذکر اللہ ہوتا تو میں اتنا دوڑتا
کہ میری ردا گر جاتی -

صحیح ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے
کہ ہمیں رسول اللہ نے اسطرح پڑھنے کا حکم
دیا انی انا الرزاق ذو القوۃ المتین یعنی میں
رزق پہنچانے والا اور زبردست طاقت والا
ہوں - اور اسوقت قران میں یہ ہے ان اللہ
ھو الرزاق ذو القوۃ المتین یقیناً خدا ہی رزق
پہنچانیوالا اور زبردست طاقت والا ہے اور یہ حدیث حسن ہے

حدثنی ابی حدثنا یحیی بن آدم ویحیی بن
ابی بکر قالا حدثنا اسرائیل عن ابی
اسحق عن عبدالرحمن بن یزید عن
عبداللہ بن مسعود قال اقرأنی
رسول اللہ انی انا الرزاق قال
السیوطی فی الدر المنثور اخرج
مالک والشافعی وعبدالرزاق فی المصنف
واحمد وعبد بن حمید والبخاری
ومسلم وابوداؤد والترمذی
والنسائی وابن ماجہ وابن جریر و
ابن المنذر وابو یعلی وابن مردویہ
والبیہقی فی سننہ عن ابن عمر
انہ طلق امرأتہ وہی حائض
فذکر ذلک عمر لرسول اللہ فتغیظ
فیہ رسول اللہ ثم قال لیراجعہا ثم
یمسکہا حتی تطہر ثم تحیض
فتطہر فان بدا لہ ان یطلقہا
فلیطلقہا طاہرا قبل ان یمسہا
فتلک العدۃ التی امر اللہ تعالی ان یطلق
بہا النساء وقرأ یا ایہا النبی اذا

ہی سے مروی ہے۔

اور سیوطی نے درمنثور میں متعدد اور ثقہ
راویوں اور ارباب صحاح وسنن کے
حوالے کے ساتھ کہا ہے کہ ابن عمر نے
اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق
دی حضرت عمر نے اسکا ذکر رسول اللہ
سے کیا آپ غضبناک ہوئے اور
فرمایا کہ ابن عمر کو اسکی طرف رجوع
کرنا چاہئے پھر اُسے اپنے یہاں رکھیں
یہاں تک کہ حیض سے پاک ہو اور پھر
حیض آئے اور پھر پاک ہو پھر اگر ضرورت
ہو تو قبل اسکے کہ اس سے مقاربت کریں
حالت طہارت میں اسکو طلاق دیں یہ وہ
مدت ہے جس میں عورت کو طلاق دینے کا خداوند
عالم نے حکم دیا ہے اور رسول اللہ
نے یہ آیت پڑھی یا ایہا النبی اذا

طلقتم النساء فطلقوهن في
قبل عدتهن واخرج عبد الرزاق في المصنف
وابو المنذر والحاكم وابن مردويه عن ابن
عمران رسول الله قرء فطلقوهن في
قبل عدتهن واخرج عبد الرزاق و
ابو عبيد في فضائل وسعيد بن منصور
وعبد بن حميد وابن مردويه والبيهقي
عن ابن عباس انه كان يقرء فطلقوهن
لقبل عدتهن واخرج ابن الانباري عن
ابن عمر انه قرأ فطلقوهن لقبل عدتهن
واخرج سعيد بن منصور وعبد بن حميد
وابن المنذر وابن مردويه والبيهقي
عن مجاهد انه كان يقرء فطلقوهن
لقبل عدتهن ومن اللطائف انكم اسقطتم
من القرآن كلمات تدل على فضيلة اهل
البيت كما اسقطتم مثالب اعدائهم
كما عرفت نقلا سابقا حسب ما في ايديكم من طرقكم
قال السيوطي في تفسيره اخرج
ابن مردويه عن ابن مسعود قال
كنا نقرء على عهد رسول الله يا ايها
الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك

طلقتم النساء فطلقوهن في قبل عدتهن یعنی
اے رسول اگر تم عورتوں کو طلاق دو تو اس عدت میں
طلاق دو۔ اسکے علاوہ اسیطرح متعدد اور ثقہ
راویوں کے حوالہ سے بذریعہ ابن عمر و ابن عباس
پانچ روایتیں اور اسی مضمون کی نقل کی ہیں
کہ رسول اللہ اسکو اسیطرح پڑھتے تھے جنمیں سے
بعض میں فی قبل عدتهن ہے اور بعض میں لقبل
عدتہن۔

اور لطیفہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن میں سے جسطرح دشمنان
اہلبیت کے مطاعن و معائب ساقط کرئے
جیسا کہ سابق میں اپنی روایات سے آپ کو معلوم
ہوا اسیطرح وہ کلمات بھی حذف کر دئے جو
فضیلت اہلبیت پر دلالت کرتے تھے چنانچہ سیوطی نے
اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ ابن مردویہ نے ابن مسعود سے
روایت کی کہ ہم رسول کے زمانہ میں یوں پڑھتے تھے یا ایہا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا

ان علیا مولی المؤمنین ان لم تفعل
فما بلغت رسالتک واللہ یعصمک
من الناس قال المیرزا محمد بن معتمد
خان البدخشانی وھو من عظماء
اھل السنة فی مفتاح النجا واخرج
ای ابن مردویہ عن زر عن عبد اللہ
قال کنا نقرء علی عھد رسول اللہ یا
ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک
ان علیا مولی المؤمنین وان لم تفعل
فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من
الناس وفی معارج النبوة
فی مدارج الفتوة للشیخ عبد الحق
الدھلوی ان النبی ص قال لمبارزة
علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی
الی یوم القیمة وکان ابوبکر وعمر جالسین
عند النبی اذ دخل علی فقاما وقبلا
راسہ وقرء ابن مسعود وکفی اللہ
المؤمنین القتال بعلی وکان اللہ قویا

مولی المومنین ہیں اے رسول ہم تم کو خبردار کر
تمہارے پاس نازل ہو چکا ہے کہ علی مومنین کے مولا ہے
میں اُسے پہنچا دو۔ اور میرزا محمد بن معتمد خان
بدخشانی نے جو اہلسنت کے بڑے علماء میں سے
ہیں کتاب مفتاح النجات میں بھی اس روایت کو
نقل کیا ہے۔

اور معارج النبوة مصنفہ شیخ دہلوی میں ہے کہ
جناب رسالتمآب نے روز خندق علی کی جنگ
کے متعلق فرمایا کہ وہ میری تمام امت کی
قیامت تک کی عبادت سے بہتر ہے اور
اسوقت حضرت ابوبکر و عمر بھی آپ کے پاس
بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ حضرت علی آئے ان دونوں نے
اٹھکر آنحضرت کا سر چوما اور ابن مسعود نے پڑھا
وکفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ قویا

عه آیہ تبلیغ اور آیہ کفی اللہ المومنین سے نام علی نکال دینے کے ثبوت میں ملاحظہ ہو تفسیر در منثور مطبوعہ
مصر ص۱۹۳ و ص۲۹۱ نیز روضة الصفا ج ۲ مطبوعہ بمبئی ص۱۷ آیہ کفی اللہ المومنین
آگے ... ۱۲ مترجم

عزیزا قال السیوطی فی الدر المنثور

اخرج ابی حاتم وابن مردویہ وابن

عساکر عن ابن مسعود انہ کان

یقرء ھذا الحرف وکفی اللہ المومنین

القتال بعلی بن ابیطالب قال المیرزا محمد

البدخشانی فی مفتاح النجاۃ اخرج

ابن مردویہ عن ابن مسعود انہ

کان یقرء ھذا الحرف وکفی اللہ المومنین

القتال بعلی بن ابیطالب وکان اللہ قویا

عزیزا وقد عرفت سابقا عن تفسیر

الثعالبی اسقاط لفظ وال محمد

عن آیۃ ان اللہ اصطفی آدم ونوحا

وال ابراھیم وال عمران وال محمد علی العالمین

ومن الطف اللطائف انکم ما اقتصرتم

علی اخراج الروایات الدالۃ علی وقوع

النقصان والتبدیل والتغییر

اخرجتم الدالۃ علی وقوع الغلط و

الخطاء فی القرآن الشریف قال العلامۃ

الدھلوی ان الثعلبی فی تفسیرہ

وابن قتیبہ فی المشکل یرویان عن عثمان

قال قولہ تعالی ان ھذان لساحران

عزیزا یعنی خداوند عالم نے علی کی وجہ سے جہاد میں مومنین

کی کفایت کی اور خدا قوت وعزت والا ہے۔ اور سیوطی

نے بھی درمنثور میں بیان کیا ہے کہ ابن مسعود اس آیت

میں حضرت علی کا نام پڑھتے تھے۔

اور بحوالہ تفسیر ثعلبی یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے

کہ آیۂ ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا سے لفظ آل محمد

گرا دیا گیا

اور سب سے بڑھ کر لطیفہ یہ ہے کہ آپ حضرات (اہلسنت)

نے محض انہی روایات کے نقل کرنے پر اکتفا نہیں کی

جو قرآن میں کمی اور تغیر وتبدل کے واقع ہونے پر

دلالت کرتی ہیں بلکہ ایسی روایتیں بھی بیان کی

ہیں جو قرآن شریف میں غلطی اور خطا واقع ہونے پر دلالت

کرتی ہیں چنانچہ شیخ دہلوی نے لکھا ہے کہ ثعلبی نے

اپنی تفسیر میں اور ابن قتیبہ نے مشکل میں روایت کی کہ

حضرت عثمان نے کہا کہ قول خدا تعالےٰ ان ہذان لساحران

لحنا فقال [illegible]
فقال دعوه فانه لا یحلل حراما ولا یحرم
حلالا وفی بعض نسخ الروایۃ قال
عثمان ان فی المصحف لحنا وسیقیمہ
العرب بالسنتہم فقیل لہ الا تغیرہ
فقال دعوہ فلا یحلل حراما ولا یحرم
حلالا قال السیوطی فی الدر المنثور
اخرج ابن ابی داؤد عن عبد الاعلی
بن عبد اللہ ابن عامر القرشی قال لما
فرغ من المصحف اتی بہ عثمان فنظر
فیہ فقال قد احسنتم واجملتم اری
شیئا من لحن وسیقیمہ العرب بالسنتہا
قال ابن ابی داؤد وھذا عندی یعنی
بلغتہا فینا والا فلو کان فیہ لحن لا یجوز
فی کلام العرب جمیعا لما استجاز ان
یبعث الی قوم یقرءونہ واخرج ابن
ابی داؤد عن عکرمہ قال لما اتی عثمان
بالمصحف رای فیہ شیئا من لحن
فقال لو کان المملی من ھذیل والکاتب
من ثقیف لم یوجد فیہ ھذا واخرج
ابن ابی داؤد عن قتادہ ان عثمان لما رفع

(یعنی یہ دونوں جب دو نونوں) میں غلطی ہے ایک شخص نے کہا
آپ اس غلطی کو درست کر دیجئے فرمایا کہ رہنے دو یہ کسی
حلال اور حلال کو حرام نہیں کرتی۔ اور روایت کے بعض
نسخوں میں ہے کہ حضرت عثمان نے کہا تحقیق کہ قرآن میں
ایک غلطی ہے جسے عرب اپنی زبانوں میں درست کر لینگے
کہا گیا کہ کیا آپ اسکو نہ بدلینگے فرمایا رہنے دو یہ کسی حلال کو
حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتی۔ سیوطی نے در منثور میں
کہ ابن ابی داؤد نے بیان کیا کہ جب عبد الاعلی بن عبد اللہ
ابن عامر قرشی نے کتابت قرآن سے فراغت کی
تو اُسے حضرت عثمان کے سامنے لائے انہوں نے اُسے
دیکھا اور کہا کہ تم نے خوب لکھا ہے اور اچھا لکھا ہے
میں اسمیں کچھ غلطی پاتا ہوں اسکو عرب اپنی زبانوں
سے عنقریب درست کر لینگے۔ راوی کہتا ہے کہ اپنی زبانوں
سے درست کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ عرب اسکو اپنے
لہجہ کے ذریعہ سے جو ہمارے زمانہ میں مستعمل ہے
درست کر لینگے ورنہ اگر اسمیں ایسی غلطی ہوتی جو تمام عرب کے
کلام میں ناجائز ہوتی تو یہ جائز نہ تھا کہ قرآن ان لوگوں کے پاس
بھیجا جاتا جو اسے پڑھیں۔ اور ابو داؤد نے عکرمہ سے نقل کیا ہے
کہ جب قرآن حضرت عثمان کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اسمیں غلطی
دیکھی اور کہا کہ اگر بولنے والا ہذیل سے اور لکھنے والا ثقیف سے
ہوتا تو اسمیں یہ غلطی نہ پائی جاتی۔ اور ابن ابی داؤد نے قتادہ

ليه المصحف فقال ان فيه لحنا
وسيقيمه العرب بالسنتها
واخرج ابن ابي داؤد عن يحيى بن
يعمر قال قال عثمان ان في القرآن
لحنا وسيقيمه العرب بالسنتها
وقال في الاتقان عن ابي عبيد حدثنا
حجاج عن هارون بن موسى اخبرني الزبير
بن الخريت عن عكرمة قال لما كتبت
المصاحف عرضت على عثمان فوجد فيها
حروفا من اللحن فقال لا تغيروها
فان العرب ستغيرها او قال ستعربها
بالسنتها لو كان الكاتب من ثقيف والمملي
من هذيل لم يوجد فيه هذه
الحروف اخرجه من هذه الطريق ابن
الانباري في كتاب الرد على من خالف
مصحف عثمان وابن اشتة في كتاب
المصاحف ثم اخرج ابن الانباري نحوه من
طريق عبد الاعلى بن عبد الله بن عامر
وابن اشتة نحوه من طريق يحيى

نقل کیا ہے کہ جب قران حضرت عثمان کے پاس لایا گیا تو انہوں
نے کہا کہ اسمیں غلطی ہے عرب اپنی زبانوں سے عنقریب اسکو
درست کرینگے - اور یحییٰ ابن یعمر سے نقل کیا ہے
کہ حضرت عثمان نے کہا کہ قران میں غلطی
ہے جسے عرب عنقریب اپنی زبانوں سے درست کرینگے
اور سیوطی نے اتقان میں کہا ہے کہ عکرمہ
نے بیان کیا کہ جب قران لکھے گئے
تو حضرت عثمان کے سامنے پیش کیے گئے
انہوں نے اُسمیں کچھ حروف غلط پائے اور کہا
کہ انہیں متغیر نہ کرنا عرب اُن کو خود متغیر
کرینگے یا یہ کہا کہ اپنی زبانوں سے (فصیح)
عربی کرلینگے اگر لکھنے والا بنی ثقیف سے اور
بولنے والا بنی ہذیل سے ہوتا تو یہ حروف اسمیں نہ پائے
جاتے - اور اس حدیث کو اسی طریق سے ابن انباری
نے اپنی اس کتاب میں جسمیں انہوں نے مخالفین
مصحف عثمان کی رد کی ہے - اور ابن اشتہ نے
کتاب مصاحف میں نقل کیا ہے پھر ابن انباری
نے عبد الاعلیٰ اور ابن اشتہ نے یحییٰ
بن یعمر کے طریقہ سے بھی اسی طرح کی اور

...سے یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ قران وہی قران ہے جو آجکل ہمارے پاس ہیں یعنی انمیں غلطی تجویز کرنا انمیں غلطی تسلیم کرنا ہے
...اور یہی اہلسنت کی کتب و روایات سے ثابت کیا جا رہا ہے ۱۲ مترجم

بن نعیم و فی تفسیر الفقیہ ابو اللیث
السمرقندی قال ای ابو عبید روی عن
عثمان بن انہ عرض علیہ المصحف فوجد
فیہ حروفا من اللحن فقال لو کان
الکاتب من ثقیف والمملی من ھذیل
لم یوجد فیہ ھذا الخلاف قال
السیوطی فی الاتقان قال ابو عبید
فی فضائل القرآن حدثنا ابو معویہ عن
ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن جدہ
قال سئلت عایشہ عن لحن القرآن
عن قولہ ان ھذان لساحران و عن
قولہ والمقیمین الصلوۃ والمؤتون
الزکوۃ و عن قولہ ان الذین اٰمنوا والذین
ھادوا والصابئون والنصاری
قالت یا ابن اخی ھذا عمل الکتاب اخطؤا
فی الکتاب ھذا اسناد صحیح علی
شرط الشیخین انتہی و قال فی
الدر المنثور اخرج ابو عبید فی فضائل
وسعید بن منصور وابن ابی شیبہ
وابن جریر وابن ابی داود وابن المنذر

حدیث نقل کی ہے اور فقیہ ابو لیث کی تفسیر میں بھی
اسیطرح کی حدیث موجود ہے۔

اور سیوطی نے اتقان میں بیان کیا ہے
ہشام ابن عروہ نے اپنے باپ سے
اُسکے باپ نے اسکے دادا سے روایت کی
کہ میں نے حضرت عائشہ سے آیہ ان ہذان لساحران
اور مقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ
ان الذین آمنوا والذین ہادوا والصابئون
والنصاریٰ میں قرآن کی غلطی کی نسبت
سوال کیا۔ آپ نے کہا کہ اے
بھتیجے یہ لکھنے والوں کا کام ہے انہوں نے
قرآن میں غلطیاں کردیں اس حدیث کی سند صحیح ہے
بنا بر کہ شیخ بخاری و مسلم نے حدیث صحیح کو ہی نقل
کیا ہی انتہی۔

القرآن الذين آمنوا والذين هادوا
والصابئون والمقيمين الصلوٰة
والمؤتون الزكوٰة وان هٰذان لساحران
فقالت يا ابن اختي هٰذا عمل الكتاب
اخطاؤا في الكتاب و اورده الراغب
في المحاضرات قال الداني في المقنع حدثنا
الخاقاني ثنا احمد بن محمد قال ثنا علي بن
عبد العزيز قال ثنا ابو عبيد قال ثنا
ابو معاوية عن هشام بن عروة عن
ابيه قال سئلت عائشة عن لحن القرآن
عن قول الله عز وجل ان هٰذان لساحران
وعن قوله والمقيمين الصلوٰة والمؤتون
الزكوٰة وعن قوله تعالى ان الذين آمنوا
والذين هادوا والصابئون فقالت
يا ابن اختي هٰذا عمل الكتاب اخطؤوا
في الكتاب قال السيوطي في الدر المنثور
اخرج سعيد بن منصور واحمد وعبد
بن حميد والبخاري في تاريخه وابن المنذر
وابن اشتة وابن الانباري معاني
المصاحف والدارقطني في الافراد والحاكم
وصححه وابن مردويه عن عبيد بن

اور سیوطی نے درمنثور میں اور راغب نے محاضرات
میں اور دانی نے مقنع میں بھی حضرت عائشہ
ہی سے اس روایت کو وارد کیا ہے۔

اور سیوطی نے درمنثور میں متعدد راویوں
اور چند کتابوں (تاریخ بخاری۔ مصاحف
اور افراد) کے حوالوں سے حضرت عائشہ کی
روایت نقل کی ہے کہ راوی نے آپ سے
سوال کیا کہ رسول اللہ اس آیت
کو کس طرح پڑھتے تھے والذین یؤتون

عمیر رضی اللہ عنہ انہ سئل
عائشہ کیف کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ھذہ الآیاتہ والذین یؤتون ما اتوا
والذین یاتون ما اتوا فقالت ایتھما
احب الیک قلت والذی نفسی بیدہ
لاحدیھما احب الی من الدنیا
جمیعا قالت ایتھما قلت الذین
یاتون ما اتوا فقالت اشھد ان
رسول اللہ کذالک کان یقرأھا وکذالک
انزلت ولکن الھجاء حرف وقال فی
الاتقان تذنیب لقرب مما تقدم
عن عائشہ ما اخرجہ الامام احمد فی
مسندہ وابن اشتہ فی المصاحف
من طریق اسمعیل المکی عن ابی
خلف مولی بنی جمح انہ دخل
مع عبید بن عمیر علی عائشہ الی
اخر ما رواہ عنھا فی الدر المنثور
وقال فی الاتقان عاطفا علی ما سلف
وما اخرجہ ابن الانباری من طریق
عکرمہ عن ابن عباس انہ قرء

ما اتوا یا والذین یاتون ما اتوا راوی کہت
آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں کونسی
زیادہ پسند ہے میں نے کہا کہ بخدا مجھے ا
ایک تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے
وہ کونسی میں نے الذین یاتون ما ات
میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ اسی
پڑھتے تھے اور اسی طرح یہ نازل ہوئی
ہجے بدل دیے گئے۔

اور اتقان میں بھی ثقہ راویوں اور سند
کے حوالے سے اسی مضمون کی روایت ول

اور اتقان ہی میں اپنے بیان سابق کی طرف
رُخ کرکے کہا ہے کہ ابن انباری نے
عکرمہ ابن عباس کی روایت نقل کی ہے ک

الله لهدى الناس جميعا فقيل له
انها في المصاحف افلم ييأس الذين امنوا
قال اظن ان الكاتب كتبها وهو
ناعس وقال في الدر المنثور اخرج
ابن جرير وابن الانباري في المصاحف
عن ابن عباس انه قرء الى اخره قال في
الاتقان وقال فيه ايضا اخرج
الفريابي وسعيد بن منصور وابن
جرير وابن المنذر وابن الانباري
في المصاحف من طريق سعيد بن
جبير عن ابن عباس في قوله وقضى
ربك ان لا تعبدوا الا اياه قال
التزقت الواو بالصاد وانتم تقرؤنها
وقضى ربك (يعني ان الاية كانت
هكذا ووصى ربك فحرفت بوقضى
ربك واخرج ابو حاتم من طريق
الضحاك عن ابن عباس واخرج ابو
عبيد وابن المنيع وابن المنذر و
ابن مردويه من طريق ميمون بن
مهران عن ابن عباس قال انزل الله
هذا الحرف على لسان نبيكم ووصى

امنوا ان لو یشاء الله لهدى الناس جمیعا یعنی کیا
ایمان والوں نے اس امر کو اچھی طرح نہیں سمجھ لیا ہے
کہ اگر خدا چاہے تو سب لوگوں کو ہدایت کر دے (یعنی
انہیں سمجھ لینا چاہیے) اسکے متعلق اُنسے کہا گیا کہ
یہ قرآنوں میں اسطرح ہے افلم ییأس الذین امنوا الخ یعنی
کیا ایمان والے اس سے مایوس نہیں ہو گئے ہیں الخ (یعنی
انہیں مایوس ہو جانا چاہیے) انہوں نے کہا میں گمان کرتا ہوں
کہ کاتب نے اونگھتے میں لکھ دیا ہے۔ اور درمنثور میں بھی
اس تمام روایت کو نقل کیا ہے۔ اور اسی کتاب میں لکھا ہے
کہ ابن عباس نے آیہ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ
(یعنی تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اسکے کسی کی
عبادت نہ کرو) کے متعلق فرمایا کہ اسمیں واو صاد سے
ملگئی اور تم قضی ربک پڑھنے لگے (یعنی آیت اسطرح
تھی ووصی ربک مگر اسطرح بدلگئی وقضی ربک)
اور (ابن عباس ہی سے) اسی مضمون کی روایت دوسرے
موثق اور شاندار طریقوں سے بھی وارد کیگئی ہے۔ اور
سیوطی نے اتقان میں بھی اسی مضمون کی تین روایتیں
موثق و مستند طریقوں کے ساتھ ابن عباس ہی سے نقل کی ہیں
جنمیں سے بعض میں یہ بھی ہے کہ کاتب کے قلم میں روشنائی
زیادہ لگ گئی اسلیئے واو صاد سے ملگئی اور بعض میں
یہ اور اضافہ ہے کہ اگر قضی ربک ہوتا تو کوئی شرک اور

نافرمانی نہ کر سکتا۔

وربك ان لا تعبدوا الا اياه فلصقت
احدى الواوين بالصاد فقرا الناس
وقضى ربك ان لا تعبدوا الا اياه
ولو نزلت على القضاء ما اشرك به احد
قال السيوطی فی الاتقان اخرج
سعيد بن منصور من طريق سعيد
بن جبير عن ابن عباس انه كان يقول
فی قوله وقضى ربك انما هی ووصى
ربك التزقت الواو بالصاد واخرجه
ابن اشتة بلفظ استمد الكاتب
مدادا كثيرا فالتزقت الواو بالصاد
واخرج هو من طريق الضحاك عن
ابن عباس انه كان يقرء ووصى
ربك ويقول امر ربك انهما واوان
التصقت احديهما بالصاد و
اخرج من طريق اخر عن الضحاك
انه قال وكيف تقرء هذا الحرف قال
وقضى ربك قال ليس كذلك نقرئها
نحن ولا ابن عباس انما هی ووصى
ربك كذلك كانت تقرء وتكتب فاستمد
[illegible]

فالتزقت الواو بالصاد ثم قرء و
لقد وصينا الذين اوتوا الكتاب ولو
نزلت على قضاء من الرب لم يستطع احد
رد قضاء الرب ولكنه وصيته اوصى
بها العباد انتهى

وقال فيه ايضا عاطفا على ما سبق
وما اخرجه سعيد بن منصور وغيره
من طريق عمرو بن دينار عن عكرمه
عن ابن عباس انه كان يقرء ولقد
آتينا موسىٰ وهارون الفرقان ضياءً
(يعنى بدون الواو بدل وضياءً معها)
ويقول خذوا هذه الواو واجعلوها
ههنا والذين قال لهم الناس قد
جمعوا لكم واخرجه ابن ابى حاتم من
طريق الزبير بن الخريت عن عكرمة
عن ابن عباس قال انزعوا هذه الواو
فاجعلوها فى الذين يحملون العرش
ومن حوله انتهى وفى الدر المنثور
مثله لكن من طريق سعيد بن منصور
وابن المنذر عن ابن عباس و
قال فى الاتقان عاطفا على ما سبق

اور سیوطی نے اتقان ہی میں اپنے بیان سابق کی
طرف رجوع کرتے ہوئے کہا ہے کہ عکرمہ سے
روایت ہے کہ ابن عباس اسطرح پڑھتے تھے و
لقد آتینا موسےٰ وہارون الفرقان ضیاءً
ہم نے موسےٰ وہارون کو فرقان بطور روشنی دیا
(یعنی ابن عباس بغیر واو کے الفرقان ضیاءً
کی جگہہ الفرقان ضیاءً پڑھتے تھے) اور فرماتے
تھے کہ اس واو کو یہاں سے لیکر اس آیت میں رکھدو
والذین قال لہم الناس ان الناس قد جمعوا لکم (یعنی وہ لوگ
جن سے لوگوں نے کہا کہ آدمی تمہارے لئے جمع ہوگئے ہیں)
اور دوسرے طریقہ روایت کی بنا پر آپنے یہ فرمایا کہ اس واو کو یہاں
سے ہٹادو اور اس آیت میں رکھدو والذین یحملون العرش ومن حولہ
(یعنی وہ فرشتے جو عرش کو اور اُن فرشتوں کو جو عرش کے گرد میں اٹھائے
ہوئے ہیں) انتہی۔ اور در منثور میں بھی ایک دوسرے
طریقہ سے اسی مضمون کی روایت ہے۔ اور اتقان میں
اپنے مضمون سابق کے متعلق کچھ کہتے ہوئے لکھتے ہیں

وما اخرج ابن اشتہ وابن ابی حاتم
من طریق عطاء عن ابن عباس فی
قولہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ قال
ھی خطاء من الکاتب ھو اعظم من
ان یکون نورہ مثل نور المشکوٰۃ
انما ھی مثل نور المؤمن کمشکوٰۃ

وفی الدر المنثور اخرج ابن ابی حاتم
عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ مثل نورہ الخ
الی ما قال فی الاتقان فانظر بعین
الانصاف ایہا الحبر الجلیل الی ہذہ
الروایات الصریحۃ فی کون القرآن الذی
بایدینا الآن مشتملا علی الغلط و
اللحن بحیث لا یقبل تاویلا اصلا
ولہذا اضطر المحققون من اہل السنۃ
والجماعۃ الی فتح باب التاویل وما اتوا بشیء
یسمن ویغنی من جوع وکلہا تاویلات
باردۃ وتکلفات رکیکۃ لا موقع ہہنا
لذکرہا ووجہ بطلانہا وان اردت
ان تعرفہما فلا بد من سوال آخر
ہذہ المسئلۃ کی یجاب عنہ فکیف

کہ ابن عباس سے آیہ مبارکہ مثل نورہ
کمشکوٰۃ کے متعلق فرمایا کہ اسمیں کاتب
کی غلطی ہے خدا کی شان اس سے بزرگ
ہے کہ اسکا نور مشکوٰۃ (چراغدان) کے
نور کی مثل ہو یہ آیت اصل میں یوں ہے
مثل نور المؤمن کمشکوٰۃ اور در منثور میں بھی
ابن عباس سے اسیطرح کی پوری روایت
منقول ہے۔

مولانا! ذرا نگاہ انصاف سے ان روایات
کو ملاحظہ فرمائیے جو اس امر میں صراحت کے
ساتھ وارد ہیں کہ جو قرآن اسوقت ہمارے
ہاتھ میں ہے وہ ایسی غلطیوں پر مشتمل ہے جو بالکل
ناقابل تاویل ہیں۔ اسی لئے تو محققین
اہلسنت تاویل کا دروازہ کھولنے پر مجبور ہوئے
مگر پھر بھی کوئی ایسی چیز نہ پیش کر سکے
جس سے تسلی اور سیری ہو بلکہ وہ تمام تر
تاویلات باردہ اور تکلیفات رکیکہ ہیں جنکے
ذکر اور طریقہ بطلان کا یہاں موقع نہیں
اور اگر آپ ان تاویلات کو اور انکے طریقہ بطلان
کو معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ

الكرام بالنقص والتبديل والتحريف
والغلط واللحن بطلان القرآن وبطلان
الاسلام ولكن اذا ورد روايته من
طريق الشيعة دلت على ذلك يلزم
هدم الدين وبطلان القرآن هذا
لشيء عجاب ومن افصح الفضائح
انه يستفاد من طريقتكم ان الله
سبحانه ورسوله وصحابته الكرام كانوا
العياذ بالله غالطين وهم لا يشعرون
واذا عرض بعض الاولياء والعرفاء
من الامة القرآن على الله تعالى صححه الله
قال الشيخ عبد الوهاب بن احمد بن علي
الشعراني في كتاب اليواقيت والجواهر كان
حمزة بن الزيات يقول قرأت سورة يس
على الحق تعالى حين رأيته فلما قرأت
تنزيل العزيز الرحيم بضم اللام فرد
علي الحق تعالى تنزيل بفتح اللام وقال
اني نزلته تنزيل وقال قرأت عليه
جل وعلا ايضا سورة طه فلما
بلغت الى قوله وانا اخترتك فقال
تعالى وانا اخترناك ثم صدق كلام

دیا جائے (اور آپ کو سب پتہ چلجائے) لیکن یہ تو بتائیے
کہ صحابہ کرام کی ان تمام صریحات سے جو قرآن
میں کمی۔ تغیر و تبدل تحریف اور غلطی کے متعلق
نقل کیگئیں قرآن کا اور اسلام کا باطل ہونا کیوں لازم
نہیں آتا اور اگر شیعوں کے طریقے سے کوئی ایسی روایت
وارد ہوئی جس نے ان امور پر دلالت کی تو اس سے
انہدام دین اور بطلان قرآن سب کچھ لازم آتا ہے بیشک
یہ عجیب چیستاں ہے اور سخت ترین رسوائی کی بات یہ ہے
کہ آپکے مذہب سے مستفاد ہوتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند عالم
اور رسول اللہ اور صحابہ کرام سب غلطی کرتے تھے اور انہیں
شعور نہ تھا اور جب امت کے بعض اولیاء وارباب
معرفت نے خدا کے سامنے قرآن پڑھا تو اُسنے اسکی تصحیح
کی چنانچہ شیخ عبد الوہاب بن احمد بن علی شعرانی نے
کتاب یواقیت وجواہر میں لکھا ہے کہ حمزہ بن زیات کہتے
تھے کہ میں نے جب خداوند عالم کو دیکھا تھا تو اُسکے سامنے
سورۂ یٰس پڑھی پس جب میں نے تنزیل العزیز الرحیم کو
پیش کے ساتھ پڑھا تو خداوند عالم نے میری رد میں تنزیل
العزیز الرحیم زبر کے ساتھ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے
اسکو پیش کے ساتھ نازل کیا تھا (لیکن اب میں ملتفت ہوا کہ
اسے زبر کے ساتھ ہونا چاہئے) اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے
خداوند عالم کے سامنے سورۂ طہٰ بھی پڑھی پس جب میں

حمزة بن الزيات بقوله فهی قراءة برز
انظروا ان اعتقاد ای الطائفتين
فلابد فی حق کلام الله الذی لا یاتیه
باطل من بين يديه ولا من خلفه ثم
انظروا ان عبد الله بن مسعود
الذی هو من کبار الصحابة وجعله
رسول الله خليفته فی امته من حيث
قرأته القران والفقه والموعظة کان
ينکر علی عثمان جمعه القران وامره زيد بن
ثابت بجمعه ويعتقد ان قرانه حق
مع ان قرانه متصف بالزيادة و
النقصان عند اکابر اهل السنة والجماعة
قال ابن الاثير فی جامع الاصول بعد
ذکر رواية فی ترتيب القران وجمعه
وزاد الترمذی قال الزهری فاخبرنی
عبيد الله بن عبد الله بن مسعود انه
ای ابن مسعود کره لزيد بن ثابت

قول خداوند عالم وانا اخترتک پر پہنچا تو خداوند عالم
وانا اخترناک فرمایا اور پھر یہ کہکر حمزہ بن زیات کے کلام
(یعنی وانا اخترنک) کی تصدیق فرمائی (اسی کو مجمع ز
کہ یہی قرأت صحیح جو اسوقت تک ظاہر ہوئی جب تم نے ہمارے سا
اس آیت کو پڑھا مولانا! اب آپ ملاحظہ فرمائے کہ
گروہوں میں سے اس قرآن کے متعلق جسکے آگے پیچھے کہیں
سے باطل آہی نہیں سکتا کس گروہ کا اعتقاد فاسد ہے
(حمزہ بن زیات کے کلام کی تصدیق کرنیوالوں کا جو موجودہ
الفاظ قرآن کے خلاف حمزہ کے قول کو سچا کہتے ہیں یا دوسرے
فریق کا جسکے نزدیک موجودہ الفاظ صحیح ہیں) پھر آپ یہ
ملاحظہ فرمائے کہ عبد اللہ ابن مسعود جو بڑے اصحاب میں سے
تھے اور جنکو رسول نے بحیثیت قرأت قرآن و فقہ و موعظہ
اپنی امت میں اپنا خلیفہ قرار دیا تھا وہ حضرت عثمان کے
قرآن جمع کرنے کو اور انکے زید بن ثابت کو جمع قرآن کا حکم
دینے کو برا سمجھتے تھے اور عبد اللہ ابن مسعود یہ اعتقاد رکھتے
تھے کہ میرا قرآن حق ہے حالانکہ انکا قرآن اکابر علمائے اہل سنت
کے نزدیک زیادتی اور کمی سے متصف ہے چنانچہ ابن اثیر

عه اس جملہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ بوذخیتہ ہو جسکے اعتبار سے ترجمہ کیا گیا ہے دوسرے
یہ بوذخیتہ ہونے کے اعتبار سے یہ معنی ہونگے کہ یہ قرأت صحیحہ ہے جو تمہیں ہم نے سوتے میں
کی ہے اسلئے کہ سونے کی حالت بیداری اور موت کے درمیان ہوتی ہے اور برزخ موت

نسخ المصاحف وقال یا معشر المسلمین
اُعزل عن نسخ المصاحف ویتولاها
رجل واللّٰه لقد اسلمت وانہ لفی صلب
رجل کافر یعنی زید بن ثابت ولذالک
قال عبداللّٰه بن مسعود یا اهل
القرآن اکتموا المصاحف التی عندکم و
غلوها فان اللّٰه یقول ومن یغلل یأت
بما غل یوم القیمة فالقوا اللّٰه بالمصاحف
قال ابن الحجر فی فتح الباری وفی روایة
للنسائی وابی عوانة وابن ابی داؤد
من طریق ابی شهاب عن الاعمش
عن ابی وائل قال خطبنا عبداللّٰه
بن مسعود علی المنبر فقال ومن یغلل
یأت بما غل یوم القیمة غلوا مصاحفکم
وکیف تامرونی ان اقرء علی قرأة
زید بن ثابت وقد قرأت من فی
رسول اللّٰه وفی روایة حمید بن مالک
بیان السبب فی قول ابن مسعود هذا
ولفظه لما امر بالمصاحف ان تغیر ساء
ذلک عبداللّٰه بن مسعود فقال من
استطاع وقال فی اخره افاترک ما

جامع الاصول میں ترتیب قرآن و جمع قرآن کے متعلق
ایک تو آیت نقل کرنے کے بعد یہ روایت نقل کی ہے
کہ عبداللہ ابن مسعود نے زید بن ثابت کے قرآن لکھنے
کو بُرا سمجھا اور کہا کہ اے گروہ مسلمین میں قرآن لکھنے سے
معزول کیا جاؤں اور دوسرا شخص یعنی (زید بن ثابت)
اسکا بیڑا اُٹھائے؟ خدا کی قسم میں اسلام لے آیا ہوں
اور وہ مرد کافر کے صلب میں ہے اسی لئے عبداللہ بن
مسعود نے کہا تھا کہ اے اہل قرآن اپنے قرآنوں کو چھپاؤ
اور انہیں پوشیدہ کر رکھو اسلئے خداوند عالم فرماتا ہے
کہ جو شخص چھپائیگا وہ قیامت میں اپنی چیز کے ساتھ آئیگا
جسے وہ چھپاتا تھا لہٰذا تم قرآنوں کے ساتھ خدا سے ملاقات
کرو۔ اور ابن حجر نے فتح الباری میں ابو وائل سے
نقل کیا ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے منبر پر ہمارے سامنے
خطبہ پڑھتے ہوئے کہا کہ جو کچھ کوئی چھپائیگا
قیامت میں اسکو لیکر آئیگا لہٰذا تم اپنے قرآنوں کو
چھپاؤ تم مجھے کسطرح حکم دیتے ہو کہیں زید بن ثابت
کی قرات کے موافق پڑھوں درحالیکہ میں وہ پڑھتا ہوں
جو رسول اللہ کے دہن سے ادا ہو چکا ہے۔ اور حمید بن مالک
کی روایت میں ابن مسعود کے اس قول کا سبب بیان
کیا گیا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں کہ جب قرآنوں میں تغیر
دینے کا حکم دیا گیا تو یہ عبداللہ بن مسعود کو بہت بُرا

اخذ من رسول الله ﷺ وفي رواية
له فقال انی غال مصحفي فمن استطاع
ان يغل مصحفه فليفعل وعند
الحاكم من طريق قال بحث فاذا
انا بالاشعري وحذيفة وابن مسعود
فقال ابن مسعود والله لا ادفعه
يعني مصحفه اقرأني رسول الله ﷺ
وهذا ابو الدرداء من اجلاء الصحابة
كان اعتقاده ان هذا القرآن مشتمل على
الزيادة في صحيح المسلم حدثنا
ابوبكر بن ابی شيبة وابو كريب واللفظ
لابی بكر قال حدثنا ابو معوية عن الاعمش
عن ابراهيم عن علقمة قال قدمنا
الشام فاتانا ابو الدرداء فقال افيكم
احد يقرء على قراءة عبد الله فقلت
نعم انا قال فكيف سمعت عبد الله
يقرء هذه الاية والليل اذا يغشى
قلت سمعته يقرء والليل اذا يغشى
والذكر والانثى قال انا والله هكذا
سمعت رسول الله ﷺ يقرء ولكن

معلوم ہوا اور انہوں نے کہا کہ کون ایسا کر سکتا ہے اور
میں ہے اور کہا کہ کیا میں اسکو چھوڑ دوں جو میں نے رسول
اور حمیر کی ایک روایت میں ابن مسعود کا یہ قول منقول
میں اپنے قرآن کو چھپاتا ہوں اور جو شخص چھپا سکے ضرور چھپا
اور حاکم کے نزدیک یہ روایت ایک طریقہ سے یوں ہے کہ
ہیں میں ایک روز چلا اور اشعری و حذیفہ و ابن مسعود کے
پاس پہنچا ابن مسعود نے کہا بخدا میں اپنے قرآن کو نہ دونگا مجھے
نے اسیطرح پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ آپکے ابو الدرداء
جلیل القدر صحابہ میں سے تھے انکا اعتقاد یہ تھا کہ یہ قرآن
پر مشتمل ہے چنانچہ صحیح مسلم میں علقمہ سے روایت ہے کہ
آئے اور وہاں ہمارے پاس ابو الدرداء آئے اور کہنے لگے
کیا تم میں سے کوئی شخص عبد اللہ ابن مسعود
قرات کی موافق پڑھتا ہے میں نے کہا ہاں
ہوں کہا تم نے اس آیت کو عبد اللہ سے کیونکر
واللیل اذا یغشی یعنی قسم ہے رات کی جب
جائے میں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ کو اسطرح
ہوے سنا ہے واللیل اذا یغشی والذکر والانثی
کہا کہ واللہ اسیطرح میں نے رسول اللہ
ہوے سنا ہے لیکن یہ سب لوگ چاہتے ہیں کہ
اسطرح پڑھوں وما خلق الذکر والانثی لیکن

الذكر والانثى فلا اتابعهم وقال الامام
فيه وحدثني علي بن حجر السعدي حدثنا
اسمعيل بن ابراهيم عن داؤد بن
ابی هند عن الشعبی عن علقمه
قال لقيت ابا الدرداء فقال لی ممن
انت قلت من اهل العراق قال من ايهم
قلت من اهل الكوفه قال هل تقرء
على قراءة ابن مسعود قلت نعم قال فاقرء
والليل اذا يغشى والنهار اذا تجلى والذكر
والانثى فضحك ثم قال هكذا سمعت
رسول الله يقرءها قال البخاري في
صحيحه حدثنا قبيصة عن عقبة قال
حدثنا سفيان عن الاعمش عن ابراهيم
عن علقمه قال دخلت فی نفر من
اصحاب عبد الله الشام فسمع بنا
ابو الدرداء فاتانا فقال افيكم من يقرء
فقلنا نعم قال فايكم اقرء فاشاروا
الیّ فقال اقرء فقرءت والليل اذا
يغشى والنهار اذا تجلى والذكر والانثى
فقال انت سمعت من في صاحبك
قلت نعم قال انا سمعتها من في

روایت بھی مسلم نے اپنی صحیح میں علقمہ ہی سے نقل
کی ہے اور دو روایتیں بخاری نے
اپنی صحیح میں نیز ایک روایت ترمذی نے اپنی
صحیح میں نقل کی ہے اور ترمذی نے اپنی
روایت کو حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ یہ سب
علقمہ ہی سے ہیں اور بعض میں کسیقدر تفصیل
وزیادتی بھی ہے مگر معنی و مطلب بالکل متحد۔

النبی و هؤلاء یابون علینا و قال
ایضا فیه حدثنا عمر و بن حفص حدثنا
ابی قال حدثنی الاعمش عن ابراهیم
قال قدم اصحاب عبد الله علی ابی
الدرداء فطلبهم فوجدهم فقال
ایکم یقرء علی قرأة عبد الله قالوا
کلنا قال فایکم احفظ فاشاروا
الی علقمة قال کیف سمعته یقرء
واللیل اذا یغشی قال علقمة والذکر
والانثی قال اشهد انی سمعت النبی
یقرء هکذا و هؤلاء یریدونی
ان اقرء ماخلق الذکر والانثی والله
لا اتابعهم وفی صحیح الترمذی
ثنا هناد ثنا ابو معویة عن الاعمش
عن ابراهیم عن علقمة قال قدمنا
الشام فاتانا ابو الدرداء فقال افیکم
احد یقرء علی قرائة عبد الله فاشاروا
الی فقلت نعم قال کیف سمعت
عبد الله یقرء هذه الایة واللیل
اذا یغشی قلت سمعته یقول

فقال لی ابو الدرداء و انا والله هکذا
سمعت رسول الله و هو یقرئها و
هؤلاء یریدونی ان اقرء و ما خلق
فلا اتابعهم هذا حدیث حسن صحیح
و هکذا قرئه عبد الله بن مسعود
واللیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی و
الذکر والانثی ویستفاد من بعض
الاخبار انه لو قدر عبد الله بن مسعود
علی هذا القرآن لاحرقه قال الراغب
فی المحاضرات و قیل احرق عثمان مصحف
ابن مسعود و ان ابن مسعود کان
یقول لو ملکت کما ملکوا لصنعت بمصحفهم
مثل الذی صنعوا بمصحفی انتهی
فانظروا ان بطلان القرآن و بطلان
الدین و تجویز القرآن و تحقیره باحراقه و
بتجویز احراقه من ای الطریقین یلزم
أ من طریق الشیعة ام من طریق
اهل السنة سلمنا توجه اعتراضکم
علینا و ائمتنا فما بالکم مع عبد الله
بن مسعود الذی من اکابر کم و من اجلتکم
و هل یکون تشوقه الی احراق قرآن

مولانا! آپ کی بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر
ہوسکتا تو ابن مسعود اس قرآن کو جلا دیتے چنانچہ
راغب اصفہانی نے محاضرات میں بیان کیا
ہے کہ حضرت عثمان نے ابن مسعود کا قرآن جلادیا
اور ابن مسعود کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے اسیطرح
قدرت ہوتی جسطرح اُنہیں ہے تو میں اُن کے قرآن کے
ساتھ وہی کرتا جو انہوں نے میرے قرآن کے ساتھ کیا تھا
مولانا! اب دیکھیے کہ قرآن و دین کا باطل ہونا اور قرآن کو
جلا کر یا اُسکا جلانا تجویز کر کے اُسکی توہین و تحقیر کرنا
کس کے مذہب کیطرف سے لازم آیا شیعوں کے مذہب
کی طرف سے یا اہلسنت کے مذہب کی طرف سے اور
آیا ابن مسعود کا حضرت عثمان کے قرآن کو جلا دینے
کیلئے مشتاق ہونا سوائے اسکے کسی اور سبب سے ہوسکتا ہے کہ اسمیں
زیادتی و کمی تھی ہرگز نہیں ہوسکتا جیسا کہ آپ حضرات اہلسنت
نے حضرت عثمان کے قرآن کو پانی میں پکانے یا

عثمان الاعن زيادة ونقيصة فيه
كما ان عذركم في طبخ عثمان مصحفه
او حرقه لئلا يكون الامن ذالك كما اعتذر
بذالك القوشجي في شرح التجريد
حيث قال الجيب بان ضرب ابن
مسعود ان صح فقد قيل انه لما
اراد عثمان ان يجمع الناس على مصحف
واحد ويرفع الاختلاف بينهم في كتاب
الله طلب مصحفه منه فابى
ذالك مع ما كان فيه من الزيادة والنقصان
ولم يرض ان يجعل موافقا لما اتفق
به اجلة الصحابة فادب عثمان لينقاد انتهى
فعلى شهادة هذين العظيمين اعني
ابن مسعود وابو الدرداء يستحق
هذا القران الذي بايدينا الطبخ او
الحرق لاشتماله على الزيادة والنقيصة
بشهادة جمع اخر غير عبد الله بن

جلا دینے کے متعلق جو عذر کیا ہے اسکی بنا سوائے اسکے کچھ نہیں
کہ (انکے نزدیک) ان مصاحف میں زیادتی اور کمی تھی اسلئے انکو
یہ سلوک کیا جیسا کہ آپکے علامہ قوشجی نے اپنی شرح تجرید میں
یہ عذر پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان پر اس اعتراض کا جواب
دیا گیا ہے کہ انکا ابن مسعود کو مارنا اگر صحیح ہے تو اسکی
یہ کہا گیا ہے کہ جب حضرت عثمان نے یہ ارادہ کیا کہ لوگوں
کو ایک قران پر جمع کر دیں اور کتاب خدا کے متعلق
میں اختلاف ہے اسے رفع کر دیں تو انہوں نے ابن مسعود سے
انکا قران طلب کیا لیکن ابن مسعود نے اس سے انکار کیا
درحالیکہ اُن کے قران میں زیادتی وکمی تھی اور وہ اس پر راضی
نہیں ہوئے کہ انکا قران اس قران کے موافق کر دیا جائے جس پر
بڑے بڑے صحابہ نے اتفاق کر لیا تھا اسلئے حضرت عثمان نے
انکو تادیب کی تاکہ وہ انکی پیروی کریں انتہی پس ان دو عظیم
حضرات یعنی ابن مسعود و ابو درداء کی شہادت کی بنا پر آپکے نزدیک
اس قران کو بھی پکائے اور جلائے جانیکا مستحق ہونا چاہئے جو ہمارے
ہاتھوں میں ہے اسلئے کہ وہ زیادتی وکمی پر مشتمل ہے جسکی گواہی
ابن مسعود اور ابو درداء کے علاوہ اور جماعت نے بھی دی ہے

عہ بہرحال آپ کے یہاں ہر طرح قران میں کمی زیادتی یعنی تحریف ثابت ہے سابقہ قرانوں میں اسلئے کہ حضرت عثمان
نے انمیں کمی زیادتی تسلیم کی اسلئے جلایا اور موجودہ مصاحف میں اسلئے کہ ابن مسعود جنکی عظمت وجلالت آپ بیان کر رہے
وہ انمیں کمی زیادتی سمجھتے اور انکو جلانا چاہتے تھے غرض مذہب اہلسنت کسی صورت سے تحریف کے جال سے

مسعود وابو الدرداء وقد علمتهم
سابقا وقد علمت ايضا قرائة
ابن مسعود عند النبي و كفى الله
المؤمنين القتال بعلي وكان الله
قويا عزيزا) نعوذ بالله من شرور
انفسنا ومن سيئات اعمالنا

اعلم اني قد وفيت بما عاهدته
من اول الامر وما اوردت هنا رواية
واحدة من طريق الشيعة بل جميع
ما اوردته هنا متخرج من صحاحكم
ومسانيدكم وكتب علمائكم ليكون
اوقع في قلب المنصف لا المتعصب
المتصلف

واما قولك في ذيل السؤال الرابع
كلما لو ثبت ما اسند الى علي امير المؤمنين
في التيمي والعدوي لبطل القرآن
ولبطل الدين الاسلام من اصله
فستعلم الجواب عند ما
نذكره في جواب السؤال
الخامس وهذا لفظه

جسکو آپ سابق میں معلوم کر چکے ہیں اور یہ بھی آپکو معلوم ہو چکا ہے
کہ آیہ وکفی اللہ المومنین کو عبد اللہ جناب رسالتمآب کے
سامنے اسطرح پڑھتے تھے وکفی اللہ المومنین القتال بعلی
وکان اللہ قویا عزیزا (اور جو قرآن اسوقت ہمارے پاس ہے
اسمیں بلفظ "بعلی" نہیں لہذا اسمیں کمی ہے اور آپکے مذہب کی بنا پر
معاذ اللہ وہ اسکا مستحق ہے کہ جلا دیا یا پھاڑ دیا جائے) ہم
اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں

مولانا! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے جو اول سے وعدہ
کیا تھا اُسے پورا کر دیا اور یہاں بھی شیعوں سے کوئی روایت نہیں
نقل کی ہے بلکہ جو کچھ لکھا ہے وہ سب آپکی صحاح آپکی مسانید اور
آپکے علماء کی کتابوں سے ماخوذ ہے تاکہ منصف شخص کے دل میں
جگہ کرے اور متعصب ہٹ دھرم کا کوئی ذمہ دار نہیں۔

رہا آپ کا چوتھے سوال کے ضمن میں یہ فرمانا
کہ جسطرح اگر وہ مضامین ثابت ہو جائیں
جو حضرت ابو بکر و عمر کے متعلق حضرت علی
کی طرف منسوب ہیں تو قرآن و اسلام
جڑ سے باطل ہو جائیں اسکا جواب آپ کو
پانچویں سوال کے جواب سے معلوم ہو جائیگا
اور آپ کا پانچواں سوال یہ ہے۔

الخامس

حکومات الدول الاسلامیہ وقضاتها کلها طواغیت ومن تحاکم الی الطاغوت فحکم لہ الطاغوت فان اخذہ فانما یاخذہ سحتا و ان کان حقہ فی الواقع ثابتا لانہ اخذہ بحکم الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویحرم علی الشیعۃ ان یتحاکموا الی الطاغوت وکل رایۃ ترفع قبل قیام القائم فصاحبها طاغوت یعبد من دون اللہ هذہ فی کتب الشیعۃ فکیف یکون اساس الدول الاسلامیۃ علی وجہ الارض من اول الاسلام الی یوم القیمۃ ان کانت عقیدۃ شعوبها ورعایاها هذہ العقیدۃ

اقول یالیت هذا الحبر الجلیل قدم هذا السؤال علی سائر الاسئلۃ فانہ هو الاساس و

پانچواں سوال

(شیعہ کہتے ہیں کہ) اسلامی سلطنتوں کی حکومتیں اور ان کے حاکم سب ظالم اور گمراہ ہیں اور جو شخص ظالم گمراہ کی طرف اپنا مقدمہ لیجائیگا اور حاکم ظالم گمراہ اُسکے موافق فیصلہ کریگا اور وہ اس فیصلے کے ذریعے کچھ مال لیگا تو وہ حرام ہوگا اگرچہ واقع میں اسکا حق ثابت ہو اسلیئے کہ وہ اُسنے ظالم گمراہ کے حکم سے لیا ہے درآنحالیکہ بندوں کو حاکم ظالم و گمراہ سے انکار و انحراف کا حکم دیا گیا ہے اور شیعوں کے لئے حرام ہے کہ وہ ظالم گمراہ سے محاکمہ کریں اور قائم آل محمد کے قیام سے قبل جو علم بلند کیا جائیگا اس علم کا مالک ظالم گمراہ ہے اور غیر خدا کی عبادت کرتا ہے۔ یہ سب کچھ کتب شیعہ میں وارد ہے پس اگر رعایا کا یہ عقیدہ ہو جائے تو ان اسلامی حکومتوں کی بنیاد کیا ہو سکتی ہے جو روئے زمین پر اول اسلام سے قیامت تک ہوئیں اور ہونگی۔

جواب

میں کہتا ہوں کہ کاش مولانا اس سوال کو تمام سوالات پر مقدم فرماتے اسلیئے کہ یہ سوال اصل و اساس ہے اور اسکے منہدم ہونے سے تمام عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے۔

ثم ان الرجل العلمی وان لم یتمالک نفسہ
فی مثل هذا المقام ویرید ان یظهر
کل مافی بالہ ولکنی متعاهد ان لا
اروی فی المقام الا ما ہو مختبر من کتب
اهل السنۃ والجماعۃ

پھر یہ کہ ایک علمی شخص اگرچہ ایسے مقام پر اپنے اوپر
قابو نہیں رکھ سکتا اور یہ چاہتا ہے کہ جو دل میں ہے
وہ سب ظاہر کر دے لیکن میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ
معرض بحث میں صرف وہی چیزیں نقل کرونگا جنہیں
اہلسنت و جماعت نے بیان کیا ہے۔

اعلم ایها الحبر الجلیل ان العلماء
اختلفوا فی ان نصب الامام بعد انقراض
زمن النبوۃ هل یجب ام لا وعلی
تقدیر وجوبہ علی اللہ ام علینا
عقلا وسمعا

مولانا! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ علماء نے اس مسئلہ
میں اختلاف کیا ہے کہ زمانہ نبوت کے بعد امام کا معین
ہونا واجب ہے یا نہیں اور اگر یہ مانا جائے کہ واجب ہے
تو اسمیں اختلاف ہے کہ خدا پر واجب ہے یا ہم پر اور
عقلاً واجب ہے یا سمعاً۔

مذهب اهل السنۃ الی انہ واجب
علینا سمعا

اہلسنت اسطرف گئے ہیں کہ ہم پر واجب ہے سمعاً۔

وقالت المعتزلۃ والزیدیۃ بل عقلا
وذهبت الامامیۃ الی انہ واجب
علی اللہ عقلا

اور معتزلہ و زیدیہ نے کہا ہے کہ ہم پر واجب ہے
مگر عقلاً، امامیہ یہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے عقلاً۔

وذهبت الخوارج الی انہ غیر واجب
مطلقا وذهب ابوبکر الاصم
من المعتزلۃ الی انہ لا یجب مع الامن
لعدم الحاجۃ الیہ وانما یجب عند
الخوف وظهور الفتن لیدفعهم
عن مفاسدهم وقال الغوطی علیہ

خوارج کا یہ مذہب ہے کہ از سر واجب ہی نہیں نہ سمعاً
اور نہ عقلاً۔ معتزلہ میں سے ابوبکر اصم کا یہ مذہب ہے
کہ اگر امن و امان ہو تو واجب نہیں اسلئے کہ اس
حالت میں امام کی کوئی ضرورت ہی نہیں ورنہ اگر خوف
ہو اور فتنے برپا ہوں تو واجب ہے کہ امام لوگوں کو مفاسد
سے روکے اور غوطی نے اسکے برعکس کہا ہے یعنی

لان الظلمة ربما لم يطيعوه وصار
سببا لزيادة الفتن هذا ما قاله
القوشجي في شرح تجريد العقائد
للمحقق الطوسي ولست هنا
بصدد بيان ما قاله الامامية وبصدد
ابرامه ونقضه بل غرضي تخريج ما ورد
في متون الصحاح الستة في اثني عشر
خليفة لرسول الله في صحيح البخاري
في الجزء الثامن منه على حد ثلث الاخير
باسناده الى جابر بن سمرة قال سمعت
النبي صلعم يقول يكون بعدي اثنا عشر
اميرا فقال كلمة لم اسمعها قال ابي
انه قال رسول الله كلهم من قريش
وباسناده الى ابن عيينة قال قال
رسول الله لا يزال امر الناس ماضيا
ما وليهم اثنا عشر رجلا ثم تكلم النبي صلعم

حال امن میں واجب ہے نہ حال فتنہ و فساد میں اسلئے کہ
حال فتنہ و فساد میں ظالم لوگ اسکی اطاعت نہ کرینگے اور
یہ زیادتی مفاسد کا سبب ہوگا یہ سب کچھ وہ ہے جو قوشجی نے
محقق طوسی کی کتاب تجرید الاعتقاد کی شرح میں بیان
کیا ہے اور ہمیں یہاں امامیہ کے قول اور اسکے ابرام
ونقض سے بحث نہیں بلکہ ان روایات کا نقل کرنا مقصود
ہے جو صحاح ستہ میں رسول اللہ کے بارہ خلفاء کے
متعلق وارد ہیں۔ پس صحیح بخاری ج ۸ میں ثلث اخیر کے
قریب جابر بن سمرہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول کو
فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے
اور اسکے بعد آنحضرت نے کوئی ایسا کلمہ ارشاد فرمایا
جسے میں نے نہیں سنا لیکن مجھ سے میرے باپ نے
کہا کہ وہ کلمہ یہ تھا کہ وہ تمام خلفاء قریش سے ہونگے
اور ابن عیینہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ
امر خلافت چلتا رہیگا یہاں تک کہ بارہ آدمی اسکے
والی ہونگے پھر رسول نے ایسا کلمہ فرمایا جو مجھ سے

لــه اتقان سے جتنی حدیثیں اس مضمون کی یہاں نقل کیجارہی ہیں سب میں یہی ہے کہ راوی نے یہ کلمہ نہیں سنا اور حقیقت
یہی ہے کہ یہ کلمہ صحاح ستہ وغیرہ کے راویوں کے سننے کی قابل بھی نہ تھا اسلئے کہ یہی کلمہ تو اصل تبرا تھا پھر وہ خدا نخواستہ
کیوں سنتے اور اگر کہیں رسول کی زبان سے تبرا سُن لیتے تو آیندہ کے لئے بڑی دقتیں ہوجاتیں لہذا اچھا ہوا
کہ نہ سُنا اسکے علاوہ جب لوگوں نے اپنی خواہشات کے خلاف الفاظ قرآن میں رکھنا نہ چاہے

بکلمة خفيت علی فسئلت ابی ماذا
قال رسول الله فقال قال کلهم من
قريش وباسناده الی عبد الله
بن عمر قال قال رسول الله صلعم لا يزال
هذا الامر فی قريش ما بقی اثنان فی
صحيح مسلم فی اول کراسة من الجزء
الرابع باسناده الی عبد الله بن
عمر مثل ما فی الاخير من صحيح البخاری
وباسناده عن جابر بن سمرة قال
سمعت النبی صلعم وبطريق اخر الی جابر
بن سمرة قال دخلت مع ابی علی النبی
فسمعته يقول ان هذا الامر لا ينقضی
حتی يمضی فيهم اثنی عشر خليفة
قال ثم تکلم بکلام خفی علی فقلت
لابی ما قال قال کلهم من قريش
وبطريق اخر عن جابر بن سمرة مثله
وبثلث طرق اخر کلها الی جابر بن
سمرة مثله وبطريق اخر عن جابر
بن سمرة قال انطلقت الی رسول
الله ومعی ابی فسمعته يقول لا
يزال هذا الدين عزيزا منيعا الی

پوشیدہ رہا میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ حضرت نے
کیا فرمایا تھا انہوں نے کہا یہ فرمایا تھا کہ وہ سب قریش
سے ہونگے۔ اور عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ جبتک
دنیا میں دو آدمی بھی باقی رہینگے خلافت قریش میں رہیگی

اور صحیح مسلم جزء اول ج ۴ میں بھی عبد اللہ بن عمر سے
اس آخری حدیث کی مثل ایک حدیث مروی ہے۔

اور جابر بن سمرہ کی وہ حدیث جو ذکر ہوئی ابتدائی
الفاظ میں ذرا اختلاف کے ساتھ چھ طریقے منقول
ہے لیکن یہ سب میں ہے کہ وہ آخری کلمہ راوی نے
نہیں سنا۔ نیز جابر بن سمرہ ہی سے مروی ہے کہ میں
خدمت رسول میں گیا اور میرے ساتھ میرے باپ بھی تھے
میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دین بارہ خلفاء ہونے
تک برابر با عزت و محفوظ رہیگا اور پھر ایسا کلمہ فرمایا جسے
لوگوں نے نہیں سنا میں نے اپنے باپ سے کہا کہ حضرت نے کیا فرمایا
تھا کہا یہ فرمایا تھا کہ وہ سب قریش سے ہونگے۔

اثناعشر خليفة فقال كلمة صمنيها
الناس فقلت لابي ما قال قال كلهم
كلهم من قريش وباسناده من
عامر بن سعد بن ابي وقاص قال
كتبت الى ابن سمرة مع غلامي
نافع ان اخبرني بشيء سمعته
من رسول الله قال فكتب الي سمعت
رسول الله صلى يوم الجمعة رجم الاسلمي
يقول لا يزال الدين قائما حتى
تقوم الساعة ويكون عليهم اثنى عشر
خليفة كلهم من قريش وسمعته
يقول عصبة من المسلمين يفتحون
البيت الابيض بيت كسرى وال
كسرى وسمعته ان بين يدي
الساعة كذابين فاحذروهم وسمعته
يقول اذا اعطى الله احدكم خيرا
فليبدء بنفسه واهل بيته وسمعته
يقول انا الفرط على الحوض و
بطريق اخر عن عامر بن سعد مثله
وفي تفسير الثعلبي في تفسير قوله تعالى

اور عامر بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے ک
میں نے جابر بن سمرہ کے پاس اپنے غلام نافع
ہاتھ لکھکر بھیجا کہ جو چیز تمنے رسول سے سنی
مجھے اس سے خبر دو جواب میں لکھا کہ میں نے
جمعہ کے دن اس روز کی شام کو جسمیں اسلمی
سنگسار کیا گیا تھا رسول کو فرماتے ہوئے
سنا کہ یہ دین قیام قیامت تک قائم
اور اُسمیں بارہ خلفاء ہونگے جو سب قریش
سے ہونگے اور میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا
کہ مسلمانوں میں سے ایک گروہ بیت ابیض
یعنی کسرےٰ و آل کسرےٰ کے گھر کو فتح کریگا اور
نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قبل قیامت
کچھ جھوٹے لوگ ہونگے تم اُنسے ڈرنا اور
ہوئے سنا کہ جب خدا تم میں سے کسیکو خیر
فرمائے تو اُسے چاہئے کہ اپنے نفس اور اپنے اہلبیت
اسکی ابتدا کرے اور یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں حوض کوثر
پر سب سے پہلے پہنچونگا اور اسی کی مثل حدیث بذریعہ
بن سعد دوسرے طریقہ سے بھی منقول ہے۔ اور

الی ان عمر ان رسول اللّٰہ قال لن یزال
ھذا الشان فی قریش ما بقی اثنان و
باسنادہ عن ابی بردہ قال قال
رسول اللّٰہ الامراء من قریش لی علیہم
حق ولہم علیکم حق ما حکموا فعدلوا
واسترحموا و عاھدوا فوفوا و زاد
خالد فمن لم یفعل ذلک فعلیہ
لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین
وفی الجمع بین الصحیحین للحمیدی
الحدیث الثانی من المتفق علیہ من مسلم
والبخاری من مسند جابر بن سمرہ
وباسنادہ عن عبد الملک بن عمیر
عن جابر بن سمرہ قال سمعت النبی
یقول یکون بعدی اثنی عشر امیرا
فقال کلمۃ لم اسمعہا فقال ابی قال
کلہم من قریش کذا فی حدیث شعبہ
وفی حدیث ابن عیینہ قال لا یزال
امر الناس ماضیا ما ولیہم اثنی عشر
رجلا ثم تکلم النبی بکلمۃ خفیت
علی فسئلت ابی ماذا قال رسول
اللّٰہ قال قال کلہم من قریش

روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جب تک دنیا میں
دو آدمی بھی رہیں گے یہ شان خلافت قریش میں رہے گی
اور ابو بردہ سے ارشاد رسول مروی ہے کہ خلفاء قریش
سے ہونگے میرا انپر حق ہے اور انکا تمپر حق ہے جب وہ
حکم کرینگے تو عدل کرینگے جب انسے رحم کی خواہش کیجائیگی
تو رحم کرینگے اور جب وعدہ کرینگے تو اسے وفا کرینگے
اور خالد نے اور نقل کیا ہے کہ جو ایسا نکرے اسپر خدا
اور ملائکہ اور سب آدمیوں کی لعنت ہے ۔ اور یہ حقنی بھی
روایتیں نقل کیگئیں انکو آپ کے مستند عالم حمیدی نے
کتاب جمع بین الصحیحین میں اور زرین عبدری نے
جمع بین الصحاح الستہ میں بھی انہیں تفصیلات اور اسی
شد و مد کے ساتھ نقل کیا ہے (کتابیں اٹھا کر دیکھئے
ہمارے دعوے کی تصدیق ہو جائے گی)

وقال وفي رواية مسلم من حديث
عامر بن سعد بن ابي وقاص كتبت
الى جابر بن سمرة مع غلامي نافع
ان اخبرني بشيء الى آخر ما رواه مسلم
وفي رواية مسلم من حديث سماك
بن حرب عن جابر بن سمرة انه صلى
الله عليه وسلم قال ليفتحن عصابة من
المسلمين بيت كسرى وال كسرى الذي
في البيت الابيض ونحو هذا المعنى
في المتفق عليه من مسند عدي
بن حاتم وفي رواية مسلم ايضا
عن سماك عن جابر بن سمرة قال
انطلقت الى رسول الله ومعي ابي
الى آخر ما رواه مسلم وفي رواية
ايضا عن حصين بن عبد الرحمن
عن جابر بن سمرة قال دخلت مع
ابي على النبي صلعم فسمعته يقول ان هذا
الامر لا يزال عزيزا حتى يمضي فيهم
اثنا عشر خليفة قال ثم تكلم بكلام
خفي علي فقلت لابي ما قال فقال

سماك من جابر بن سمرة عنه عليه السلام
قال لا يزال الاسلام عزيزا الى اثنا عشر خليفة
ثم ذكر مثله وفي الجمع بين الصحاح
الستة لرزين العبدري من اجزاء
ثلثة من المصنف في باب ان اكرمكم
عند الله اتقيكم وذكر مناقب قريش
من سنن ابي داؤد وبالاسناد
المقدم قال عن جابر بن سمرة قال
دخلت مع ابي على النبي صلعم فسمعته
يقول ان هذا الامر لا ينقضي حتى
يمضي فيهم اثنا عشر خليفة قال ثم
تكلم بكلام خفي على فقلت لابي ما
قال قال قال كلهم من قريش و
بالاسناد عنه ايضا قال قال
رسول الله لا يزال الاسلام عزيزا الى
اثنا عشر خليفة كلهم من قريش ومن الجزء
الثاني من اجزاء اثنين من المصنف
في اخره على حد كراسين او بعد كراسين
وبالاسناد المقدم من صحيح ابي داود
السجستاني وهو كتاب السنن عن
عامر بن سعد بن ابي وقاص قال كتبت

اور کتاب مصنف میں دوسرے جزء کے نصف کے قریب عامر کی
وہ روایت منقول ہے جو سابق میں ذکر ہوئی کہ عامر نے
جابر بن سمرہ کو لکھکر بھیجا کہ جو کچھ تمنے رسول سے سنا ہو
مجھے اسکی اطلاع دو الخ

الی جابر بن سمرة اخبرنی بشیٔ سمعته
من رسول اللہ ص فکتب الی انی سمعته
یقول یوم الجمعة عشیة رجم الاسلمی
لا یزال الی اخر روایة عامر وفی مناقب
ابن المغازلی الشافعی الواسطی قال فی
قوله تعالی کمشکوٰة فیها مصباح
اخبرنا احمد بن محمد بن عبد الوهاب
اجازة ان ابا احمد عمر بن عبد اللہ بن
شوذب اخبرهم قال حدثنا محمد
بن الحسن بن زیاد حدثنا احمد بن الخلیل
ببلخ حدثنی محمد بن ابی محمود قال
حدثنا یحیی بن ابی معروف قال حدثنا

اور ابن مغازلی شافعی نے مناقب میں آیہ کمشکوٰۃ
مصباح کے متعلق لکھا ہے کہ علی بن جعفر کا بیان
کہ میں نے امام حسن علیہ السلام سے اس آیت کے
متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا کہ مشکوٰۃ سے فاطمہ
اور مصباح سے حسن و حسین مراد ہیں کانہا کوکب
کا یہ مطلب ہے کہ آپ تمام عالموں کی عورتوں
ایک چمکتا ہوا ستارہ تھیں توقد من شجرۃ مبارکۃ

سه پوری آیت یوں ہے اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ
الزُّجَاجَةِ الزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۵ اور ترجمہ ہے۔ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا روشن کرنے والا ہے اسکے نور کی مثال
ہے جسمیں ایک بردست روشن چراغ ہو وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہو اور وہ قندیل ایسی ہو جیسے ایک چمکتا
اور زیتون کے مبارک تیل سے روشن ہو جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی قریب ہے کہ اسکا تیل خود بخود روشن ہو جائے
اسکو نہ چھوئے اور نور بالائے نور ہے اللہ جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی راہ بتلا دیتا ہے اور اللہ آدمیوں
کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کا پورا پورا جاننے والا ہے" قرآن مجید پارہ ۱۸

محمد بن سهل البغدادي عن موسى بن
القاسم عن علي بن جعفر قال سألت الحسن
عن قول الله عز وجل كمشكوة فيها
مصباح قال المشكوة فاطمة والمصباح
الحسن والحسين الزجاجة كانها كوكب
دري قال كانت فاطمة عليها السلام كوكبا
دريا من نساء العلمين توقد من شجرة
مباركة الشجرة المباركة ابراهيم لا شرقية
ولا غربية لا يهودية ولا نصرانية يكاد
زيتها يضيء قال يكاد العلم ينطق منها
ولو لم تمسسه نار نور على نور قال منها
امام بعد امام يهدي الله لنوره من
يشاء قال يهدي الله عز وجل لولايتنا
من يشاء وروى صدر الائمة اخطب
خطباء خوارزم موفق بن احمد المكي في
كتابه قال حدثنا فخر القضاة نجم الدين
ابو منصور محمد بن الحسين بن محمود
البغدادي فيما كتب الي من همدان
قال انبانا الامام الشريف نور الهدى
ابو طالب الحسن ابو محمد الزينبي قال اخبرنا
امام الائمة محمد بن احمد بن شاذان

مبارکہ سے شجرہ مبارکہ ابراہیم مراد ہے لاشرقیۃ
ولا غربیۃ کے یہ معنی ہیں کہ آپ یہودیہ یا نصرانیہ نہ
تھیں یکاد زیتہا یضیٔ سے یہ مقصد ہے کہ قریب ہے
کہ آپ کا علم آپ کے مراتب و کمالات کی شہادت
دینے کے لئے گویا ہو جائے ولو لم تمسسہ نار نور علی
نور سے یہ مراد ہے کہ آپ سے یکے بعد دیگرے امام
ہونگے جن کے نور سے خدا جسکو چاہیگا ہدایت
فرمائے گا اور آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم
ہمارے نور محبت سے جسکو چاہے گا ہدایت فرمائیگا

اور آپ کے صدر الائمہ، اخطب الخطباء،
خوارزم موفق بن احمد مکی نے اپنی کتاب میں
بڑے جلیل القدر راویوں کے سلسلہ کے
ساتھ ابی سلیمان سے روایت کی ہے کہ میں نے
رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ خداوند
عالم نے شب معراج مجھ سے فرمایا کہ ہمارا
رسول ان چیزوں پر ایمان لایا جو اسکے رب کی طرف سے
نازل ہوئیں تو میں نے عرض کیا کہ ہاں میں بھی نیز

قال حدثنا محمد بن عبد الله
قال حدثنا علی بن سنان الموصلی عن احمد بن
صالح بن سلیمان بن محمد بن زیاد بن مسلم
عن عبد الرحمان بن یزید بن جابر عن سلام
عن ابی سلیمان راعی رسول الله قال سمعت
النبی یقول لیلۃ اسری بی الی السماء
قال لی الجلیل جل جلالہ امن الرسول
بما انزل الیہ من ربہ فقلت والمومنون
قال صدقت یا محمد من خلفت فی امتک
قلت خیرھا قال علی بن ابیطالب قلت نعم
یارب قال یا محمد انی اطلعت علی الارض اطلاعۃ
فاخترتک منہا فشققت لک اسما
من اسمائی فلا اذکر فی موضع الا ذکرت
معی فانا المحمود وانت محمد ثم اطلعت
الثانیۃ فاخترت منہا علیا وشققت
لہ اسما من اسمائی فانا الاعلی وھو علی یا محمد
انی خلقتک وخلقت علیا وفاطمۃ
والحسن والحسین والائمۃ من ولدہ من
نوری وعرضت ولایتکم لاھل السموات
والارض فمن قبلہا کان عندی من

دیگر ایمان لانے والے بھی ایمان لائے۔ ارشاد
فرمایا کہ اے محمد تم نے سچ کہا کہو تم نے
اپنی امت میں اپنا خلیفہ کسکو بنایا
نے کہا بہترین امت کو۔ ارشاد ہوا کہ
علی ابن ابیطالب کو میں نے عرض کیا ہاں
میرے پالنے والے ارشاد ہوا کہ اے محمد
میں نے تمام مخلوق پر نظر کی اور سب میں
تمکو پسند کیا اور تمہارا نام اپنے نام سے
مشتق کیا پس کسی مقام پر میرا ذکر نہ ہو
مگر یہ کہ تمہارا ذکر بھی ہو جائے گا اسلئے کہ
میں محمود ہوں اور تم محمد ہو پھر دوبارہ تمام مخلوق
پر نظر کی اور سب میں سے علی کو پسند کیا اور
اسکا نام اپنے نام سے مشتق کیا کہ میں اعلیٰ
ہوں اور وہ علی ہے اے محمد میں نے تم کو
اور علی و فاطمہ و حسن و حسین اور تمام ان ائمہ کو
جو اولاد حسین میں سے ہونگے اپنے نور سے پیدا کیا
اور تمہاری ولایت کو اہل آسمان و زمین پر پیش
کیا پس جس نے اُسے قبول کیا وہ میرے نزدیک
مومنین میں سے ہو گیا اور جس نے انکار کیا
وہ کافرین میں سے ہو گیا۔ اے محمد اگر

يا محمد لو ان عبدا من عبادي عبدني
حتى ينقطع او يصير كالشن البالي ثم
اتاني جاحدا لولايتكم ما غفرت له حتى
يقر بولايتكم يا محمد تحب ان تريهم قلت
نعم يا رب فقال التفت الى يمين العرش
فالتفت فاذا بعلي و فاطمة والحسن و
الحسين وعلي بن الحسين ومحمد بن علي و
جعفر بن محمد وموسى بن جعفر وعلي بن موسى
ومحمد بن علي وعلي بن محمد والحسن بن العلي
والمهدي في ضحضاح من نور قيام
يصلون وهو في وسطهم (يعني المهدي)
كانه كوكب دري وقال يا محمد هؤلاء الحجج
وهو الثائر من عترتك وعزتي وجلالي
انه الحجة الواجبة لاوليائي والمنتقم
من اعدائي وباسناده عن الامام محمد
بن احمد بن شاذان قال حدثنا محمد بن علي
بن الفضل بن محمد بن القسم عن عباد
بن يعقوب عن موسى بن عثمان عن
الاعمش قال حدثني ابو اسحق عن الحارث
وسعيد بن بشير عن علي بن ابيطالب قال قال
رسول الله صلعم انا واردكم على الحوض وانت

عبادت کرے کہ عبادت کرتے کرتے عاجز ہو جائے
یا پرانی مشک کیطرح ہو جائے پھر میرے پاس اس
حال سے آئے کہ تمہاری محبت و ولایت کا منکر ہو تو میں
اُسے اُسوقت تک نہ بخشونگا جبتک کہ تمہاری ولایت کا
اقرار نہ کریگا۔ پھر ارشاد ہوا کہ ای محمدؐ کیا تم ان سب کو بھی دیکھنا
چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ بارالہا ضرور۔ حکم ہوا کہ
یمین عرش کیطرف رخ کرو میں ملتفت ہوا تو دیکھا کہ علی۔ فاطمہ
حسن۔ حسین۔ علی بن الحسین۔ محمد بن علی۔ جعفر بن محمد۔ موسی
بن جعفر۔ علی بن موسی۔ محمد بن علی۔ علی بن محمد۔ حسن بن علی
اور مہدی (علیہم الصلوۃ والسلام اجمعین) نور کی شعاعوں
میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور (امام) مہدی اُنکے
درمیان میں کھڑے ہوئے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے چمکتا ہوا ستارہ
اور ارشاد فرمایا کہ ای محمدؐ یہ سب میری حجتیں ہیں اور وہ (مہدی)
تمہاری عترت کا انتقام لینے والا ہے اور قسم ہے میری عزت و
جلال کی یہ میرے دوستوں کیلئے امید ثواب دلانیوالی حجت ہے اور میرے
دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔

اور خوارزمی نے امیر المومنین حضرت علیؑ سے نقل
کیا ہے کہ آپ نے ارشاد رسول بیان فرمایا کہ
میں تمہیں حوض کوثر پر لاؤنگا اور ای علی تم ساقی کوثر
ہوگے حسنؑ منافقین و کافرین کو کوثر پر جانے سے
روکنے والے۔ حسینؑ مومنین کو جانے کا حکم دینے والے

يا علي السنا والحسن الازائد الحسين
الأمي وعلي بن الحسين القابض ومحمد بن علي
الناشر وجعفر بن محمد السلو وموسى بن جعفر
محصي المحبين والمبغضين وقامع
المشركين وعلي بن موسى مزين المؤمنين
ومحمد بن علي منزل اهل الجنة درجاتهم
وعلي بن محمد خطيب شيعته ومزوجهم من
الحور العين والحسن بن علي سراج يستضيئ
به والمهدي شفيعهم يوم القيمة حيث
لا ياذن الله الا لمن يشاء وبالاسناد
السابق عن ابن شاذان قال حدثني محمد ابو
الحسن بن العلوي الطبرسي عن احمد
بن عبدالله حدثني جدي احمد بن محمد عن ابيه
عن حماد بن عيسى عن عمر بن اذنية قال
حدثنا ابان بن عياش عن سليم بن قيس الهلالي
عن سلمان المحمدي قال دخلت على النبي فاذا
الحسين بن علي على فخذه وهو يقبل بين
عينيه ويلثم فاه ويقول انت سيد ابن
السيد ابو السادات انت الامام
ابن الامام ابو الائمة انت الحجة ابن الحجة ابو الحجج
تسعة من صلبك تاسعهم قائمهم

علی بن الحسین قبضہ کرنیوالے۔ محمد بن علی آب کوثر کو مومنین
تک پہنچانے والے۔ جعفر بن محمد ہنکانیوالے۔ موسیٰ
بن جعفر دوستوں اور دشمنوں کا شمار کرنیوالے اور
مشرکین کو دفع کرنیوالے۔ علی بن موسیٰ مومنین کو
مزین کرنیوالے۔ محمد بن علی اہل جنت کو اُنکے درجات میں فروکش
کرنیوالے۔ علی بن محمد شیعوں کے خطبہ پڑھنے اور اُنکا حورعین سے
عقد کرنیوالے۔ حسن بن علی ایسا چراغ جس سے شیعہ روشنی
حاصل کرینگے اور مہدی قائم روز قیامت انکے شفیع
ہونگے جبکہ خداوند عالم اسی شخص کو اذن شفاعت دیگا
جسے وہ چاہے گا۔

اور سلمان محمدی سے روایت کی ہے کہ میں جناب
رسالتمآب کی خدمت میں گیا ناگاہ حسین بن علی
آپ کے زانو پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ حسین کی
پیشانی اور آپ کے دہن کو چوم رہے تھے اور فرماتے تھے
کہ اے حسین تم سردار۔ سردار کے بیٹے اور سرداروں
کے باپ ہو تم امام۔ امام کے بیٹے اور اماموں کے
باپ ہو۔ تم حجت۔ حجت کے بیٹے اور نو حجتوں کے
باپ ہو جو تمہارے صلب سے ہونگے اور انکا نواں
تاقیامت زندہ رہے گا۔

في ذكر ما جاء في المهدي

في الجمع بين الصحاح الستة
باسناده الى ام سلمة قالت سمعت
رسول الله يقول المهدي من عترتي
من ولد فاطمة ورواه بالفاظه ابن
شيرويه الديلمي في كتاب الفردوس
في باب الالف واللام ورواه ابو محمد الحسين
بن مسعود الفراء في باب اخبار المهدي
في كتاب المصابيح وذكر صاحب الكتاب
باسناده عن عبد الله بن مسعود
قال قال رسول الله لا تذهب الدنيا
حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي
يواطي اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي
يملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت
ظلما وجورا

بيان الكلام في قوله يواطي اسمه
اسمي واسم ابيه اسم ابي لا يخلو من
وجهين اما ان يكون النبي اراد بقوله
واسم ابيه اسم ابي ابنه جعله علامة
تدل على انه ولد الحسين

اُن روایات کا بیان جو

امام آخر الزماں کے متعلق آپ کے یہاں وارد ہیں
کتاب جمع بین الصحاح الستہ میں ہے کہ حضرت ام سلمہ
نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا
کہ مہدی میری عترت سے فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا
اور انہی الفاظ کے ساتھ اسکو ابن شیرویہ دیلمی نے
کتاب فردوس میں بسلسلہ باب الف و لام نقل کیا ہے
اور ابو محمد حسین بن مسعود فرار نے بھی بسلسلہ باب اخبار
مہدی کتاب المصابیح میں اُسکو نقل کیا ہے اور عبد اللہ
ابن مسعود سے یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ رسول اللہ نے
فرمایا دنیا ختم نہ ہوگی یہانتک کہ عرب کا میرے اہلبیت
میں سے ایک شخص مالک ہوگا اسکا نام میرے نام کے
اور اُسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا
وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسیطرح بھر دیگا جسطرح وہ
ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔

توضیح۔ قول رسول (اسکا نام میرے نام کے موافق
اور اُسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا) کے
دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ رسول کی مراد اس سے
یہ ہے کہ آپ نے اپنے اس ارشاد کو ایک ایسی علامت قرار دیا

لئلا یعتقد معتقد فی ذلک فلذلک اراده فذلک
هو المقصود و هو المراد بالخبر لان المراد
المهدی بلا خلاف من ولد الحسین
فیکون اسم ابیه مشابها الکنیة
الحسین فیکون قد انتظم اللفظ
المعنی و صار حقیقة فیه و القسم
الثانی ان یکون الراوی وهم من
قوله ابنی الی قوله ابی فیکون قد
وهم بحرف تقدیره قال ابنی فقال
هو ابی و المراد بابنه الحسن لان
المهدی محمد بن الحسن باجماع کافة
الامة قال ابن بطریق الحلی فی عمدته
و من ذلک ما فی صحیح ابی داود
باسناده قال قال رسول الله لو
لم یبق من الدهر الا یوم و لبعث
الله رجلا من اهل بیتی یملاءها
الارض عدلا کما ملئت ظلما و جورا
و ما رواه الثعلبی فی تفسیره فی قوله
تعالی قل لا اسئلکم علیه اجرا الا
المودة فی القربی باسناده عن

سے ہونگے نہ امام حسن سے تاکہ کوئی آپ کو منجملہ اولاد امام حسن...
سمجھنے والا ایسا ہی نہ سمجھ لے اگر رسول کی مراد یہی...
مقصود ہے اور یہی حدیث کا مطلب ہے اسلئے کہ مقصود...
کہ امام مہدی بلا اختلاف اولاد امام حسین علیہ السلام سے...
پس رسول اللہ کے پدر بزرگوار کا نام (عبد اللہ) امام حسین...
کی کنیت (ابو عبد اللہ) سے مشابہ ہوگا لہذا الفاظ معنی...
ساتھ مربوط اور انمیں حقیقت ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ راوی...
رسول کے قول میں ابنی کو ابی سمجھا ہو اور اسے ایک...
کا وہم ہوا ہو یعنی اصل میں حضرت نے ابنی فرمایا...
یہ کہ اسکے باپ (امام حسن عسکری) کا نام میرے بیٹے (امام...
کے نام کے موافق ہوگا) اور راوی نے اسکو ابی نقل...
(یعنی اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا...
(غرض اس دوسرے مطلب کی بنا پر) فرزند رسول سے...
یہاں امام حسن علیہ السلام مراد ہیں اسلئے کہ باجماع تمام امت...
آپکا نام محمد ہے اور آپ امام حسن عسکری کے فرزند ہیں اور...
توجیہ کو ابن بطریق حلی نے اپنی کتاب اور اسی عمدة میں...
کیا ہے اور اسی مطلب کی روایات میں سے وہ ہے جو صحیح ابی داؤد...
میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اگر زمانہ کا صرف ایک دن بھی باقی...
تو خداوند عالم میرے اہلبیت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا جو...
عدل سے الخ اور وہ ہے جو ثعلبی نے اپنی تفسیر میں سلسلہ آیہ...

اهل الجنة وفکر نفسه الشریفة و
خمسة سماهم من اهل بیته ثم قال
والمهدی وذکر ایضاً فی تفسیر حمعسق
باسناده س سناء المهدی ق
قوة عیسی حین ینزل فیقتل النصاری
ویخرب البیع وروی ایضاً فی تفسیره
فی صفات اهل الکهف عن النبی صلعم
ان المهدی یسلم علیهم فیحییهم الله
عزوجل له ثم یرجعون الی رقدتهم
فلا یقومون الی یوم القیمة ومن
ذالک ما رواه فی الجمع بین الصحاح الستة
عن ابی سعید الخدری قال قال رسول
الله المهدی منی اجلی الجبهة اقنی
الانف یملاء الارض قسطاً وعدلاً
کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع
سنین (وفی روایة عن هشام
تسع سنین) وفیه ایضاً عن ابی
اسحق قال قال علی و نظر الی ابنه
الحسن ان ابنی هذا سید کما
سماه رسول الله وسیخرج من صلبه

سردار ہیں اور آپ نے اپنا و نیز اپنے اہلبیت میں سے
پانچ حضرات کا اور اُنکے بعد امام مہدی کا نام لیا۔
اور نیز حمعسق کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ س سے
مراد سناء؎ مہدی اور ق سے مراد حضرت عیسیٰ کی
قوت ہے جب وہ آسمان سے اُتر کر نصاریٰ کو
قتل نیز انکے عبادت خانوں کو خراب کرینگے اور اصحاب
کہف کی صفات میں رسول اللہ سے یہ روایت
نقل کی ہے کہ امام مہدی انہیں سلام کرینگے پس
خداوند عالم اُنکو زندہ کریگا اور پھر وہ سو جائینگے
جسکے بعد قیامت تک نہ اُٹھیں گے۔ اور اسی مقصد
کی روایات میں سے وہ روایت ہے جو جمع بین الصحاح
میں ابوسعید خدری سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے
فرمایا مہدی مجھ سے زیادہ روشن پیشانی اور نازک
بینی ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا
جسطرح وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی اور سات برس
حکومت کریگا اور ہشام کی روایت میں ہے نو برس"
اور اسی کتاب میں ابواسحق سے مروی ہے کہ حضرت
علی نے امام حسن علیہ السلام کی طرف دیکھکر فرمایا
کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے جیسا کہ رسول اللہ نے
اسکا نام رکھا ہے اور اُسکے صلب سے تمہارے نبی کا

؎ سناء بمعنی رفعت و ضیاء "منجد" ۱۲ مترجم

رجل باسم نبیکم یشبهه فی الخلق
ولا یشبهه فی الخلق یملاء الارض
عدلا

بیان (قوله ونظر الی ابنه الحسن)
الراوی وهم هنا حرف احد وهو الیاء
فلو اراد ان یقول الحسین قال الحسن
والا فالمهدی من ولد الحسین بلا خلاف
وقد سمی النبی ولده الحسین سیدا
باخبار کثیرة من غیر هذه الطریق و
ترکنا ذکرها للشرط الذی قدمنا بل
نذکر من الصحاح وهو قوله الحسن
والحسین سیدا شباب اهل الجنة
وقوله یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی
الخلق من احسن الکنایات عن انتقام
المهدی ممن کفر وظلم لان النبی بعث
رحمة للعلمین کما ذکره الله سبحانه وتعالی
فی کتابه العزیز والمهدی یظهر نقمة من
اعداء الله فتفاوت الخلقان مع استواء
الخلقین لانه شبیه له فی الجسمیة
مخالف له فی الفعلیة ومن ذالک ما رواه

ہمنام ایک فرزند پیدا ہوگا جو صورت میں رسول سے مشابہ ہوگا
نہ کہ سیرت میں اور زمین کو عدل سے بھر دیگا

توضیح - حدیث میں یہ ہے کہ آنحضرت نے امام حسن علیہ السلام
کو دیکھکر فرمایا۔ یہاں پر راوی نے ایک حرف (ی) کا اشتباہ
کیا کہ حسین کہنا چاہتا تھا اور حسن کہدیا اسلئے کہ امام
مہدی بلا اختلاف اولاد امام حسین علیہ السلام سے ہیں
اور شیعوں کی بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ جناب
رسالتمآب نے امام حسین کا نام سید رکھا لیکن ہم مذکورہ
شرط کیوجہ سے انکے ذکر کو چھوڑتے بلکہ صحاح ستہ سے رسول
کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ حسن و حسین جوانان اہل جنت کے
سید (سردار) ہیں اور آنحضرت کا یہ فرمانا کہ میرا فرزند
رسول سے صورت میں مشابہ ہوگا نہ سیرت میں" اسمیں اس
امر کا بہترین کنایہ ہے کہ امام آخرالزماں کفار اور ظالمین سے
انتقام لینگے پس چونکہ جناب رسالتمآب رحمۃ للعالمین بنا کر
بھیجے گئے تھے جیسا کہ خداوند عالم نے قرآن میں اسکا ذکر
فرمایا ہے اور امام قائم دشمنان خدا سے انتقام خدا کو ظاہر
کرینگے لہذا عادتیں بدل گئیں حالانکہ صورتیں متحد رہیں لہذا
آپ جسمیت میں رسول سے مشابہ اور فعلیت میں آپ
سے الگ ہوئے۔ اور اسی مضمون کی روایت ہے جسے

[illegible] کتب اہلسنت اور احادیث اہلسنت سے کرینگے ۱۲ مترجم

الفقيه ابن المغازلي في كتاب المناقب
من عدة طرق باسانيدها الى النبي ص
يتضمن البشارة بالمهدي ع وذكر فضائله
ودولته ومن ذلك ما رواه ايضا
ابو محمد الحسين بن مسعود الفراء في
كتاب المصابيح في حديث يرفعه الى
النبي انه ذكر بلاء يصيب هذه
الامة حتى لا يجد الرجل ملجأ يلجأ
اليه من الظلم فيبعث الله رجلا
من عترتي يملأ الارض قسطا وعدلا
بعد ما ملئت ظلما وجورا ترضى منه
ملائكة السموات والارض لا تدع السماء
من قطرها شيئا الا صبته مدرارا و
لا تدع الارض من نباتها شيئا الا
اخرجته حتى يتمنى الاحياء للاموات
ان يعيشوا في ذلك يعيش سبع
سنين او تسع سنين ومن ذلك
ما رواه ايضا في حديث يرفعه الى النبي
انه قال فيجيء الرجل فيقول يا مهدي
اعطني اعطني فيحثو له في ثوبه ما استطاع
ان يحمله ومن ذلك في كتاب الفردوس

فقیہ ابن مغازلی نے کتاب مناقب میں متعدد طریقوں
کے ساتھ رسول اللہ سے نقل فرمایا ہے اور آپ کی بشارت
اور فضائل وحکومت کے ذکر پر مشتمل ہے اور اسی مطلب
کی وہ روایت ہے جسکو ابو محمد حسین بن مسعود نے کتاب
مصابیح میں اس حدیث کے سلسلہ میں بیان کیا ہے
جسے وہ مرفوعا رسول اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ
اس بلا و مصیبت کا ذکر کرتے ہوئے جو اس امت کو
پہنچیگی فرماتے ہیں کہ انسان کو کوئی ایسی جگہ نہ ملیگی
جسمیں وہ ظلم سے پناہ لے پس خداوند عالم انکیطرف
میری عترت میں سے ایک مرد کو بھیجے گا جو زمین کو عدل و
انصاف سے بھر دیگا بعد اسکے کہ وہ ظلم و جور سے
بھر گئی ہوگی آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے اس سے
خوش ہونگے آسمان اپنے قطروں میں کچھ نہ چھوڑے گا
مگر یہ کہ اسے برسا دیگا اور زمین اپنی نبات میں سے کوئی چیز
نہ چھوڑیگی مگر یہ کہ اُسے اگا دیگی یہانتک کہ جو لوگ
زندہ ہوں گے وہ مردوں کے لئے یہ تمنا کرینگے کہ وہ بھی اس
زمانہ میں زندہ ہوتے اور وہ سات برس یا نو برس زندہ رہیگا اور
اسی معنی کی احادیث میں سے وہ ہے جسے حسین بن مسعود ہی
نے مرفوعا جناب رسالتمآب سے نقل کیا ہے کہ آپنے فرمایا
ایک مرد آئیگا جس سے ہر شخص کہے گا کہ اے مہدی ہمیں کچھ دیجیے
پس آپ ہر شخص کے کپڑے میں اسقدر مال دیدینگے جتنا کہ وہ

لابن شیرویہ الدیلمی باسنادہ الی
ابن عباس عن النبی انہ قال المہدی طاؤس
اہل الجنۃ وباسنادہ ایضاً الی حذیفۃ
بن الیمان عن النبی انہ قال المہدی من ولدی
وجہہ کالقمر الدری اللون لون عربی والجسم
جسم اسرائیلی یملأ الارض قسطا و
عدلا کما ملئت ظلما وجورا یرضی بخلافتہ
اہل السموات والارض والطیر فی الجو
یملک عشرین سنۃ وباسنادہ ایضاً
الی ام سلمۃ عن النبی انہ قال المہدی من ولد
فاطمۃ وباسنادہ ایضا عن علی عن النبی
انہ قال المہدی منا اہل البیت یصلحہ اللہ
عزوجل فی لیلۃ وقد جمع ابو نعیم
الحافظ کتابا فی ذلک نحو ست و
عشرین ورقۃ وسماہ کتاب ذکر المہدی
ونعوتہ وحقیقۃ مخرجہ دفع وہم و
لعلک تقول قد وقع فی الصحاح
المذکورۃ عن النبی کیف تہلک امۃ
انا اولہا والمہدی اوسطہا والمسیح
آخرہا ویظہر منہ ان المہدی ہو المسیح

انصاف سکیگا اور وہ حدیث ہے جو ابن شیرویہ کی کتاب فردوس
میں ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا مہدی اہل
جنت میں سب سے زیادہ خوبصورت ہوگا۔ اور اسی کتاب میں
حذیفہ یمانی جناب رسالتمآب سے منقول ہے کہ مہدی میری اولاد
میں سے ہے جسکا چہرہ ماہ تاباں کی مثل رنگ عربی اور جسم اسرائیلی
ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے اسیطرح بھر دیگا جیسے
وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی اہل آسمان و زمین یہانتک کہ فضا میں
پرند اسکی خلافت سے خوش ہونگے اور وہ بیس برس سلطنت کریگا
اور اسی کتاب میں ام سلمہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا
مہدی اولاد فاطمہ میں سے ہوگا۔ اور حضرت علی سے منقول ہے
کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ مہدی ہم اہلبیت میں سے ہوگا
اور خداوند عالم اُسکے تمام معاملات اور امور کو ایک رات میں
درست کردیگا۔ اور حافظ ابو نعیم نے اس مسئلہ میں تقریباً چھبیس
ورق کی ایک کتاب تالیف کی ہے جسکا نام کتاب ذکر مہدی و نعوتہ
و حقیقہ مخرجہ ہے۔

دفع اشتباہ۔ شاید آپ یہ کہیں کہ صحاح ستہ مذکورہ میں رسول
اللہ سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ امت کسطرح ہلاک ہوسکتی ہے
جسکے اول میں میں وسط میں مہدی اور آخر میں عیسیٰ ہیں
اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی ہی مسیح ہونگے اور اگر یہ
مانا جائے کہ مسیح و مہدی جدا جدا ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

عہ یعنی وہ کتاب جسمیں امام مہدی کا اور آنکے اوصاف و حقیقت ظہور کا بیان ہے ۱۲ مترجم

ومن تقتدي بها كونه غيره يظهر منها انه
يبقى بعد المهدي فاجاب عنه بعض العلماء
بان كونه هو المسيح فاسد قطعا
لان المهدي من ولد رسول الله بحكم
الاخبار المروية في الصحاح والمسيح
ليس من ولده صلعم بل لا اب له اصلا و
ليس المراد ايضا ان المسيح يبقى بعد
المهدي فانه غير صحيح ايضا لان المهدي
اذا كان امام اخر الزمان و مات فلا امام بعده
مذكور في رواية احد من الامة فقد تبقى
الامة بغير امام ولا يمكن ان تبقى الخلق
بغير امام فان قيل ان عيسى يبقى
بعده وتقتدي الامة به قلنا انه غير
ممكن ايضا لان عيسى لا يجوز ان يكون
اماما لامة محمد ولو كان ذالك جائزا
لانقلبت الملة المحمدية الى ملة عيسى
ولا يقول به عاقل ولا محصل بل للخبر
معنى صحيح يحمل عليه وهو انه قد ثبت
من الاخبار المذكورة في الصحاح ان عيسى
ينزل ويصلي الامام وهو المهدي بالناس
العصر وقيل الصبح فيتاخر فيقدمه

مسیح مہدی کے بعد تک رہینگے۔ اسکا جواب بعض علماء نے
یہ دیا ہے کہ مہدی ہی کا مسیح ہونا قطعاً غلط ہے اسلئے کہ
بہت سی ان احادیث سے جو صحاح میں منقول ہیں ثابت
ہوتا ہے کہ مہدی اولاد رسول سے ہیں اور مسیح آپکی اولاد
نہیں بلکہ اُنکا باپ ہی نہ تھا اور یہ بھی مراد نہیں ہے کہ
مسیح امام مہدی کے بعد تک رہینگے اسلئے کہ یہ بھی صحیح
نہیں بایں سبب کہ امام مہدی جب امام آخر الزمان ہونگے
اور وفات پا جائینگے تو چونکہ آپکے بعد کوئی امام نہوگا جسکا
ذکر امت میں سے کسی کی روایت میں ہو لہذا امت بغیر
امام کے رہجائے گی اور یہ ممکن نہیں کہ مخلوق بغیر امام کے رہجائے
پس اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ آپکے بعد رہینگے اور امت
آپکی پیروی کریگی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی غیر ممکن ہے اسلئے کہ
جائز نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ امت محمدی کے امام ہوں اور اگر
ایسا ہوگا تو ملت محمدیہ ملت عیسیٰ سے بدل جائیگی اور اسکا
کوئی عاقل اور طالب تحقیق قائل نہیں ہو سکتا بلکہ اس حدیث
کے ایک صحیح معنے ہیں جن پر یہ حمل کیجائیگی اور وہ یہ کہ صحاح
ستہ کی بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت
عیسیٰ آسمان سے اترینگے اور امام مہدی لوگوں کو عصر کی
اور بقولے صبح کی نماز پڑھائینگے اور پہلے تو آپ پیچھے
کھڑے ہونگے لیکن حضرت عیسیٰ آپکو آگے بڑھائینگے
اور خود آپکے پیچھے نماز پڑھینگے۔

عيسى و يصلي عيسى خلفه و مائل
عيسى على مقتضى هذه الاخبار كما
الا بعد نفوذ دعوة الامام و اجتماع
الناس عليه فيكون معه فدعوة
الامام دعواه و قوة له و عونا لا
انه يغير شيئا مما جاء به النبي صلعم
فيكون مفاد الخبر ان النبي اولها
لانه هو الداعي الى الاسلام و المهدي
اوسطها و ان كان اخر الائمة فجعله
وسطا اذ ظهوره قبل نزول عيسى
فيكون في نزوله اخر المصدقين
بهذه الملة و المهدي قبله صدق
بهذه الملة قبل نزوله و النبي صلعم فهو
صاحب الملة لابد ان يكون اولها فعلى
هذا يكون المهدي اخر المصدقين
والمعتنين لانه اخر الامة يشهد
بصحة هذا التاويل لفظ الخبر لانه
قال كيف يهلك امة انا اولها و المهدي
اوسطها و المسيح اخرها

اور ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
عیسیٰ امام کی دعوت اور آواز نافذ ہو جانے او[illegible]
لوگوں کے امام پر اجماع کر لینے کے بعد اتریں گے [illegible]
آپ امام کے دعوے کی تصدیق کرنیوالے آپکے [illegible]
بازو اور آپکے مددگار ہونگے نہ یہ کہ شریعت محمدی میں [illegible]
تغیر کر دینگے لہذا حدیث کا مقصد یہ ہوا کہ رسول خدا [illegible]
میں سب سے پہلے ہیں اسلئے کہ آپ اسلام کی دعوت [illegible]
والے ہیں اور مہدی وسط میں ہیں اور اگرچہ آپ آخر [illegible]
لیکن آنحضرت نے آپکو وسط میں فرمایا اسلئے کہ آپ نزول
حضرت عیسیٰ سے پہلے ظہور فرمائینگے پس حضرت عیسیٰ [illegible]
نزول کے اعتبار سے اس ملت (محمدیہ) کی تصدیق [illegible]
میں سب سے آخر ہونگے اور امام مہدی آپکے نزول سے قبل
کر دینگے اور جناب رسالتمآب چونکہ صاحب ملت ہیں لہذا [illegible]
ہے کہ آپ سب سے پہلے ہوں پس اس بنا پر امام مہدی امت محمدی [illegible]
شریعت محمدی کی سب سے آخر میں تصدیق اور اسکا اہتمام [illegible]
ہونگے اسلئے کہ امت محمدی کی سب سے آخری فرد ہونگے اور اس تاویل
کی صحت کے شاہد خود حدیث کے الفاظ ہیں اسلئے کہ رسول خدا
یہ فرمایا ہے کہ وہ امت کسطرح ہلاک ہو سکتی ہے جسکے اول [illegible]

لہ اور حضرت عیسیٰ کے لئے ثابت کیا گیا ہے کہ وہ غیر امت میں سب سے آخر میں آپ کی تصدیق کرنیوالے ہونگے [illegible]

ليس من امتنا هذه وانما نبيها منها بلا خلاف وكذلك المهدي لانه امام آخر الزمان ومن ولد رسول الله ومن ولد علي وفاطمة والمسيح ليس من ولد النبي صلى الله عليه وسلم ولا من علي وفاطمة ولا من امة محمد بل هو آخر من ينزل لنصرة ملة محمد وآخر من يدعو اليها لان المهدي يكون قبل نزوله وقد تبعته الامة ودخلت تحت امره ونهيه بدليل ما ورد في هذه الاخبار الصحاح ان المسيح يصلي خلفه اما صلوة الصبح او صلوة العصر كما تقدمت الروايه فيه فصار آخر هذه الامة داعيا ومصدقا لا انه منفرد ببقاء دولة فالنبي اول داع الى ملة الاسلام والمهدي اوسط داع والمسيح آخر داع فهذا معنى الخبر

دفع وهم آخر اما الوهم قال الفضل بن روزبهان ما ذكر من الاحاديث الواردة في شان اثنا عشر خليفة من قريش فهو صحيح ثابت في الصحاح الى ان قال ثم ما ذكر من عدد اثنى عشر خليفة

میں وسط میں مہدی اور آخر میں مسیح ہوں اور مسیح ہی اس امت میں سے نہیں ہیں حالانکہ اس امت کا نبی بلا اختلاف اسی امت سے ہے اور اسیطرح امام مہدی بھی امت میں سے ہیں اسلئے کہ وہ امام آخر الزماں اور منجملہ اولاد رسول و اولاد علی و فاطمہ ہیں اور مسیح نہ منجملہ اولاد رسول و اولاد علی و فاطمہ ہیں اور نہ امت محمدی میں سے بلکہ وہ ایسے بزرگ ہونگے جو سب کے آخر میں ملت محمدی کی نصرت کیلئے نزول فرمائینگے اور آخر میں اسکی طرف دعوت دینگے اسلئے کہ ظہور مہدی نزول مسیح سے قبل ہوگا اور تمام امت آپکی تابع اور آپکے اوامر و نواہی کے تحت میں داخل ہوجائینگے اور اسپر وہ [illegible] بطور دلیل موجود ہیں جو صحاح ستہ کی اس مضمون کی احادیث میں وارد ہیں کہ حضرت مسیح امام مہدی کے پیچھے عصر کی یا صبح کی نماز پڑھینگے جیسا کہ مذکورہ روایت میں ذکر ہوا پس حضرت مسیح اس امت کو سب کے آخر میں ملت محمدیہ کیطرف دعوت دینے والے اور اسکی تصدیق کرنیوالے ہیں نہ یہ کہ وہ جداگانہ طور پر باقی رہکر حکومت کرینگے پس نبی اسلام کیطرف سب سے پہلے بلانیوالے امام مہدی وسط میں بلانیوالے اور مسیح آخری دعوت دینے والے ہیں یہی حدیث کے صحیح معنی

ایک اور دفع اشتباہ۔ اشتباہ یہ ہے کہ فضل بن روزبہان نے بیان کیا ہے کہ جو احادیث قریش کے بارہ خلفا کی شان میں ذکر کی گئیں ہیں وہ صحیح ہیں اور صحاح میں موجود ہیں لیکن بارہ کا عدد جو ذکر کیا گیا ہے اسکے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ان سے مراد وہی خلفا ہیں

قد اختلف العلماء فی معناه فقال
بعضهم هم الخلفاء بعد رسول الله ص
وکان اثنی عشر منهم ولاة الی ثلاثمائة
سنة وبعدها وقعت الفتن والحوادث
فیکون المعنی ان امر الدین عزیز فی مدة
خلافة اثنی عشر کلهم من قریش وقال
بعضهم ان عدد صلحاء الخلفاء من
قریش اثنی عشر وهم الخلفاء الراشدون
وهم خمسة وعبد الله بن الزبیر وعمر بن
عبد العزیز وخمسة اخری من خلفاء بنی
العباس فیکون هذا اشارة الی الصلحاء
من الخلفاء القرشیة واما حمله علی الائمة
الاثنی عشر فان ارید بالخلافة وراثة العلم
والمعرفة وایضاح الحجة والقیام باتمام منصب
النبوة فلا مانع من الصحة ویجوز هذا
العمل بل یحسن وان ارید بها الزعامة الکبری
والامامة العظمی فهذا امر لا یصح لان
من الاثنی عشر اثنین کانا صاحبین للزعامة
الکبری وهما علی والحسن والباقون
لم یقصدوا الزعامة الکبری او قال

جو رسول کے بعد ہوئے اور وہ بارہ تھے اور وہ تین
سال تک والی امر رہے اور اسکے بعد فتنے اور حوادث
پیدا ہو گئے پس (جو حدیثیں سابق میں ذکر ہوئیں ان کے
معنے یہ ہونگے کہ دین اسلام ان بارہ کی مدت خلافت
تک باعزت وقوت رہیگا اور وہ سب قریش سے
ہونگے ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ قریش کے
خلفار کا شمار بارہ ہے انمیں سے پانچ خلفاء راشدین
اور عبد اللہ ابن زبیر و عمر بن عبد العزیز اور
پانچ خلفار بنی عباس لہذا یہ اشارہ قریش کے
خلفار کی طرف ہوگا رہا اس تعداد کا ائمہ
پر حمل کرنا پس اگر خلافت سے علم و معرفت
کی وراثت حجت کو واضح کرنا اور منصب نبوت
کی تکمیل کرنے کے لئے قائم ہونا مراد ہے تو
صحت سے کوئی مانع نہیں ہے اور اس
اس معنی پر حمل کرنا جائز بلکہ بہتر ہے اور
سے ریاست وحکومت ظاہری اور سلطنت
عظمی مراد ہے تو یہ حمل نہیں اسلئے کہ ان بارہ
اماموں سے صرف حضرت علی و امام حسن علیہما
دو بزرگوں کو یہ حاصل تھی اور باقی نے اس
قصد نہیں کیا اور اگر دشمن یہ کہے کہ وہ خلفاء

الناس عن حقهم قلنا سلمنا انهم لم يكونوا خلفاء بالفعل بل بالقوة و الاستحقاق وظاهر ان مراد الحديث ان يكونوا لخلفاء قائمين بالرعاية والولاية والا فما الفائدة في خلافتهم في اقامة الدين وهذا ظاهر والله اعلم

اقول مثل هذا الكلام لا يصدر الا ممن يعاند فهمه ويكابر عقله اما اولا فلان اهل السنة والجماعة يروون عن النبي صلعم انه قال الخلافة بعدي ثلثون سنة وبعد ذلك ملك عضوض وادعى بعضهم ان الثلاثين قد تم بخلافة علي وبعضهم بالستة اشهر التي تخلف فيها الحسن بن علي فكيف يقول الفضل ان الخلفاء اكثر من ذلك مع انهم قد صرحوا في كتبهم بان معوية لم يكن من الخلفاء بل كان من الملوك و اما ثانيا فلان معوية عند علمائهم المحققين المنصفين لم يكن من المسلمين لانه الذي حارب مع علي ع الذي قال

تو ہم کہیں گے کہ تم نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ وہ بالفعل خلیفہ نہ تھے بلکہ بالقوۃ اور بطور استحقاق تھے۔ اور ظاہر ہے کہ حدیث سے یہ مراد ہے کہ بارہ ایسے خلفاء ہوں گے جو ریاست و حکومت ظاہری پر قائم ہونگے ورنہ دین کے قائم کرنے میں انکی خلافت سے کیا فائدہ اور یہ ظاہر ہے واللہ اعلم

میں (جواب میں) کہتا ہوں کہ ایسا کلام اسی شخص سے صادر ہوتا ہے جو اپنی عقل کا دشمن اور اپنی فہم سے لڑتا ہو اول تو اسلیے کہ اہلسنت جناب رسالتمآب سے روایت کرتے ہیں کہ خلافت تیس برس تک رہیگی اسکے بعد بدکار اور خبیث بادشاہ ہو جائیں گے اور بعض نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ تیس برس حضرت علی کی خلافت پر تمام ہو گئے اور بعض نے یہ کہ ان چھ ماہ پر تمام ہوئے جنمیں امام حسن علیہ السلام نے خلافت کی۔ پھر فضل روزبہان یہ کیونکر کہتے ہیں کہ اس سے زیادہ مدت تک رہے اسی کے ساتھ یہ کہ بعض علمائے اہلسنت نے اپنی کتابوں میں یہ صراحت کر دی ہے کہ معاویہ خلفاء میں سے نہ تھے بلکہ بادشاہوں میں سے تھے۔ دوسرے اسلیے کہ حضرت معاویہ اہلسنت کے منصف اور محقق علماء کے نزدیک مسلمانوں میں سے ہی نہ تھے اسلیے کہ انہوں نے حضرت علی سے جہاد کیا تھا جنکے متعلق رسول نے

مقصد دفع اشتباہ کی تقریر سے ہے ۱۲ مترجم

فیه النبی ص حربك حربی واعلن بسب علی
علی المنابر ودس السم الی الحسن وابنه
یزید كان معلنا بالفسق متجاهرا
بشرب الخمر وقتل سید شباب اهل
الجنة وسبی ذریة النبی ص وهتك
حرمة مكة والمدینة واباح نساء اهل
المدینة حتی تولد من النساء اربعة آلاف
ولد والولید كان معلنا بالفسق و
رمی القرآن بالنبل حتی قد لما تفال به یوما
فجائت الایة (واستفتحوا وخاب كل
جبار عنید) وانشاء یقول

تهددنی بجبار عنید فها انا ذاك جبار عنید
اذا ما جئت ربك یوم حشر فقل یا رب مزقنی الولید

فیا لله اهؤلاء یكون خلفاء الرسول
والخمسة الاول وعبد الله بن زبیر وعمر
بن عبد العزیز والخمسة الاخر من بنی
العباس من صلحائهم واما ثالثا فلان
زعم هذا الفاضل فی نفسه فاسد
فان هذا التلفیق مع انه مستلزم
الفضل المختلف الذی لا دلیل علیه

ارشاد فرمایا تھا کہ ای علی تم سے لڑنا مجھ سے لڑنا ہے
علی پر برسر منبر علی الاعلان تبرا کیا تھا اور امام حسن کے پاس
مکر و فریب چھپا کر زہر بھیجا تھا اور انکا بیٹا یزید علی الاعلان
فسق و فجور کرتا تھا اور کھلم کھلا شراب پیتا تھا اُسنے جوانان
جنت کے سردار کو قتل اور ذریت نبی کو اسیر کیا مکہ و مدینہ کی حرمت
برباد کی - اہل مدینہ کی عورتوں کو اپنے اور اپنے خوانین کے لئے
کر دیا یہاں تک کہ عورتوں سے چار ہزار بچے پیدا ہوئے - اور ولید بھی
کھلم کھلا فسق و فجور کرتا تھا اور چونکہ اُسنے ایکدن قرآن سے
تفائل کیا اور اسمیں آیا کہ لوگ قرآن کو کھولتے ہیں اور ہر ظالم
رحمت خدا سے محروم ہے لہذا اسنے اسپر تیر برسائے اور
ڈالا اور یہ پڑھنا شروع کیا سہ

ای قرآن تو مجھے ظالم دشمن کہکر ڈراتا ہے اچھا ہاں میں ظالم دشمن ہوں
یوں جب تو قیامت میں اپنے رب کے پاس آئے تو کہدینا کہ ظالم دشمن نے مجھے

ہائے افسوس کیا یہ لوگ رسول کے خلفا ہیں اور سوا
علی کے چار بیٹے اور عبد اللہ بن زبیر و عمر بن عبد العزیز اور
آخر کے یعنی بنی عباس صلحا میں سے ہو سکتے ہیں -
تیسرے یہ کہ فاضل روزبہان کا گمان فی نفسہ فاسد
اسلئے کہ احادیث میں یہ باطل اور غلط معنی
کرنا علاوہ اسکے کہ بے دلیل اختیار کو مستلزم
اس سے ابن زبیر کا صلحا میں سے ہونا بھی لازم

وهو فاسد لما رووه فی کتبهم من انه
کان من رؤساء حرب الجمل وانه معلنا
بعداوة اهل البیت وقد اوجب الله
مودتهم حتی انه فی ایام تغلبه کان
یخطب ولا یصلی علی النبی فقیل له
فی ذالك فقال ان له اهیل سوء
اذا ذکرته شمخوا بانفسهم وفی الاستیعاب
من الجمهور انه کانت فیه خلال لا یصلح
معها للخلافة لانه کان بخیلا ضیق العطن
سیئ الخلق حسودا کثیر الخلاف
اخرج محمد بن الحنفیة ونفی عبد الله
بن عباس الی الطائف وقال علی بن ابی طالب
مازال الزبیر منا اهل البیت حتی نشاء
عبد الله مضافا الی ان صریح هذه
الاخبار ان الاثنی عشر متصلون
باخر الزمان وفی بعضها اخرهم المهدی
وفی بعضها لا یزال الدین وفی بعضها
فاذا مضوا ماجت او ساخت الارض
باهلها کما رووا عن انس قال قال رسول
الله لا یزال هذا الدین قائما الی اثنا عشر
خلیفة من قریش فاذا ذهبوا ماجت

کتابوں میں روایت کی ہے کہ وہ سرداران جنگ جمل میں سے
تھا اہلبیت رسول سے کھلم کھلا عداوت رکھتا تھا
حالانکہ انکی محبت خدا نے واجب کی ہے یہانتک کہ اپنے
زمانہ حکومت میں وہ خطبہ پڑھتا تھا اور جناب
رسالتمآب پر درود نہ بھیجتا تھا اور اس سے اسکے متعلق
کہا گیا تو کہا کہ (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) کہ رسول نے
ایسی بری ذریت چھوڑی ہے کہ جب میں انکا ذکر کرتا ہوں تو وہ
لوگ تکبر کرتے ہیں اور استیعاب میں جمہور اہلسنت سے مروی ہے کہ اس میں
چند ایسی عادتیں تھیں جنکے ساتھ خلافت زیبا نہ تھی اسلئے کہ
وہ بخیل وخسیس۔ بدخلق بڑا حاسد اور بہت اختلاف کرنیوالا تھا
اُسنے محمد حنفیہ کو نکالدیا۔ عبد اللہ بن عباس کو طائف بھیجا
حضرت علی نے فرمایا ہے کہ زبیر ہم اہلبیت میں سے رہا یہانتک
کہ اُسکا بیٹا عبد اللہ بلا بڑھا اسپر مستزاد یہ کہ احادیث
مذکورہ کے صریحی معنی یہ ہیں کہ یہ بارہ برابر آخر دنیا تک
رہینگے بعض میں یہ ہے کہ اُنمیں سے آخری مہدی ہونگے
اور بعض میں یہ ہے کہ جب وہ ختم ہو جائینگے تو زمین اپنے
اہل کو زیر و زبر کردیگی (قیامت آجائیگی) جیسا کہ انس سے
مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا یہ دین قریش کے بارہ خلفاء
ہونے تک برابر قائم رہیگا اور جب وہ گزر جائینگے تو زمین اپنے
اہل کو زیر و زبر کردیگی۔

الارض باهلها واما ابعاء فلان
التشقيق الذي في اخر كلامهم ودونه بان
الخلافة رياسة عامة في امور الدين والدنيا
عن النبي وفعليتها انما يكون بالنص و
التعيين لا بشيوع النص والنظام في
بجريان الاحكام والا لما كان ابوبكر حال
امتناع الاعراب عن اداء الزكوة خليفة
ولو بالنسبة اليهم ولما كان عثمان حين
حوصر خليفة ولما كان علي حين حرب
معوية معه وكان عائشة وطلحة والزبير
والخوارج خليفة ولما كان الانبياء حين
تكذيب نبوتهم انبياء وكله باطل بالاجماع
وقد قال النبي ص في الحسنين ابناي هذان
امامان قاما او قعدا وبالجملة امثال هذه
الاخبار الموجودة في صحاحكم ومسانيدكم
التي ما ذكرت الا اقل من عشر معشارها
مع الاخبار المروية فيها في مثالبهم و
مطاعنهم التي ينفي عن خلفائكم قابلية

چوتھے اٹھنے کہ جو تفریق فاضل روزبہان نے آخر
کلام میں کی ہے عہ وہ غلط ہے اسوجہ سے کہ خلافت
رسول کیطرف سے امور دین و دنیا دونوں کی ریاست
کو کہتے ہیں اور اسکا بالفعل ہونا خدا و رسول کے نص
اور معین کردینے سے ہوجاتا ہے نہ کہ تغلب و تقرر
کی شہرت اور ظاہر نظام احکام جاری کردینے سے اگر
ایسا ہوتا تو جب حضرت ابوبکر کو اعراب نے زکوۃ دینے سے
منع کیا ہے تو کم سے کم اُن لوگوں کے ہی خلیفہ نہ ہوتے حضرت
عثمانؓ کا جب محاصرہ کیا گیا تھا تو وہ خلیفہ نہ تھے
جب حضرت علیؓ سے امیر معاویہ حضرت عائشہؓ طلحہ زبیر
خوارج نے جنگ کی تو وہ خلیفہ نہ تھے بلکہ جب انبیاء
تکذیب کیگئی تو وہ نبی نہ رہتے اور یہ سب کچھ بالاجماع
ہے اور جناب رسالتمآب نے حضرت امام حسن و حسین علیہما السلام
لئے فرمادیا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں خواہ گوشہ میں
یا جہاد پر ہوں عہ الغرض اس قسم کی احادیث نے جو آپکی صحاح
میں محفوظ ہیں جنکے دسویں حصہ کے ایک خبر بھی کم
یہاں ذکر کیا اور انہیں کے ساتھ ایسی احادیث نے جو انہی کتابوں
خلفاء کے معائب و مطاعن کے متعلق مذکور ہیں اور انکے

عہ یعنی خلافت باطنی و ظاہری میں جو فرق کیا ہے جہاں کہا ہے کہ اگر خلافت سے مراد وراثت علم وغیرہ ہے تو یہ محل تسلیم
ریاست و حکومت و سلطنت الخ ۱۲ مترجم عہ یعنی برسر اقتدار ظاہری اور صاحب تغلب و تصرف
کلام الظاہر ۱۲ مترجم

الخلافة ودعانا الی رفض طریقتکم وترک
الاقتداء بکم والله العظیم ما فعلنا
ذالک ظلما ولا تعدیا ولا عنادا وانما
تمسکنا بالائمة الاثنی عشر واقتدینا
بہم لاجل ما انعم الله بہ علینا من امرہ
تعالی وامر رسولہ بالتمسک بہم ورأینا
ہولاء الاربعة المذاہب قد خالفوا رضاء
الله ورضاء رسولہ وعترتہ الذین اوصاہم
بالتمسک بہم وابتدعوا لانفسہم
عقائد وسنن وامورا ما کانت فی زمان نبینا و
کان ذالک سبب فراقنا لہم وکان
الذنب منہم والعتب علیہم لو عادوا
الی معرفة حق الله وحق رسولہ وعترتہ لکنا
معہم کما امر الله ورسولہ فما قلت
ایہا الحبر الجلیل فی صدر ہذہ المسائل
من قولک اقدم ہذہ المسائل لاساتذة النجف
الاشرف بید الاحترام بامل الاستفادہ
بقلب سلیم صادق کلہ رغبة فی تالیف
قلوب عاملی الاسلام الشیعة الامامیة الطائفة
المحقة وعامة اہل السنة والجماعة واملا اجابة
الاساتذة جمعا وفرادی بکل بیان البلیغ

خلافت کی نفی کرتی ہیں ہمیں آپکے مذہب کے چھوڑنے اور آپکی
پیروی کے ترک کرنے پر آمادہ کیا اور خدائے بزرگ کی قسم
ہمنے یہ ظلم وتعدی اور عناد کی وجہ سے نہیں کیا اور ہم نے ائمہ
اثنا عشر کے ساتھ تمسک اور انکا اتباع اسلئے کیا کہ خدا اور رسول
نے ازراہ انعام ہمیں انکے ساتھ تمسک کرنیکا حکم دیا ہے اور ہم
نے ان چاروں مذہبوں کو دیکھا کہ وہ خدا اور رسول اور اہلبیت
رسول کی رضا سے علیحدہ ہیں جن سے تمسک کرنیکا خدا نے
حکم دیا ہے انہوں نے اپنے لئے خود ہی ایسے عقائد وسنن
ایجاد کرلئے جو زمانہ رسول میں نہ تھے یہی ہمارے انکو
چھوڑ دینے کا سبب ہوا اور یہ غلطی وگناہ انہی سے ہوا
اور انہی پر اسکا بار ہے ورنہ اگر وہ خدا اور رسول
اور اہلبیت رسول کے حقوق کی معرفت کی طرف
آتے تو ہم انکے ساتھ ہوتے جیسا کہ خدا ورسول نے
حکم دیا ہے۔

اور مولانا آپنے ان مسائل کے شروع میں یہ جو کہا ہے
کہ میں نہایت احترام سے استفادہ کی امید میں سچے
دل سے اسلام کے دونوں فرقوں شیعہ امامیہ حقہ اور
عامہ اہلسنت کی تالیف قلوب کی خواہش میں اور
یہ امید کرتے ہوئے (یہ سوالات کرتا ہوں) کہ اساتذہ
جمعاً وفرادی جواب دینگے اور ہر ایک کا جواب اپنے
بلیغ اور کامل بیان کے ساتھ اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا

البالغ متوقع بلده والمحاوره
من قولك كتبتها مستهديا مسترشدا
مستفيدا سعيا فى توحيد الكلمة
وتاليف قلوب الامة ومن قولك فى
ذيل السوال الخامس واى فائدة حصلت
من اللعن اليوم واى مصلحة تحدث
من اللعن بعد اليوم ومن امثال تلك
الجمل فى خلال باقى الاسئلة كلها ظاهرها
ادب وباطنها شغب وما اشبه هذه
الكلمات بكلمات ظالم بدء بالظلم ثم يقول
للمظلوم لا تجهر بالظلم الوارد عليك
واعترف بانه حق مطابق للواقع اى عاقل
يحكم بقبح جهر المظلوم بالظلم الوارد
عليه باعتراف الظالم ولقد قلت لك
ايها الحبر الجليل انك لو كنت ناظرا
فى كتب الشيعة بعين الرضا وفى
كلمات ائمتهم كذلك لما وجهت الاسئلة
المذكورة على الباقر والصادق لان
ظلم ائمتكم وخلفائكم على آل الرسول
المنصوصين بالخلافة فى صحاحكم و

سے مبرے ہوگا اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں نے
کو ہدایت و ارشاد اور فائدہ کی خواہش میں
متحد القول کرنے کی کوشش کے لئے اور
تالیف قلوب کی غرض سے لکھا ہے اور
سوال کے ضمن میں آپ کا یہ فرمانا کہ ابتک
کیا فائدہ ہوا اور آج کے بعد کیا خوبی پیدا ہو
باقی سوالات میں بھی اس قسم کے جملے یہ سب
ہیں جنکا ظاہر ادب و تہذیب ہے اور باطن
انگیزی یہ باتیں اس ظالم کی باتوں سے کس قدر
ہیں جو ظلم کی ابتدا کرے اور پھر مظلوم سے
ظلم ہوا اُسے فاش نہ کر اور اسکا اقرار کر کہ جو
کیا حق بجانب اور صحیح کیا اب آپ یہ بتائے
عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ مظلوم کا ظلم کی فریاد کرنا
جبکہ ظالم اسکا معترف بھی ہو میں آپ سے کہہ چکا ہوں
آپ کتب شیعہ اور اُنکے ائمہ کے اقوال کو نگاہ
بھرے ہوتے تو مذکورہ اعتراضات کو امام محمد
جعفر صادق علیہما السلام کیطرف
اسلئے کہ اہلبیت رسول پر جو منصوص الخلافہ
ائمہ و خلفاء کے مظالم آپ کی صحاح
موجود ہیں اسیطرح ان لوگوں کا اہلبیت
[illegible] انکی عزت کی حرمت کرنا اور اُسکی

ایھمو استحقاقہم بذلک اللعن
وکذا ارتدادھم کلہا یحتوی فی صحاحکم
ومسانیدکم ولیس ذالک بمستنکر
ولا مستقبح ولکن اذا روی عن الباقر
والصادق یصیر موردا للاستقباح
والاستھجان والاستنکار افرض
ایہا الحبر الجلیل انا حذفنا امثال
ہذہ الروایات عن کتبنا فما تعمل بصحاحکم
ومسانیدکم المشحونۃ بذلک ولقد
اطلعنی بعض اصدقائی الجلیل العالم
المتبحر (السید محسن نواب الھندی
اللکھنوی) علی روایات کثیرۃ فی
ہذا الباب اذکر لک نبذا منہا لیظہر
صدق ما قلنا

من صحیح البخاری فی الجزء الثامن
فی کتاب الفتن

باسنادہ عن عبد اللہ قال النبی ص
انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال
منکم حتی اذا اھویت لاناولہم اختلجوا
دونی فاقول ای رب اصحابی یقول
لا تدری ما احدثوا بعدک

انکا مستحق لعن ہونا اسیطرح انکا مرتد ہو جانا یہ سب
آپ کی صحاح و مسانید میں مندرج و منقول ہے لیکن
معیوب اور قبیح نہیں سمجھا جاتا مگر جب امام محمد باقرؑ
و امام جعفر صادقؑ سے روایت کیا جاتا ہے تو انکو
قبیح و معیوب و ناگوار سمجھا جاتا ہے فرض کیجئے کہ ہم
اپنی کتابوں میں سے اس قسم کی روایات کو حذف
بھی کردیں لیکن آپ کی صحاح و مسانید جو انسے بھری
پڑی ہیں انکو ہم کیا کرینگے ۔
اور میرے صدیق جلیل عالم متبحر مولانا السید محسن نواب صاحب
ہندی لکھنوی نے اس موضوع کے متعلق
بہت سی روایات پر مطلع کیا جسمیں سے بعض
کو آپ کے لئے ذکر کرتا ہوں تاکہ آپ پر ہمارے قول
کی سچائی کھل جائے ۔

صحیح بخاری ج ۸ کتاب الفتن میں عبد اللہ
سے رسول اللہ کا ارشاد منقول ہے کہ میں تم
سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچ جاؤں گا وہاں میری
طرف تم میں سے کچھ لوگ بھیجے جائینگے یہاں تک
کہ جب میں انہیں آب کوثر دینا چاہونگا تو فرشتے میرے
اور انکے درمیان مانع ہوں گے میں کہوں گا کہ خداوندا
یہ تو میرے اصحاب ہیں ارشاد ہوگا تمہیں نہیں معلوم کہ

عن ابی حازم قال سمعت سهل بن
یقول سمعت النبی ص یقول انا فرطکم علی
الحوض من ورده شرب منه ومن شرب
منه لم یظمأ بعده ابدا لیرد علی اقوام
اعرفهم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینهم
قال ابو حازم فسمعنی النعمان بن العباس
وانا احدثهم هذا فقال هکذا سمعت
سهلا فقلت نعم قال وانا اشهد علی
ابا سعید الخدری لسمعته یزید فیه
قال انهم منی فقال انک لا تدری
ما بدلوا بعدک فاقول سحقا سحقا
لمن بدل بعدی فی صحیح مسلم باسناده
عن جبیر بن عباس قال قام فینا رسول الله
خطیبا بموعظة فقال یا ایها الناس
انکم تحشرون الی الله حفاة عراة
عزلا کما بدأنا اول خلق نعیده وعدا
علینا انا کنا فاعلین الا وان اول الخلائق
یکسی یوم القیمة ابراهیم الا وانه سیجاء
برجال من امتی فیوخذ بهم ذات
الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال

کہ انہوں نے مبارک کے بعد کیا کیا بدعتیں کیں اور ابو
سے منقول ہے کہ میں نے سہل بن سعد سے ارشاد
سنا کہ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچ جاؤنگا جو اس پر
پہنچے گا اس سے سیراب ہوگا اور جو اس سے سیراب ہوگا
بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا میرے پاس کچھ لوگ آجائینگے
جنہیں میں جانتا ہونگا اور وہ مجھے جانتے ہونگے پھر
اور انکے درمیان حائل کر دیا جائیگا ابو حازم کا بیان ہے
نعمان بن عباس نے لوگوں سے یہ حدیث بیان کرتے مجھکو سنا تو کہا کیا
تم نے سہل سے اسیطرح سنا ہے میں نے کہا ہاں انہوں نے
میں ابو سعید خدری کو اپنا گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انکو
اور زیادہ کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ نے فرمایا میں کہونگا
کہ خداوندا یہ مجھ سے ہیں ارشاد ہوگا تمہیں نہیں معلوم کہ انہوں
تمہارے بعد کیا تبدیلیاں کر دیں میں کہونگا کہ ان لوگوں کو
خدا اپنی رحمت سے دور کرے جنہوں نے میرے بعد تبدیلیاں کیں صحیح
میں جبیر بن عباس سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب
مجمع میں خطبہ اور موعظہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے
تم برہنہ پا برہنہ جسم بے لباس محشور ہوگے خداوند عالم فرماتا
کہ جسطرح ہم نے انکو اول اول پیدا کیا تھا اسیطرح
لوٹائینگے یہ ہمارا وعدہ ہے جسے ہم ضرور پورا کرینگے (ایہا الناس)
آگاہ ہو جاؤ کہ جسے روز قیامت مخلوق میں سب سے پہلے

انک لاتدری ما احدثوا بعدک
فاقول کما قال العبد الصالح وکنت
علیہم شہیدا ما دمت فیہم کنت
انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئی
شہید الی قولہ وان تغفرلہم فانک
انت العزیز الحکیم قال فیقال انہم
لم یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ
فارقتہم قال حدیث وکیع ومعاذ فیقال
انک لاتدری ما احدثوا بعدک
فی سنن ابن ماجہ ص ۳۱۱ الجزء الثانی
باسنادہ فی حدیث قال انا فرطکم علی
الحوض لیذادن رجال عن حوضی
کما یذاد البعیر الضال فانادیہم الا
ہلموا فیقال انہم قد بدلوا بعدک
ولم یزالوا یرجعون علی اعقابہم فاقول
الا سحقا سحقا
واقول فی صحیح البخاری فی الحدیث الاول
من کتاب الفتن باسنادہ الی اسماء
عن النبی صلعم قال انا علی حوضی انتظر
من یرد علی فیوخذ بناس من دونی
فاقول امتی فیقول لاتدری مشوا

لباس پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم ہونگے آگاہ ہو جاؤ
کہ قیامت میں میری امت میں سے کچھ لوگ لائے جائیں گے
پس انکو فرشتے شمال (جہنم) کی جانب لیجانا شروع کرینگے میں کہونگا
کہ خداوندا یہ تو میرے اصحاب ہیں ارشاد ہوگا کہ تمہیں نہیں معلوم
کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کیں۔ میں حضرت عیسیٰ
کیطرح (قرآن کی ان آیات سے احتجاج کرتے ہوئے جنکا ترجمہ حسب
ذیل ہے) کہونگا کہ خداوندا میں جبتک ان میں رہا انکے حال کو
دیکھتا رہا اور جب میں نے وفات پائی تو تو انکا نگہبان تھا
خداوندا تو ہر بات کا شاہد ہے (خداوند عالم کے اس قول تک)
اگر تو انہیں بخشدیگا تو بیشک تو ہی عزت وحکمت والا ہے آپ نے
فرمایا پھر کہا جائیگا کہ جیسے تم انسے جدا ہوئے برابر پچھلے پیروں
پلٹتے رہے اور حدیث وکیع ومعاذ میں اسطرح وارد ہے کہ پھر
کہا جائیگا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کیں
اور سنن ابن ماجہ ج ۲ صفحہ ۳۱۱ میں ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا میں تم
سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچونگا وہاں کچھ لوگ اسطرح ہکائے جائینگے
جسطرح سرکش اونٹ ہکایا جاتا ہے میں انکو آواز دونگا کہ آؤ چلے آؤ
تب کہا جائیگا کہ انہوں نے تمہارے بعد تبدیلیاں کیں اور برابر پچھلے
پیروں پلٹتے رہے میں کہونگا کہ خدا انہیں اپنی رحمت سے دور کرے۔
اور میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کتاب الفتن کی پہلی حدیث میں بروایت
اسماء ارشاد رسول منقول ہے کہ میں حوض کوثر پر انتظار کرونگا کہ میرے پاس
کون آتا ہے پس کچھ لوگوں کو میرے قریب سے پکڑ لیا جائیگا میں کہونگا کہ

على القهقرى قال ابن ابى مليكة اللهم

انا نعوذ بك ان نرجع على اعقابنا

او نفتتن

الاتری الی صحة الاحادیث وصحة احتجاجها

فی ارتداد الامة منذ فارقهم رسول

الله ...... باسناده عن حذيفة

ابن اليمان قال ان المنافقين اليوم شر منهم

على عهد النبی كانوا يومئذ يسرون

واليوم يجهرون وباسناده الی حذيفة

قال انما النفاق على عهد النبی فاما اليوم

فانما هو الكفر بعد الايمان وباسناده

الی النبی انه قال لمبارزة على بن ابی طالب

لعمرو بن عبد ود يوم الخندق افضل

من عمل امتی الی يوم القيمة ص ۱۹ جزو ۱۳

وباسناده عن عبد الرزاق بن همام

اخبرنا سفيان الثوری عن محمد بن المنكدر

عن جابر قال قال رسول الله على خير البشر

من ابی فقد كفر وهو ان قال

یہ میری امت ہے ارشاد ہوگا تمہیں نہیں معلوم کہ یہ تمہارے بعد

پلٹ گئے (حاضرین میں سے) ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ خداوندا

ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس امر سے کہ پیچھے لوٹیں یا فتنہ میں پڑیں

مولانا کیا آپ ان احادیث کو اور انکے اس امر کے حجت ہونے کی

صراحت کو نہیں دیکھتے ہیں کہ رسول کے جدا ہونیکے بعد امت مرتد ہوگئی

اور صحیح بخاری ہی میں حذیفہ یمانی کا قول منقول ہے کہ

اس زمانہ کے منافقین سے زمانہ رسول کے منافقین بہتر

تھے اسلئے کہ اُس زمانہ کے لوگ مکر و ریا کرتے تھے اور اس زمانہ

والے صاف کفر کرتے ہیں اور حذیفہ کا یہ قول منقول ہے کہ نفاق

رسول کے زمانہ میں تھا[عہ] اور آجکل ایمان کے بعد کفر ہوتا ہے اور

رسول اللہ کا ارشاد مروی ہے کہ آپنے روز خندق

علی کی عمرو بن عبدود سے جنگ کے متعلق فرمایا کہ

وہ میری امت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے

ملاحظہ ہو صحیح بخاری جزو ۱۳ صفحہ ۱۹۔

اور بروایت جابر جناب رسالتمآب سے منقول ہے کہ علی

خیر البشر ہیں جو اسمیں شک کرے وہ کافر ہے اور بخاری نے

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اگرچہ یہ کہا ہے کہ اس

حدیث کا انکار کیا گیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ

عہ اور قرآن میں جو سخت سزا منافقین کے لئے ہے وہ کافرین کے لئے نہیں ہے ارشاد ہوتا ہے ان

المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنی منافقین جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہونگے

[illegible] ۱۲ مترجم

بعد ذکر هذه الروایة هذا حدیث منکر
لا اعلم رواه سوی العلوی بهذا الاسناد
ولیس بثابت ص ۲۱ ج ۲ الا انه قد
روی حدیثا صحیحا یقرب مضمونه
مضمونه فی الجزء الثالث ص ۱۹۳
باسناده الی النبی انه قال من لم یقل
علی خیر الناس فقد کفر وهذا اعم مفهوما
من الاول لان عدم القول بذلک قد
یکون مع الشک والامتراء وقد یکون
مع اعتقاد خیریة غیره منه کمذهب
جمهور اهل السنة حیث یفضلون
الشیخین علی علی قطعا ویشکون
فی تفضیل عثمان علی علی والقائلون
بافضلیة علیؑ من الشیخین قلیل جدا

فانظر ایها الحبر الجلیل کیف تنسبون
الارتداد والکفر والنفاق الی الصحابة ولا
تنکرونه ومتی یقول الباقر والصادق
باحد هذه المضامین ترفعون اصواتکم
بالویل والثبور ان الشیعة وائمتهم یخالفون
الامة وینسبونهم الی الظلم والایذاء و
الارتداد والکفر والنفاق

سوائے شیعہ کے کسی اور نے بھی روایت کیا ہے اور یہ ثابت نہیں
ملاحظہ ہو صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ لیکن ج ۳ صفحہ ۱۹۳
پر ایک اور حدیث صحیح نقل کی ہے جسکا مضمون
قریب قریب یہی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص یہ نہ کہے کہ
علی بہترین مردم ہیں وہ کافر ہے اور اس کا مفہوم
پہلی حدیث سے زیادہ عام ہے اسلئے کہ علی کو بہترین
مردم نہ کہنا کبھی تو آپکے بہترین مردم ہونے میں
شک وشبہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اسکا یقین
رکھتے ہوئے ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ آپسے بہتر ہیں
جیسا کہ جمہور اہلسنت کا مذہب ہے اسلئے کہ وہ شیخین
کو آپ پر فضیلت دیتے ہیں اور حضرت عثمانؓ کے آپ سے
افضل ہونے میں شک کرتے ہیں اور وہ لوگ بہت
کم ہیں جو حضرت علی کو شیخین سے بہتر کہتے ہوں۔

مولانا! ملاحظہ فرمائیے کہ آپ خود صحابہ کی طرف ارتداد
وکفر ونفاق کو کسطرح منسوب کرتے ہیں اور اسکو
برا نہیں سمجھتے اور جب امام محمد باقر و امام جعفر صادق
علیہما السلام انمیں سے کسی مضمون کو ادا کرتے ہیں تو آپ
ہائے واویلا کرتے اور کہتے ہیں کہ شیعہ اور انکے ائمہ
امت کی مخالفت کرتے اور انکی طرف ظلم وایذا اور ارتداد
وکفر ونفاق کو منسوب کرتے ہیں۔

ثم اذكر لك حديثاً واحداً من طريق الحافظ
ابي نعيم في قوله تعالى والذين يؤذون
المومنين والمومنات بغير ما اكتسبوا فقد
احتملوا بهتانا واثما مبينا نزلت في علي
بن ابيطالب وذلك ان نفرا من المنافقين
كانوا يؤذونه ويكذبون عليه

ثم اذكر من رسالة النقيب ابي جعفر كلاما
لعله يقنعك اقناعا قال على ما رواه
ابن ابي الحديد وبعد فلو كان محل صحابة
رسول الله محل من لا يعادى اذا عصى
الله سبحانه ولا يذكر بالقبيح بل يجب ان
يراقب لاجل اسم الصحبة ويغضى عن عيوبه
وذنوبه لكان كذلك صاحب موسى المسطور ذكره
في القران لما اتبع هواه فانسلخ مما
اوتي من الآيات فغوى قال سبحانه واتل
عليهم نبأ الذي اتيناه اياتنا فانسلخ
منها فاتبعه الشيطان فكان من الغاوين
ولكان ينبغي ان يكون محل عبدة العجل
من اصحاب موسى هذا المحل لان هؤلاء كلهم
قد صحبوا رسولا جليلا من رسل الله

اور میں آپ سے ایک اور حدیث بیان کرتا ہوں جسکو
حافظ ابو نعیم نے اس آیہ مبارکہ کے متعلق نقل کیا ہے
والذین یوذون المومنین الایہ یعنی جو لوگ بے قصور
مومنین و مومنات کو اذیت دیتے ہیں وہ بڑا بہتان اور کھلا
گناہ کرتے ہیں حافظ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی کی
شان میں نازل ہوئی اسلئے کہ منافقین میں سے کچھ لوگ
آپکو ستاتے تھے اور آپ پر جھوٹ بولتے تھے۔

پھر میں نقیب ابو جعفر کے رسالہ کا ایک مقالہ نقل
کرتا ہوں شاید وہ آپ کیلئے کافی ہو جیسا کہ ابن ابی الحدید
نے نقل کیا ہے نقیب کہتے ہیں کہ اگر اصحاب رسول کی حالت
کیطرح ہوتی جس سے باوجود خدا کی نافرمانی کے دشمنی نہ کیجائے
اور اسکا ذکر برائی کے ساتھ نہو بلکہ یہ واجب ہو کہ صرف
صحبت کے نام کیوجہ سے اسکی رعایت کیجائے اور اسکے
گناہ بخشدیئے جائیں تو حضرت موسی کے اس صحابی کا بھی
جسکی مدح قران میں ہے اسوقت یہی حال ہوتا جبکہ اسنے
اپنی خواہش نفس کا اتباع کرتے ہوئے ان آیات کا انکار اور
سرتابی کی تھی جو اسے دیگئی تھیں اور گمراہ ہو گیا تھا جسکے متعلق
ارشاد خداوند عالم ہے کہ ای رسول ان کو اس شخص کا حال
پڑھکر سناؤ جسکو ہم نے اپنی آیتیں دیں تو اسنے انسے انحراف
وانکار کیا پس شیطان اسکے پیچھے ہو لیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا

بهذه المنزلة لعلمت ذلك من حال انفسهما

انهم اعرف بمحلهم من عوام اهل دهرنا

فقد رأيت افعال بعضهم ببعض دلتك

على ان القصة كانت على خلاف ما قد سبق

الى قلوب الناس اليوم هذا علي وعمار وابو الهيثم

بن التيهان وخزيمة بن ثابت وجميع من كان

مع علي من المهاجرين والانصار لم يروا

ان يتغافلوا عن طلحة والزبير وعائشة

ومن كان معهم في جانبهم لم يروا ان يمسكوا

عن علي حتى قصدوا له كما يقصد للمتغلبين

في زماننا وهذا معوية وعمرو لم يريا عليا

بالعين التي يرى بها العامي صديقه او جاره

ولم يقصرا دون ضرب وجهه بالسيف

ولعنه ولعن اولاده وكل من كان حيا

من اهله وقتل الصحابة وقد لعنهما هو في

الصلوات المفروضات ولعن معهما ابا الاعور

السلمي وابا موسى الاشعري وكلاهما من

الصحابة وهذا سعد بن ابي وقاص ومحمد

بن مسلمة واسامة بن زيد وسعيد بن زيد

بن عمرو بن نفيل وعبد الله بن عمر وحسان بن

ثابت وانس بن مالك لم يروا ان يقلدوا

انکا بھی مرتبہ ہوتا اسلیے کہ ان سبنے خدا کے رسول سے ایک طویل القدر

رسول کی صحبت اٹھائی تھی اور نقیب کہتے ہیں کہ اگر اصحاب اپنے

نزدیک اس مرتبہ فائز ہوتے تو انکو خود اسکا علم ہوتا اسلیے کہ

وہ اس زمانہ کے عوام سے اپنی منزلت کو زیادہ پہچانتے تھے

اور اگر تم یہ تجسس کروگے کہ بعض صحابہ نے بعض کے ساتھ کیا کیا

تو تمہیں معلوم ہوگا کہ معاملہ اس خیال کے برعکس تھا جو آج

لوگوں کے دلوں میں در گیا ہے۔ یہی حضرت علی، عمار، ابو الہیثم بن تیہان

خزیمہ بن ثابت وغیرہ ایسے سب لوگ جو منجملہ مہاجرین و انصار

حضرت علی کے ساتھ تھے یہ نہیں چاہتے تھے کہ طلحہ و زبیر و عائشہ

سے غافل ہوجائیں اور یہ سب (طلحہ وغیرہ) یہ نہیں چاہتے تھے

کہ حضرت علی سے باز رہیں یہانتک کہ آخر انہوں نے آپسے اسطرح

جنگ کی جیسے آجکل بڑے سرکشوں سے کیجاتی ہے۔ اور معاویہ

و عمرو عاص حضرت علی کو ایسی نگاہ سے ہی نہیں دیکھتے جیسے

ایک عام شخص اپنے دوست یا پڑوسی کو دیکھتا ہے اور آپکے

چہرے پر تلوار لگانے، آپ پر آپکی اولاد اور آپکے اہل میں سے

ہر اس شخص پر جو زندہ تھا لعنت کرنے اور آپکے اعوان و اصحاب

کو قتل کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا اور حضرت علی نے بھی ان دونوں

پر واجب نمازوں میں لعنت کی اور انہی کے ساتھ ابو الاعور سلمی اور ابو موسیٰ

اشعری پر بھی لعنت کی درحالیکہ یہ دونوں صحابیوں سے تھے۔ اور

سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، اسامہ بن زید، سعید بن زید، عبد اللہ

بن عمر، حسان بن ثابت اور انس بن مالک نے نہ طلحہ سے لڑنے میں

عليا في حرب طلحة والملحمة في حرب علي
طلحة والزبير باجماع المسلمين افضل
هؤلاء المعدودين لانهم زعموا انهم
قد خافوا ان يكون علي قد غلط
في ذلك في حربهما وخافوا وزعموا ان يكونا
قد غلطا وذلك في حرب علي وهذا عثمان
قد نفي اباذر الى الربذة كما يفعل
باهل الخنا والريب
وهذا عمار وابن مسعود قد تلقيا
عثمان بما تلقياه به لما ظهر لهما من عمهما
منه ما وعظاه لاجله ثم فعل عمار عثمان
ما تناهى اليكم ثم فعل القوم بعثمان
ما قد علمتم وعلم الناس كلهم وهذا
عمر يقول في قصة الزبير بن العوام لما
استاذنه في الغزو اني ممسك بباب
هذا الشعب ان يتفرق اصحاب محمد
في الناس فيضلوهم وزعم انه وابا بكر
كانا يقولان ان عليا والعباس في قضية
الميراث زعماهما كاذبين ظالمين فاجرين
وما راينا عليا والعباس اعتذرا ولا تنصلا
ولا نقل احد من اصحاب الحديث ذلك و

حضرت علی کا ساتھ دیا اور نہ حضرت علی سے (ان کی)
طلحہ کا ساتھ دیا اور طلحہ و زبیر باجماع مسلمین ان سب سے افضل
تھے جنکے نام گنائے گئے۔ اسلئے کہ مسلمانوں نے یہ گمان
کیا ہے کہ ان سب لوگوں نے یہ خوف کیا کہ حضرت علی
پر ہیں لوگ طلحہ و زبیر سے لڑنے میں آپ سے لغزش ہوئی
(آپکے ساتھ نہوئے) اور یہ خوف کیا کہ وہ دونوں
پر ہیں اور آپسے لڑنے میں خطا کی ہے (تو انکے ساتھ بھی نہ ہوئے)
اور حضرت عثمان نے ابوذر کو ربذہ بھیجا اور یہ ایسا عمل تھا جو کہ
اور دغا بازوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور عمار و ابن مسعود
حضرت عثمان کے ساتھ جسطرح پیش آئے " آئے " اسلئے کہ ان کے
خیال میں حضرت عثمان سے ایسی حرکتیں سرزد ہوئیں تھیں جنکی وجہ سے
انکو وعظ و پند کرنا پڑا پھر جو کچھ حضرت عثمان نے انکے ساتھ
سلوک کیا وہ بھی تمہیں معلوم ہے پھر قوم نے حضرت عثمان کے
ساتھ وہ کیا جو تمہیں اور سب آدمیوں کو معلوم ہے۔ اور حضرت عمر
زبیر بن عوام کے قصہ میں جبکہ زبیر نے انسے اذن جنگ طلب کیا
تھا کہا کہ میں اس گھاٹی کے دروازہ پر اصحاب رسول کو اس سے
روکے ہوئے ہوں کہ وہ لوگوں میں متفرق ہو کر انہیں گمراہ کر دیں اور
انہوں نے یہ بھی گمان کیا تھا کہ میں اور ابوبکر یہ کہتے تھے کہ حضرت
علی اور حضرت عباس کو میراث رسول کے قضیہ میں یہ خیال تھا
کہ وہ دونوں (یعنی ہم دونوں) کاذب۔ ظالم اور فاجر ہیں
اور ہمنے نہیں دیکھا کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے معذرت کی

لا رأينا اصحاب رسول الله انكروا عليهما
الحكاية عنهما ونسبها اليهما ولا انكروا
ايضا على عمر قوله في اصحاب رسول الله انهم
يريدون اضلال الناس ويهمون به ولا
انكروا على عثمان دوس بطن عمار ولا كسر
ضلع ابن مسعود ولا على عمار وابن
مسعود ما تلقيا به عثمان كانكار العامة
اليوم الخوض في حديث الصحابة ولا اعتقدت
الصحابة في انفسها ما يعتقده العامة
فيها اللهم الا ان يزعموا انهم اعرف بحق
القوم منهم وهذا علي وفاطمة والعباس
ما زالوا على كلمة واحدة يكذبون الرواية
نحن معاشر الانبياء لا نورث يقولون
انها مختلقة قالوا وكيف كان النبي صلعم
يعرف هذا الحكم غيرنا ويكتمه عنا
نحن الورثة ونحن اولى الناس بان يؤدي
هذا الحكم اليه وهذا عمر بن الخطاب
يشهد لاهل الشورى انهم النفر الذين
توفي رسول الله وهو عنهم راض ثم
يأمر بضرب اعناقهم ان اخروا
فصل حال الامامة هذا بعد ان

اور نہ وہ گمراہ ہوئے اور نہ اصحاب نے حدیث میں سے کسی نے ایسا نقل
کیا اور نہ ہم نے یہ دیکھا کہ اصحاب رسول نے ان دونوں کے متعلق
اس امر کو معیوب و قبیح سمجھا ہو جسکو حضرت عمر سے اُنسے نقل کیا
اور جسکی طرف انکو نسبت دی ہے نیز نہ اصحاب رسول نے حضرت عمر کے
اس قول کو معیوب و قبیح سمجھا کہ صحابہ لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے اور
اسکو پسند کرتے ہیں اور نہ اصحاب نے حضرت عثمان کے شکم حضرت عمار
پر ٹھوکر مارنے اور ابن مسعود کی پسلیاں توڑنے کو برا سمجھا اور نہ
حضرت عمار و ابن مسعود کے اس سلوک کو معیوب جانا جو انہوں نے
حضرت عثمان کے ساتھ کیا جسطرح کہ عوام آجکل اصحاب کے معاملہ میں
غور و خوض کرنے کو بھی برا سمجھتے ہیں اور نہ صحابہ اپنے متعلق وہ اعتقاد
رکھتے تھے جو عوام انکے متعلق رکھتے ہیں لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ ہم
صحابہ کے مراتب و مدارج کو خود صحابہ سے زیادہ سمجھتے ہیں (تو پھر جو کہیں
بجا ہے) اور حضرت علی و فاطمہ و عباس یکزبان حدیث نحن معاشر الانبیاء
(یعنی ہم گروہ انبیاء ہیں اور ہم کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے) کو جھٹلاتے
اور کہا کرتے تھے کہ یہ حدیث بنائی ہوئی ہے کیونکر ممکن ہے کہ رسول نے یہ حکم
اوروں کو بتایا اور ہم سے چھپایا حالانکہ ہم رسول کے وارث اور سب سے زیادہ
اسکے اہل ہیں کہ یہ حکم ہم تک پہنچایا جائے۔ اور عمر بن خطاب اہل شوریٰ
کے متعلق یہ شہادت دیتے تھے کہ رسول اللہ تا دم وفات اُنسے راضی رہے
اور پھر اُنکو تعیین خلیفہ کے لئے تین دن بعد یہ حکم دیدیا کہ
اگر وہ لوگ خلیفہ مقرر کرنے میں دیر کریں تو انکی گردنیں مار دی
جائیں۔ امامت کے حال کو نا تمام چھوڑ دیا اور انکے متعلق

ثلثہم وقال فی حقہم ما لو سمعہ العامۃ الیوم من قائل لوضعت ثوبہ فی عنقہ سحبا الی السلطان ثم شہدت علیہ بالرفض واستحلت دمہ فان کان الطعن علی بعض الصحابۃ رفضا فعمر بن الخطاب الرفض لنا وامام الروافض کلہم ثم ما شاع واشتہر فی قول عمر کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللّٰہ شرہا فمن عاد الی مثلہا فاقتلوہ وھذا طعن فی العقد وقدح فی البیعۃ الاصلیۃ ثم ما نقل عنہ من ذکر ابی بکر فی صلوتہ وقولہ عن عبد الرحمن ابنہ ودویبۃ سوء ولھو خیر من ابیہ ثم عمر القائل فی سعد بن عبادہ وھو رئیس الانصار وسیدہا اقتلوا سعدا قتل اللّٰہ سعدا اقتلوہ فانہ منافق وقد شتم ابا ہریرہ وطعن فی روایتہ وشتم خالد بن ولید وطعن فی دینہ وحکم بفسقہ وبوجوب قتلہ وخون

ایسی باتیں کہیں کہ آج عوام انکو کسی کہنے والے سے سنیں تو اسکے گلے میں کپڑا ڈالکر کھینچتے ہوے بادشاہ کے پاس لیجائیں پھر اسکے رافضی ہونے کی شہادت دیں اور اسکا خون حلال سمجھ لیں پس اگر صحابہ کو برا کہنا ہی رافضی ہوتا ہے تو حضرت عمر سب سے بڑھکر رافضی اور رافضیوں کے امام ہیں۔ پھر حضرت عمر کا یہ قول مشہور ہے کہ ابو بکر کی بیعت ایک لغو اور ناگہانی تھی خدا نے اسکے شر سے بچایا اور یہ عقد بیعت میں طعن و قدح ہے۔ منقول ہے کہ وہ نماز میں حضرت ابو بکر کا ذکر کرتے تھے اور عبد الرحمن ابن ابی بکر کے متعلق کہا کرتے کہ وہ مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے مگر اپنے باپ سے اچھا ہے اور یہی حضرت سعد بن عبادہ کے متعلق جو رئیس و سردار انصار تھے کہتے تھے کہ سعد کو قتل کرو خدا سعد پر لعنت کرے اسکو قتل کردو کہ وہ منافق ہے اور انہوں نے ابو ہریرہ کو بھی بہت برا بھلا کہا اور انکی روایت میں قدح کی۔ خالد بن ولید کو بھی بہت برا بھلا کہا انکے دین میں قدح کی انکے فاسق ہونے اور قتل کردے جانے کا حکم دیا۔ عمرو بن عاص اور

عہ حالانکہ اگر حضرت ابو ہریرہ نہوتے تو شاید اہلسنت کے یہاں علم حدیث مدون ہی نہوتا اور صحیح بخاری

عمرو بن العاص ومعویة بن ابی سفیان
ونسبهما الی سرقة مال الفیئ واقتطاعه
وکان سریعا الی المساءة والمشاتمة
والسب لکل واحد قل ان یکون فی
الصحابة من سلم من معرة لسانه او یده و
لذلک ابغضوه وملوا ایامه مع کثرة
الفتوح فیها فهلا احترم عمر الصحابة
کما تحترمهم العامة اما ان یکون عمر مخطئا
واما ان یکون العامة علی الخطاء فان قالوا
عمر ما شتم ولا ضرب ولا اساء الا الی ما
مستحقا لذلک قیل لهم فکانا نحن
نقول انا نرید ان نبرء ونعادی من
لا یستحق البراءة والمعاداة کلا ما قلنا
هذا ولا یقول هذا مسلم ولا عاقل
وانما غرضنا الذی یجری بکلامنا هذا
ان نوضح ان الصحابة قوم من الناس لهم ما
للناس وعلیهم ما علیهم من اساء منهم
ذممناه ومن احسن حمدناه ولیس لهم علی

معاویہ بن ابی سفیان کو خائن ٹھہرایا مال خراج کو
چرانے اور ضبط کر لینے کیطرف نسبت دی بہر حال خلافت
مآب ہر شخص کے ساتھ بہت جلد برائی کر گزرتے قطع تعلق
کر لیتے اور بہت گالی گفتار کرنے لگتے تھے اصحاب میں سے
بہت کم ایسے لوگ ہونگے جو آپ کے دست و زبان کی تکلیفات
اور اذیتوں سے بچے رہے اسی لیئے لوگ آپ سے بغض
رکھتے اور آپ کے عہد جبر مہد سے تنگ آگئے تھے حالانکہ
آپکے زمانہمیں فتوحات بہت ہوئیں تھیں اب ہم پوچھتے ہیں کہ
(اگر صحابہ کا وہی نازک اور بلند ترین مرتبہ ہے کہ بات کہتے زبان
کٹ جائے تو) حضرت عمر نے انکا اسیطرح احترام کیوں نہیں کیا
جسطرح عوام کرتے ہیں۔ یا تو یہ ہے کہ ان سب افعال میں
حضرت عمر خطا پر تھے یا عوام غلطی کرتے ہیں اور اگر وہ لوگ
یہ کہینگے کہ حضرت عمر نے اسی کو برا کہا اسی کو مارا اسی کے
ساتھ برائی کی جو گنہگار اور اس سلوک کا مستحق تھا تو اُنسے کہا
جائیگا کہ کیا خدانخواستہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس شخص سے بیزاری
اور دشمنی کرینگے جو اسکا مستحق نہیں۔ ہرگز نہیں۔ نہ ہم یہ کہتے ہیں
نہ کوئی اور مسلمان یا کوئی عاقل ایسا کہہ سکتا ہے ہماری غرض تو اس
کلام سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ صحابہ بھی آدمیوں ہی میں سے ایک جماعت ہیں

ہ مولوی اشرف علی تھانوی کو یہ مقالہ ذرا غور سے دیکھنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ انکا ایسا جلیل القدر امام
اہلسنت عالم کیا لکھ رہا ہے اسلیئے کہ فی زمانہ وہ بھی بہت کچھ صحابہ پرستی کا دم بھرتے اور صحابہ کے مطاعن کو
مٹی میں چھپا کر انہیں معاذ اللہ خدا اور رسول سے بھی زیادہ محترم سمجھتے ہیں ۱۲ مترجم

غيرهم من المسلمين كيف فضل الائمة هم
الرسول ومعاصرته لا تغير بل ربما كانت
ذنوبهم افحش من ذنوب غيرهم لانهم
شاهدوا الاعلام والمعجزات فقربت
اعتقاداتهم من الضرورة ونحن لم نشاهد
ذلك فكانت عقائدنا بمحض النظر والفكر
وبمعرض الشبهة والشكوك فمعاصينا
اخف لانا اعذر ثم نعود الى ما كنا
فيه فنقول وهذه عائشة ام المؤمنين
خرجت بقميص رسول الله فقالت
للناس هذا قميص رسول الله لم يبل
وهذا عثمان قد ابلى سنته ثم تقول
اقتلوا نعثلا قتل الله نعثلا ثم لم ترض
بذلك حتى قالت اشهد ان عثمان جيفة
على الصراط غدا فمن الناس من يقول
روت ذلك خبرا ومن الناس من يقول
هو موقوف عليها وبدون هذا لو قال
انسان اليوم يكون عند العلماء زنديقا
ثم قد حصر عثمان حصره اعيان الصحابة

جو اعمال و افعال سب کے لیے مفید ہو سکتے ہیں وہ انکے لیے بھی مفید ہیں
اور جو سب کے لیے مضر ہو سکتے ہیں وہ انکے لیے بھی مضر ہیں جو انمیں سے
برائی کریگا ہم اُسکی مذمت کرینگے اور جو اچھائی کریگا ہم اسکی تعریف
کرینگے انکو سب لوگوں پر اس سے زیادہ کوئی فضیلت حاصل نہیں
کہ انہوں نے رسول کو دیکھا اور آپکے زمانہ میں موجود تھے بلکہ اسلئے
انکے گناہ دوسروں کے گناہوں سے زیادہ شرمناک تھے اسلئے کہ انہوں نے
دلائل و معجزات کو دیکھا تھا اسلئے اُنکے اعتقادات بداہت کے قریب
تھے اور ہم نے دلائل و معجزات کو نہیں دیکھا اسلئے ہمارے اعتقادات نظر
و فکر پر موقوف ہیں اور نظر و فکر میں شک و شبہ عارض ہو سکتا ہے لہذا ہمارے
گناہ اُنکے گناہوں سے ہلکے ہیں اسلئے کہ ہم معذور ہیں۔ اب ہم اپنے مطلب پر
آتے ہیں اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ نے جناب رسالتمآب کی قمیص نکالی اور
لوگوں سے کہا کہ یہ حضرت کی قمیص ہے جو پرانی نہیں ہوئی ہے مگر انکی سنت
حضرت عثمان نے کہنہ کر دیا پھر کہنے لگیں کہ اس بڈھے احمق کو قتل کرو
خدا اُسپر لعنت کرے اور یہی کہنے پر آپکا دل ٹھنڈا نہیں ہوا بلکہ یہاں تک
کہا کہ کل پل صراط پر عثمان کی موت آئیگی اور اسمقام پر بعض
لوگ تو کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس قول میں حدیث رسول نقل کی ہے
اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کہا اپنی طرف سے کہا اور اگر کوئی
شخص آج اس سے بھی کم انکی شان میں کچھ کہے تو عامۂ ناس کے نزدیک
کافر و منافق ٹھہرے[عه] پھر یہ کہ اعیان صحابہ نے حضرت عثمان کا محاصرہ

عه ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب ج ۳ ص ۱۲ ۱۲ مترجم

سه لیکن حضرت عائشہ اسقدر سخت و سست کہکر بھی نہ محض مجرمہ بلکہ ام المومنین ہی رہیں ۱۲ مترجم

فما كان احد ينكر ذالك ولا يعظمه
ولا يسعى في ازالته وانما انكروا على
من انكر على المحاصرين له وهو رجل
يعلمهم من وجوه اصحاب رسول الله
ثم من اشرافهم ثم هو اقرب اليه ص
من ابي بكر وعمر وهو مع ذلك امام
المسلمين والمختار منهم للخلافة وللامام
حق على رعيته عظيم فان كان القوم
قد اصابوا فاذا ليست الصحابة في
الموضع الذي وضعتموها به العامة وان
كانوا ما اصابوا فهذا هو الذي نقول
من الخطاء جائز على احد الصحابة كما يجوز
على احادنا اليوم لسنا نقدح في الاجماع
ولا ندعي اجماعا حقيقيا على قتل
عثمان وانما نقول ان كثيرا من المسلمين
فعلوا ذلك والخصم يسلم ان ذلك
خطاء ومعصية فقد سلم ان الصحابي
يجوز ان يخطئ ويعصي وهو المطلوب
وهذا المغيرة بن شعبة وهو من الصحابة
ادعى عليه الزناء وشهد عليه
قوم بذلك فلم ينكر ذلك عمر

کیا اور کسی نے اسکو معیوب اور امر عظیم نہیں سمجھا
نہ محاصرہ کے زائل کرنے میں کوشش کی بلکہ سب نے انہی
لوگوں کو بُرا سمجھا جو محاصرہ کرنیوالوں پر معترض تھے اور
یہ معلوم بھی ہے کہ حضرت عثمان اعلا اصحاب میں سے تھے اشراف
صحابہ میں سے تھے بہ نسبت شیخین کے رسول کے زیادہ مقرب تھے
امام مسلمین بھی تھے تمام اصحاب میں سے انہیں کو خلافت
کے لیئے پسند کیا گیا تھا اور امام کا رعیت پر بڑا حق ہے
پس اگر یہ کہا جائے کہ ان سب نے جو کیا بجا کیا تو صحابہ
کی وہ منزلت نہ رہی جو عوام نے اُنکے لئے تجویز کر لی ہے
اور اگر یہ کہا جائے کہ ان لوگوں نے یہ سب کچھ
ناحق کیا تو یہی ہم کہتے ہیں کہ جسطرح آج ہم سے غلطی
ہو سکتی ہے اسیطرح صحابہ سے بھی غلطی ہونا جائز ہے
ہم اجماع میں قدح نہیں کرتے اور نہ یہ دعویٰ
کرتے ہیں کہ قتل حضرت عثمان پر اجماع حقیقی قائم تھا
بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ بہت سے مسلمانوں نے ایسا کیا
اور دشمن یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ غلطی اور گناہ ہے پس اسکو
مسلم ہے کہ صحابی خطا اور گناہ کر سکتا ہے وھو
المطلوب۔
اور یہ کہ مغیرہ بن شعبہ صحابی رسولؐ پر زنا کا دعوےٰ
کیا گیا ایک جماعت نے گواہی بھی دی
اور حضرت عمر نے اس سے انکار نہ کیا اور یہ

ولا قال هذا محال وباطل لان هذا
صحابي من صحابة رسول الله ولا يجوز عليه
الزنا وهلا انكر عمر على الشهود وقال
لهم ويحكم هلا تغافلتم عنه لما رأيتموه
يفعل ذلك فان الله تعالى قد اوجب
الامساك عن مساوي اصحاب
رسول الله واوجب الستر عليهم
هلا تركتموه لرسول الله في قوله دعوا
لي اصحابي ثم ما رأينا عمر الا وقد انتصب
بسماع الدعوى واقامة الشهادة وا
يقول للمغيرة يا مغيرة ذهب ربعك
يا مغيرة ذهب نصفك يا مغيرة
ذهب ثلاثة ارباعك يا مغيرة حتى اضطرب
الرابع فجلد الثلاثة وهلا قال المغيرة
لعمر كيف تسمع في قول هؤلاء وليسوا
من الصحابة وانا من الصحابة ورسول الله

نہ کہا کہ یہ محال ہے باطل ہے اسلئے کہ یہ ص
رسول ہیں ان سے زنا صادر نہیں ہو سکتا
حضرت عمر نے گواہوں کو ایسی گواہی سے ر
نہیں دیا اور یہ کیوں نہ کہدیا کہ بڑے افسوس کی
تم لوگوں نے مغیرہ کو دیکھا تھا کہ قوت محبت
پر صرف کر رہے ہیں تو انجان کیوں نہیں بن گئے تھے اسلئے
عالم نے اصحاب رسول کی برائیوں کے نظاہر کرنے اور ا
کو واجب کیا ہے اور تم نے مغیرہ کو رسول کے ا
بنا بر معہود کیوں نہیں دیا تھا کہ میرے اصحاب کے
تعرض نہ کرو حضرت عمر نے یہ کچھ نہ کیا بلکہ ہم نے
کہ دعوے سننے اور گواہیاں لینے کے لئے تیار ہو گئے اور
گواہ نے گواہی دی تو آپ نے کہا کہ اے مغیرہ تمہارا
معاملہ تو طے ہو گیا جب دوسرے نے گواہی دی تو کہا کہ
معاملہ طے ہوا جب تیسرے نے گواہی دی تو کہا کہ تمہارا تین
معاملہ طے ہو گیا یہانتک کہ چوتھا گواہ بگڑ گیا اور
پہلے گواہوں کے کوڑے لگوائے۔ اور مغیرہ ہی

عہ خدانخواستہ حضرت عمر ایسی کیوں کہتے اس سے تو انکے اپنے ہی گھر کو آگ لگتی تھی البتہ آجکل صحابہ کی ا
شیدائی جو چاہیں کہے جائیں اسلئے کہ خود مقام صحابیت میں نہیں ۱۲ مترجم عہ مقدمہ زنا کے
شرع یہ ہیں کہ چار گواہ گواہی دیں تب زنا ثابت ہوتا اور زانی پر حد زنا جاری کی جاتی ہے اور اگر
ایک گواہ بھی باقاعدہ گواہی نہ دے سکے تو زنا ثابت نہیں ہوتا اور باقی گواہی دینے

قال اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم
اهتدیتم ما رأینا قال ذالک بل استسلم
لحکم الله تعالی و ههنا من هو امثل
من المغیرة و افضل منه و قدامة بن مظعون
لما شرب الخمر فی ایام عمر فاقام علیه الحد
و هو رجل من علیة الصحابة و من اهل
البدر المشهود لهم الجنة فلم یرد عمر
شهادتهما و لا درء عنه الحد لعلة انه بدری
و لا قال قد نهی رسول الله من ذکر مساوی
اصحابه و قد ضرب عمر ایضا ابنه حدا
فمات و کان ممن عاصر رسول الله و لم تمنعه
معاصرته له من اقامة الحد علیه و
هذا علی یقول ما حدثنی احد بحدیث
من رسول الله الا استحلفته علیه
الیس هذا ایضا اتهاما لهم بالکذب و ما
استثنی من المسلمین احدا الا ابا بکر
علی ما ورد فی الخبر و قد صرح غیر مرة
بتکذیب ابی هریرة و قال لا احد اکذب

حضرت عمر سے یہ کیوں نہ کہدیا کہ آپ صحابہ کے متعلق ان لوگوں کی بات
کیوں سنتے ہیں حالانکہ یہ اصحاب میں سے نہیں اور میں منجملہ اصحاب ہوں
اور جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے
جسکا اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے ہم نے نہیں دیکھا کہ مغیرہ نے ایسا کہا ہو
بلکہ انہوں نے حکم خدا کو تسلیم کر لیا۔ بلکہ اسمقام پر نظیر کیلئے ایسا شخص
موجود ہے جو مغیرہ سے بھی بہتر و افضل ہے یعنی قدامہ بن مظعون کہ جب
انہوں نے حضرت عمر کے زمانہ میں شراب پی تو آپنے انپر حد قائم کی درحالیکہ
وہ بلند مرتبہ اصحاب اور اہل بدر میں سے تھے جنکے متعلق جنت کی گواہی دی
جا چکی تھی پس حضرت عمر نے اس بنا پر کہ وہ اہل بدر میں سے ہیں گواہی انکی
رد اور انپر سے حد کو دفع نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ رسول نے اصحاب
کے افعال شنیعہ کو بیان کرنے سے روکا ہے نیز حضرت عمر نے اپنے بیٹے
پر حد جاری کی جسکی وجہ سے وہ مر بھی گئے عــه حالانکہ وہ بھی رسول کے ہم عصر تھے
اور ہمعصر ہونا حد جاری کرنے سے مانع نہ ہوا اور حضرت علی فرماتے ہیں
کہ مجھ سے کسی شخص نے حدیث رسول نہیں بیان کی مگر یہ کہ میں نے
اس سے قسم لے لی کیا یہ اصحاب رسول پر کذب کا اتہام نہ تھا اور آپ
نے اس سے تمام مسلمانوں میں سے سوائے ابوبکر کے کسی کو مستثنیٰ
نہیں فرمایا جیسا کہ روایت میں وارد ہے اور آپنے کئی مرتبہ ابوہریرہ
کی صریحاً تکذیب کی اور فرمایا کہ میں اس دوسی عــه سے زیادہ کسیکو

عــه ازالۃ الخفا مقصد دوم صفحہ ۱۷۶ میں ہے کہ جب حضرت عمر نے اپنے بیٹے سے میخواری کی حد جاری کرنا چاہی تو اُسنے
بھرے مجمع میں کہا کہ مجھپر وہ شخص حد جاری کرے جس نے کبھی خود شراب نہ پی ہو اس بنا پر حضرت علی نے حد جاری
فرمائی ۱۲ مترجم عــه ابوہریرہ مقام دوس کے رہنے والے تھے ۱۲ مترجم

من هذا الذی سبق علی رسول الله و
ابوبکر فی مرضه الذی مات فیه وددت
انی لم اکشف بیت فاطمه ولو کان
اغلق علی الحرب فندم والندم لا
یکون الا من ذنب ثم ینبغی للعاقل
ان یفکر فی تاخر علی من بیعة ابیبکر مشتہ

رسول کی طرف جھوٹی روایتیں منسوب کیں نوالانبیا
اور حضرت ابوبکر نے اپنے مرض الموت میں کہا کہ کاش
میں نے بیت سیدۂ عالم کے ساتھ بے ادبی نہ کی ہوتی اگرچہ
مجھ سے بجبر جنگ کرتے (یہ جائیکہ وہ مجھ سے متعرض نہ ہوتے
پر ظلم کیا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے فعل پر نادم تھے
ندامت گناہ ہی پر ہوتی ہے پھر عاقل انسان کیلئے مناسب

ف یہ موضوع بہت طویل ہے اسکے لئے مستقل کتاب بھی کم ہے یہ جائیکہ مختصر حاشیہ تمام ناصاف اپر عموماً اور اہلبیت رسول پر خصوصاً
مظالم دنیائے اسلام کی تقریباً طشت از بام ہو چکیں ارباب تحقیق وانصاف تسلیم کر چکے خود انہی کی مستند و بلند پایہ اور جلیل القدر
مایۂ ناز کتابیں انکی توضیحات سے مملو ہیں مگر پیر دل شکستہ باندھ ہو جانے کے بعد بھی مریدوں کی حرکت مذبوحی کبھی کبھی انکی
کٹ جانے کی شہادت دیا کرتی ہے انکے حوصلے گاہے گاہے ناکام جنبش کیا کرتے ہیں اسلئے اہل حق بھی جواب میں اپنے
و تلاش سے گردن شوئی کرکے ان کشتگان تعصب و نسلا کو ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں ان تمام کتب اہلسنت کی فہرست نقل
گنجائش نہیں جنمیں حوادث مرا کے ساتھ مذکور ہیں کہ بنی زادی کے پہلو پر دروازہ گرایا گیا گھر میں آگ لگانے کی دھمکی دی گئی
محسن شہید ہوئے اور حضرت ابوبکر نے مرتے وقت اظہار ندامت کیا یہاں چند کتابوں کے حوالے درج کئے جاتے ہیں جنکے بعد امید
پر بیجا ناز کرنے والے شرمائینگے۔ بیعت حضرت ابوبکر کے سلسلہ میں رسول کے دروازے پر آگ اور لکڑیاں جمع کی گئیں خانۂ رسالت
ڈھا دینے کی دھمکی دی گئی ایک بزرگ نے بطن اقدس بنت رسول کے ساتھ پائے نخس سے بے ادبی کی حمل مبارک ساقط ہوا ایک بچہ
ہوا جسکا نام محسن تھا اور یہ نام رسول کا رکھا ہوا تھا ملاحظہ ہو تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک مصر ص ۱۹ الفصل الثانی
ص ۱۸۶ تاریخ ابی الفدا مصر ص ۱۵۶ روضۃ المناظر حاشیہ تاریخ کامل مصر ج ۱۱ ص ۱۱۳۔ الامامۃ والسیاسۃ مصر ج ۱ ص ۲۰ مروج الذہب
مصر ص ۱۵۶ بر حاشیہ تاریخ کامل ج ۹ ازالۃ الخفا لاہور ص ۲۳۶ مقصد دوم ماثر ابی بکر استیعاب ج ۱ حیدرآباد ص ۲۵ ملل و نحل
شہرستانی مصر ص ۵۷ تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز دہلوی ص ۲۹۲ مسند احمد حنبل۔ سر الشہادتین ص ۷۰۸ معارج النبوۃ
ص ۲۲ میزان الاعتدال۔ تاریخ مختصر وغیرہ وغیرہ بعض کوتاہ نظر کہدیا کرتے ہیں کہ پیدا ہونے سے پہلے بچہ کا نام کیونکر تجویز ہو
اسکا جواب یہ ہی انہی کی کتابوں سے ظاہر ہو گیا یا ابوبکر کا نادم ہونا اسکے لئے ملاحظہ ہو تاریخ طبری (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

شہر لئن کان ما فعلتہ فاطمۃ فان کان مصیبا فابوبکر علی الخطاء فی انتصابہ فی الخلافۃ فان کان ابوبکر مصیبا فعلی علیہ السلام علی الخطاء فی تاخرہ عن البیعۃ و حضور المسجد ثم قال ابوبکر فی مرض موتہ للصحابۃ فلما استخلفت علیکم خیرکم فی نفسی یعنی عمر فکلکم ورم لذلک انفہ یرید ان یکون الامر لہ لما رایتم الدنیا قد جاءت اما واللہ لتتخذن ستائر الدیباج ونضائد الحریر الیس ہذا طعنا فی الصحابۃ وتصریحا بانہ قد نسبہم الی الحسد لعمر لما نص علیہ بالعہد ولقد قال لہ طلحۃ لما ذکر عمر للامر ماذا تقول لربک اذا سئلک عن عبادہ وقد ولیت علیہم فظا غلیظا فقال

کہ وہ اس مسئلہ میں غور و فکر کرے کہ حضرت علیؑ نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کی یہاں تک کہ جناب سیدۂ عالم نے وفات پائی پس اگر حضرت علی بیعت نہ کرنے میں راہ راست پر تھے تو ابوبکر خلیفہ بن بیٹھنے میں غلطی پر تھے اور اگر حضرت ابوبکر راہ راست پر تھے تو حضرت علیؑ غلطی پر تھے اور ابوبکر نے اپنے مرض موت میں صحابہ سے کہا کہ جب میں نے تم میں اس شخص کو خلیفہ بنایا جو میرے نزدیک تم سے بہتر ہے یعنی عمر کو تو اسکی وجہ سے تم آگ بگولا ہو گئے اور جب تم نے دیکھا کہ خلافت کے سبب تمہیں دنیا آتی ہے تو تم میں سے ہر ایک یہ خواہش کرنے لگا کہ خلافت اسے ہی ملجاتی بخدا تم دیبا کے پردے اور ریشم کے ساز و سامان اختیار کر لوگے۔ کیا انکا یہ کہنا صحابہ کی شان میں طعن اور اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ جب حضرت خلافتمآب نے حضرت عمر کے عہدہ خلافت پر ممتاز ہونے کے متعلق نص فرمائی تو اصحاب کو انہوں نے حسد کرنیکی طرف نسبت دی اور جب انہوں نے خلافت کے متعلق حضرت عمر کا ذکر کیا تو طلحہ نے کہا کہ اے ابوبکر جب تم سے خداوند عالم اپنے بندوں کے متعلق سوال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سقیفہ جوہری الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ تاریخ کامل ابن اثیر کتاب الاموال ابوعبیدہ فضائل الصحابہ خثیمہ معجم کبیر طبرانی تاریخ ابن عساکر مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی۔ جمع الجوامع سیوطی۔ کنز العمال وغیرہ وغیرہ ان کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر نے مرتے وقت کہا کہ کاش میں نے تین باتیں کی ہوتیں۔ تین باتیں نہ کی ہوتیں اور تین باتیں سوال بھی کی ہوتیں اور جو نہ کی ہوتیں انمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ جناب سیدہ کے خانۂ محترم کے ساتھ بے ادبی نہ کی ہوتی اور یہی وہ حقائق ہیں جنکو آج عیسائی محقق بھی اپنی کتابوں میں تسلیم کر رہے ہیں والسلام والخیر فی قلۃ الکلام ۱۲ مترجم

ابوبکر اجلسونی اجلسونی باللہ تخوفونی
اذا سئلنی قلت لیت علیہم خیرا
هلك ثم شتمہ بکلام کثیر منقول
فہل قول طلحۃ الا طعن فی عمر وهل
قول ابی بکر الا طعن فی طلحۃ ثم الذی
کان بین ابی بن کعب و عبد اللہ بن مسعود
من السباب حتی نفی کل واحد منہما
الاخر عن ابیہ وکلمۃ ابی بن کعب مشہور
منقولہ ما زالت هذہ الامۃ مکبوبۃ
علی وجوهها منذ فقدوا نبیہم و
قولہ الا هلك واهل العقد واللہ
ما اسی علیہم انما آسی علی من یضلون
من الناس ثم قول عبد الرحمن بن عوف
ماکنت اری ان اعیش حتی یقول
لی عثمان یا منافق وقولہ لو استقبلت
من امری ما استدبرت ما ولیت عثمان
شسع نعلی وقولہ اللہم ان عثمان
قد ابی ان یقیم کتابك فافعل بہ
وافعل وقال عثمان لعلی فی کلام
دار بینہما ابوبکر وعمر خیر منك فقال
علی کذبت انا خیر منك ومنہما

کریگا تو تم کیا جواب دوگے ذرا خیال کیجئے تم نے ایسے ایک
دہ کلام شخص کو خلیفہ بنا لیا ہے حضرت ابوبکر کہنے لگے کہ مجھ
بٹھاؤ مجھے بٹھاؤ ای طلحہ کیا تو مجھے ڈراتا ہے کہ جب خدا مجھ
تو تم کیا کہوگے میں کہدونگا کہ میں نے بہترین مردم کو ان پر خلیفہ
اسکے بعد بہت کچھ برا بھلا کہا جو کتب میں منقول ہے پس
طلحہ کا قول حضرت عمر کی شان میں اور حضرت ابوبکر کا قول
طلحہ کی شان میں طعن نہیں ہے (حالانکہ یہ سب اصحاب تھے) اور ابی
عبد اللہ ابن مسعود میں اسقدر گالم گلوچ ہوئی کہ ایک نے دوسرے کو
حرامی کہدیا اور ابی ابن کعب کا یہ قول مشہور ہے کہ رسول کے بعد
یہ امت برابر اوندھے منہ پڑی رہی اور یہ قول بھی مشہور ہے کہ
لینے والے گمراہ ہوگئے اور مجھے انکا غم نہیں بلکہ ان لوگوں کا غم
جنہیں وہ گمراہ کرتے ہیں ۔ عبد الرحمن بن عوف کہتے تھے میں
چاہتا تھا کہ زندہ رہوں یہانتک کہ حضرت عثمان مجھے
منافق کہیں اور انکا یہ بھی قول تھا کہ اگر وہ زمانہ
آئے جب میں نے عثمان کی بیعت نہ کی تھی تو اب میں عثمان
کو اپنے جوتے کے تسموں کا بھی حاکم و مختار نہ بنا
اور یہ بھی کہتے تھے کہ خداوندا عثمان نے احکام قرآن
قائم کرنے سے انکار کیا ہے لہذا تو انکو ضرور اسکی
دے اور حضرت عثمان و حضرت علی کے درمیان جو گفتگو
ہوئی اسمیں حضرت عثمان نے کہا کہ ابوبکر و عمر آپ سے بہتر
آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو میں تم سے اور انسے بہتر

عبدة الله قبلهما وعبد بعدهما
وروى سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار
قال كنت عند عروة بن الزبير فتذاكرنا
كم اقام النبي بمكة بعد الوحي فقال
عروة اقام عشرا فقلت كان ابن عباس
يقول اقام ثلث عشرة فقال كذب
ابن عباس وقال ابن عباس المتعة حلال
فقال له جبير بن مطعم كان عمر ينهى عنها
فقال يا عدو نفسه من ههنا
ضللتم احدثكم من رسول الله
وتحدثني من عمر وجاء في الخبر عن
علي لولا ما فعل ابن الخطاب في المتعة
ما زنى الا شقي وقيل ما زنى الا شفا
اي قليل فاما سب بعضهم بعضا
وقدح بعضهم بعضا في المسائل
الفقهية فاكثر من ان يحصى مثل
قول ابن عباس وهو يرد على زيد

میں ان دونوں کے پہلے سے خدا کی عبادت کرتا تھا اور تم نے ان
دونوں کے بعد خدا کی عبادت کی ہے عـہ اور عمرو بن دینار سے مروی
ہے کہ میں عروہ بن زبیر کے پاس بیٹھا تھا ہمارے درمیان ذکر
ہوا کہ وحی کے بعد رسول نے مکہ میں کے دن قیام فرمایا عروہ
نے کہا دس دن میں نے کہا ابن عباس کہتے تھے
تیرہ ۱۳ دن عروہ نے کہا ابن عباس نے جھوٹ بولا
اور ابن عباس نے کہا کہ متعہ حلال ہے اُسپر جبیر
بن مطعم کہنے لگے کہ حضرت عمر اس سے منع کرتے تھے
انہوں نے کہا کہ ای اپنی جان کے دشمن یہیں سے تو تم گمراہ
ہو گئے میں تو تم سے رسول کا قول بیان کرتا ہوں اور
تم مجھ سے اسکے مقابلہ میں عمر کا قول بیان کرتے ہو۔ اور
حدیث میں حضرت علی سے منقول ہے کہ اگر حضرت عمر متعہ
کی مخالفت نہ کرتے تو بہت ہی کم لوگ زنا کرتے۔ رہا مسائل
فقہیہ میں بعض اصحاب کا بعض کو سب وشتم اور اُنکی شان
میں قدح کرنا اسکے متعلق شمار سے زیادہ واقعات
ثابت ہیں۔ مثلا ابن عباس زید کی رد میں جو میراث
میں بوقت ضرورت عول عـہ کے قائل تھے فرماتے تھے

عـہ یعنی میں اُنکے قبل سے مسلمان تھا اور تم اُنکے بعد اسلام لائے یہ بہت بلیغ جملہ ہے ۱۲ مترجم عـہ عول علم میراث کی ایک
اصطلاح ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ وارثوں کے زیادہ ہونے کی صورت میں فریضہ کو بھی بڑھا لینا یہ علماء شیعہ کے نزدیک باطل ہے
اور مباہلہ کے معنی مشہور ہیں یعنی باہم لعنت کرنا اور محاربہ حق و باطل میں اسکا عنوان یہ ہوتا ہے کہ ہر فریق یہ کہتا ہے کہ ہم
میں سے جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہے یہاں پر مقصود ثابت کرنا ہے کہ وہاں تو (باقی حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

مذهب العول في الفرائض انشاء
قال من شاء باهلته ان الذي احصى
رمل عالج عددا اعدل من ان يجعل
في مال نصفا ونصفا وثلثا هذان
النصفان قد ذهبا بالمال فاين موضع
الثلث ومثل قول ابي بن كعب في القرآن
لقد قرئت القرآن وزيد هذا غلام
ذو ذوابتين بين صبيان اليهود
في المكتب وقال علي في امهات الاولاد
وهو على المنبر وكان رأيي ورأي عمر ان
لا يبعن وانا الآن وانا ارى الآن
يبعن فقام اليه عبيدة السلماني
فقال رأيك في الجماعة احب الينا من
رأيك في الفرقة وكان ابوبكر يرى
التسوية في قسم الغنائم وخالفه
عمر وانكر فعله وانكرت عائشة على ابي سلمة
بن عبد الرحمن خلافه على ابن عباس
في عدة المتوفى عنها زوجها وهي
حامل وقالت فروخ يصقع مع
الديكة وانكرت الصحابة على ابن عباس

کہ جو شخص چاہے میں اس سے اس مسئلہ میں مباہلہ کر سکتا ہوں
کہ جس نے تو وہ ریگ کے ذروں کو شمار کر لیا ہے
(یعنی خداوند عالم) اسکے عدل سے یہ بہت دور ہے کہ ایک
مال میں دو نصف اور ایک تہائی قرار دے تمام مال تو
دو نصف ہی پر ختم ہو جاتا ہے پھر تہائی کی کہاں گنجائش رہی
اور ابی ابن کعب نے قرآن کے متعلق کہا کہ میں نے اس وقت
قرآن پڑھا تھا جب یہ زید دو زلفوں والا (کمسن)
لڑکا تھا اور یہود کے لڑکوں کے ساتھ مکتب میں
کھیلا کرتا تھا۔ اور حضرت علی نے ممبر پر ام ولد کے متعلق
فرمایا کہ میری اور حضرت عمر کی رائے یہ تھی کہ اُسکا بیچنا
جائز نہیں اور اب میری رائے یہ ہے کہ اُسکا بیچنا جائز ہے
عبیدہ سلمانی کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ جو رائے آپکی اوروں کے
ساتھ ہے وہ ہم لوگوں کو تنہائی کی رائے سے زیادہ محبوب ہے
اور حضرت ابوبکر کی رائے یہ تھی کہ مال غنیمت سب کو برابر
تقسیم کیا جائے لیکن حضرت عمر اسکے خلاف تھے اور
اُنکے فعل کو بُرا سمجھتے تھے اور ابن عباس اس عورت کے
متعلق جسکا شوہر مر گیا ہو اور وہ حاملہ ہو کہتے تھے
کہ اسکا عدہ وضع حمل تک ہے ابو سلمہ نے اس سے
اختلاف کیا اور انکا یہ اختلاف حضرت عائشہ کو سخت ناپسند ہوا
کہنے لگیں کہ بچہ کو باپ کے ساتھ رہنا چاہئے اور یہ اُس وقت

قولهم في الصرف وسفهوا رايه حتى قيل
انه تاب من ذالك عند موته واختلفوا في
حديث شارب الخمر حتى خطا بعضهم
بعضا وروى بعض الصحابة عن النبي صلعم
انه قال الشؤم في ثلثة المرءة والدار
والفرس فانكرت عائشة ذالك وكذبت الراوي
وقالت انما قال ذلك حكاية عن غيره وروى
ايضا بعض الصحابة عنه انه قال التاجر
فاجر فانكرت عائشة ذالك وقالت
انما قاله في تاجر مدلس وانكر قوم من الانصار
رواية ابي بكر الائمة من قريش ونسبوه الى
الافتعال هذه الكلمة وكان ابو بكر يقضي
بالقضاء فينتقضه عليه اصاغر الصحابة
كبلال وصهيب ونحوهما قد روي في ذلك
قضية قضايا وقيل لابن عباس ان
عبد الله بن الزبير يزعم ان موسى صاحب الخضر
ليس موسى بني اسرائيل فقال كذب عدو
الله اخبرني ابي بن كعب قال خطبنا
رسول الله وذكر كلاما يدل على ان موسى
صاحب الخضر هو موسى بني اسرائيل وباع
معوية واني لذهب والفضة بأكثر

ہو سکتا ہے جبکہ تا وضع حمل انتظار کیا جائے اور ثابت ہو جائے
کہ بچہ اسی شوہر کا ہے ورنہ ممکن ہے کہ غیر کا بچہ کہلائے اور تمام
اصحاب نے بیع صرف کے مسئلہ میں ابن عباس کے قول کو برا
سمجھا اور انکی رائے کو حماقت کی رائے قرار دیا تھا یہانتک کہ یہ بھی کہا
گیا کہ انہوں نے مرتے وقت اس سے توبہ کی تھی اور صحابہ نے شرابخوار
کی حدیث کے بارے میں باہم اختلاف کیا تھا حتیٰ کہ بعض نے
بعض کو خطاکار ٹھیرایا اور بعض اصحاب نے جناب رسالتمآب سے یہ روایت
کی تھی کہ نحوست و بدبختی تین چیزوں میں ہے عورت۔ گھر اور گھوڑا حضرت
عائشہ نے اس سے انکار کیا راوی کو جھوٹا کہا اور کہا کہ آنحضرت نے
یہ کسی اور کا قول نقل فرمایا تھا۔ اور بعض اصحاب نے آنحضرت سے
یہ بھی روایت کی تھی کہ تاجر فاجر ہے اس سے بھی حضرت عائشہ نے انکار کیا
اور کہا کہ یہ رسول نے ایسے تاجر کے متعلق فرمایا ہے جو عیب دار چیز کو
انکے عیب چھپا کر بیچتا ہو اور انصار کی ایک جماعت نے حضرت ابوبکر
کی اس روایت کا بھی انکار کیا کہ ائمہ قریش سے ہونگے اور انکے لیے یہ کہا
کہ یہ کلمہ انہوں نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے نیز یہ کہ حضرت ابوبکر بہت
سے قضیے فیصل کرتے تھے اور چھوٹے چھوٹے اصحاب مثلاً بلال و صہیب
انکے فیصلوں کو توڑ دیتے تھے اور ایسا واقعہ بہت سے قضیوں کے
متعلق مروی ہے۔ ابن عباس سے کہا گیا کہ عبداللہ ابن زبیر یہ گمان
کرتے ہیں کہ جو موسیٰ جناب خضر کے ساتھ رہے تھے وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ
نہ تھے آپ نے کہا کہ دشمن خدا جھوٹا ہے مجھے ابی ابن کعب نے خبر دی ہے
کہ جناب رسالتمآب نے ہمارے سامنے خطبہ پڑھا اور ایسا کلام ذکر فرمایا

من ورق بهما فقال له ابو الدرداء سمعت
رسول الله صلعم ينهى عن ذالك فقال معوية
واما انا فلا ارى فيه باسا فقال
ابو الدرداء من عذيري من معوية اخبره
عن رسول الله صلعم وهو يخبرني عن رايه
لا اساكنك بارض ابدا وطعن ابن
عباس في خبر ابي هريرة من رسول الله
اذا استيقظ احدكم من نومه فلا
يدخلن يده في الاناء حتى يتوضؤ
وقال فما نصنع بالمهراس وقال علي
لعمر وقد افتاه الصحابة في مسئلة ان
اجمعوا عليها انكانوا قاربوك فقد غشوك
وانكان هذا جهد رايهم فقد اخطؤا
وقال ابن عباس لا يتقي الله زيد بن ثابت
يجعل ابن الابن ابنا ولا يجعل ابا الاب
ابا وقالت عائشة اخبروا زيد بن ارقم انه
قد احبط جهاده مع رسول الله صلعم
وانكرت الصحابة على ابي موسى قوله ان
النوم لا ينقض الوضوء ونسبته الى
الغفلة وقلة التحصيل وكذلك علي

جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت خضر کے ساتھی بھی ہو سکتے
اور امیر معاویہ نے سونے چاندی کے کچھ برتن اتنا وزن بتا کر فروخت کیے جتنے
وزن کے وہ نہ تھے ابو درداء نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو اس سے منع کرتے
سنا ہے آپ نے کہا کہ ہمارے نزدیک اسمیں کوئی حرج نہیں ابو درداء نے کہا
کہ معاویہ کے مقابلہ میں میری کون مدد کر سکتا ہے کہ میں اسکو حدیث رسول
سناتا ہوں اور وہ مجھ سے اپنی رائے بیان کرتا ہے ای معاویہ میں
تیرے ساتھ کسی زمین پر ہرگز نہ رہونگا اور ابن عباس نے ابو ہریرہ کی
اس روایت میں قدح کی کہ جناب رسالتماب نے فرمایا کہ جب تم میں سے
کوئی شخص سو کر اٹھے تو بغیر دھوئے اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے ابن عباس
نے کہا کہ اگر مہراس میں پانی ہو جس سے بغیر ہاتھ ڈالے پانی نہیں لیا
کیا جا سکتا تو کیا کریں اور اصحاب نے ایک مسئلہ میں حضرت عمر کو
فتوی دیا تھا حضرت علی نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے
تمہاری خاطر سے ایسا فتوی دیا ہے تو تمہارے ساتھ دغا کی
اور اگر یہ انکی آخری انتہائی رائے ہے تو انہوں نے غلطی کی اور ابن عباس
نے کہا کہ زید بن ثابت خدا سے نہیں ڈرتے کہ بیٹے کے بیٹے کو بیٹا
قرار دیتے ہیں اور باپ کے باپ کو باپ نہیں قرار دیتے۔ حضرت عائشہ
نے کہا کہ زید بن ارقم کو خبر کردو کہ اسنے رسول کے ساتھ
جہاد کر کے نیکو رائیگاں کر دیا اور اصحاب نے ابو موسی کے اس قول کو
غلط اور معیوب قرار دیا کہ سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور
کو غفلت اور کم علمی کیطرف نسبت دی اور اسیطرح

ابی طلحة الانصاری قوله ان اکل
البرد لا یفطر الصائم وهزئت به ونسبته
الی الجهل وسمع عمر ان عبد اللہ بن
مسعود وابی بن کعب یختلفان فی
صلوٰۃ الرجل فی ثوب واحد فصعد
المنبر وقال اذا اختلفت اثنان من اصحاب
رسول اللہ فعن ای فتیاکم یصدر
المسلمون لا اسمع رجلین یختلفان
بعد مقامی هذا الا فعلت وصنعت
وقال جریر بن کلیب رأیت عمر ینهی عن المتعه
وعلی یامر بها فقلت ان بینکما لشرا فقال
علی لیس بیننا الا الخیر ولکن خیرنا
اتبعنا لهذا الدین قال هذا المتکلم
فکیف یصح ان یقول رسول اللہ ص
اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم
اهتدیتم لا شبهة ان هذا یوجب
ان یکون اهل الشام فی الصفین
علی هدی وان یکون اهل العراق ایضا
علی هدی وان یکون قاتل عمار بن یاسر
مهتدیا وقد صح بالخبر الصحیح
قال له تقتلک الفئة الباغیة

انصاری کے اس قول کو غلط و معیوب سمجھا کہ اولا کھانے
سے روزہ نہیں ٹوٹتا انکا مضحکہ کیا اور انہیں جہالت
کی طرف نسبت دی اور حضرت عمر نے سنا کہ عبد اللہ بن
مسعود اور ابی بن کعب اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ
ایک کپڑے میں نماز صحیح ہے یا نہیں تو آپ ممبر پر چڑھ گئے
اور کہنے لگے کہ جب اصحاب رسول ہی میں سے دو شخص مسائل میں
اختلاف کرینگے تو مسلمانوں کا کام کس کے فتوے سے چلیگا
میں آئندہ سے دو شخصوں کو اختلاف کرتے ہوئے نہ سنونگا مگر یہ کہ
انہیں سزا دونگا۔ اور جریر بن کلیب کا بیان ہے کہ میں نے
دیکھا حضرت عمر متعہ سے منع کرتے ہیں اور حضرت علی متعہ کا
حکم دیتے ہیں تو میں نے کہا تمہارے دونوں کے درمیان شر ہے
حضرت علی نے فرمایا ہمارے دونوں کے درمیان خیر ہے مگر ہم
میں سے خیر پر وہ ہے جو دین اسلام کا زیادہ پیرو ہے لقیب
کہتے ہیں یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ فرمائیں کہ
میرے اصحاب ستاروں کیطرح ہیں تم انہیں سے جسکا اتباع
کروگے ہدایت پاؤگے اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا فرمانا
اس امر کا سبب ہے کہ اہل صفین جنگ شام میں ہدایت پر ہوں
اور اہل عراق بھی ہدایت پر ہوں اور عمار یاسر کا قاتل بھی
ہدایت پر ہو اور خبر صحیح سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے
حضرت عثمان سے فرمایا تمہیں باغی گروہ قتل کریگا
اور قرآن میں ارشاد خداوند عالم ہے کہ بغاوت کرنیوالے

وقال فی القرآن فقاتلوا التی تبغی حتی
تفیء الی امر الله فدل علی انها ما دامت
موصوفة بالمقام علی البغی مفارقة
لامر الله ومن یفارق امر الله لا
یکون مهتدیا وکان یجب ان یکون
بسر بن ارطاة الذی ذبح ولدی
عبد الله بن عباس الصغیرین مهتدیا
لان بسرا من الصحابة ایضا وکان یجب ان
یکون عمرو بن العاص ومعویة اللذان
کانا یلعنان علیا فی ادبار الصلوة و
ولداه مهتدین وقد کان من الصحابة من
یزنی ویشرب الخمر کابی محجن الثقفی
ومن ارتد عن الاسلام کطلحة
بن خویلد فیجب ان یکون کل من
اقتدی بهولاء فی افعالهم مهتدیا
قال وانما هذا من موضوعات متعصبی
الاموية فان لهم من ینصرهم بلسانه
وبوضعه الاحادیث اذ عجز عن
نصرهم بالسیف وکذا القول فی
الحدیث الاخر وهو قوله القرن الذی

گروہ سے لڑتے جاؤ یہاں تک کہ وہ حکم خدا پر آجائے
اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ گروہ جب تک بغاوت
میں رہیگا حکم خدا سے علیحدہ رہیگا اور جو حکم خدا سے
علیحدہ رہیگا وہ ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا اور اس
حدیث سے یہ بھی ضرور لازم آتا ہے کہ بسر بن ارطاۃ جس
نے عبد اللہ ابن عباس کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذبح
کیا تھا وہ بھی ہدایت پر ہو اسلئے کہ بسر اصحاب
میں سے (اس حدیث کا مصداق) تھا اور واجب ہے کہ عمرو بن العاص
اور معاویہ جو نماز کے بعد حضرت علی پر لعنت کیا کرتے تھے
اور معویہ کے دونوں بیٹے یہ سب بھی ہدایت یافتہ ہوں اور
اصحاب میں سے وہ لوگ بھی تھے جو زنا کرتے اور شراب
پیتے تھے مثلاً ابی محجن ثقفی اور وہ بھی پھر گئے تھے مثلاً
طلحہ ابن خویلد پس اس حدیث کی بنا پر واجب ہے کہ جو
انکے افعال میں انکی پیروی کرے وہ ہدایت یافتہ ہو
اب نقیب کہتے ہیں کہ یہ حدیث بنی امیہ کے متعصب
لوگوں کی بنائی ہوئی ہے اسلئے کہ بنی امیہ کے لئے
ایسے آدمی تھے جو بذریعہ تلوار انکی مدد نہ کر سکنے کی
زبان سے اور حدیثیں بنا کر انکی مدد کیا کرتے تھے اور
اسیطرح اس دوسری حدیث میں بھی کلام ہے کہ
رسالتمآب نے فرمایا جس قرن میں میں ہوں وہ تمام

ان القرن الذی جاء بعده
بخمسین سنة شر قرون الدنیا وهو
احد القرون التی ذکرها فی النص
وکان ذالک القرن هو القرن الذی قتل
فیه الحسین واوقع بالمدینة وحوصرت
مکة ونقضت الکعبة وشربت خلفاؤه
والقائمون مقامه والمنتصبون فی
منصب النبوة الخمور وارتکبوا الفجور
کما جری لیزید بن معاویة ولیزید بن عاتکة
والولید بن یزید واریقت الدماء
الحرام وقتل المسلمون وسبی الحریم
واستعبد ابناء المهاجرین والانصار
ونقش علی ایدیهم کما ینقش علی
ایدی الروم وذلک فی خلافة عبد الملک
وامرة الحجاج واذا تاملت کتب التواریخ
وجدت الخمسین الثانیة شرا کلها لا خیر
فیها ولا فی رؤسائها وامرائها و
الناس برؤسائهم وامرائهم والقرن
خمسون سنة فکیف یصح هذا الخبر
اما ما ورد فی القرآن من قوله تعالی
لقد رضی الله عن المؤمنین وقوله

اور اسکے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ جو قرن آپکے پچاس برس کے
بعد آیا وہ دنیا بھر کے قرنوں سے بدتر تھا حالانکہ انہی قرنوں
میں سے تھا جنکا ذکر حضرت نے نص میں فرمایا ہے یہی وہ قرن
تھا جس میں امام حسین علیہ السلام شہید کیے گئے۔ مدینہ و
مکہ کا محاصرہ کیا گیا کعبہ کو ڈھایا گیا خلفاء رسول نے
آپکے جانشینوں نے منصب نبوت پر قبضہ کرنیوالوں نے
شراب خواریاں کیں بدکاریوں کے مرتکب ہوے جیسا کہ
یزید بن معاویہ۔ یزید بن عاتکہ اور ولید بن یزید کے واقعات
منقول ہیں اور مسلمان قتل کیئے گئے انکے حرم قید کیئے گئے
مہاجرین و انصار کے بیٹے غلام بنائے گئے۔ انکے ہاتھوں
پر نقش بنائے گئے جسطرح کہ بندگان روم کے ہاتھ تصویر
بنائے جاتے تھے اور یہ عبد الملک کی خلافت اور حجاج
کی ریاست کے زمانہ میں ہوا۔ اور اگر تم کتب تاریخ کا
بغور مطالعہ کروگے تو اس دوسرے پچاس سال کی
مدت کو تمام تر شر و فتنہ پاؤگے نہ انھیں کوئی
خیر و خوبی تھی نہ اسکے رؤسا و امرا میں اور
رعیت ہمیشہ اپنے رؤسا و امرا کی تابع ہوتی ہے
اور قرن پچاس برس کا ہوتا ہے پھر یہ حدیث
کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔ نقیب کہتے ہیں کہ رہا قرآن
میں خداوند عالم کا یہ قول کہ اللہ مومنین سے
راضی ہے اور یہ ارشاد کہ محمد رسول خدا ہیں اور

محمد رسول اللہ والذین معہ الخ
وقول النبی ص ان اللہ اطلع علی
اھل بدر انکان الخبر صحیحا
فکلہ مشروط بسلامۃ العاقبۃ و
لا یجوز ان یغری الحکیم مکلفا غیر
معصوم بانہ لا عقاب علیہ فلیفعل
ما یشاء قال ھذا المتکلم من انصف

جو لوگ اُنکے ساتھ ہیں وہ کفار پر بڑے سخت
ہیں الخ اور رسول کا یہ فرمان کہ خداوند عالم نے اہل بدر
پر نگاہ التفات فرمائی اگر یہ حدیث صحیح ہے تو
سب کچھ انجام کی سلامتی کے ساتھ مشروط ہے اور
یہ جائز نہیں ہے کہ خدائے حکیم کسی ایسے مکلف
کے لئے جو معصوم نہیں یہ خبر دے کہ اسپر عذاب نہ کیا جائیگا
لہذا وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ نقیب کہتے ہیں کہ جو شخص انصاف

عہ یہ ہیں متقدمین سُنّی کے اس استدلال کا جواب کہ بھاگنے والوں کیلئے آیت آگئی خدا نے اُنکے گناہ بخشدئے اُنکی نجات ہوگئی
وغیرہ اور یہ ایک ایسا اصولی معقولی اور وزنی جواب ہے جسکا جواب خود صحابہ سے بھی ناممکن ہے چہ جائیکہ بندگان صحابہ
لئے تو میں نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ اگر آیت کا نزول گناہوں کی معافی وغیرہ وغیرہ چیزیں بالفرض مان لی
ت بھی اُنکا تعلق صرف ان معاصی سے ہی ہو سکتا ہے جو ان سے قبل صادر ہوئے اس آیت نے اور اس معافی نے قیامت
تک کا تو ذمہ نہیں لے لیا تھا اور حشر تک کیلئے تو غیر مکلف نہ کر دیا تھا لہذا غصب فدک احراق قران انہدام بیت
محسن کشی۔ قتل حسین۔ مظالم کربلا وغیرہ وغیرہ کو کہاں چھپایا جائیگا انکی معافی کیونکر ہوگی اور قتل امام حسن و
اگرچہ بظاہر اہلسنت کے ان پیشواؤں کے کام نہ تھے جو انکے یہاں بالاجماع قابل پرستش ہیں یعنی اول و ثانی بلکہ معاویہ
معاویہ کی حرکات تھیں جنکے متعلق بعض افراد اہلسنت بھی اظہار بیزاری کرتے ہیں لیکن بہ باطن اور فی الحقیقت
یہ بھی انہی دونوں کی تخم ریزی کے شجر انہی کے لگائے ہوئے پودوں کے ثمر۔ انہی کی بھڑکائی ہوئی آگ کے
انہی کے فتنوں کے اثر تھے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎ چہ خوش گفتہ ست شخصے این لطیفہ
شد حسین اندر سقیفہ۔ اور حسین تو وہ مالک اقلیم شہادت و سرتاج شہدا ہیں کہ اگر دوبارہ دنیا میں
بھیجدئے جائیں تو پھر شہید کئے جائیں اور ضرور کئے جائیں کیا خوب شعر ہے ؎ یک حسینے نیست
گرود شہید ورنہ بسیار اند در دنیا یزید۔ اور یہ بھی انہی مفاسد کا نتیجہ ہو فاعتبر

وتامل احوال الصحابة وجدهم مثلنا يجوز عليهم ما يجوز علينا ولا فرق بيننا وبينهم الا بالصحبة لا غير فان لها منزلة وشرفا ولكن لا الى حد يمتنع على كل من رأى الرسول او صحبه يوما او شهرا او اكثر من ذلك ان يخطئ ويزل ولو كان هذا صحيحا ما احتاجت عائشة الى نزول برائتها من السماء بل كان رسول الله من اول يوم يعلم بكذب اهل الافك لانها زوجته

اور احوال صحابہ میں غور کریگا انہیں ہماری طرح پائیگا کہ اُنسے وہ تمام خطائیں ممکن ہونگی جو ہم سے ممکن ہیں اور ہمارے اُنکے درمیان سوائے صحبت رسول کے کوئی فرق نہیں اور یقیناً صحبت رسول کو منزلت و شرف حاصل ہے لیکن اس حد تک کہ ہر وہ شخص جس نے رسول کو دیکھ لیا اور ایک دن یا ایک ماہ یا اس سے زیادہ آپکی صحبت اٹھالی وہ ممنوع الخطا ہو گیا اور اگر یہ خیال صحیح ہوتا تو حضرت عائشہ کو اسکی ضرورت نہوتی کہ انکی برائت کے لئے آسمان سے آیت آئے بلکہ جناب رسالتمآب کو اول روز سے یہ علم ہونا چاہئے تھا کہ اہل افک جھوٹے ہیں اسلئے کہ حضرت

له قصہ افک بنا بر روایت علماء اہلسنت بیان حضرت عائشہ یہ ہے کہ جنگ بنی مصطلق میں رسول کے ساتھ میں گئی تھی واپسی میں مدینہ کے قریب ایک منزل پر میں ایک عورت کے ساتھ رفع حاجت کے لیے گئی واپس آئی تو گلے کا ہار گر گیا اور ہار ڈھونڈنے گئی تو قافلہ غائب ناچار وہیں بیٹھ گئی تھوڑی دیر میں سو گئی صفوان بن حنظلہ جو پیچھے رہ گیا تھا وہاں پہنچا مجھے اپنے اونٹ پر بٹھایا خود مہار لیکر چلا ہم قافلہ میں پہنچے صفوان کے ساتھ دیکھکر عبد اللہ بن اُبی اور دیگر اہل قافلہ نے مجھپر تہمت لگائی مجھے بہت رنج ہوا مدینہ میں پہنچی تو حضرت کی نگاہ برگشتہ بیمار ہوئی تو آپنے عیادت نہ فرمائی کبھی آتے تو دوسروں سے میرا حال پوچھتے وجہ میں نہ سمجھی کچھ دنوں کے بعد میں پھر ایکدن مسطح کی ماں کے ساتھ رفع ضرورت کے لئے گئی جب اُسکا پاؤں پھسلا تو اُسنے مسطح کو بہت برا بھلا کہا میں نے منع کیا تو بولی تم کیا جانو اسی نے تمہیں متہم کیا ہے مجھے بہت رنج ہوا اور حضرت کی بے توجہی کی وجہ بھی سمجھ گئی ایکروز میں آپکی اجازت لیکر اپنے باپ کے گھر آئی اور اپنی نسبت لوگوں کے خیالات معلوم کئے پھر مجھے بجز گریہ کوئی کام نہ تھا حضرت نے اسامہ اور علی سے میرے متعلق مشورہ کیا اسامہ نے کہا کہ میں بجز خیر کچھ نہیں جانتا اور حضرت علی نے کہا کہ

وصحبتها الذ اكد من صحبته غيرها	عائشہ آپکی زوجہ ہیں اور آپکے لئے صحبت رسول غیروں سے
وصفوان بن المعطل ايضا كان	زیادہ موثر ہے اور صفوان بن معطل بھی اصحاب میں تھے
من الصحابة فكان لا ينبغي ان لا يضيقوا	لہذا مناسب تھا کہ آنحضرت تنگ دل نہوتے اور وہ ...
صدر رسول الله ولا يجمع الله لهم	غم برداشت نہ کرتے جو آپ نے کیا بلکہ یہ فرما دیتے کہ ...
والغم المشاريين الذين حملها و	وعائشہ دونوں اصحاب میں سے ہیں لو انسے گناہ کا ...

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے معلوم کیا آپنے میری پاکدامنی کی شہادت دی میں نے معرفت پر قسم کھائی اور میرے ...
یہ آیت آئی تب حضرت مطمئن ہوئے ان الذین جاؤ بالافک عصبۃ منکم الآیہ یعنی جن لوگوں نے تہمت لگائی
وہ تم ہی میں سے ایک گروہ ہیں کتابوں کر قصہ بت الکیب اور مختلف مباحث کا حاصل یہ سوال ہے کہ ...
اہلسنت رسول کی ایسی چہیتی پیاری بی بی جنسے رسول نے معاذ اللہ بنا بر شہادت بخاری و مسلم وغیرہ حالت ...
میں بھی بوسہ بازی وغیرہ کو نہ چھوڑا (تفصیلی حوالے سابق میں حاشیہ پر گزرے) مگر رسول کو یہ بھی خبر نہیں ...
ہیں کہاں گئیں کس کے ساتھ ہیں کس حال میں ہیں خیریت سے ہیں یا کسی آفت میں مبتلا عفت ہی ...
پھر معاملہ بھی سفر کا معاملہ جہاں انسان خاص طور پر نگہبانیاں کرتا ہے ادھر یہ حال اور ادھر ...
کیفیت کہ جبتک سیدہ کو بار بار روز نہیں دیکھ لیتے چین نہیں آتا ادھر یہ بیمار ہوئیں تو عیادت ...
اور ادھر حالت صحت میں روزانہ دروازہ سیدہ عالم پر حضرت کا سلام وغیرہ وغیرہ ...
کہنا پڑتا ہے کہ یہ مقابلہ ہی قطعاً غلط ہے معاذ اللہ کتنا بڑا فرق ہے کہ اہلبیت ...
ساتھ دنیا نے سب کچھ کیا دروازہ گرایا گلے میں رسی ڈالی جنین سے لیکر ضعیفوں تک ...
بیدریغ خون بہائے اسیر کیا چادریں چھینیں مگر تہمت العیاذ باللہ پناہ بخدا یہ تھا ...
کا مخصوص وقار و اقبال خاص عظمت و جلال اور یہ تھی اہلبیت کی خدا داد عفت و ...
بس یوں کہیے کہ اہلبیت و غیر اہلبیت میں بھی حد فاصل ہے بہر صورت یہ بحث طویل میں ہے تو نقیب کا مقصد ...
کہ ادھر عائشہ تھیں ادھر صفوان بن معطل صحابی پھر یہ کیا معاملہ اور قرآن بھی صفوان کیلئے منکم کہکر ایسے اصحاب پر ایک طعن کس ...
... سکتے ہیں کیونکہ وہ تمہارے حلقہ صحبت میں آ گئے ہیں تمہارے ہمعصر ہیں تمہارے ساتھی ...

يقدر ان صفوا عاشر من الصحابة المعيبة
عليهما محمد تعتدوا امثال هذا كثير واكثر
من الكثير لمن اراد ان يستقر عن احوال
القوم بعدنا كان التابعون للصحابة يسلكون
هذا المسلك و يقولون في العصاة منهم
هذا القول وانما اتخذ تهم العامة اربابا
بعد ذلك قال ومن الذي يجترئ
على القول باصحاب محمد لا يجوز البراءة
من احدهم وان اساء وعصى بعد قول
الله تعالى الذي شرفوا برويته لئن
اشركت ليحبطن عملك ولتكونن من
الخاسرين و بعد قوله قل اني اخاف
ان عصيت ربي عذاب يوم عظيم
و بعد قوله فاحكم بين الناس بالحق
ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله
ان الذين يضلون عن سبيل الله
لهم عذاب شديد الا من لا فهم له
ولا نظر معه ولا تمييز عنده قال ومن
العجب ان ينظر اختلاف الصحابة و طعن
بعضهم بعضا ورد بعضهم على بعض
وما رد به التابعون عليهم واعترضوا

ہونا محال ہے اور اس قسم کے واقعات بہت ہیں اور
اس شخص کے لئے زیادہ سے زیادہ ہیں جو اصحاب
کے تمام کارنامے معلوم کرنا چاہے اور تابعین
صحابہ کا بھی یہی مسلک تھا وہ بھی گنہ گار اصحاب کے
لئے یہی کہتے تھے (جو ہم نے کہا) لیکن اسکے بعد بھی
عوام نے اصحاب کو خدا سمجھ رکھا ہے۔ اور جبکہ
خود رسول کے متعلق جن کی زیارت سے اصحاب مشرف
ہوئے خداوند عالم نے یہ فرمایا کہ اگر تم شرک کروگے
تو تمہارے تمام اعمال بیکار ہو جائیں گے اور
تم ٹوٹے میں رہ جاؤگے۔ اور یہ کہ ای رسول تم لوگوں
سے کہدو کہ میں خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے روز
قیامت کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور یہ کہ ای
رسول تم لوگوں میں حق کے ساتھ حکم کرو خواہش
نفس کا اتباع نہ کرو کہ وہ تمہیں راہ خدا سے
بھٹکا دیگی اور جو راہ خدا سے بھٹک جاتے ہیں
انکے لئے سخت عذاب ہے تو پھر سوائے کسی بیوقوف
بے عقل۔ بے تمیز کے اور کون یہ کہہ سکتا ہے کہ اصحاب
رسول سے بیزاری جائز نہیں اگرچہ وہ کتنے ہی گناہ
کریں۔ اور جو شخص اصحاب کے اختلافات انمیں سے
بعض کا بعض پر طعن اور انکی رد کرنا۔ تابعین کا اصحاب
پر ایراد و اعتراض کرنا۔ تابعین کے باہمی اختلافات

براقوالهم واختلاف التابعين ايضا
فيما بينهم وقدح بعضهم في بعضهم
فلينظر في كتاب النظام وقال الجاحظ
كان النظام اشد الناس انكارا على
الرافضة لطعنهم على الصحابة
افاذكر انفيا وبنقل الصحابة فيهما و
قضاياهم بالامور المختلفة وقول
من استعمل الراى فى دين الله انتظم
مطاعن الرافضة وغيرهم وزاد
عليهما وزاد في الصحابة اضعافها
قال قال بعض رؤساء المعتزلة
غلط ابى حنيفة فى الاحكام عظيم
لانه اضل خلقا وغلط حماد اعظم
من غلط ابى حنيفة لان حماد اصل
ابى حنيفة الذى منه يتفرع وغلط
ابراهيم اغلظ واعظم من غلط
حماد لانه اصل حماد وغلط علقمة و
الاسود اعظم من غلط ابراهيم
لانه اصله الذى عليه اعتمد وغلط
ابن مسعود اعظم من غلط هؤلاء
جميعا لانه اول من بدر فى وضع

اور انکے آپس میں رد و قدح دیکھنا چاہے اسے چاہیے کہ
نظام کی کتاب کا مطالعہ کرے اور جاحظ نے کہا ہے کہ
نظام شیعوں کو سب سے زیادہ برا کہتے تھے اسوجہ سے
کہ شیعہ صحابہ پر طعن کرتے ہیں لیکن جب نظام نے
امور مذکورہ بالا میں اصحاب کے بکثرت ارتکاب انکے
قضایا میں مختلف فیصلوں اور اس حدیث کو نقل
کیا ہے کہ جو دین خدا میں اپنی رائے سے کام لیگا الخ
تو جو کچھ شیعوں نے اور انکے علاوہ دوسرے لوگوں نے
صحابہ پر طعن کئے ہیں انکو بھی ان میں ملا دیا ہے اور
ان سے بہت زیادہ اپنی طرف سے مطاعن بیان
کئے ہیں۔ نقیب کہتے ہیں بعض رؤسا معتزلہ نے کہا
ہے کہ احکام میں ابو حنیفہ کی غلطی سب کی غلطیوں سے
زیادہ عظمت رکھتی ہے اسلئے کہ وہ تمام دنیا کی گمراہی
کا سبب ہے اور حماد کی غلطی ابو حنیفہ کی غلطی سے
زیادہ سنگین ہے اسلئے کہ حماد ابو حنیفہ کی اصل ہے کہ
ابو حنیفہ کے احکام اسی سے نکلتے ہیں ابراہیم کی غلطی
حماد کی غلطی سے زیادہ عظیم ہے اسلئے کہ ابراہیم حماد کی اصل
ہے۔ علقمہ اور اسود کی غلطی ابراہیم کی غلطی سے زیادہ عظیم ہے
اسلئے کہ ان دونوں کی غلطی ابراہیم کی ایسی اصل ہے
جس پر انہوں نے اعتماد کیا ہے اور ابن مسعود کی غلطی ان سب سے
زیادہ عظیم ہے اسلئے کہ وہ پہلا ایسا شخص ہے جس نے

الاديان برايه وهو الذي قال القول
فيه برائي فان يكن صوابا فمن الله
وان يكن خطاء فمني قال الاستاذ ان
اصحاب الحديث على ثمامة بخراسان حيث
كان مع الرشيد ابن المهدي فسئلوه عن كتابه
الذي صنفه على ابي حنيفة في اجتهاد
الرأي فقال لست على ابي حنيفة كتبت
ذلك الكتاب وانما كتبته على علقمة
والاسود وعبد الله بن مسعود لانهم
الذين قالوا بالرأي قبل ابي حنيفة قال وكان
بعض المعتزلة ايضا اذا ذكر ابن عباس
استصغره وقال صاحب الزاوية يقول
في دين الله برأيه وذكر الجاحظ في كتاب
المعرفة وفي كتاب التوحيد ان ابا هريرة
ليس بثقة في الرواية عن رسول الله صلعم
ولم يكن علي يوثقه في الرواية بل يتهمه و
يقدح فيه وكذلك عمر وعائشة وكان الجاحظ
يفسق عمر بن عبد العزيز ويستهزئ به و
يكفره وعمر بن عبد العزيز وان لم يكن من
الصحابة فاكثر العامة يرى له من الفضل ما
يراه لواحد من الصحابة ثم كيف يجوز

دینوں کو اپنی رائے سے وضع کرنے کی طرف جلدی کی اور انہی
نے کہا کہ میں مسائل دین میں اپنی رائے سے حکم دیتا ہوں پس
اگر میری رائے درست ہو تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو
میری طرف سے۔ نقیب کہتے ہیں کہ کچھ اہل حدیث ثمامہ سے خراسان
میں ملے جہاں وہ رشید ابن مہدی کے ساتھ تھے ان لوگوں نے
ثمامہ سے انکی اس کتاب کے متعلق سوال کیا جو انہوں نے ابو حنیفہ
کے خلاف اجتہاد بالرائے کے متعلق تصنیف کی تھی انہوں نے جواب
دیا کہ میں نے یہ کتاب ابو حنیفہ کے خلاف نہیں لکھی بلکہ علقمہ اسود
عبد اللہ ابن مسعود کے خلاف لکھی ہے اسلئے کہ انہوں نے ابو حنیفہ
سے بھی پہلے احکام میں اپنی رائے سے فتوی دیا اور بعض معتزلہ
کے سامنے جب ابن عباس کا ذکر کیا جاتا تھا تو انکو حقیر سمجھتے
تھے۔ اور صاحب زاویہ کا قول ہے کہ ابن عباس دین خدا میں
اپنی رائے سے حکم دیتے تھے اور جاحظ نے کتاب توحید میں
ذکر کیا ہے کہ ابو ہریرہ جناب رسالتمآب سے روایت کرنے میں
معتبر نہ تھا اور حضرت علی اسکو روایت میں ثقہ نہیں سمجھتے تھے
بلکہ اسکو کذب کیطرف منسوب اور اسکے حال میں قدح کرتے
تھے اور اسیطرح حضرت عمر و عائشہ و جاحظ عمر بن عبد العزیز
کو فاسق کہتے انکا مضحکہ کرتے اور انکو کافر بتاتے تھے
اور یہ عمر اگرچہ اصحاب میں سے تھے لیکن اکثر عامہ
انکو ایک صحابی کی برابر با فضل سمجھتے ہیں نقیب کہتے
ہیں کہ یہ کسطرح جائز ہے کہ ہم ہر ایک صحابی کے عادل ہونیکا

ان یحکم حکما جزما ان کل واحد
من الصحابة عدل ومن جملة اصحابه
الحکم بن العاص وکفاک به عدوا ومبغضا
لرسول الله ومن الصحابة الولید بن عقبة
الفاسق بنص الکتاب ومنهم حبیب
بن مسلمة الذی فعل ما فعل بالمسلمین
فی دولة معویة وبسر بن ارطاة عدو
الله وعدو رسوله وفی الصحابة کثیر
من المنافقین باعیانهم وانما کان یعرف
قوم منهم ولم یعلم بهم احد الا حذیفة
فیما زعموا فکیف یجوز ان یحکم حکما
جزما ان کل واحد ممن صحب رسول الله
او راه او عاصره عدل مامون لا یقع
منه خطاء ولا معصیة ومن الذی
یمکن ان یتحجر واسعا کهذا التحجر او
یحکم هذا الحکم قال والعجب من
الحشویة واصحاب الحدیث اذ یجادلون
علی معاصی الانبیاء ویثبتون انهم
عصوا الله تعالی وینکرون علی من ینکر

قطعی حکم کریں درانحالیکہ انہی اصحاب میں سے حکم بن
عاص بھی ہیں اور انکی قدح کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ
جناب رسالتمآب کے سخت دشمن اور آپکے بغض
رکھتے تھے اور انہی میں سے ولید بن عقبہ بن
نص قرآنی سے فاسق ثابت ہیں اور حبیب بن مسلمہ
ہیں جنہوں نے زمانہ امیر معاویہ میں مسلمانوں کے
ساتھ جو کیا وہ کیا اور دشمن خدا اور رسول بسر بن ارطاۃ
ہیں اور اصحاب میں بہت سے منافقین بھی تھے جن کی
جماعت معروف تھی لیکن وہ خود یہ سمجھتے تھے کہ انکو
سوائے حذیفہ کے اور کوئی نہیں جانتا پس کیونکر جائز ہے
کہ ہم ہر اس شخص کے متعلق جسنے صحبت رسول اختیار کی
ہو آپ کو دیکھا ہو آپکے زمانہ میں رہا ہو یقین کے ساتھ حکم
کردیں کہ وہ عادل اور قابل اطمینان ہے اور اس سے خطا و
معصیت نہیں ہوسکتی کون ایسا شخص ہے جو ایسا حکم
دینے کے لیے ایسے وسیع اور سہل میدان کو ایسا تنگ و
مشکل کریگا اور تعجب تو فرقہ حشویہ اور اہل حدیث سے
ہے کہ وہ انبیاء کے گناہوں پر جھگڑتے پھرتے ہیں یہ ثابت
کرتے ہیں کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی جو اسکا انکار کرتا ہے
اُسے برا سمجھتے اور اُس پر طعن کرتے ہیں اسکو قدری معتزلی

سہ یعنی یہ صحابہ کے حالات۔ اقتضا تو انسان کو انکے معاملات میں آزادی دیتے ہیں کہ انمیں سے اچھوں کو اچھا
برے کو جس طرح برا کہا جاتا ہے اور صحابہ پرست لوگ انکے معاملہ کو اسقدر تنگ کرتے ہیں کہ لب تک کھولنا کفر سا سمجھا [illegible]

ذلك ويطعنون فيه ويقولون
هذا معتزلي وربما قالوا انه ملحد مخالف
لنص الكتاب وقد رأينا منهم الواحد
والمائة ولا الف يجادل في هذا الباب
فتارة يقولون ان يوسف قعد
من امرأة العزيز مقعد الرجل من المرأة
وتارة يقولون ان داود قتل اوريا
لينكح امرأته وتارة يقولون ان
رسول الله كان كافرا ضالا قبل النبوة
وربما ذكروا زينب بنت جحش و
قصة الفداء يوم بدر فاما قدحهم
في آدم ع واثباتهم معصيته و
مناظرتهم من ينكر ذالك فهو دأبهم
وديدنهم واذا تكلم واحد في عمرو بن
العاص او في معوية وامثالهما
ونسبهما الى المعصية وفعل القبيح
احمرت وجوههم وطالت اعناقهم
وتخازرت اعينهم وقالوا مبتدع
رافضي يسب الصحابة ويشتم السلف
فان قالوا انما اتبعنا في ذكر معاصي
الانبياء نصوص الكتاب قيل لهم

بلکہ بعض اوقات ملحد اور مخالف نص قرآنی بتلاتے ہیں
ہم نے انمیں سے بہت سے آدمیوں کو دیکھا ہے
کہ اس باب میں جھگڑا کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں
کہ حضرت یوسف نے عزیز مصر کی عورت سے
زوجہ کا کام لیا۔ کبھی کہتے ہیں کہ حضرت نے
اوریا کی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ان کو
قتل کیا۔ کبھی کہتے ہیں کہ خود جناب رسالتمآب
نبوت سے قبل کافر وگمراہ تھے (نعوذ باللہ
من ذلک کلہ) اور بسا اوقات زینب بنت جحش اور
فدا کے قصہ کا ذکر کرتے ہیں جو روز بدر واقع ہوا
رہا حضرت آدم کی شان میں قدح کرنا آپ کا گناہ
ثابت کرنا اور اس شخص سے مناظرہ کرنا جو اسکا
انکار کرے یہ تو انکا طریقہ اور انکی عادت ہی لیکن
جب کوئی شخص عمرو بن عاص یا معاویہ یا ان
جیسے دوسرے اصحاب کے متعلق کلام کرتا ہے
انکو معصیت اور فعل قبیح کیطرف نسبت دیتا ہے
تو انکے چہرے سرخ ہو جاتے ہیں گردنیں بلند
اور نگاہیں ترچھی ہو جاتی ہیں اور کہتے ہیں بدعتی ہے
رافضی ہے صحابہ کو برا کہتا ہے بزرگوں کو گالیاں دیتا ہے
اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہمنے انبیاء کے گناہوں کا ذکر کرنے
میں نصوص قرآنی کا اتباع کیا ہے تو انسے یہ کہا

فلتبعوا في البرائة في جميع العصاة
بنصوص الكتاب فانه تعالى قال لا تجد
قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر
يوادون من حاد الله ورسوله
وقال فان بغت احديهما على الاخرى
فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء الى امر
الله وقال اطيعوا الله واطيعوا
الرسول واولي الامر منكم ثم سيئلون
عن بيعة علي هل هي صحيحة لازمة
لكل الناس ولابد من بلى فيقال
لهم فاذا خرج على الامام الحق خارج
اليس يجب على المسلمين قتاله حتى
يعود الى الطاعة فهل يكون هذا القتال
الا البرائة التي نذكرها لانه لا فرق
بين الامرين وانما برئنا منهم لانا
لسنا في زمانهم فيمكننا ان نقاتل
بايدينا فقصارى امرنا الان ان
نبرء منهم ونلعنهم ويكون ذالك
عوضا عن القتال الذي لا سبيل
لنا اليه قال هذا المتكلم على ان النظام
واصحابه ...

جا سکتا ہے کہ تمام گنہگاروں سے بیزاری کرنے میں نصوص
قرآنی کا اتباع کرو اسلئے کہ خداوند عالم فرماتا ہے
کہ تم ان لوگوں کو جو خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہیں
ان لوگوں سے دوستی کرتا ہوا نہ پاؤگے جو خدا و رسول کی مخالفت
رکھتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر ایک فرقہ دوسرے پر بغاوت
کرے تو بغاوت کرنیوالے سے اسوقت تک جنگ کرتے
جاؤ جب تک وہ حکم خدا کیطرف آئے اور فرماتا ہے
خدا و رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو پھر انسے
کہنا چاہیے کہ حضرت علی کی بیعت صحیح اور ہر شخص کے
لئے لازم تھی یا نہیں اسکا انکو اقرار کرنا پڑیگا پھر کہا
جائے کہ اگر کوئی خروج کرنیوالا امام برحق پر خروج کرے
تو کیا تمام مسلمانوں پر اس سے اسوقت تک جہاد و قتال
کرنا واجب نہیں ہے جبتک کہ وہ حکم خدا کیطرف آجائے
(ضرور ہے) پس یہی قتال وہ بیزاری ہے جسکا تم ذکر کرتے
ہو اسلئے کہ بیزاری و قتال میں کوئی فرق نہیں اور ہم بیزاری
اسلئے کرتے ہیں کہ ہم انکے زمانہ میں نہیں تاکہ انسے جدال و
قتال کر سکیں۔ المختصر یہ کہ اب ہم انسے بیزاری اور
انپر لعنت کرتے ہیں اور یہ اس قتال کے بدلے میں ہے جو ہم سے
ہو نہیں سکتا۔

نقیب کہتے ہیں اسکے علاوہ یہ کہ نظام اور انکے اصحاب
اسطرف گئے ہیں کہ اجماع کوئی دلیل نہیں جائز ہے کہ

وانہ یجوز ان تجتمع الامۃ علی الخطاء
وعلی المعصیۃ وعلی الفسق بل علی
الردۃ ولہ کتاب موضوع فی الاجماع
یطعن فیہ ادلۃ الفقہاء ویقول
انہا الفاظ غیر صریحۃ فی کون
الاجماع حجۃ نحو قولہ جعلناکم امۃ
وسطا وقولہ کنتم خیر امۃ وقولہ
ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین
واما الخبر لکذا صورتہ لاتجتمع امتی
علی الخطاء فخبر واحد وامثل
دلیل الفقہاء قولہم ان الفہم
المختلفۃ والآراء المتباینۃ اذا کان
اربابہا کثیرۃ عظیمۃ فانہ یستحیل
اجتماعہم علی الخطاء وھذا باطل
بالیہود والنصاری وغیرہم من
الفرق الضلال ھذہ خلاصۃ
ما قالہ النقیب ابو جعفر علقہ بخطہ
من الجزء الذی اقراناہ قال الامام
الرازی فی تفسیرہ الکبیر فی تفسیر آیۃ

امت غلطی معصیت فسق بلکہ ارتداد پر اجماع کرلے
اور نظام کی مسئلہ اجماع میں ایک کتاب بھی ہے جس میں
وہ فقہاء کی ادلہ اجماع پر طعن کرتے اور کہتے ہیں کہ الفاظ
صراحتاً حجت اجماع پر دلالت نہیں کرتے مثلاً آیہ
جعلناکم امۃ وسطا۔ اور کنتم خیر امۃ۔ اور ومن
یتبع غیر سبیل المؤمنین۔ رہی یہ حدیث کہ
میری امت غلطی پر اجماع نہ کریگی یہ احاد ہے
اور فقہاء کی بہترین دلیل یہ ہے کہ مختلف مقاصد
اور متفرق آراء والے لوگ اگر شمار میں بہت
زیادہ اور باعظمت ہوں تو انکا خطا و غلطی پر
اجماع کرلینا محال ہے لیکن یہ دلیل یہود
ونصاریٰ وغیرہ وغیرہ تمام گمراہ فرقوں کے
اجماع سے ٹوٹتی ہے۔

یہ خلاصہ تھا ابوجعفر نقیب کے اس مقالہ کا جو انہوں
نے اپنے قلم سے لکھا تھا اور ہم نے اس جزو سے نقل
کیا ہے جو ہم نے خود پڑھا ہی۔
امام رازی تفسیر کبیر میں سلسلہ تفسیر لو انفقت ما فی

ابن ابی الحدید کا قول ہے جو ابوجعفر نقیب کے شاگرد ہیں اور ابوجعفر اہلسنت کے ایک مستند
عالم گذرے ہیں ابن ابی الحدید نے انکا یہ مقالہ اپنے یہاں نقل کیا ہے اور انکی کتاب سے یہاں نقل کیا گیا ۱۲ مترجم

لو انفقت ما فی الارض فی اٰخر سورة
الانفال فی اٰخر کلامہ لہ اذا عرفت
ہذا فنقول ان العرب کانوا قبل
مقدم رسول اللہ طالبین للمال
والجاہ والمفاخرۃ وکانت محبتہم معللۃ
بہذہ العلۃ فلا جرم کانت تلک المحبۃ
سریعۃ الزوال وکانوا بادنی سبب
یقعون فی الحرب والفتن فلما جاء
رسول اللہ ودعاہم الی عبادۃ
اللہ تعالٰی والاعراض عن الدنیا و
الاقبال علی الاٰخرۃ زالت الخصومۃ
والخشونۃ عنہم وصاروا اخوانا متوافقین
ثم بعد وفاتہ علیہ السلام لما فتحت علیہم
ابواب الدنیا وتوجہوا الی طلبہا عادوا
الی محاربۃ بعضہم بعضا ومقاتلۃ
بعضہم مع بعض انتہی قال العلامۃ
التفتازانی فی شرح المقاصد ما وقع
بین الصحابۃ من المحاربات والمشاجرات
علی الوجہ المسطور فی کتب التواریخ
والمذکور علی السنۃ الثقات یدل بظاہرہ
علی ان بعضہم قد حاد عن طریق

الارض الآیہ آخر سورۂ انفال اپنے آخر
میں کہتے ہیں جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو ہم
ہیں کہ قبل رسالتمآب عرب طالب مال و جاہ و
تھے وہ جس سے محبت کرتے تھے اسی لئے
لامحالہ یہ محبت بہت جلد زائل ہو جاتی اور
وجہ سے لڑائی جھگڑوں میں پڑ جاتے تھے
آنحضرت آئے اور اُن کو عبادت خدا
روگردانی اور آخرت کیطرف توجہ کی دعوت
تو (بہ برکت رسول) وہ خصومت وقساوت
زائل ہو گئی اور وہ متفق ہو کر بھائی بھائی
پھر بعد وفات رسول جب اُنپر دنیا کے
کھل گئے اور وہ طلب دنیا کی طرف
ہوئے تو پھر باہمی جنگ وجدل اور
پر آ گئے انتہی۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں
ہیں کہ اصحاب میں جو لڑائی جھگڑے
جسطرح کہ کتب تواریخ میں لکھے ہوئے اور
کی زبان پر جاری ہیں وہ بظاہر اس
دلالت کرتے ہیں کہ بعض اصحاب راہ حق
ہشکر ظلم وفسق کی حد میں پہنچ گئے تھے اور

حتی وبلغ حد الظلم والفسق فکان
باعثا علیه له الحقد والعناد والحسد و
الفساد وطلب الملك والریاسات والمیل
الی اللذات والشهوات اذ لیس کل صحابی
معصوما ولا کل من لقی النبی صلعم بالخیر
موسوما الا ان العلماء لحسن ظنهم
باصحاب رسول الله ذکروا لها محامل
وتاویلات بها تلیق وذهبوا الی انهم
محفوظون عما یوجب التضلیل و
التفسیق صونا لعقاید المسلمین
عن الزیغ والضلالة فی حق کبار الصحابة
سیما المهاجرین والانصار والمبشرین
بالثواب فی دار القرار انتهی
وانما نقلت هذه الکلمات مع ایراثها الطول
والاطناب لتعلم ان الصحابة ماکانت بهذه المثابة
التی تکون الان فی ذهن عوام اهل
الاسلام من ان ادنی غمیزة فیها
یوجب بطلان الدین وخرابی الاسلام
ولهذا قلت ایها الحبر الجلیل انه
لو ثبت ما نسبه علی الی التیمی و
العدوی لبطل القرآن ولبطل

وجہ انکا کینہ و عناد حسد و فساد طلب ملک
و ریاست اور طمع لذات و خواہشات تھی اسلئے
کہ ہر صحابی معصوم اور ہر وہ شخص جس نے
آنحضرت سے ملاقات کی ہو نیک ہی نہیں ہے
لیکن علماء نے اصحاب کے ساتھ
محض حُسن ظن کی بنا پر انکی مذکورہ حرکات کے
لئے وجوہ و تاویلات بیان کی ہیں جو اُن کی
لائق ہیں اور اسطرف گئے ہیں کہ اصحاب ایسی
غلطیوں سے محفوظ ہیں جو دوسروں کو بھی گمراہ
اور فاسق بنا دیں اور اسکے مقصد انکا یہ ہے
کہ مسلمانوں کے عقیدے اُن بڑے بڑے اصحاب خصوصاً
مہاجرین و انصار سے جنکو ثواب آخرت کی بشارت
دی جا چکی ہے منحرف اور خراب ہو جائیں انتہی -
باوجودیکہ یہ عبارتیں باعث طوالت و اطناب
تھیں مگر میں نے انکو اسلئے نقل کیا تاکہ آپکو یہ معلوم
ہو جائے کہ اصحاب اس مرتبہ پر نہ تھے جو آجکل عام مسلمانوں
کے ذہن میں ہے کہ انکی شان میں ذرا ایک جھبکانے
سے بطلان دین اور فساد اسلام لازم آجاتا ہے اسی لیے
تو مولانا آپنے بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ باتیں ثابت
ہو جائیں جو حضرت علی نے شیخین کیطرف منسوب کی
ہیں تو قرآن اور دین اسلام کی بیخکنی ہو جائے

عین الاسلام من اصله یا لیت شعری
ای ملازمة بین ثبوت ما نسب علی الی
التیمی والعدوی وبین بطلان القرآن
وبطلان دین الاسلام من اصله وای آیة
او روایة او دلیل عقلی تدل علی ان
عدالة التیمی والعدوی او خلافتهما
جزء او شرط لدین الاسلام کی یلزم
من عدمها بطلان القرآن ودین
الاسلام من اصله مع ان من
تحدید الله وتعریفه للمومنین
فی قوله عز من قائل والمؤمنون
کل آمن بالله وملئکته وکتبه و
رسله والیوم الآخر یعلم تحدید الایمان
وتعریف للدین بانه الایمان بالله و
ملئکته وکتبه ورسله وعدالتهما
او خلافتهما لیس عین تلک المذکورات
ولا جزئهما ولا من لوازمها المدلول
علیها والمذکور فی الوافی فی المجلد
الثانی: ٢-٣-: لیس الا انهما لم یکونا
یعرفان من المنزل علیه فی لیلة القدر
[illegible]

کاش آپ مجھے یہ بھی سمجھا دیتے کہ ان چیزوں
ثابت ہونے اور قرآن ودین کے باطل ہونے
میں کیا ربط ہے یا کونسی آیت. کونسی روایت
کونسی دلیل عقلی اس بات پر دلالت کرتی
کہ شیخین کی عدالت یا انکی خلافت دین
اسلام کا جزو یا اسکی شرط ہے تاکہ اسکے عدم سے
قرآن اور دین اسلام کا بطلان لازم آئے
اسی کے ساتھ ساتھ یہ کہ خداوند عالم نے
جو مومنین کی تحدید وتعریف اس آیت میں
فرمائی ہے کہ مومنین وہ لوگ ہیں جو خدا پر
ملائکہ پر. اسکی کتابوں پر اسکے رسولوں پر
اور روز قیامت پر ایمان لائے اس سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین کی تعریف
ان تمام چیزوں پر ایمان لانا ہے اور آپ کی
خلافتمآبوں کی عدالت یا خلافت نہ عین
ان چیزوں کا مصداق ہے نہ انکا جزء اور نہ
ان چیزوں کے لوازم میں سے۔
اور جو کچھ وافی جلد دوم صفحہ ۱۳ سطر ۲ میں مذکور
ہے وہ یہ ہے کہ جبتک رسول نے شیخین کو یہ
نہیں بتایا تھا کہ شب قدر میں جسکے پاس فرشتے
[illegible] علی ابن ابیطالب [illegible]

بقوله تعالى تنزل الملائكة والروح
فيها باذن ربهم من كل امر قبل تعريفه
النبي اياهما بانه (يعني المنزل عليه)
علي بن ابي طالب وبعد تعريفه اياهما
ذلك انكروه ولذلك كان يدخلهما
الرعب كلما يذكران ذالك هذا لفظه
ما رواه في الوافي كا وعن ابي عبد الله ع
قال كان علي كثيرا ما يقول اجتمع التيمي
والعدوي عند رسول الله وهو يقرء
انا انزلناه بتخشع وبكاء فيقولان
ما اشد رقتك لهذه السورة فيقول
رسول الله ص لما رأت عيني ووعى قلبي
ولما يرى قلب هذا من بعدي فيقولان
وما الذي رأيت وما الذي يرى قال
فيكتب لهما في التراب تنزل الملائكة
والروح فيها باذن ربهم من كل امر
قال ثم يقول هل بقي شيء بعد قوله
تعالى كل امر فيقولان لا فيقول هل
تعلمان من المنزل اليه ذالك فيقولان
انت يا رسول الله فيقول نعم فيقول
هل تكون ليلة القدر من بعدي

وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسا شخص کون ہے جسکے پاس
اس شب قدر میں جو قیامت تک باقی رہے گی
امر خدا آیا کرے گا جسکا اشارہ آیہ تنزل الملائکۃ و
الروح فیہا الایہ میں ہے اور آنحضرت کے بتا دینے کے بعد
بھی انہوں نے اسکا انکار کر دیا یہی وجہ تھی کہ جب وہ
اسکو یاد کرتے تھے تو مرعوب ہو جایا کرتے تھے۔

اور روایت وافی کے الفاظ بحوالہ کافی یہ ہیں امام
جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین
حضرت علیؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر و عمر جناب
رسالتمآب کی خدمت میں آتے تھے جبکہ آنحضرت نہایت
خشوع اور گریہ و زاری کے ساتھ سورہ انا انزلناہ پڑھتے
ہوتے تھے وہ دونوں کہتے تھے کہ یا حضرت آپ اس سورہ پر
اسقدر کیوں روتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ اس چیز کی وجہ سے
جسکو میری آنکھ نے دیکھ لیا اور میرے دل نے سمجھ لیا
اور علی کا دل اسکو میرے بعد دیکھ لیگا وہ لوگ پوچھتے
تھے کہ آپنے کیا دیکھ لیا ہے اور علی کیا دیکھ لینگے تو آنجناب
زمین پر تنزل الملائکہ الایہ لکھتے تھے پھر فرماتے تھے کہ ہر امر
کے بعد کیا کوئی چیز رہ گئی وہ دونوں کہتے تھے نہیں فرماتے
تھے کہ کیا تم جانتے ہو فرشتے کس کے پاس ہر امر لیکر آتے
ہیں کہتے تھے آپ کے پاس فرماتے تھے ہاں لیکن کیا شب قدر
میرے بعد بھی ہوگی کہتے تھے کہ ہاں آپ فرماتے تھے کہ

فیقولان نعم قال فیقول فهل نزل
ذالك الامر فیها فیقولان نعم قال
فیقول الی من فیقولان لاندری
فیاخذ براسی فیقول ان لم تدریا
فادریا هو هذا من بعدك قال فان
کانا لیعرفان تلك اللیلة بعد رسول
الله من شدة مایداخلهما من
الرعب انتهی الروایة ثم قال صاحب
الوافی فی طی بیانه لهذه الروایة
فان کانا لیعرفان ان مخففة من
المثقلة وضمیر الشان محذوف بقرینة
لام التاکید یعنی فان الشان انهما
کانا لیعرفان البتة تلك اللیلة بعد
النبی لشدة الرعب الذی یداخلهما
فیها انتهی وهذا الذی رواه عن الصادق
لیس باعظم مما نقله الجاحظ عن
النظام وقد عرفته سابقا من
قوله لقد اقر القوم یعنی التیمی و
العدوی وغیرهم من کبار الصحابة
علی انفسهم انهم بالظن کانوا

کیا پھر بھی یہ امر اس میں نازل ہوا کریگا وہ دونوں
کہتے تھے ضرور۔ فرماتے تھے کس کے پاس کہتے تھے
ہمیں نہیں معلوم حضرت علی فرماتے ہیں کہ آنحضرت
میرا سر پکڑتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر نہیں جانتے
تو جان لو کہ یہ وہ شخص ہے جسکے پاس میرے بعد یہ امر
آیا کریگا اور رسول کے بعد وہ دونوں شدت رعب
کی وجہ سے اس رات کو پہچان لیتے تھے یہانتک کہ
روایت ختم ہوئی اسکے بعد وافی اس روایت کی توضیح کے
سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ قول امیر المومنین "فان کانا
لیعرفان" میں اَن۔ اَنَّ کا مخفف ہے اور لام تاکید
کا قرینہ یہ بتاتا ہے کہ ضمیر شان محذوف ہے یعنی شان
یہ تھی کہ وہ دونوں رسول کے بعد شدت رعب کی وجہ
اس رات کو پہچان لیتے تھے انتہی۔

لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ روایت
اس کلام سے زیادہ عظیم نہیں ہے جسکو جاحظ نے
نظام سے نقل کیا ہے اور سابق میں آپ کو معلوم
ہو چکا ہے یعنی یہ کہ جماعت صحابہ مثلاً شیخین وغیرہ
وغیرہ ایسے اکابر اصحاب نے اپنے متعلق اقرار
کیا ہے کہ وہ ظن کی بناء پر خونریزیاں کرتے تھے

الفروج وبالظن يحكمون في الاموال
وبالظن يوجبون العبادات وقد
نهى الله عز وجل ان يحكموا بالظن
وعلموا ان الناس ينقادون وانهم
ما قالوا من شيء فهو حتم لا محيد له
ثم قال واذا كان هذا المذهب موجودا
في الاكابر والاصاغر من السلف
فما ظنك بالتابعين ثم ما ظنك
بالفرق التي بينهم واذا كان هذا ما
اقروا به على انفسهم فما لم يقروا به
وراوا ستره اكثر انتهى وكذلك
ليس باعظم مما نقله ابو جعفر
النقيب من قدح طلحة في التيمي
والتيمي في طلحة وهكذا بعض الصحابة
في حق بعض الاخر وكذلك ما قاله
الرازي والتفتازاني ولم يلزم مما
قالوا هدم الدين وبطلان الاسلام
من اصله واما بمجرد نقل الصادق
لزم ذلك وليس هذا الا مما تلقته
سابقا من نظر الحر الجليل الى
كلام الصادق بعين السخط والى

کرتے تھے حالانکہ خداوند عالم نے اس سے منع فرمایا ہے
کہ لوگ ظن سے حکم کریں۔ اور وہ (اصحاب)
یہ جانتے تھے کہ لوگ اُن کے تابع ہیں اور
یہ کہ جو وہ کہدینگے وہ امر حتمی اور ناقابل
رد ہوگا۔ پھر نقام کہتے ہیں کہ جب یہ عقیدہ
سلف کے تمام چھوٹے بڑوں میں موجود
ہوا تو تابعین کے متعلق اور اسکے بعد
اُن فرقوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے
جو اُن کے درمیان تھے اور جب اسقدر
وہ چیزیں ہیں جن کا انہوں نے اپنے متعلق
اقرار کرلیا جن چیزونکا انہوں نے اقرار نہیں کیا اور اُنپر
پردہ ڈالنا مناسب سمجھا وہ یقیناً ان سے بہت زیادہ ہونگی
انتہی۔ اور اسیطرح مذکورہ روایت امام جعفر صادق
ابو جعفر نقیب کے اس کلام سے زیادہ عظیم نہیں جسمیں انہوں
نے بیان کیا ہے کہ طلحہ نے حضرت ابوبکر کی شان میں اور
انہوں نے طلحہ کی شان میں اور اسیطرح بعض صحابہ نے
بعض کے متعلق کیا رد و قدح کی اور نہ امام رازی و
تفتازانی کے مذکورہ بالا مقولات سے زیادہ عظیم ہے لیکن
ان لوگوں کے کہنے سے انہدام دین و بطلان اسلام کچھ بھی
لازم نہ آیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول پر فوراً اور
سب کچھ لازم آگیا بس یہ تو وہی بات ہے جو ہم نے سابق میں کہی تھی

كلامهم بعين الرضا و اذا تامل
الانسان العاقل و نظر بعين الانصاف
في هذه الاخبار المخرجة من صحاحكم
و مسانيدكم و في الاخبار الاخر التي
يتخرج من مسانيدكم و صحاحكم
التي تدل على ان الخليفة بعد رسول
الله هو علي بن ابيطالب من مثل
حديث الغدير و حديث المنزلة و حديث
الثقلين و نحوها المتواترة كلها عندكم
و لولا مخافة الاطناب لذكرت في كل واحد

کہ مولانا نے ہمارے امام کے کلام کو تو نظر غیظ و غضب سے
فرمایا اور اپنوں کے کلام کو نگاہ لطف و رضا سے۔ یہ سب جو
صحاح ستہ اور مسانید سے نقل کی گئیں اور وہ دوسری تمام حدیثیں
جو انہیں کتابوں سے پیش کی جاتی اور اس امر پر دلالت
کرتی ہیں کہ بعد رسول آپ کے خلیفہ و جانشین
علی ابن ابیطالب ہیں مثلاً حدیث غدیر (من
کنت مولاہ فعلی مولاہ) حدیث منزلت (علی منی بمنزلۃ
ھارون من موسیٰ) اور حدیث ثقلین (انی تارک فیکم
الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہلبیتی الخ) وغیرہ وغیرہ
جو کہ آپکے یہاں متواتر ہیں اور اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو ہم ان میں

۱؎ یہ حدیثیں اور انکے تمام تفصیلی واقعات یعنی خلافت بلا فصل علی کی پر زور نا قابل انکار شاندار دلیلیں ہیں
مفسرین کی دیگر کثیر التعداد احادیث کیلئے ملاحظہ ہو عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ مناقب ابن مردویہ۔ مودۃ القربیٰ
شواہد التنزیل۔ در منثور سیوطی۔ حلیۃ الاولیاء۔ مسند احمد حنبل۔ تفسیر حسکانی وغیرہ بوقت تبلیغ حضرت عمر نے ان الفاظ
بارک بادی دی ھنیئاً لک یا ابن ابیطالب اصبحت مولای و مولیٰ کل مومن و مومنۃ ملاحظہ ہو
سر ج ۲ فصل ۲ ص ۱۶۹ جناب رسالتمآب نے اول اپنے ہاتھ سے اپنا عمامہ سر علی پر باندھا بعد تبلیغ خلافت فرمائی
کتاب مذکور ج ۲ باب ۲ ص ۱۰ سطر ۲۳-۲۴ دیکھو نہ اپنے سر پر اپنے ہی ہاتھ سے عمامہ بھی باندھنا اچھا معلوم
علی منی بمنزلۃ الراس من الجسد حضرت عمر کا قول ہے کہ میرے پہلو میں ایک خوشرو جوان بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا
اسوقت رسول نے ایک ایسی گرہ لگادی ہے جسے منافق ہی کھولیگا میں نے یہ واقعہ خود جناب رسالتمآب سے عرض کیا
آپنے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے اور میرے قول کی تائید کرنے آئے تھے ملاحظہ ہو سر العالمین مقالہ رابعہ غزالی
ہم نے کافی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب زینۃ المجالس الاعتبار اور جواہر بے بہا میں لکھ
لہذا یہاں حاشیہ پر اختصار ہی مناسب ہے ۱۲ مترجم

عنهم وبعضها تبلغ طرقها الى
اثنين وبعضها مائة وعشرين
وبعضها مائة يقطع بانه لابد
من التشبث والتمسك بذيل
اهل البيت الذين هم ادرى بما فيه
ويروون الاحكام عن علي عن رسول
الله لا برايهم وظنونهم كائمتكم
باعترافكم وليس عندكم ما يثبت
مدعاكم الا امور ضعيفة عمدتها
الاجماع على ما قال القوشجي في شرح التجريد
وقد عرفت ان النظام انكر حجيته و
نحن ننكر تحققه لا حجيته وبيان ذالك
انه معلوم لكل احد ان من اقر على نفسه
بالكذب وشهادة الزور لا يجوز شهادته
في ذالك المقام على اخرين والانصار
ادعت الامرة لنفسها اولا وكونها
مستحقة لها وهذه الشهادة باطلة
عندكم من حيث اقرارها على نفسها
بالباطل ثم اقرت بها لابي بكر وشهدت
بها له فكيف يجوز شهادة قوم قد
اكذبوا انفسهم وشهدوا عليها

ہر ایک کی نقل کے طریقے ذکر کرتے اور انمیں سے بعض
دو سو طریقوں سے بعض ایک سو بیس سے بعض تو سو سے
منقول ہیں اگر انسان غافل اُن میں غور کرے اور
انکو نظر انصاف سے دیکھے تو یقین کر لے کہ اہل بیت
کا دامن تھامے بغیر کوئی چارہ نہیں وہی گھر کا حال خوب
جانتے ہیں وہی رسول سے احکام نقل کرتے ہیں نہ اپنی رائے
سے جسطرح کہ آپ کے ائمہ کرتے ہیں جسکا خود آپکو بھی
اعتراف ہے۔ اور آپکے پاس آپ کے مدعا کو ثابت
کرنیکے لئے چند ضعیف چیزیں ہیں جنمیں سب سے عمدہ اجماع
ہے جیسا کہ علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں بیان کیا ہے
اور یہ آپ کو سابق میں معلوم ہو چکا کہ نظام نے
اسکی حجیت کا انکار کیا ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ خلافت
ابو بکر پر اجماع ہی نہ ہوا تھا لہذا ہم تحقق اجماع کے منکر
ہیں نہ اُسکی حجیت کے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ ہر شخص کو
معلوم ہے کہ جو شخص اپنے متعلق کذب اور جھوٹی گواہی دینے
کا معترف ہو پھر اُسکی گواہی اسی قسم کے معاملے میں دوسروں کے
متعلق جائز نہیں اور انصار نے اول تو یہ دعویٰ کیا کہ
خلافت ہمارے لئے ہے اور ہم اسکے مستحق ہیں اور یہ شہادت آپکے
نزدیک (بھی) باطل تھی اسلئے کہ انہوں نے خود اسکا اقرار کیا
کہ ہم اسکا غلط دعویٰ کر رہے تھے پھر یہ اقرار کیا کہ خلافت
ابو بکر کا حق ہے اور اُسپر گواہی بھی دی پس ان لوگونکی

بالزور فقد صار وجود شهادتهم
كعدمها وحصل الشهادة بامامة
ابي بكر من بعض الامة لا كلها ولا
خلاف بيننا وبينكم ان بعض الامة
ليس بحجة فيما ادعاه وان الغلط جائز
عليهم وايضا نقول اليس بني هاشم
وبني حنيف باسرهم من الصحابة وهم
لم يكونوا في المجمعين في السقيفة
كسائر وجوه الصحابة واعيانهم كما ستعرف
الستم تنكرون الاجماع في المسئلة
حصار عثمان وقلعه وتكفيره وقتله
وتدعون انه عبيده المحاصرون معه
في الدار ومروان ابن عمه قادحون
في الاجماع والحال انه قد رام قوم من
بني امية ان يصلوا عليه فلم يتمكنوا
وهموا ان يدفنوه في مقابر المسلمين
فلم يتركوهم حتى مضوا الى حش كوكب
وهو بستان بقرب البقيع ثم اتوا
ليجزوا راسه فصاحت نسوة من اهله
فصرخن وضربن وجوههن فتركوه
[illegible]

گواہی کیونکر جائز ہو سکتی ہے جنہوں نے اپنے آپ
جھوٹا بتایا اور اپنے متعلق جھوٹی گواہیاں بھی دیں
اُنکی شہادت کا عدم و وجود یکساں ہو گیا اور خلافت
ابوبکر کی شہادت بھی بعض امت نے دی نہ کل امت نے
اور یہ امر آپکے اور ہمارے یہاں بلا اختلاف مسلم ہے کہ
افراد امت کا قول ابوبکر کے دعوے کے لئے حجت نہیں
بعض سے غلطی ممکن ہے۔ نیز ہم کہتے ہیں کیا بنی ہاشم
بنی حنیف سب کے سب صحابہ میں سے نہ تھے (ضرور تھے) لیکن
عنقریب معلوم ہوگا کہ دیگر بڑے بڑے صحابہ کی طرح
ان لوگوں میں سے نہ تھے جو سقیفہ میں اجماع کر رہے تھے
کیا آپ اس مسئلہ میں کہ حضرت عثمان کا محاصرہ
سے معزول اور بالآخر قتل کیا گیا۔ اجماع کا انکار
دعوی نہیں کرتے کیونکہ اُسمیں خود حضرت عثمان اور
غلام جو آپکے ساتھ محاصرہ میں تھے اور آپکے چچازاد
نہ تھے اسلئے اجماع نہ رہا اور حال یہ ہے کہ بنی امیہ کی ایک
جماعت نے یہ قصد کیا کہ اُنکی نماز جنازہ پڑھیں تو مخالفین نے
نہ پڑھنے دی یہ ارادہ کیا کہ قبرستان مسلمین میں دفن کردیں
کرنے دیا یہانتک کہ وہ لوگ انکو بقیع کے قریب حش کوکب
نامی باغ میں لیگئے تو مخالفین وہاں انکا سر کاٹنے کے لئے آئے
اسپر حضرت عثمان کی عورتیں چیخنے چلانے اور اپنا منہ پیٹنے
تب انہوں نے چھوڑا اور عمیر ابن صابی نے سواد اعظم اسلام

من اضلاعه وبقي مكانه مريضا ثلثة ايام لم يستعظم في باب مستعظم ولا انكره منكر فمن تامل هذه الحال علم ان هذه المسئلة احق واولى بالاجماع من مسئلة بيعة ابيبكر وانتم تنكرون الاجماع فيها وكل ذلك معلوم لمن تصفح السير والتواريخ

وايضا اوليس قال عمر بن الخطاب كانت بيعة ابيبكر فلتة وقى الله المسلمين شرها فمن عاد الى مثله فاقتلوه اليس ايها المنصف هذا الكلام من عمر شهادة بان بيعة ابي بكر لم تكن عن اجماع بل وقعت بغتة من غير عزم وروية وحصلت فجاة عن عجلة من غير مشورة ومعلوم لمن له ادنى دربة ان الفلتة التي هي العجلة والبدار والتهدد بقتل من عاد الى مثلها ينافي دعوى العزم والروية والاختيار والا فكيف يجوز قتل من ذهب

اس نام نہاد مظلوم شہید کو ایک ٹھوکر لگائی جس سے انکی ایک پسلی ٹوٹ گئی وہ تین دن تک پڑے رہے اور کسی نے اس واقعہ بالکل کی عظمت نہ سمجھی نہ کسی نے اسکو امر قبیح سمجھا پس جو شخص ان حالات پر غور کریگا وہ جان لیگا کہ مسئلہ بیعت ابوبکر کی بہ نسبت یہ مسئلہ اجماع کا زیادہ مقدار ہے اور آپ لوگ اس پر اجماع کا انکار کرتے ہیں اور جو لوگ سیر و تواریخ کی سیر کئے ہوئے ہیں ان کو یہ تمام وقائع و حقائق معلوم ہیں۔

نیز کیا حضرت عمر نے یہ نہیں کہا کہ ابوبکر کی بیعت ایک امر بغور و ناگہانی تھی خدا نے اُسکے شر سے مسلمانوں کو بچایا۔ پس ہر شخص ایسی بیعت کرے اسکو قتل کردو۔

مولانا! کیا حضرت عمر کا یہ قول اس امر کی شہادت نہ تھا کہ بیعت ابوبکر اجماع سے نہ ہوئی تھی بلکہ یکایک بغیر سوچے سمجھے ناگہانی طور پر جلدی میں بے مشورہ کے ہوگئی تھی اور جس شخص کو کچھ بھی ہوش ہے وہ یہ جانتا ہے کہ "فلتة" جلدی اور عجلت کو کہتے ہیں نیز ایسی بیعت کرنیوالوں کو قتل کی دھمکی دینا بھی قصد اور غور و فکر و اختیار کے منافی ہے ورنہ اس شخص کا قتل کیونکر جائز ہے جو ایسے امر کیطرف جائے جس پر مسلمانوں کا اجماع قائم ہو۔

الی امر قام علیہ اجماع المسلمین
ثم ان ھذا الامر الذی لابد ان یقع
باجماع المسلمین من الانصار
والمھاجرین باعتی افکم کیف صار
حقا مختصا بابی بکر حتی نص
علی خلافۃ عمر ولم یجعل للمسلمین
فیہ حقا

ولھذا طعن علیہ طلحۃ وقال لہ ماذا
تقول لربک اذا سئلک عن عبادہ
وقد ولیت علیھم فظا غلیظا فقال
ابوبکر اجلسونی اجلسونی اباللہ تخوفنی
اذا سئلنی قلت ولیت علیھم
خیر اھلک ثم شتمہ بکلام کثیر
منقول ثم انہ کیف یجعل عمر ھذا
الامر المتحقق بالاجماع فی ستۃ
من اصحاب رسول اللہ ؐ ویوصی بان یمھل
لھم ثلثۃ ایام ویامر بقتلھم ان تاخروا
عن ثلثۃ مع اعتی افہ بانھم کلھم کان
رسول اللہ عنہ فارضیا عنھم
ثم اورید ان اذکر لک بعضا من

پھر یہ کہ خلافت ایسا امر ہے جسکے لئے آپ کے
بنا پر یہ ضروری ہے کہ تمام مسلمانان مہاجرین و
کے اجماع سے ہی ہو ابوبکر ہی کے لئے کیوں مخصوص
ہو گیا کہ انہوں نے خلافت حضرت عمر کو نص
اور مسلمانوں کا اسمیں کوئی حق نہ رکھا

اسی لئے تو طلحہ نے انپر طعن کیا تھا کہ جب خدا
آپ سے اپنے بندوں کے متعلق سوال کرے گا تو آپ
جواب دینگے درحالیکہ آپنے اُن پر ایک بد خلق
شخص کو خلیفہ بنا دیا ہے حضرت ابوبکر کہنے لگے کہ مجھ
مجھے بٹھاؤ ای طلحہ کیا تو مجھے ڈراتا ہے کہ جب خدا مجھ
تم کیا کہو گے میں کہدونگا کہ میں نے بہترین مردم کو
خلیفہ بنا دیا اسکے بعد بہت کچھ بُرا بھلا کہا جو کتابوں
میں منقول ہے۔ پھر یہ کہ حضرت عمر نے امر خلافت کو
اجماع سے محقق ہو چکا تھا چھ آدمیوں کی سپرد کیوں کر
انکو تین دن کی مہلت دینے کی ہدایت کیوں کی اور
تاخیر انکے قتل کا حکم کیوں دیا باوجودیکہ انکو اسکا
تھا کہ وہ چھ آدمی ایسے تھے جن سے رسول تاوفات راضی
اسکے بعد مولانا میں ایسے چنداں لوگوں کا ذکر کرتا ہوں

الصحابة كي يتضح لك عدم تحقق الاجماع حق الوضوح

منهم علي بن ابي طالب اذ قد اجمعت الامة على انه تخلف عن بيعة ابي بكر فالمقلل منهم يقول تاخره ثلثة ايام ومنهم من يقول تاخر حتى ماتت فاطمة ثم بايع بعد موتها ومنهم من يقول تاخر اربعين يوما ومنهم من يقول تاخر ستة اشهر والمحققون من اهل الامامة يقولون لم يبايع ساعة قط فقد حصل الاجماع على تاخره عن البيعة والذي يدل على انه لم يبايع البتة انه ليس يخلو تاخره من ان يكون هدى

اچھی طرح واضح ہو جائے کہ اُس پر اجماع محقق نہ تھا۔

اُن میں سے علی ابن ابیطالب ہیں اسلئے کہ امت نے اجماع کیا ہے کہ آپ بیعت ابوبکر سے منحرف رہے کم سے کم کہنے والا تو یہ کہتا ہے کہ تین دن تک بیعت نہ کی بعض کہتے ہیں کہ تا وفات سیدہ عالم بیعت نہیں کی اسکے بعد کر لی بعض کہتے ہیں کہ چالیس دن تک نہ کی بعض کا قول ہے کہ چھ ماہ تک نہیں کی۔ اور محققین شیعہ کہتے ہیں کہ ایک ساعت کے لئے بھی قطعًا بیعت نہیں کی

بہر حال اس پر اجماع حاصل ہو گیا کہ آپ نے بیعت سے انحراف فرمایا اور جو دلیل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے قطعًا ہرگز بیعت نہیں کی یہ ہے کہ آپکا بیعت میں

ف بلکہ مصنف علام مدظلہ نے سطور بالا میں جو بعض اقوال نقل فرمائے ہیں وہ بھی اس اعتبار سے جمع کر دئے گئے ہیں کہ اہلسنت کے یہاں جتنے اقوال ہیں سب نقل ہو جائیں اور کم سے کم اسقدر ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑے کہ حضرت علی نے بیعت میں تاخیر ضرور فرمائی اور خلافت ایسے مہتم بالشان اجماعی امر سے تاخیر اور مطلقا بیعت نہ کرنا دونوں برابر ہیں ورنہ خود اہلسنت کے یہاں بھی آپکا بیعت کرنا مختلف فیہ ہے اجماعی نہیں ہے اور متعدد اجلہ علماء اور اکابر مورخین اہلسنت نے تسلیم کیا ہے کہ آپنے بیعت نہیں کی اور جو استدلال جناب مصنف آیندہ فرماتے ہیں وہ بالکل ہی ان اقوال کو ساقط اور اُن کی بیخکنی کر رہا ہے جن سے بیعت کرنا مترشح ہے اور اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے بیعت نہیں کی المختصر یہ کہ بیعت علی کا قائل نہ محض مخالف فرقہ حقہ اثناعشریہ بلکہ اقوال اکابر و اجلۂ علماء اہلسنت سے بھی منحرف ہے ۱۲ مترجم۔

فیکونه ضلالا او یکون ضلالا
وترک التاخر هدی وصوابا او یکون
التاخر وترکه کلاهما صوابا او یکون
کلاهما ضلالا وخطاء والثلثة
الاخیرة باطلة فتعین الاول
اما بطلان الاخیرین فواضح
ضرورة ان الحق لا یکون فی جهتین
مختلفین ولا علی صفتین متضادین
ومحال ان یکون التاخر وترکه کلاهما
خطائین للاجماع علی بطلان ذلک
واما بطلان الثانی فلانه لو کان
التاخر ضلالا لکان علی قد ضل بعد
النبی بترک الهدی الذی کانت یجب
المصیر الیه وقد اجتمعت الامة
علی ان علیا لم یقع منه ضلال بعد النبی
ولا فی طول زمان ابی بکر وایام عمر وعثمان
وصدرا من ایامه حتی خالفت الخوارج
عند التحکیم وفارقت الامر فلا بد
ان یقال انه لم یبایع قط وایضا

تاخیر کرنا چار صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ کہ تاخیر
ہدایت اور ترک تاخیر ضلالت یا یہ ضلالت بھی اور
ترک ہدایت وصواب یا دونوں باتیں ہدایت اور
یا دونوں باتیں ضلالت وخطار چونکہ آخری تین
صورتیں باطل ہیں لہذا پہلی معین وثابت ہے
آخر کی دونوں صورتوں (یعنی دونوں صورتیں
وثواب نہیں یا دونوں ضلالت وخطا) کا باطل ہونا واضح
ہے اسلئے کہ یہ امر بدیہی ہے کہ حق دو مختلف جہتوں
اور دو متضاد وصفوں میں سے ہر ایک کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور
یہ محال ہے کہ تاخیر کرنا اور نہ کرنا دونوں خطا یا دونوں
ہوں اسلئے کہ اسکے بطلان پر اجماع ہے اور دوسری صورت
(یعنی بیعت میں تاخیر کرنا ضلالت تھا) اسلئے باطل ہے
کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت علی بعد رسول گمراہ
ہو گئے اسلئے کہ آپنے ہدایت ترک کر دی جسکا اختیار
کرنا واجب تھا اور امت نے اسپر اجماع کیا ہے کہ آپ
سے نہ بعد رسول ضلالت صادر ہوئی نہ زمانہ خلافت ثلاثہ میں
اور نہ اپنے شروع زمانہ خلافت سے لیکر اسوقت تک
جبکہ تحکیم کے وقت خوارج نے آپ سے مخالفت کی اور
جدا ہوئی لہذا یہ کہنا پڑیگا کہ آپنے قطعاً بیعت نہیں کی

؎ لیکن جہانتک ہمنے تحقیق کی ہے نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اہلسنت کے مذہب کی بنا ہی انکار بدیہیات پر ہے
کہ انکے یہاں امیر معاویہ و امیر المومنین علی بن ابیطالب کے درمیان جدال وقتال ہوگیا مگر دونوں حق

اجتمعت الامة على جواز الاختيار
والاختيار في صحة امامة ابي بكر وانما الناس
بين قائلين فالشيعة تقول بفساد
الامامة فلا يصح اختيارها و
القول بها وغيرهم يقول بصحتها
وعدم حصول ريب لاحد في صحتها
اذ جهة استحقاق الامامة هو ظاهر
العدالة والعلم والقدرة على القيام
بالامور ولم تكن هذه الامور تلتبس على
احد في ابي بكر عندهم وعلى ما يذهبون
اليه فلا يصح مع ذالك ان يكون المتاخر
عن بيعته مصيبا ابدا لانه لا يكون
متاخرا لفقد الدليل بل لا يكون متاخرا
لشبهة وانما يتاخر اذا ثبت التاخر لعناد
والمتاخر لعناد ضال فيكون على ضلال
بالتاخر وهو خلاف اجماع الامة
وممن تكلم في ذالك خالد بن سعيد
الاموي وهو اول من قام ابي بكر

نیز دوسری دلیل یہ ہے کہ باجماع امت صحت امامت
حضرت ابوبکر میں غور و فکر کرنا اور کسی مسلک کو اختیار
کرنا جائز ہے اور اس مسئلہ میں کلام کرنیوالوں میں شیعہ تو یہ
کہتے ہیں کہ امامت ابوبکر فاسد تھی لہذا اُسے اختیار کرنا
اور اسکا قائل ہونا صحیح نہیں اور غیر شیعہ کے دو طبقے ہو گئے
ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ انکی خلافت بھی صحیح تھی اور کسی کو
اسکی صحت میں شک و شبہ نہیں ہوا اسلیئے کہ استحقاق
امامت کا مدار اسپر ہے کہ بظاہر عدالت و علم اور امور ریاست
عامہ کی انجام دہی پر قدرت ہو اور اہلسنت کے عقیدہ
و مذہب کی بنا پر ان امور کا حضرت ابوبکر کے اندر ہونا کسی کے
نزدیک قابل شک و شبہ نہ تھا بس ان قاعدہ و اصول
کے ہوتے ہوئے یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ اُنکی بیعت سے
ہٹنے والا راہ راست پر ہو اسلیئے کہ ہٹنے والا لادلیل ہونے
کی وجہ سے نہیں ہٹے گا بلکہ کسی شبہ کیوجہ سے بھی نہ ہٹے گا
بس صرف اگر منحرف ہوگا تو عداوت و عناد کیوجہ سے ہوگا اور عناد کیوجہ سے بیعت میں
تاخیر کرنے والا گمراہ ہے لہذا حضرت علی بھی تاخیر بیعت کیوجہ سے گمراہ قرار پا گئے
اور یہ اجماع امت کے خلاف ہے۔ اور جن لوگوں نے اس مسئلہ میں
احتجاج و استدلال کیا تھا انمیں سے خالد بن سعید اموی ہیں اور یہ وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) حضرت عائشہ امیر المومنین کے مقابل جنگ جمل پر چڑھ گئیں اور دونوں راہ راست پر وغیرہ وغیرہ اس جیسا
کہنے سے ارباب النظر والانصاف تو قطعاً قاصر ہیں ۱۲ مترجم عفی عنہ اور یہ ثابت ہو چکا کہ آپنے ہرگز بیعت نہیں کی لہذا یہ لازم آیا
کہ آپنے بیعت نہیں کی اور اس بیعت نکرنے میں آپ حق بجانب بھی تھے۔ ۱۲ مترجم

یوم الجمعه وقال بعد ان حمد الله و
اثنی علیه یا ابا بکر اتق الله و انظر ما تقول
لعلی بن ابیطالب اما علمت ان رسول الله
قال لنا و نحن محدقون به و انت معنا
فی غزاة بنی قریظه و قد قتل علی عدة
من رجالهم یا معاشر قریش انی
موصیکم بوصیه فاحفظوا عنی و
مودعکم امرا فلا تضیعوه ان علی
ابن ابیطالب امامکم بعدی و خلیفتی فیکم
و بذلک اوصانی جبرئیل عن الله
عز و جل الی اخر کلامه ثم فی الیوم الرابع
لما جاء معاذ و عثمان و مولی حذیفه
کل فی الف رجل تقدمهم عمر حتی توسط
المسجد فقال یا اصحاب علی ان تکلم
فیکم احد بالذی تکلم بالامس لاخذن
ما فیه عیناه فقام الیه خالد فقال
یا ابن الخطاب ابالسیف تهددنا ام
بجمعکم ان اسیافنا احد من اسیافکم
و فینا ذو الفقار سیف الله و سیف رسوله
و ان کنا قلیلین ففینا من کثرتکم حجة

شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر
ثنائے خداوند عالم حضرت ابوبکر سے کہا کہ ای ابوبکر
اور جو فضائل حضرت علی کو مل چکے ہیں انہیں غور و فکر
نہیں معلوم جب ہم جناب رسالتماب کو گھیرے ہوئے
تم بھی ہمارے ساتھ جنگ بنی قریظہ میں تھے اور حضرت
بنی قریظہ کے چند مردوں کو قتل کیا تھا تو آنحضرت نے ہم
فرمایا تھا کہ ای گروہ قریش میں تم کو ایک وصیت کر
اُسے یاد رکھو اور تمہارے پاس ایک امر ودیعت رکھتا
اُسے ضائع نہ کرنا تحقیق کہ علی ابن ابیطالب میرے بعد تمہارا امام
تم لوگوں میں میرا جانشین ہے یہی جبرئیل نے مجھے خدا کی
وصیت کی ہے الخ۔ پھر چوتھے دن جب معاذ عثمان
حذیفہ کا غلام یہ سب لوگ ایک ہزار آدمیوں کے مجمع
اور ان سب کے آگے حضرت عمر تھے اور وسط مسجد میں
بیٹھے تو حضرت عمر کہنے لگے کہ ای علی کے ساتھیو اگر
شخص پھر ایسی بات کہے گا جیسی کل خالد نے کہی تو میں اس
پکڑ لونگا پس خالد کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ای عمر
اپنی تلواروں سے ہم کو ڈراتے ہو یا اپنی جماعت سے تخویف
ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے زیادہ تیز ہیں اور
ذو الفقار ہے جو خدا اور رسول کی تلوار ہے اگرچہ ہم قلیل
ہم میں تمہاری کثرت کے مقابلہ میں حجت خدا اور

بطاعة امامی لشاهرت سیفی وجاهدت
الله حتی ابلغ عذری فقال علی ع
شکر الله مقالک وعرف ذالک لک
واخواه ابان وعمر ابیا عن بیعة ابیبکر
الیهم وتابعوا کلهم اهل البیت و قالوا
لهم انکم لطوال الشجر طیبة الثمر ونحن
لکم تبع

عن محمد بن جریر الطبری الشافعی
فی مؤلفه عن ابی علقمه قال قلت
لسعد بن عبادة وقد مال الناس الی
بیعة ابیبکر الا تدخل فیما دخل فیه
المسلمون قال الیک عنی فوالله لقد
سمعت رسول الله یقول اذا انا مت
تضل الاهواء وترجع الناس الی
اعقابهم فالحق یومئذ مع علی ع
وکتاب الله بیده لا نبایع احدا غیره
فقلت هل سمع احد غیرک هذا
الخبر من رسول الله فقال اناس
فی قلوبهم احقاد وضغائن قلت
بل نازعتک برد نفسک ان یکون لک

ہے اپنی تلوار کھینچکر بلند کر لیتا اور خدا کی راہ میں اسقدر
جہاد کرتا کہ اپنی حجت تمام کر دیتا حضرت علی نے فرمایا کہ
خدا تمہاری تقریر کو مشکور فرمائے اور اسکو تمہارے لئے مبارک
کرے۔ اور اُنکے بھائی ابان اور عمر نے بھی بیعت ابوبکر سے
انکار کر دیا سب اہلبیت کے تابع ہو گئے اور کہا کہ آپ حضرات
بہت زیادہ بافیض اور پاکیزہ ثمر والے ہیں اور ہم آپ کے
تابع ہیں۔

اور محمد بن جریر طبری شافعی نے اپنی کتاب میں ابو علقمہ سے
روایت کی ہے کہ جب لوگ بیعت ابوبکر کیطرف مائل ہو گئے
تو میں نے سعد بن عبادہ سے کہا کہ جس چیز میں مسلمان داخل
ہوئے ہیں اسمیں آپ کیوں نہیں داخل ہوتے کہا کہ دور
ہو جاؤ یہاں سے۔ میں نے جناب رسالتمآب کو یہ فرماتے ہوئے
سنا ہے کہ جب میں دنیا سے رحلت کر جاؤنگا تو خواہشیں گمراہ
ہو جائینگی آدمی پیچھے پلٹ جائینگے پس اُسوقت حق علی کے
ساتھ ہوگا اور کتاب خدا انکے ہاتھ میں ہوگی اسوقت
علی کے سوا کسی اور کی بیعت نہ کرنی چاہیے۔ ابو علقمہ
کہتے ہیں میں نے کہا آیا اس حدیث کو آنحضرت سے کسی
اور نے بھی سنا ہے کہا ہاں بہت سے ایسے لوگوں نے جنکے
دلوں میں کینے ہیں میں نے کہا کہ شاید خود تمہارا دل یہ چاہتا ہے
کہ امر خلافت تمہارے سوا کسی اور کو نہ ملتا انہوں نے قسم
کھا کر کہا کہ میں نے اسکا قصد اور اسکو پسند ہی نہیں کیا

لو يتهم بها ولم يرها وانهم لو بايعوا
عليا كان اول من بايعه

ومن كتاب الاستيعاب ان كان عقبيا
نقيبا سيدا جوادا مقدما وجيها
له سيادة ورياسة يعني له قوم بها
وتخلف عن بيعة ابي بكر وخرج من المدينة
ولم يرجع اليها الى ان مات بحوزان
من ارض الشام انتهى

ومنهم مالك بن نويرة قال مخاطبا
للاول اربع على ضلعك الزم قعر
بيتك واستغفر لذنبك ورد
الحق الى اهله اما تستحي ان تقوم في
مقام اقام الله ورسوله فيه
غيرك وما ترك لاحد يوم الغدير
حجة ولا معذرة اقول وعدم متابعته
للاول وامره خالدا بقتله واستيصال
طائفته واسر نسائهم ودخوله بزوجته
في ليلة مشهور وهو في الكتب مسطور

ومنهم عبد الله بن ابي سفيان
بن الحرث بن عبد المطلب وهذا
نظمه المتفق على نقله -

اور اگر لوگ حضرت علی کی بیعت کرتے تو میں سب سے پہلے
کرتا۔

اور استیعاب میں ہے کہ عقبی ایک مرد سردار
رئیس۔ سخی۔ پیشوا اور با وجاہت تھے دولت
و ریاست کے مالک تھے جسکا انکی قوم کو اعتراف تھا
حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی اور مدینہ سے
چلے گئے تھے جسکے بعد وہاں لوٹکر نہیں آئے یہاں
تک کہ سرزمین شام کے قریب بمقام حوزان میں انتقال کیا
انتہی۔ اور ان (بیعت نہ کرنیوالوں) میں سے مالک بن نویرہ
تھے جنہوں نے حضرت اول سے خطاب کرکے کہا کہ اے ابوبکر
تم توقف کرو اپنے گھر میں بیٹھے رہو اپنے گناہ سے استغفار
کرو اور حق کو اہل حق کیطرف لوٹا دو تمہیں شرم نہیں
آتی کہ اس مقام پر کھڑے ہوتے ہو جہاں خدا و رسول
نے تمہارے غیر کو قائم کیا ہے اور روز غدیر کسی کیلئے
حجت و معذرت نہیں چھوڑی۔ میں کہتا ہوں کہ مالک کا
بیعت ابوبکر نہ کرنا۔ ابوبکر کا خالد کو قتل مالک کا حکم دینا
انکے گھر بھر کی بیخکنی کر دینا انکی عورتوں کو قید کرنا
اور اسی شب میں انکی زوجہ سے بدسلوکی کرنا مشہور اور کتب تاریخ
میں مذکور ہے۔ اور ان (بیعت نہ کرنیوالوں) میں سے عبد اللہ
بن ابی سفیان بن حرث بن عبد المطلب ہیں جنکی یہ نظم ہے
جسکو فریقین نے بالاتفاق نقل کیا ہے۔ سہ

ولكن ولی الامر بعد محمد
علی و فی کل المواطن صاحبه

نشهد بان امیر المؤمنین کان خلیفة
رسول اللہ دون من تقدم علیه
ونشهد انه ولی الامر من بعده

ومن قبیل قوله قول جریر بن عبد اللہ

فصلی اللہ علی احمد رسول الملیک تمام النعم
وصلی علی الطهر من بعده خلیفة القائم المدعم
علیا عنیت وصی النبی یجالد عنه غواة الامم

وهذا قطع علی امارة علی لاریب فیه علی
عاقل فی قصد قائله وعن ضده والابانة
من معتقده فی انه الخلیفة للرسول
بلا فصل والامام من بعده

ومما یشهد لقول الشیعة فی معنی
المولی وان النبی اراد به یوم الغدیر
الامامة قول حسان بن ثابت علی ما جاء الآثار ان
رسول اللہ لما نصب علیا یوم الغدیر
للناس علما وقال فیه ما قال استاذنه حسان
بن ثابت فی ان یقول شعرا فی ذالک
المقام فاذن فانشاء یقول

ینادیهم یوم الغدیر نبیهم بخم واسمع بالنبی منادیا

حضرت علی رسول کے بعد ولی امر اور آپ کی
زندگی میں تمام مقام پر آپ کے ساتھی تھے

اسکے معنی یہ ہیں کہ حضرت علی کو بعد رسول ولی امر کہکر عبد اللہ نے
اس حقیقت کی شہادت دی کہ آپ ہی خلیفہ رسول تھے نہ وہ لوگ
جو آپ سے مقدم کر دیئے گئے۔ اور انہی قول کی طرح جریر بن عبد اللہ کا
قول ہے ؎

خداوند عالم احمد مجتبی پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو خدا کے
رسول ہیں اور آپ پر مکمل اکرو ہے تمام مخلوق پر خدا کی نعمتیں تمام
ہو گئی ہیں اور انکے بعد انکے پاک پاکیزہ بلافصل جانشین حضرت
علی پر رحمت نازل فرمائے یعنی حضرت علی جو آپ کے احمقوں کے
گمراہوں (آپکے دشمنوں) کو دفع کرتے تھے۔

اور ان اشعار کے معنی یہ ہیں کہ شاعر کو امامت علی ابن ابیطالب کا یقین تھا اور اس
امر میں کسی عاقل کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ کہنے والے کا قصد و مطلب کیا ہے
اور یہ کہ وہ اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر رہا ہے کہ علی بن ابیطالب رسول کے بلا فصل
خلیفہ اور آپکے بعد امام ہیں اور جو کچھ مولی کے معنی ہیں شیعوں کا دعویٰ ہے
یعنی یہ کہ اس سے مراد رسول امامت تھی اسکا شاہد قول حسان
ہے جو اسطرح منقول ہے کہ جب جناب رسالتمآب نے لوگوں کے سامنے
روز غدیر حضرت علی کو بلند کیا اور جو کچھ فرمانا تھا فرمایا تو حسان
بن ثابت نے آپ سے اجازت لیکر اسطرح قصیدہ
خوانی شروع کی ؎

مسلمانوں کے رسول روز غدیر بمقام خم انکو ندا دیتے ہیں

يقول فمن مولاكم ووليكم
فقالوا ولم يبدوا هناك
التعاميا الهك مولانا وانت نبينا
ومالك منا في الولاية عاصيا
فقال له قم يا علي فانني
رضيتك من بعدي اماما وهاديا
فمن كنت مولاه فهذا وليه
فكونوا له انصار صدق مواليا
هناك دعا اللهم وال وليه
وكن للذي عادى عليا معاديا
فلما فرغ من هذا القول قال له النبي
لا تزال يا حسان مؤيدا بروح القدس
ما نصرتنا بلسانك فلولا ان النبي
اراد بالمولى الامامة لما اثنى على حسان
باخباره بذلك ولا انكره عليه ورده
عنه وهذا قول قيس بن سعد
بن عبادة وهو يتوجه الى صفين
قصيدته اللامية التي اولها
قلت لما طغى العدو علينا
حسبنا ربنا ونعم الوكيل
حسبنا ربنا الذي فتح البصرة

اور آنحضرت نے کیسے اچھے طریقے سے ندا دی (کہ اے گروہ
مجمع نے سنی کسی کو جا کلام نہ رہی اور حجت تمام ہوگئی
آپنے فرمایا کہ تمہارا مولا اور ولی کون ہے۔ اس پر سب لوگوں نے
بغیر نابینائی و نادانی کا اظہار کئے یہ کہہ دیا کہ آپکا جو
ہمارا معبود ہے آپ ہمارے نبی ہیں اور آپکے فرمان سے ہم میں
کوئی سرکشی کرنیوالا نہیں ہے تو آپنے فرمایا کہ اے علی کھڑے
ہو جاؤ کہ میں نے تمکو اپنے بعد امام و ہادی ہونے کیلئے پسند کر لیا ہے
پس جسکا میں مولیٰ ہوں یہ علی بھی اُسکے ولی ہیں تم سب لوگ
انکے سچے مددگار اور دوستدار ہو جاؤ یہیں پر حضرت نے
دعا فرمائی کہ خداوندا جو علی کو دوست رکھے اسکو تو بھی دوست
رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے اُسکا تو دشمن ہو جا۔
جب حسان نے یہ اشعار تمام کئے تو حضرت نے فرمایا کہ اے حسان
تم جبتک اپنی زبان سے ہماری مدد کرتے ہو برابر روح القدس سے تم
مؤید رہو۔ پس اگر مولیٰ سے آنحضرت کی مراد امامت نہ ہوتی تو ان اشعار پر
حسان کی ثنا نہ فرماتے بلکہ برا سمجھتے اور رد کر دیتے اور (اسی معنی
یعنی خلیفہ و امام ہونے) کی دلیل قیس بن سعد بن عبادہ کا قصیدہ
لامیہ ہے جو انہوں نے جنگ صفین میں جاتے ہوئے کہا تھا
اور جسکا شروع یہ ہے ؎
جب دشمن نے ہم پر سرکشی کی تو ہم نے کہا کہ ہمیں ہمارا خدا کافی ہے
اور وہ بہترین کارساز ہے ہمیں ہمارا وہ خدا کافی ہے جسنے
کل بصرہ کو فتح کیا جسکا قصہ طویل ہے

بالامس والحدیث طویل
الی ان قال وعلی امامنا
وامام لسوانا اتی بہ التنزیل
یوم قال النبی من کنت مولیٰ
فہذا مولاہ خطب جلیل
انما قالہ النبی علی الامۃ
حتما ما فیہ قال و قیل
وہذا قول علیؑ ونظمہ المتفق علیہ
نقلہ بصفین وہو یرتجز الباززۃ
انا علی صاحب الصمصامہ وصاحب الحوض لدی القیامہ
اخو نبی اللہ ذو العلامہ قد قال اذ عممنی العمامہ
انت اخی صاحب الکرامہ ومن لہ من بعدی الامامہ
وہذا مع انہ دال علی ان امامتہ انما یکون
بالنص من النبی قد دل علی انہ قد ذکر
النص واحتج بہ وفیہ ابطال قول الناصبۃ
انہ لم یذکرہ فی مقام وہذا قول
ربیعۃ بن الحرث بن عبد المطلب
نظما عند بیعۃ الناس لابی بکر
ماکنت احسب ان الامر منتقل
من ہاشم ثم فیہا عن ابی حسن

یہانتک کہ انہوں نے یہ کہا ہے
اور علی ہمارے اور ہمارے علاوہ سب لوگوں کے امام ہیں آپکے
لئے اُسدن قرآنی آیت اتری جس دن رسول نے یہ
فرمایا تھا کہ جسکا میں مولیٰ ہوں یہ بھی اسکے مولیٰ ہیں
اور یہ ایک بڑی زبردست واقعہ ہے۔ سوا اسکے نہیں کہ آنحضرت
نے تمام امت کے سامنے ایسا ضرور فرمایا اور اسمیں
کچھ چون وچرا نہیں۔
اور (اسی کی دلیل) خود حضرت علی کے یہ اشعار ہیں جو آپ نے
جنگ صفین میں بطور رجز فرمائے ہے
میں علی ہوں کہ دنیا میں جسکے پاس ذوالفقار ہے اور قیامت میں حوض کوثر کا
میں رسول اللہ کا بھائی ہوں اور میں اپنے متعلق دلیل رکھتا ہوں اور
وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت نے میرے سر پر دستار خلافت باندھی تو فرمایا کہ تم میرے
بھائی ہو اور تم صاحب کرامت ہو اور میرے بعد سوا تمہارے کسی کے لئے امامت نہیں
اور یہ اشعار اس امر پر دلالت کرنیکے علاوہ کہ آپکی امامت نص رسول کی وجہ سے
تھی اس حقیقت پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ آپنے اس نص کا ذکر اور اسکے ساتھ
احتجاج فرمایا اور اسمیں فرقہ ناصبیہ کے اس قول کی تردید ہے کہ رسول نے خلافت
علی کا کسی مقام پر ذکر نہیں کیا اور (اسی کی دلیل) ربیعہ بن حرث بن عبد المطلب
کے یہ اشعار ہیں جو انہوں نے اس وقت کہے جب لوگ حضرت ابوبکر کی بیعت کر رہے تھے
میں نہیں سمجھتا تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم میں سے اور پھر بنی ہاشم
حضرت علی سے منتقل ہو جائیگا۔ کیا حضرت علی وہ نہیں
ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قبلہ کیطرف نماز پڑھی اور کیا

واعلم الناس بالآيات والسنن
واخر الناس عهدا بالنبي ومن
جبرئيل عونا له في الغسل والكفن
وفيه ما فيهم ما تمترون به
وليس في القوم ما فيه من الحسن
ماذا الذي ردكم عنه فنعلمه
ها ان بيعتكم من اول الفتن
وفي هذا الشعر قطع من قائله
على ابطال امامة ابي بكر واثبات الامامة
لامير المؤمنين وهذا قول خزيمة
بن ثابت ذي الشهادتين
اذا نحن بايعنا عليا فحسبنا
ابو حسن مما نخاف من الفتن
وجدناه اولى الناس بالناس انه
اطب قريش بالكتاب وبالسنن
وان قريشا لا تشق غباره
اذا ما جرى يوما على الضمر البدن
ففيه الذي فيهم من الخير كله
وما فيهم مثل الذي فيه من حسن
وصي رسول الله من دون اهله
وفارسه قد كان في سالف الزمن

آپ قرآن و حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور آپ ہی
ساتھ سب سے آخر تک (تا دفن) رہنے والے اور کیا یہ
نہیں کہ جبرئیل نے غسل و کفن دینے میں آپ کی مدد کی۔
جو بنی ہاشم کے فضائل ہیں وہ سب آپ میں ہیں جنہیں تم
بھی شک و شبہ نہیں کرتے بلکہ جو محاسن مخصوص آپ
میں ہیں وہ دیگر بنی ہاشم میں بھی نہیں ہیں بھی تو بتاؤ
کہ تم لوگ آپ سے کیونکر پھر گئے خبردار رہو کہ تم نے جو ابوبکر
کی بیعت کی ہے یہ تو پہلا فتنہ ہے۔
اور ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے کو ابطال امامت
اور حقیت امامت امیر المومنین علی مرتضیٰ کا یقین ہے۔ اور (ایک
دلیل) یہ اشعار ہیں جو خزیمہ بن ثابت ذی الشہادتین کے ہیں
جب ہم نے حضرت علی کی بیعت کر لی تو ہمیں ان تمام
فتنوں سے بچانے کے لیے جن کا ہم خوف کرتے ہیں ابوالحسن کافی
ہیں ہم نے آپ کو سب سے زیادہ ولایت و ریاست مردم کا حق
پایا اور کوئی شخص قبیلہ قریش سے زیادہ مخلوق خدا کا قرآن و حدیث
کے ذریعہ سے روحانی علاج کرنے والا نہیں ہے اور قریش
جب کسی ان تیلی کمر لطیف الجسم اونٹ پر سوار ہو کر
دوڑتے ہیں تو سب سے آگے بڑھ جانے والے بے مثل و عدیم
النظیر شہسوار معلوم ہوتے ہیں پس جتنی خوبیاں ان میں
ہیں وہ سب آپ میں ہیں اور آپ کے سب سے مخصوص محاسن
ان میں نہیں ہیں۔ آپ رسالت ... اس کے وصی ہوں

والاول من صلى من الناس كلهم
سوى خيرة النسوان والله ذو المنن
وصاحب القوم في كل وقعة
يكون لها نفس الشجاع لذقن
فذاك الذي تثنى الخناصر باسمه
امامهم حتى اغيب في الكفن
وهذه الاشعار قد وردت عن هذه
الجمة على وجه لم يختلف فيها من
اهل العلم والنقل والآثار اثنان و
يوجب العلم ويزيل الارتياب باوضح
برهان وانت ايها الحبر الجليل اذا تاملت
المقدمات التي اوردتها في هذه المضمار
ونظرت فيها حق النظر تستنتج قطعا
ما استنتجه الامام الغزالي في سر العالمين
من قوله لكن اسفرت الحجة وجهها
واجمع الجماهير على متن الحديث
من خطبة يوم غدير خم باتفاق الجميع
وهو يقول من كنت مولاه فعلي
مولاه فقال عمر بخ بخ يا ابا الحسن
لقد اصبحت مولاي ومولى كل مؤمن
ومؤمنة فهذا تسليم ورضى و

در زمانِ سلف آپکے شہسوار و مددگار ہیں آپ ہوئے
حضرت خدیجہ کے سب آدمیوں سے پہلے قبل کرنیکے نماز پڑھی
اور خدا احسان کرنیوالا ہے۔ آپ ہر ایسے واقعہ جنگ میں جسکی وجہ سے
بہادروں کے دم لبوں پر آجاتے ہوں سردار قوم کے سردار ہیں آپ
ہی وہ ہیں کہ آپکا نام ہر وقت یاد رکھا جاتا ہے بار بار لیا
جاتا ہے اور آپ تا وفات لوگوں کے امام ہیں۔
اور یہ تمام اشعار ایسے ہیں جو ان تمام شعراء سے اسطرح منقول ہیں
کہ اہل علم و روایت اور ارباب اخبار میں سے انمیں کسی نے
اختلاف نہیں کیا یہ مقصود کے قطعی طور پر ثابت ہو جانے کا
سبب ہیں اور واضح ترین دلیل کے ساتھ شک و شبہ کو زائل کرتے ہیں
اور مولانا! آپ بھی جب ان مقدمات میں غور و فکر فرمائینگے
جو میں نے اس مقام پر وارد کئے ہیں اور پورے طور سے انمیں
نظر فرمائینگے تو وہی نتیجہ نکالینگے جو آپکے امام غزالی نے
سر العالمین میں نکالا ہے وہ کہتے ہیں کہ حجت بے نقاب ہو گئی
تھی اور بڑے بڑے لوگوں نے خطبۂ غدیر کی حدیث
من کنت مولاہ پر سب کے اتفاق سے اجماع کر لیا تھا
جبکہ رسول فرما رہے تھے کہ جس کا میں مولیٰ ہوں
اُسکے علی بھی مولیٰ ہیں پس حضرت عمر نے کہا کہ
اے علی آپ کو مبارک ہو کہ آپ ہر مومن مرد و عورت
کے مولیٰ ہو گئے اور اسکے معنی یہ ہوئے کہ انہوں نے حضرت
علی کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا آپکی ولایت پر راضی تھے اور

...ثم تبدل هذا غلبت الهوى

الحب للرياسة وحمل عمود الخلافة و

عقود البنود وخفقان الهوى في

قعقعة الرايات واشتباك ازدحام

الخيول وفتح الامصار سقاهم كاس

الهواء فعادوا الى الخلاف الاول فنبذوا

الحق وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا

قليلا فبئس ما يشترون انتهى كما

استنتج هذه النتيجة الشيخ ابو جعفر

النقيب والامام الرازي والعلامة

سعد الدين التفتازاني وبعد فالك

يسهل عليك الامور الخمس

آپ کو عالم مان لیا تھا لیکن اسکے بعد جب ریاست کی...

انپر خواہش نفس غالب آگئی۔ خلافت کے ستونوں کو ا...

علموں کو تیار کرلے۔ جھنڈوں کے ہلنے میں۔ ہوا کے لہرانے ...

کی کثرت اور شہروں کے فتح کرنے نے آپکو ہوا و ہوس کا

پیالہ پلا دیا تو وہ اپنے اختلاف سابق کیطرف لوٹ...

حق کو پس پشت ڈالدیا اور اسکو تھوڑی سی قیمت میں

بیچ ڈالا اور وہ کیا بُری چیز تھی جو انہوں نے خریدی

انتہی۔ جسطرح کہ یہی نتیجہ نقیب امام رازی اور

تفتازانی نے نکالا ہے اور اسکے بعد آپ پر آپ کے

سوالوں کے پانچوں امر آسان ہوجائیں گے۔

الاول من اسئلتك وليس يعني من

الطاغوت الا من كان كثير التجاوز

وغير التعدي عما نص عليه الله ورسوله

وقد علمت من النظام على ما حكى عنه

الجاحظ انهم يظن يريقون الدماء

ويبيحون الفروج والاموال بالظن

يجوزون العبادات وقد نهى الله

تعالى عن العمل به في محكم مقصد و

يسهل عليك التصديق بما صرح به

اور (آپنے طاغوت کے یہاں معاملات وقضایا پیش

کرنے کا جو مسئلہ ذکر کیا ہے اسکے متعلق سنیئے) طاغوت

وہ ہے جو حکم خدا و رسول سے ہٹا ہو اور اسمیں تعدی و تجاوز کرتا ہو

اور جاحظ نے جو نظام کا قول نقل کیا ہے اس سے آپکو معلوم

ہوچکا ہے کہ یہ لوگ گمان پر خونریزیاں، شرمگاہوں اور

مالوں کو حلال اور عبادتوں کو واجب کرتے تھے حالانکہ

خداوند عالم نے قرآن میں اس سے منع فرمایا ہے اور

جو تصریحات کتب شیعہ میں وارد ہیں انکی تصدیق

آپ کو ان سوالوں سے ہوجائے گی جو پانچ پہلے سوالوں...

كتب الشيعة من الاسئلة التي ذكرتها
بعد الخمسة الاول لان هذه الاسئلة
كلها امور متفرعة على صحة الحكومة
المؤسسة وعلى تقدير ثبوت فسادها
بما في صحاحكم ومسانيدكم من
النصوص على الائمة الاثنى عشر
وبعدم تحقق الاجماع على تقدير كون
الخلافة امر ابيد الامة وليست بنص
من الله ورسوله يظهر لك صحة
جميع ما في كتب الشيعة

وليس يلزم من نهي ائمتنا شيعتهم
في زمان الغيبة من التحاكم الى القضاة
المنصوبين من قبل الحكومة تزلزل واختلال
انتظام كما انه يجوز لاهل السنة والجماعة
ان لا يتحاكموا الى القضاة ويرضون
بتحكيم شخص اخر ويدفعون الخصومات
بالصلح ونحوه وكذلك الجهاد في زمان
الغيبة حيث ان الشيعة يقول الكل
ان لا يقع قبل قيام القائم لان تفتح ارض
او يحيف عليها المسلمون بخيل ولا
ركاب ...

بعد آپ نے ذکر کیے ہیں اسلیے کہ وہ سب سوالات آپکی
قرارداد حکومت کے صحیح ہونے اور اسکے فاسد
ہونے کے ثبوت کو مان لینے پر متفرع ہیں اور فاسد
ہونا بھی انہی نصوص پر مبنی ہے جو ائمہ اثنا عشر
کے متعلق آپ کی صحاح و مسانید میں وارد ہیں
اور جب یہ ثابت ہو جائیگا کہ خلافت کے امت کے
ہاتھ میں ہوتے اور نص خدا و رسول سے متعلق نہ ہونے
پر اجماع محقق نہیں تو آپ پر ان تمام مضامین
کی صحت ظاہر ہو جائے گی جو کتب شیعہ میں
وارد ہیں۔

اور ہمارے ائمہ نے شیعوں کو زمان غیبت امام میں
ان سرکاری حکام کے پاس بغرض فیصلہ معاملات
پیش کرنے سے جو منع کیا ہے اس سے کوئی تزلزل
اور بدنظمی لازم نہیں آتی جسطرح کہ اہلسنت میں
بھی یہ جائز ہے کہ وہ ان حکام کیطرف نہ رجوع کریں
اور کسی دوسرے شخص کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں
یا صلح وغیرہ سے اپنے جھگڑے قصے دور کریں۔

اور یہی صورت زمانہ غیبت امام میں جہاد کی ہے
بایں معنی کہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ مردہ علم جہاد جو قبل ظہور
امام اسلیے بلند کیا جائے کہ وہ زمین فتح کر لیجائے جس میں

عقود اهم الاصلي لا يجب علينا الدخول
تحت تلك الرايه بل لا يجوز الا ان كل
داهم فع حتى راية الدفاع عن اراضي المسلمين
فان الدخول تحت راية الدفاع واجب عند الشيعه
وبما ذكرنا لك في مقدمة الجواب عن السوال
الخامس يظهر لك الجواب عن السوال
السادس ايضا

قال الحبر الجليل السادس صح في
كتب الشيعه ان كل الفرق الاسلامية
كلها كافرة ملعونة خالدة في النار
والمخالف شر من الكافر وان دم
الناصب وماله حلال والناصب
من يقدم الاول والثاني على
علي عليه السلام ومن يعتقد امامتهما
الاول والثاني وان الله تعالى قد
نصب عليا علما بينه وبين خلقه
من انكره كان كافرا ومن اشرك معه
آخر كان مشركا وان المخالف في الامامة
لا ايمان له وهو النار والى النار المخالف
في حكم المشرك والكافر في جميع الاحكام

اُنکے گھروں میں جا پڑھیں اسکے تحت میں داخل
واجب بلکہ جائز نہیں نہ یہ کہ کسی جھنڈے کے نیچے
یہاں تک کہ زمین مسلمین سے دفاع کے لیے جو جھنڈا
بلند کیا جائے اسکے تحت میں داخل ہونا بھی جائز
(ایسا نہیں) اسلیے کہ دفاع کے علم کے تحت میں داخل ہونا
کے نزدیک واجب ہے۔ اور جو کچھ میں نے پانچویں سوال کے جواب کے مقدمہ
ذکر کیا ہے اسی سے آپ پر چھٹے سوال کا جواب بھی ظاہر ہو جائیگا

چھٹا سوال

مولانا کہتے ہیں کہ کتب شیعہ میں اس امر کی صراحت
اسلامی فرقے کافر ملعون ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے
علی ابن ابیطالب کا کافر سے بدتر ہے۔ ناصبی کا خون اور مال
ہے اور ناصبی وہ ہے جس نے اول و ثانی کو حضرت علی پر
اور جو انہی اول و دوم کی خلافت کا معتقد ہو اور
خدا نے حضرت علی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان
امام و سردار بنایا تھا لہذا آپ کا منکر کافر
جو آپ کے ساتھ امامت میں کسی اور کو شریک کرے
وہ مشرک ہے اور جو حضرت علی سے آپکی امامت
اختلاف کرے اسکا کچھ ایمان نہیں وہ جہنمی
ہے اور جہنم ہی میں جائیگا۔ آپکا مخالف تمام احکام میں
کہ کتب شیعہ میں موجود ہے

ان نخاف علیکم ان یقتل رجل
منکم برجل منهم والرجل منکم
خیر من مائة الف رجل منهم
لامرناکم بقتل کلهم و یقول الائمة
فی ائمة المذاهب الاربعة من هذه
الامة لاتاتهم ولا تسمع منهم لعنهم
الله ولعن مللهم المشرکة
وکذلک یظهر لک الجواب عن السؤال
السابع
قال السابع جهاد الملل الاسلامیة
الیوم غیر مشروع حتی لو اوصی احد
فی سبیل الله وسبیل الله فی عقیدته
هو الجهاد جاز العدول عنه الی فقراء
الشیعة والجهاد مع الامام الغیر المعصوم
عنه حرام مثل حرمة المیتة وحرمة الخنزیر
ولا شهید الا الشیعة والشیعی شهید
ولو مات علی فراشه حتف انفه هذه مسائل
ثلاث عقیدة الشیعة منها یقین فهل
یبقی فی توحید الکلمة کلمة المسلمین
فی عالم الاسلام من امل وهل یبقی
بعد هذه المسائل لکلمة التوحید فی

(شیعوں سے مخاطب کر کے) فرماتے ہیں کہ اگر ہمیں خوف نہ ہوتا کہ انکے ایک
آدمی کے بدلے میں تم میں سے بھی ایک آدمی قتل کر دیا جائیگا حالانکہ
تم میں سے ایک آدمی انکے سو ہزار آدمیوں سے بہتر ہو تو ہم تمکو ان سب کے
قتل کر دینے کا حکم دیدیتے۔ اور امام اس امت کے چار مذہبوں (شافعی
حنبلی۔ مالکی۔ حنفی) کے اماموں کے متعلق فرماتے ہیں کہ تم انکے پاس
نہ جاؤ۔ انکی بات نہ سنو۔ خدا اُنپر اور اُنکی مشرک جماعتوں پر لعنت کرے
اور اسیطرح پانچویں سوال کے جواب سے بھی آپ پر اپنے ساتویں سوال کا
جواب ظاہر ہو جائیگا جو یہ ہے

ساتواں سوال

مولانا کہتے ہیں کہ مذاہب اسلامیہ کا جہاد آجکل جائز نہیں ہے
یہانتک کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کو راہ خدا میں وقف کرے اور راہ
خدا سے اسکا مقصد جہاد ہو تو اس وقف کو فقراء شیعہ کیطرف منتقل
کر دینا جائز ہے اور امام غیر واجب الاطاعت کے ساتھ جہاد کرنا حرام ہے
جسطرح کہ مردار اور سور کھانا حرام ہے اور شہید صرف شیعہ ہی
ہو سکتا ہے اور شیعہ شہید ہے اگرچہ اپنے بستر پر مر کر مرے
یہ تین مسئلے ہیں جنکا عقیدہ شیعوں کو یقین کے ساتھ ہے
پس آیا اسکے بعد عالم اسلام میں مسلمانوں کے متحد
ہو جانے کی کوئی امید ہو سکتی ہے۔ آیا ان مسائل کے بعد
کلمۂ توحید والوں کے دلوں میں کلمہ توحید کا کوئی اثر رہ
سکتا ہے۔ اور آیا ممکن ہے کہ مستقبل اسلامیہ غلبہ اسلام کی

قلوب اهليها من الرّوهل يمكن
ان يكون للائمة الاثنا عشر فى سبيل
تلبية الاسلام فى مستقبل الايام
من سعى فى ذالك لانك بعد استنتاجك جميع
ما استنتجه امامكم الغزالى واتباعه يسهل
عليك تصديق ما نقلته من كتب الشيعة
ومشيعيهم واما قولك فى ذيل السؤال السادس
ويقول الامام فى ائمة المذاهب الاربعة من
بعده الائمة الاثنا عشر ولاتسمع منهم
لعنهم الله ولعن ظالميهم المشهور المسطور فى
الجواب عنه فى ضمن الجواب عن السؤال
الثامن واما قولك فهل بقى فى توحيد
الكلمة كلمة المسلمين فى عالم الاسلام
من امل فجوابه ان الامل قد انقطع من
الاختلاف الذى صدر من خلفائكم
وائمتكم لامن الشيعة فان التحقيق ان
اول خلاف وقع فى الاسلام بعد وفاة
رسول الله خلاف عمر بن الخطاب فى وفاة
النبى صلعم وانكاره اصحاب المقالة كما ذكره الفريقان
ان اول خلاف وقع فى الاسلام بعد

کوئی کوشش کرسکیں (سوال ختم ہوا) اب ہم کہتے ہیں
یہ جو کہا گیا کہ ان دونوں سوالوں کے جواب اب
پانچویں سوال کے جواب سے معلوم ہوجائینگے یہ اسلئے
کہ جب آپ پانچویں سوال کے جواب کا وہی نتیجہ نکال لیجئے
جو آپ کے امام غزالی اور انکے امثال ابو جعفر نقیب
امام رازی اور نظام وغیرہ نے (اصحاب کرام و خلفاء
عظام کے عناد و نفاق۔ مظالم و مفاسد اور باہمی جنگ
و توہین میں۔ سب و شتم۔ لعن و طعن۔ خلاف حکم خدا و رسول
خونریزی۔ غصب و ضبط۔ فیصلہ قضایا۔ ارتداد بعد
وغیرہ وغیرہ اور انکے مقابل میں عظمت و جلالت و حقانیت اہل
البیت خصوصاً علی ابن ابیطالب اور آپکے مستحق خلافت بلا فصل
منصوص الخلافہ اور مستحق الخلافہ ہونیکے متعلق) نکالا ہے تو آپکے لئے
تمام مضامین کی تصدیق سہل ہوجائیگی۔ رہا آپکا چھٹے
سوال کے ذیل میں یہ فرمانا کہ امام نے اسلام کے مذاہب
اربعہ کے متعلق ایسا ایسا فرماتے ہیں اسکا جواب آٹھویں
سوال کے جواب میں عنقریب آپکو معلوم ہوجائیگا اور آپکا یہ فرمانا
ایسے مسائل کے بعد عالم اسلام میں مسلمانوں کے متحد ہوجانے
کی کیا امید ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امید اس اختلاف سے
گئی جو صدر اسلام میں آپکے خلفاء و ائمہ سے صادر ہوا
نہ شیعوں سے اسلئے کہ تحقیق یہ ہے کہ پہلا اختلاف جو بعد وفات رسول

والانصار وذلك لان جميع اهل السير
والاثار يقولون ان النبي لما قبضه
الله عز وجل خرج الناعي ينعاه فخرج
عمر بن الخطاب من منزله فقال والله لا
اسمع احدا يقول مات رسول الله الا قتلته
لان الرسول لم يمت انما غاب عنا كما غاب
موسى عن قومه وليقطعن ايدي رجال
وارجلهم فلم يزل على ذلك يقول
هذا القول في محفل بعد محفل الى
الليل والله ليرجعن رسول الله صلى الله عليه وسلم كما
رجع موسى الى قومه حتى خرج اليه
ابوبكر فقال على رسلك يا عمر فلم ينصت له
فلما راه انه ليس يسمع قام ابوبكر فحمد
الله واثنى عليه وصلى على النبي ثم قال
ايها الناس من كان يعبد محمدا فان محمدا
قد مات ومن كان يعبد الله سبحانه فان
الله سبحانه حي لا يموت ولقد نعى نبيه
الى نفسه وهو بين اظهركم فقال
انك ميت وانهم ميتون قالوا ثم
كف عمر عن القول الذي كان يقوله

اب رہا مقالہ اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ پہلا اختلاف وہ تھا جو مہاجرین
وانصار میں واقع ہوا تو تمہارے دعوے کی دلیل یہ ہے کہ تمام
اہل سیر و آثار کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے وفات پائی تو ایک
شخص خبر مرگ دیتا ہوا نکلا اور حضرت عمر اپنے گھر سے نکلے
اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم میں جسے یہ کہتا ہوا سنونگا کہ رسول
اللہ نے وفات پائی اُسے قتل کر دونگا تحقیق کہ رسول نے انتقال
نہیں فرمایا ہے بلکہ وہ ہم سے اسیطرح غائب ہو گئے ہیں جسطرح
حضرت موسیٰ غائب ہو گئے تھے اور جب آپ ظاہر ہونگے تو لوگوں
کے ہاتھ پیر کاٹینگے اور برابر حضرت عمر یہی بات رات تک محفلوں میں
یکے بعد دیگرے یہی کہتے رہے کہ آنحضرت موسیٰ کیطرح اپنی
قوم میں لوٹکر آئینگے یہانتک کہ حضرت ابوبکر نکلے اور کہنے
لگے کہ اے عمر ٹھیرو ایسا نہ کہو انہوں نے کچھ نہ سنا جب حضرت
ابوبکر نے دیکھا کہ وہ نہیں سنتے تو خدا کی حمد و ثنا کی اور رسول
پر درود بھیجا پھر کہا کہ ایہا الناس جو محمد کی
عبادت کرتا ہو وہ جان لے کہ محمد نے رحلت کی اور
جو اللہ کی عبادت کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ خدا زندہ ہے
جو کبھی نہ مریگا یقیناً رسول نے جب وہ تمہارے
درمیان میں موجود تھے تو خداوند عالم کے اس قول کے
ساتھ اپنی خبر مرگ دی تھی کہ اے رسول تم بھی مر جاؤگے اور یہ
سب لوگ بھی مر جائینگے۔ ارباب سیر و تواریخ کہتے ہیں کہ تب
حضرت عمر اس بات سے باز آئے جو کہتے پھرتے تھے اس واقعہ

حدیث بعد رسول اللہ خلاف عمر بن الخطاب
علی الجماعۃ وھذا الخلاف ھو مذھب المحمدیہ
من الغلاۃ وبدینہ یدینون وھو ضلال
باتفاق وھذا الخلاف اظھرہ عمر بغیر
شبھۃ تدعوا الیھا من جھۃ عقل
او تاویل کتاب او لفظ سنۃ او عادۃ
جرت وما جری ھذا المجری لم یتوھم
علی صاحبہ الا العناد وقصد الافساد
والادغال فی الدین وھذا خلاف یدل
علی جھل قائلہ بالقرآن وعدم حفظہ لہ
لانہ مبین لوفاۃ رسول اللہ قال تعالی
لنبیہ انک میت وانھم میتون وقال
عز من قائل وما محمد الا رسول قد خلت
من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم
علی اعقابکم ویظھر من اظھارہ الخلاف
انہ اقدم علی الیمین باللہ واقسم باسمائہ
الحسنیٰ ان رسول اللہ لم یمت ثم
لم یقنع بذالک حتی صفرہ بالغیبۃ
ثم شبہ غیبتہ بغیبۃ موسیٰ عن قومہ
واقسم باللہ فی مقدار زمان غیبتہ

معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلا اختلاف بعد رسول وہ تھا
جو حضرت عمر نے تمام جماعت مسلمین سے کیا اور اسی اختلاف
پر غالیوں کے فرقہ محمدیہ کا مذہب مبنی ہے وہ یہی عقیدہ
رکھتے ہیں (جو حضرت عمر کہتے پھرتے تھے) اور یہ بالاتفاق
ضلالت ہے اور یہ اختلاف حضرت نے بغیر کسی ایسے
شبہ کے ظاہر کیا تھا جو عقل یا قرآن یا حدیث یا عادت
کے اعتبار سے اسکا داعی ہو سکے اور اس قسم کا اختلاف
کرنیوالے پر عناد و ارادہ فتنہ و فساد اور دین کو خراب
کر دینے کا خیال بھی ہو سکتا ہے یہ اختلاف اس بات
پر دلالت کرتا ہے کہ ایسا کہنے والا قرآن سے جاہل تھا
اور اُسے یاد نہ تھا اسلئے کہ قرآن وفات رسول کو بیان
کرتا ہے وہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ اے رسول تم بھی مر جاؤ گے
اور وہ سب بھی۔ اور فرماتا ہے کہ محمد رسول ہیں جن سے قبل بہتیرے
رسول گزر چکے اگر وہ مر گئے یا قتل کر دئے گئے تو تم پیچھے پلٹ
جاؤ گے حضرت عمر کے اس اختلاف کو ظاہر کرنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ اُنہوں نے خدا کی قسم کھانے پر اقدام کیا اور اُسکے اسمائے
حُسنیٰ کی قسم کھا کر انتقال نہیں فرمایا ہے اسی پر اکتفا
نہیں کی بلکہ آپ کو غائب ہونے کے ساتھ متصف کیا آپکی
غیبت کو غیبت حضرت موسیٰ سے تشبیہ دی اور مقدار زمانہ
غیبت کے لئے بھی خدا کی قسم کھائی کہ پھر تمام انہی

الباطل حتى قال انه سيرجع ويقطع
ايدي رجال وارجلهم فهب ان الشبهة
دخلت عليه في وفاة النبي واعتقد انه
ممن لا يموت او ممن يتاخر موته عن تلك
الحال اي شبهة عرضت له في قطع
ايدي الرجال وارجلهم اذا عاد فانصف
ايها الحبر الجليل اليس هذا مباينا
لليقين والصدق وبعيدا عن شرائط
الايمان والخلاف الذي كان من ابي بكر
وعثمان وكذا سائر المخالفات من عمر مذكور
في كتب ائمتكم وعلمائكم في ضمن
مثالبهم ومطاعنهم وقد روي عن
طرقكم ان معوية كان يبذل الاموال
لمن كانوا موثوقا به عند الناس من الصحابة
ليضع حديثا في فضل الخلفاء الثلثة
وفي منقصة علي عليه السلام ثم يرويه
عن النبي صلى الله عليه واله على المنبر
بمشهد من الناس او يروي ما ورد في
فضل علي في فضلهم وهذا عبد الحميد
ابن ابي الحديد المعتزلي قد ذكر في

رجعت فرمائینگے اور لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹینگے۔ اچھا
یہاں بھی سمجھئے کہ آپ کو وفات نبی میں شبہ ہوا اور سمجھے
کہ آپ نہیں مر سکتے یا اسوقت کے بعد کسی اور وقت انتقال
فرمائینگے لیکن یہ کس شبہ کی بنا پر کہا کہ جب آپ مراجعت
فرمائینگے تو لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹینگے۔

مولانا: اب آپ ملاحظہ فرمائیے کہ کیا یہ اختلاف
یقین وصداقت کے منافی اور شرائط ایمان سے
بعید نہیں ہے اور وہ اختلافات جو حضرت ابوبکر و
عثمان نے کئے اور اسیطرح حضرت عمر کے دیگر اختلافات
آپ کے ائمہ وعلماء کی کتابوں میں ان لوگوں کے
مطاعن ومعائب کے سلسلے میں مذکور ہیں۔

اور آپ کے یہاں کی روایات میں ہے کہ حضرت معاویہ
اصحاب میں سے ان لوگوں کو بہت کچھ مال و دولت
بخشا کرتے تھے جو لوگوں کی نگاہوں میں معتبر تھے
اس غرض سے کہ وہ فضل ثلاثہ اور منقصت علی میں
حدیثیں بنائیں اور پھر انہیں بر سر منبر علی رؤس الاشہاد
جناب رسالتمآب کیطرف منسوب کرکے نقل
کریں یا جو حدیثیں حضرت علی کی فضیلت میں وارد ہیں
انکو بھی فضیلت ثلاثہ ہی میں بیان کریں اور ابن ابی الحدید
معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ

سمرة بن جندب مائة الف درهم
حتى يروى ان قوله تعالى ومن الناس
من يعجبك قوله في الحيوة الدنيا
ويشهد الله على ما في قلبه وهو
الد الخصام نزلت في علي بن ابيطالب وان
اٰية ومن الناس من يشري نفسه
ابتغاء مرضات الله نزلت في ابن ملجم
فلم يقبل فبذل له مائتي الف فلم
يقبل فبذل له اربعمائة الف فقبل
ونادى منادي معوية ان برئت
الذمة ممن روى حديثا من مناقب
علي و فضل اهلبيته وكان اشد الناس
بلية اهل الكوفة لكثرة من بها من
الشيعة فاستعمل زياد بن ابيه
وضم اليه العراقين الكوفة والبصرة
فجعل يتتبع الشيعة وهو بهم
عارف يقتلهم تحت كل حجر ومدر
واخافهم وقطع الايدي والارجل
وصلبهم في جذوع النخل وسمل
اعينهم وطردهم حتى نفوا عن

کریں کہ آیہ ومن الناس من یعجبک قولہ الآیہ
علی کی شان میں نازل ہوئی ہے جسکا ترجمہ
آدمیوں میں سے وہ شخص ہے جسکا قول زندگانی دنیا میں
اچھا معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ اسکے دل میں ہے اُسپر خدا کو
ہے اور وہ بڑا سخت دشمن ہے اور آیہ ومن الناس من یشری
ابن ملجم کے لئے آئی ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ آدمیوں میں
وہ شخص ہے جو اپنی جان کو خدا کی خوشنودی کی خواہش میں
بیچ ڈالتا ہے لیکن سمرہ نے قبول نہیں کیا پھر دو سو ہزار
دئے تب بھی قبول نہ کیا اسکے بعد انہوں نے چار سو ہزار
دئے تب قبول کیا۔ اور معویہ کا ایک منادی ندا دیتا
کہ جو شخص مناقب علی و فضائل اہلبیت میں کوئی
نقل کریگا ہم اسکے ذمہ دار نہیں اور چونکہ کوفہ میں شیعہ
بکثرت تھے اسلئے اہل کوفہ سب سے زیادہ بلا میں
رہتے تھے وہاں امیر نے زیاد بن ابیہ کو حاکم بنایا اور
اور بصرہ دونوں اُنکے زیر عمل کردئے چونکہ یہ شیعوں کو
تھا اسلئے شیعوں کو تلاش کرکے جہاں بھی مل
قتل کرنا شروع کیا۔ اُنہیں ڈرایا۔ ہاتھ پیر کاٹے۔ کھجور
درختوں میں سولیاں دیں۔ اُنکی آنکھیں نکال لیں اور
نکال دیا یہاں تک کہ سب عراق سے خارج کر دئے
اور کوئی ایسا شخص نہ رہا جسے لوگ جانتے پہچانتے

ثم لخذ الناس في الروايات في فضل
عثمان ومعوية على المنابر في كل كورة
ومسجد بامره والقوا على معلمي
الكتاتيب فعلموا ذالك كما يعلمونهم
القرآن ونشاء عليه الصبيان فاجتمعت
على ذالك جماعتهم وصادقت في
ايدي المتنسكين والمتدينين منهم
الذين لا يستحلون الافتعال لمثلها
فقبلوها وهم يرون انها حق ولو علموا
بطلانها وتيقنوا انها مفتعلة
لاعرضوا عن روايتها ولم يدينوا
بها ولم يبغضوا من خالفها فصار
الحق عندهم في ذالك الزمان باطلا
والباطل حقا والكذب صدقا و
الصدق كذبا وقضية لعن الخطباء
على المنابر عليا الذي معه الحق والحق
معه يدور حيث ما دار في زمن معوية
والامويين بعده الى زمن عمر بن عبد العزيز
معروف مشهور لا يمكن ان ينكر
فلما من بذالك ايها الحبر الجليل

مسجد میں منبر پر عثمان و معاویہ کے فضائل میں
حدیثیں بیان کرنا شروع کیں۔ مدرسوں کے معلموں کو بتائیں
وہ لوگ بچوں کو قرآن کی طرح انکی تعلیم دیتے تھے
اور اسی حالت پر بچوں کی نشو و نما ہوئی اور ایسی
روایات والوں کی ایک جماعت فراہم ہو گئی
یہ حدیثیں انہیں سے کچھ ایسے عبادت گزار اور دیندار
لوگوں کے ہاتھوں میں بھی پہنچیں جو اس حدیث سازی کو
جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن انہوں نے وہ اسلئے قبول
کریں کہ انکو حق جانتے تھے ورنہ اگر انکو انکے بطلان
کا علم اور بناوٹی ہونے کا یقین ہوتا تو ضرور انکے نقل کرنے
سے انحراف کرتے انپر ایمان نہ لاتے اور انکے مخالفین سے
بغض نہ رکھتے پس انکے نزدیک اس زمانہ میں حق باطل
اور باطل حق۔ کذب صدق اور صدق کذب ہو گیا۔

رہا معاویہ و خلفاء بنی امیہ سے لیکر عہد عمر بن عبد العزیز
تک خطیبوں کا ممبروں پر انہی حضرت علی پر لعنت کرنا
جنکے لئے جناب رسالتمآب نے فرمایا تھا علی مع الحق الخ
مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار ہی ممکن نہیں۔

لہذا مولانا! آپ یقین کے ساتھ یہ سمجھ لیجئے کہ

رسولهم ولا من البطنها خيلوهم ولا استعملوا
عقولهم ولا افكارهم ولكن الله اصم
اذان مقلدة الجمهور واعمى ابصارهم
ثم تركهم حيارى في ظلمات هلك فيها
من هلك ونجى من نجى ان يتبعون
الا الظن وما تهوى الانفس ولقد جاءهم
من ربهم الهدى

وسنذكر الجواب عن السؤال الحادي
عشر الروايات المصححة الدالة على ان
ابابكر وعمر هما السببان لاضلال هذه
الامة الى يوم القيمة وهي صريحة في
ان فرقة الناجية من هذه الامة المفترقة
الى ثلث وسبعين فرقة هي الفرقة
المتمسكة بما عليه علي بن ابي طالب
والباقون كلهم في النار فانتظر

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الحبر الجليل ادعت كتب الشيعة
ان الائمة كانت تنكر كل حديث يرويه
امام من ائمة العامة موسى بن جعفر
قد انكر كل حديث رواه المالك امام

اتباع نہیں کیا۔ اپنی عقلوں اور فکروں کو کام میں
نہیں لائیں لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے
مقلدین عامہ کے کانوں کو بہرا اور آنکھوں کو اندھا
کرکے انہیں تاریکیوں میں حیران چھوڑ دیا کہ ان میں جس
ہلاک ہونا تھا ہلاک ہوا اور جسے بچنا تھا بچ گیا وہ
ہلاک ہونے والے پس گمان اور خواہشات نفس کی پیروی
کرتے ہیں حالانکہ انکے رب کیطرف سے ہدایت آچکی ہے۔

مولانا! میں آپکے گیارہویں سوال کے جواب میں ایک
صحیح روایت بیان کرونگا جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ
شیخین ہی اس امت کے قیامت تک کے لئے گمراہی
کا سبب تھے اور وہ صراحت کے ساتھ یہ بتاتی ہے کہ
امت میں سے جسکے تہتر فرقے ہو گئے ہیں ناجی فرقہ
ایک وہی ہے جو حضرت علی کا تابع ہے اور باقی سب
جہنمی ہیں لہذا آپ انتظار فرمائیں۔

آٹھواں سوال

مولانا فرماتے ہیں کتب شیعہ کا یہ دعویٰ ہے کہ ائمہ
شیعہ ہر اس حدیث کا انکار کرتے تھے جسکو ائمہ اہل
حنبل و مالک وغیرہ میں سے کوئی شخص نقل کرے
موسیٰ بن جعفر نے ہر اس حدیث کا انکار کیا ہے جسکو

الا ان اسهل طريق فى الاصابة فكل خبر وافق
العامة باطل وما خالف العامة ففيه
الرشاد وان وافق الكل يجب الوقوف
وكان الصادق يامر بما فيه خلاف اهل
السنة والجماعة وان عليا المرتضى لم يكن يتدين
بدين الا خالفته الامة الى غيره ابطالا
لامره على هذه دعوى الشيعة وهذه
اصل عظيم سهل من اصول الفقه عند
الشيعة وهى فى بابها بديعة لم تكن
للدين من الاديان ولم تكن مسلكا
لعلم من العلوم ولم تجعل مدركا للحق
ودليلا للاصابة قبل وضع الشيعة وان العامة
والامة ان علمت علم اليقين ان افضل
قرون الاسلام قرن الرسالة وقرن
الخلافة الراشدة فلم تكن تخطئ فما
روت ائمة الامة عن سنن قرني الرسالة
والخلافة الراشدة كان ارشد واهدى
واقرب من الحق فى الدين رشدا
فيكون الوفاق سمة البطلان
وكون الخلاف هو دليل الاصابة غريب بديع
انتهى السؤال الشامى

پر پہنچنے کا سہل ترین طریقہ یہ ہے کہ اہل سنت کے خلاف
مسلک کو اختیار کر لیا جائے اسی بنا پر ہر وہ خبر جو عامہ
کے موافق ہو باطل ہے اور جو انکے خلاف ہو اسمیں ہدایت
ہے اور اگر عامہ وخاصہ دونوں کی موافق ہو تو اسمیں
توقف واجب ہے۔ امام جعفر صادقؑ اس حدیث کو اختیار
کرنے کا حکم دیتے تھے جسمیں اہلسنت کے خلاف حکم ہو حضرت
علی علیہ السلام کوئی مسلک اختیار نہ کرتے تھے مگر یہ کہ امت
رسول آپکے حکم کو باطل کرنے کے لئے اسکی مخالفت کرتی
تھی یہ شیعوں کا دعویٰ ہے جو شیعوں کے پاس اصول فقہ
میں سے ایک زبردست اور سہل اصل ہے یہ وہ عجیب وغریب
دعویٰ ہے جو کسی مذہب نے نہیں کیا اور تمام علوم میں سے
کسی علم کا مسلک نہیں شیعوں کے وضع کرنے سے پہلے کسی نے
اسکو تحصیل حق کا ذریعہ اور راہ راست پر پہنچنے کی دلیل نہیں
قرار دیا۔ اور اگر فرقہ اہلسنت یا تمام امت یقین کے ساتھ یہ
جانے کہ اسلام کے تمام قرنوں سے بہتر دو قرن قرن رسالت
اور قرن خلافت راشدہ ہیں تو ہرگز اسوقت کی روایتوں کے راویوں کو
خطاکار نہ کہے اسلئے کہ جو کچھ ائمہ امت نے قرن رسالت اور قرن خلافت راشدہ
کی حدیثیں نقل کی ہیں وہ زیادہ تر صلاحیت وہدایت اور دین میں از روے
ہدایت حق سے زیادہ قریب ہیں لہذا انکے اتفاق کی صورت کا باطل
ہونا اور مخالفت کا دلیل اصابت ہونا ایک
عجیب وغریب امر ہے۔

الجواب اعلم انه قد خلط في هذا
السؤال ما هو مرتبط بالسؤال العاشر
الذي سيأتي ذكره من حيلة التقية
فكل فقرة من هذا السؤال مرتبط
بالسؤال العاشر لا نتعرض بجوابها هنا
وفي الجواب عن السؤال العاشر يظهر الجواب
عنه ثم اعلم ان كل من ذهب مذهب
العدل والانصاف لا يصدق الحبر الجليل
في العموم الذي ادعاه وهو ان الائمة تنكر
كل حديث يرويه امام من ائمة اهل الحق
ما كان ومن اي طريق كان خاصة مثلا انا معاشر
الشيعة لا ننكر حديث البيعان بالخيار
ما لم يفترقا ولو رواه احد من الائمة الاربعة
وانما الانكار انما يكون في بعض صور التعارض
كما هو مقرر في علم الاصول
فنقول ان انكار موسى بن جعفر لحديث
مالك ليس اول قارورة كسرت في الاسلام
بل رواتكم العظماء ومحدثوكم الثقات و
علماؤكم باحوال الرجال قد طعنوا في
ائمتكم الاربعة وفي صحاح الاربعة و
في صحاح غير الاربعة ومسانيدهم

جواب

معلوم ہونا چاہیے کہ اس سوال میں ایسی باتیں بھی ہیں جو دسویں
سوال سے مربوط ہیں جسکا ذکر سلسلۂ تقیہ آئیگا لہذا اس
سوال کا ہر وہ فقرہ جو اس سوال سے مربوط ہے یہاں ہم
اس سے بحث نہیں کرتے اسکا جواب دسویں سوال کے
جواب میں بھی آئیگا۔ پھر معلوم ہونا چاہیے کہ ہر ایک
وہ شخص جسکا مسلک عدل و انصاف ہوگا مولانا
کے اس عموم کو تسلیم نہیں کر سکتا جسکا آپنے دعویٰ
کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ائمہ شیعہ ہر اس حدیث سے
انکار کرتے ہیں جسے ائمہ اربعہ مالک و حنبل وغیرہ میں سے
کسی نے نقل کیا ہو یہانتک کہ اس حدیث سے
بھی خود جو بطریق شیعہ مروی ہو (یہ عموم تسلیم نہیں کیا جا سکتا
کہ) مثلاً ہم گروہ شیعہ اس حدیث کا انکار نہیں کرتے جس میں
کہ بائع و مشتری جبتک جدا نہو جائیں انہیں فسخ بیع کا
اختیار ہے اگرچہ اسکو ائمہ اربعہ میں سے ہی کوئی روایت کرے
البتہ جب شیعہ سنی کے یہاں ایک حکم میں باہم متعارض حدیثیں
منقول ہوں تو اس صورت میں انکی حدیث سے انکار کرنا
حکم ہے جیسا کہ علم اصول میں اسکا استدلالی بیان موجود ہے
ہم کہتے ہیں کہ امام موسی بن جعفر نے جو حدیث مالک کا انکار کیا یہ کوئی
نئی بات نہیں ہے بلکہ آپکے عظیم القدر راویوں معتبر محدثین اور علم
رجال کے علماء نے بھی آپکے ان چاروں اماموں پر انکی اور انکے علاوہ دوسری

قبل موسى بن جعفر هؤلاء ابن ابي ذئب
وعبد العزيز بن الماجشون وابن ابي حازم
ومحمد بن اسحاق الثقات عند اهل السنة
قد قدحوا في مالك وكانوا مطعونا عندهم
غير مقبول واشدهم قدحا فيه واكثرهم
طعنا هو محمد بن اسحق

اما ابن ابي ذئب فقد وثقه الذهبي
في الكاشف محمد بن عبد الرحمن بن المغيرة بن
ابي ذئب ابو الحرث العامري احد الاعلام
عن عكرمة ونافع والزهري وعنه
معمر وابن المبارك وابن وهب والقطان
وعلي بن الجعد وكان كبير الشان ثقة

ووثقه ابن الحجر في التقريب محمد بن
عبد الرحمن بن المغيرة بن الحرث بن
ابي ذئب القرشي العامري ابو الحرث
المدني ثقة فقيه فاضل من السابعة

واما عبد العزيز بن الماجشون فقد
وثقه اليافعي في مرآة الجنان عبد العزيز
بن عبد الله بن ابي سلمة الماجشون
المدني الفقيه كان اماما متقيا صاحب
حلقة

دیگر علماء کی صحاح اور مسانید پر امام موسیٰ بن جعفر سے قبل طعن و
ایراد کیا ہے چنانچہ ابن ابی ذئب۔ عبد العزیز بن ماجشون و
ابن ابی حازم اور محمد بن اسحٰق نے جو اہلسنت کے نزدیک معتبر
و ثقہ ہیں امام مالک کی شان میں قدح کی ہے اور امام مذکور
انکے نزدیک بہت مطعون اور نامقبول تھے اور انمیں سب سے
زیادہ قدح اور طعن کرنیوالے محمد بن اسحاق ہیں۔

اور انمیں سے ابن ابی ذئب کو ذہبی نے کاشف میں ان
الفاظ کے ساتھ ثقہ کہا ہے کہ وہ اعلام میں سے ایک بزرگ تھے
انہوں نے عکرمہ۔ نافع اور زہری سے احادیث نقل کی
ہیں اور انسے محمد بن معمر۔ ابن مبارک۔ ابن وہب قطان
اور علی بن جعد نے یہ بڑے جلیل القدر ثقہ تھے۔ اور ابن حجر نے
تقریب میں انکو ان الفاظ کے ساتھ ثقہ کہا ہے کہ یہ ثقہ اور
ساتویں طبقے کے فقہاء و فضلاء میں سے تھے

اور عبد العزیز بن ماجشون کو یافعی نے مرآۃ الجنان
میں ان الفاظ سے ثقہ کہا ہے کہ عبد العزیز
فقیہ و امام متقی تھے اور تلامذہ کا حلقہ رکھتے تھے

وقال الذهبی فی الکاشف کان احد
معظما قال ابو الولید کان یصلح للوزارۃ
وفی حاشیۃ الکاشف قال ابو زرعۃ قلیل
ودوس ثقۃ قال ابن خراش صدوق
وقال ابن سعد کان ثقۃ کثیر الحدیث ثقۃ
السمعانی فی الانساب والذهبی فی تذکرۃ
الحفاظ وابن ناصر الدین فی التبیان
وغیرهم فراجع کتبهم
واما ابن ابی حازم فقد وثقہ الذهبی
فی الکاشف عبد العزیز بن ابی حازم المدنی
عن ابیہ وسهیل والعلاء وابن الهاد
وعنہ ابو مصعب وقتیبۃ وابن حجر
قال احمد لم یکن یعرف بطلب الحدیث
ولم یکن بالمدینۃ بعد مالک افقہ منہ
ویقال ان کتب سلیمان بن بلال وقعت
الیہ ولم یسمعها وقال ابن معین ثقۃ
قال ابن حجر فی التقریب عبد العزیز بن
حازم سلمۃ بن دینار المدنی صدوق
فقیہ من الثامنۃ قال الیافعی فی مرآۃ الجنان
سنۃ اربع وثمانین بعد المائۃ وفیها
فقیہ المدینۃ عبد العزیز بن ابی حازم

اور ذہبی نے کاشف میں کہا ہے کہ امام معظم ...
اور بقول ابو الولید وزارت کی قابلیت رکھتے ...
اور حاشیہ کاشف میں ہے کہ یہ بڑے سچے ثقہ ...
تھے اور انکو سمعان نے انساب میں ذہبی ...
تذکرۃ الحفاظ میں اور ابن ناصر الدین نے تبیان
میں اور انکے علاوہ دیگر علماء نے اپنی
کتابوں میں ثقہ کہا ہے آپ انکی کتابیں
ملاحظہ فرمائیں۔
اور ابن ابی حازم کو ذہبی نے کاشف میں ...
کے ساتھ ثقہ کہا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ
اور سہیل۔ علاء اور ابن ہاد سے روایات نقل
ہیں اور اُنسے ابو مصعب۔ قتیبہ اور ابن حجر نے
کہتے ہیں کہ مدینہ میں مالک کے بعد اُنسے بڑھ ...
کوئی شخص طلب علم حدیث میں معروف اور ...
تھا کہا جاتا ہے کہ سلیمان ابن بلال کی کتابیں
پاس آئیں اور انہوں نے (غیر معتبر ہونیکی وجہ ...
انکو نہ سنا اور ابن معین نے انکو ثقہ کہا ہے ...
نے تقریب میں لکھا ہے کہ یہ بہت سچے اور آٹھویں ...
...... کے فقہا میں سے ایک فقیہ تھے یافعی ...
۱۸۴ھ کے وقائع میں بیان کیا ہے کہ اسی سنہ میں ...
مدینہ عبد العزیز ابن ابی حازم بھی تھے۔ اور ...

واما قدح هؤلاء في مالك فقد
ذكره المزي في تهذيب الكمال قال
ابراهيم بن المنذر حدثني عبد الله
بن نافع قال كان ابن ابي ذئب وعبد العزيز
بن الماجشون وابن ابي حازم ومحمد
بن اسحق يتكلمون في مالك بن انس
وكان اشدهم فيه كلاما ابن اسحق
كان يقول ائتوني ببعض كتبه حتى
ابين عيوبه انا بيطار كتبه وغير هؤلاء
ايضا قد قدحوا فيه ايضا قال
السبكي في الطبقات ذكر ابن عبد البر
كلام ابن ابي ذئب وابراهيم بن سعد
في مالك بن انس وقال قد تكلم ايضا
في مالك عبد العزيز بن ابي سلمة و
عبد الرحمن بن زيد بن اسلم ومحمد
بن اسحق وابن ابي يحيى وابن ابي الزناد
وعابوا اشياء من مذهبه ثم برأه
ابن عبد البر من نفسه وقال وقد
برأ الله عز وجل مالكا عما قالوا وكان
عند الله وجيها انتهى

لوگوں نے مالک کی شان میں جو قدح کی ہے اُسکا ذکر [illegible]
عبد اللہ بن نافع مزی نے تہذیب الکمال میں
کیا ہے کہ ابن ابی ذئب۔ عبد العزیز بن ماجشون۔ ابن
ابی حازم اور محمد بن اسحق مالک ابن انس کی شان میں
کلام کرتے تھے اور اسمیں ابن اسحق سب سے سخت تھے
وہ کہتے تھے کہ میرے پاس اُنکی کوئی کتاب لاؤ تاکہ میں
اُسکے عیوب بیان کروں میں انکی کتابوں کی دھجیاں
اُڑانے والا ہوں۔ اور ان چاروں کے علاوہ اور
لوگوں نے بھی امام مالک میں قدح کی ہے چنانچہ
سبکی نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ ابن
عبد البر نے مالک بن انس کی شان میں ابن
ابی ذئب اور ابراہیم بن سعد کے کلام کو
ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اُنکی شان میں
عبد العزیز بن ابی سلمہ۔ عبد الرحمن بن زید بن
اسلم۔ محمد بن اسحاق۔ ابن ابی یحیے اور
ابن ابی زیاد نے بھی کلام کیا ہے اور ان کے
مذہب کی بہت سی چیزوں کو معیوب قرار دیا ہے
پھر ابن عبد البر نے اپنی طرف سے مالک کو ان
اعتراضات وعیوب سے یہ کہکر بری کیا ہے کہ ان
لوگوں کے اعتراضات سے مالک کو خداوند عالم نے بری کر دیا ہے

ابراهیم بن سعد وعبد الرحمن بن زید
وابن ابی الزناد وابن ابی یحیی ایضا
تکلموا فی مالک وعابوا علیه وممن
طعن علیه الامام الشافعی مع کونه
تلمیذا لمالک علی ما ذکره الامام الرازی
فی رسالة صنفها فی مناقب الشافعی رح وترجیح
مذهبه قال ومنها ای من بعض ما اعترض
الشافعی رح علی مالک اخبرنا مالک عن ابی الزبیر
عن عطاء وابن ابی رباح عن ابن عباس
انه سئل عن رجل واقع اهله وهو محرم
بمنی قبل ان یفیض فامره ان ینحر بدنة
قال الشافعی وبه نأخذ وقال مالک علیه
عمرة وحجة تامة وبدنة ورواه عن ربیعة
عن ثور بن زید عن عکرمة یظنه عن
ابن عباس فان کان قد ترک قول ابن عباس
لرأی ربیعة فهو خطاء وان ترکه لقول
عکرمة فهو یسیء القول فی عکرمة لا
یری لاحد ان یقبل حدیثه وهو یروی
بیقین عن عطاء عن ابن عباس خلافه
وعطاء ثقة عنده وعند الناس
قال الشافعی رح [illegible] فی عکرمة

عبد البر کے کلام سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان لوگوں نے بھی امام
کی شان میں جرح کی ہے اور اُنپر عیب لگاتے ہیں۔ اور جن
مالک پر طعن کیا ہے اُنہیں سے امام شافعی بھی ہیں
حالانکہ وہ مالک کے شاگرد بھی تھے۔ جیسا کہ امام رازی
نے اپنے اس رسالہ میں بیان کیا ہے جسکو انہوں نے
مناقب شافعی اور اُن کے مذہب کی ترجیح میں تصنیف
کیا تھا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ ان اعتراضات میں سے جو
نے مالک پر کئے ہیں یہ ہے کہ مالک نے عطاء سے ابن عباس
روایت نقل کی ہے کہ آپ سے اس شخص کے متعلق سوال
گیا جس نے اپنی زوجہ سے مقام منیٰ میں بحالت احرام
مشعر الحرام جانے سے قبل جماع کیا آپ نے حکم دیا کہ
اونٹنی نحر کر دے امام شافعی کہتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل
اور مالک کہتے ہیں کہ وہ عمرہ بجا لائے حج کامل کرے اور
اونٹنی ذبح کرے اور اس حکم کی روایت کو ربیعہ اور عکرمہ سے
نقل کیا اور یہ گمان کرتے ہیں کہ عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا
پس اگر انہوں نے ابن عباس کے پہلے قول کو ربیعہ کی رائے کی وجہ سے
چھوڑ دیا تو یہ خطا کی اور اگر عکرمہ کی رائے کیوجہ سے چھوڑا تو وہ
برا کہتے تھے اور کسی کے لئے پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ اسکی
کو نقل کرے اور وہ اسکے خلاف روایت کو عطاء سے ابن عباس
کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس سے نقل کی
[illegible] عکرمہ سے [illegible] کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور عطاء [illegible]

یقول ثم یحتاج الی شیء من علمه
وافق قوله فیسمیه مرة ویسکت
مرة اخری ذکره حدیث ثور بن زید عن
ابن عباس فی الرضاع وذبائح نصاری
العرب وغیره ویسکت عن ذکر عکرمة
وانما یحدث ثور عن عکرمة وهذا من
الامور التی ینبغی لاهل العلم ان یتحفظوا
عنها

فانظر ایها الحبر الجلیل ان امامکم الشافعی
کیف یطعن فی حق مالک بارتکاب التناقض
ویجعله مدلسا تابعا لهوی نفسه
معرضا عن التحفظ والاحتیاط والتورع الذی
هو اللائق بالعلماء

وقد قال الامام الرازی فی بیان عدم جواز
تمسک الشافعی بروایات مالک اما الاعتراض
الثانی وهو ان مالکا اذا احتاج الی
قول عکرمة ذکره واذا لم یحتج الیه
ترکه فهذا ان صح من مالک اورث خللا
قدحا فی روایته ودیانته ولو کان الامر کذلک
فکیف جاز للشافعی ان یتمسک بروایات

سب کے نزدیک ثقہ بھی ہیں (لہذا عکرمہ کی روایت کے سلسلے میں مطلقاً
کی روایت کو چھوڑ دینا کسی طرح صحیح نہیں) اور شافعی کہتے ہیں کہ
مالک کی یہ حرکت تعجب خیز ہے کہ وہ عکرمہ کو برا بھی کہتے ہیں اور
پھر انکے اقوال میں کسی شے کی ضرورت ہوتی ہے جو انکے قول کے
مطابق ہو تو اسکے ذکر کرنے میں کبھی عکرمہ کا نام لیتے ہیں اور کبھی
خموش چنانچہ (مذکورہ روایت میں عکرمہ کا نام لیا ہے اور) رضاع
اور ذبائح نصاریٰ عرب وغیرہ کے باب میں ثور بن زید سے ابن عباس
کی روایت نقل کرتے ہیں اور عکرمہ کا ذکر نہیں کرتے حالانکہ ثور نے
انکے سامنے یہ حدیث عکرمہ ہی سے نقل کی تھی اور یہ ایسے امور
ہیں جن سے اہل علم کو احتراز چاہیے۔

مولانا ملاحظہ فرمائیے کہ آپکے امام شافعی کسطرح امام مالک
کے حق میں یہ طعن کرتے ہیں کہ انکی روایت میں تناقض ہے اور انکو تدلیس
کرنیوالا خواہش نفس کا پیرو اور احتیاط و اتقا و تقویٰ ایسی چیز سے
منحرف قرار دیتے ہیں جو شایان شان علماء ہیں۔

اور امام رازی اس امر کے بیان میں کہ شافعی کو امام مالک کی
روایات سے تمسک کرنا جائز نہ تھا کہتے ہیں دوسرا اعتراض یہ ہے
کہ مالک کو جب ضرورت ہوتی تھی عکرمہ کا قول ذکر کر دیتے تھے
اور جب ضرورت نہ ہوتی تھی چھوڑ دیتے تھے اگر یہ صحیح ہے تو اس سے
انکی روایت و دیانت میں قدح لازم آتی ہے پس شافعی کے لیے
روایات مالک سے تمسک کرنا اور یہ کہنا کیونکر جائز تھا کہ جب میں
اثر کا ذکر کرتا ہوں تو مالک ستارہ کیطرح معلوم ہوتے ہیں

الائمة مالك النجم

وقال ايضا في تلك الرسالة في مدح الشافعي

وتحابه بعلم الحديث الحجة الثالث ان اكابر

علماء الحديث اقروا له بالفضل والقوة

في هذا العلم روي ان احمد بن حنبل سئل

هل كان الشافعي صاحب حديث فقال اي والله

كان صاحب حديث وكررها ثلثا وروينا انه

سمع الموطاء عليه وقال انه ثبت فيه

وسئل احمد عن مالك فقال حديث

صحيح ورأي ضعيف وسئل عن

الاوزاعي فقال كذلك ثم سئل عن

الشافعي فقال حديث صحيح ورأي قوي

وسئل عن ابي فلان يعني ابي حنيفه

فقال لا رأي ولا حديث قال البيهقي وانما

قال احمد عن مالك ذالك لانه كان

يترك الحديث الصحيح لعمل اهل المدينة

وانما قال عن الاوزاعي ذالك لانه

كان يحتج بالمقاطيع والمراسيل في بعض

المسائل ثم يقيس عليها وانما قال في

الشافعي ذالك لانه كان لا يرى الاحتجاج

اور اسی کتاب میں امام رازی مدح امام شافعی

تبحر علم حدیث کے سلسلہ میں کہتے ہیں تیسری حجت

کہ اکابر علماء حدیث نے امام شافعی کے فضل اور

علم حدیث کا اقرار کیا ہے روایت ہے کہ احمد بن حنبل

سوال کیا گیا کہ آیا امام شافعی صاحب حدیث تھے انہوں

تین مرتبہ کہا کہ ہاں خدا کی قسم وہ صاحب حدیث تھے اور

روایت کیگئی ہے کہ امام شافعی کو مالک کی کتاب

پڑھکر سنائی گئی انہوں نے اسے سنکر کہا کہ مالک اس میں

ثقہ ہیں .... اور امام احمد سے مالک کے متعلق

کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ انکی حدیث صحیح ہے اور رائے ضعیف

اوزاعی کے متعلق پوچھا گیا تب بھی یہی کہا شافعی کی

گیا تو کہا کہ انکی حدیث صحیح ہے اور رائے قوی۔ ابو حنیفہ

لئے سوال کیا گیا تو کہا کہ انکی رائے کوئی چیز ہے نہ حدیث

بیہقی کہتے ہیں کہ امام احمد نے مالک کے متعلق ایسا

کہا کہ وہ حدیث صحیح کو اس بناء پر چھوڑ دیا کرتے تھے کہ اہل

مدینہ کا عمل ہے۔ اوزاعی کو جو کچھ کہا وہ اسلئے کہ بعض

میں مقطوع اور مرسل احادیث کیساتھ استدلال کیا کرتے تھے

اور دوسرے مسائل کو قیاس کرتے تھے شافعی کو اسلئے

کہا کہ وہ حدیث صحیح سے استدلال پسند کرتے تھے

عليها وانما قال في ابي فلان ذالك لانه
كان يقبل المجاهيل والمقاطيع والمراسيل
ولو وقع اليه من حديث بلده وان كان
ضعيفا يترك بالقياس لاجله وما وقع
اليه من احاديث سائر البلاد وان كان
صحيحا لم يقبله بل عدل الى الاستحسان
والقياس) وهذا الكلام صريح
في ان مالكا كان ضعيف الراي
وطعن الشافعي على مالك ايضا بانه
يرد الاحاديث الصحيحة على ما حكى الرازي
في تلك الرسالة حيث انه بعد ذكر قاعدة
من الشافعي قال ولما قرر الشافعي
هذه القاعدة ذكر ان مالكا اعتبر
هذه القاعدة في بعض المواضع دون
بعض ثم ذكر المسائل التي ترك الاخبار
الصحيحة فيها لقول احد من الصحابة
او لقول بعض التابعين او لراي
نفسه وذالك انه ربما ادعى الاجماع
وهو مختلف فيه ثم بين الشافعي
انه ادعى ان اجماع اهل المدينة حجة
اعتقاده قول ضعيف وذكر في الباب

کچھ کہا وہ اسلئے کہ یہ مجہول مقطوع اور مرسل احادیث
کو قبول کر لیتے تھے جو کوئی حدیث اُنکے پاس اُنکے وطن کی
احادیث میں سے لائی جاتی تھی تو اگرچہ وہ ضعیف ہو لیکن
اسکی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیتے تھے (یعنی اسی پر عمل
کرتے تھے) اور جو حدیث دیگر شہروں کی احادیث میں سے
لائی جاتی تھی تو اگرچہ وہ صحیح ہو لیکن اُسے نہیں قبول کرتے تھے
بلکہ استحسان و قیاس کیطرف رجوع کرتے تھے اور امام رازی
کا یہ کلام اس امر کا بہترین کھلا ہوا ثبوت ہے کہ امام مالک
(ماشاء اللہ) ضعیف الرائے تھے۔
اور شافعی نے مالک پر یہ بھی طعن کیا ہے کہ وہ احادیث صحیحہ
کو رد کر دیا کرتے تھے. جیسا کہ امام رازی نے اسی رسالہ میں
بیان کیا ہے جہاں انہوں نے شافعی کا ایک قاعدہ ذکر
کرکے یہ کہا ہے کہ جب شافعی نے اس کی تقریر کی تو بیان کیا
کہ مالک اس قاعدہ کا بعض مواقع پر اعتبار کرتے تھے اور بعض
پر نہیں پھر ان مسائل کا تذکرہ کیا ہے جنمیں کسی صحابی یا تابعی کے
قول یا اپنی رائے کی وجہ سے انہوں نے اخبار صحیحہ کو ترک کیا ہے
اور یہ اسلئے کہ بسا اوقات کسی مسئلہ میں اجماع کا دعوے
کر دیتے ہیں حالانکہ وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا ہے۔
پھر شافعی کہتے ہیں کہ مالک نے یہ دعوی کیا ہے کہ اہل
مدینہ کا اجماع حجت ہے لیکن انکا یہ قول ضعیف
ہے۔ اور اس مقام پر چند مثالیں ذکر کی ہیں انمیں سے

اشكلت منها ان مالكا قال اجمع الناس

على ان سجود القرآن احد عشر سجدة

وليس فى المفصل منها شئ ثم قال

الشافعى قد روى عن ابى هريرة ان رسول الله صلى

الله عليه وسلم سجد فى اذا السماء انشقت

وان عمر بن الخطاب سجد والنجم اذا هوى

فقد روى السجود فى المفصل عن النبى

وعمر عن ابى هريرة فليت شعرى اى الناس

اجمعوا على ان لا سجدة فى المفصل ثم يرى

ان اكثر الفقهاء ذهبوا الى ان فى المفصل

سجودا ومنها ان مالكا زعم ان الناس

اجمعوا على ان لا سجدة فى الحج الا مرة وهو

يروى عن عمر وابن عمر انهما سجدا فى الحج سجدتين

ثم قال الشافعى ليت شعرى من هولاء

المجمعون الذين لا يسمون فانا لا نعرفهم

یہ ہے کہ مالک نے کہا ہے سب لوگوں نے اس پر اجماع کیا

کہ قرآن میں گیارہ سجدے ہیں۔ اور مفصلات میں

نہیں پھر شافعی نے کہا ہے کہ خود مالک نے

سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب رسالتمآب

سورۂ اذا السماء انشقت میں سجدہ کیا اور حضرت

عمر نے والنجم میں یعنی حضرت رسالتمآب اور عمر

مفصلات میں سجدہ ابوہریرہ سے مروی ہے

پس کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کن لوگوں نے

مفصلات میں سجدہ نہ ہونے پر اجماع کیا ہے

کچھ نہیں بلکہ اکثر فقہاء اسطرف گئے ہیں کہ مفصلات

میں بھی سجدہ ہے اور انہیں مثالوں میں سے

بنا بر خیال مالک اس پر اجماع ہے کہ سورۂ حج میں ایک

اور عمر و ابن عمر سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں

سورۂ حج میں دو سجدے کیے کاش میں سمجھ لیتا کہ یہ اجماع کرنے

کون ہیں جنکے نام نہیں معلوم ہم تو انہیں جانتے بھی نہیں

عہ سورۂ محمد سے لیکر آخر قرآن تک جتنی سورتیں ہیں اُن کو مفصلات کہتے ہیں ۱۲ مترجم عہ جب حضرت ابو بکر کی خلافت

بیعتیں مضبوطی کی جا رہی تھیں تو نہ حضرت علی تھے نہ حسنین اور نہ دوسرے بہت سے جلیل القدر اصحاب جن میں سے بعض کے نام اس

بھی ذکر کیے جا چکے ہیں پس کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ خلافت ابو بکر پر کن لوگوں نے اجماع کیا تھا اگر امام شافعی کے

کہنا کہ پھر کیسے امام مالک ہو غیرہ وغیرہ کیسے یہاں اسی کو اجماع کہتے ہیں اس مقام پر برادران اہلسنت کو اپنے امام شافعی

سبق لینا چاہیے کہ وہ ایک ابوہریرہ کی مخالفت کیوجہ سے اجماع توڑ رہے ہیں اور یہ لوگ باوجود ایسے ایسے حضرات کے

[illegible]

ولا يكلف الله احدا ان ياخذ دينه

ممن لا يعرفه

وطعن الشافعي على مالك في انكاره

خيار المجلس في البيع مع انه اورده

في الموطا حديث خيار المجلس

قال ولي الدين ابو زرعة الذي وثقه

السيوطي في كتاب حسن المحاضرة بقوله

ولي الدين ابو زرعة احمد بن الحافظ الفضل

العراقي الامام العلامة الحافظ الفقيه

الاصولي ذو الفنون ولد في ذي الحجة

سنة ٧٦٢ وتخرج في الفن بوالده ولازم

البلقيني في الفقه وبرع في الفنون

والف الكتب النافعة المشهورة

كشرح البهجة والنكت ومختصر المهمات

وشرح جمع الجوامع في الاصلين و

شرح تقريب الاسانيد لوالده وغير

ذالك واملأ اكثر من ستمائة مجلس

وولي قضاء الديار المصرية مات

في سابع عشرين شعبان سنة

وعشرين وثمان مائة انتهى في شرح

اور خدا نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ وہ اس شخص کا

مسلک اختیار کرے جسے جانتا بھی نہیں۔

اور شافعی نے مالک پر یہ طعن کیا ہے کہ وہ بیع میں

خیار مجلس کا انکار کرتے ہیں باوجودیکہ انہوں نے موطا

میں خیار مجلس کی حدیث نقل کی ہے۔

اور ولی الدین ابو زرعہ جنکو سیوطی نے اپنی کتاب

حسن المحاضرہ میں ان الفاظ کے ساتھ ثقہ کہا ہے

کہ وہ امام علامہ حافظ فقیہ اصولی ذو الفنون

تھے ذی الحجہ سنہ ٧٦٢ میں پیدا ہوئے فنون اپنے

والد سے حاصل کئے فقہ میں بلقینی کے ساتھ

رہے۔ فنون میں کامل ہو گئے بہت سی مفید

اور مشہور کتابیں لکھیں مثلاً شرح بہجہ و نکت

مختصر المہمات شرح جمع الجوامع شرح تقریب الاسانید

وغیرہ اور چھ سو سے زیادہ صحبتوں میں روایات

واحادیث لوگوں کو لکھوائیں۔ مصر کے شہروں کی

قضاوۃ کے والی رہے ٢٧ شعبان سنہ ٨٢٦ میں

انتقال کیا انتہی۔

ایسے بزرگ کتاب شرح احکام صغری میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جس صورت کا حیاء اجماع نام رکھدیا انا للہ وانا الیہ راجعون ١٢ مترجم

... شرح ...

كل منهما بالخيار على صاحبه ما لم يتفرقا الا

بيع الخيار وذهب مالك وابو حنيفة

واصحابهما الى انكار خيار المجلس وقالوا

انه يلزم البيع بنفس الايجاب والقبول

وبه قال ابراهيم النخعي واختلف في ذلك

عن ربيعة وسفيان الثوري وقال ابن حزم

الظاهري ما نعلم لهم من التابعين سلفا

الا ابراهيم وحده ورواية مكذوبة عن

شريح والصحيح عنه موافقة الحق وكذا قال

ابن عبد البر لا اعلم احدا رده غير هذين

الاثنين الا ما روي عن ابراهيم النخعي انتهى

واعترف بثبوت هذا الخيار ابن عبد البر

مع انه مالكي المذهب على ما نقل عنه

ولي الدين ابو زرعة في شرح احكام الصغرى

حيث انه بعد رد التاويلات الكثيرة من

المالكيين في تخريج الانكار قال وقد ظهر

بما بسطناه انه ليس لهم متعلق صحيح

في رد هذا الحديث ولذلك قال ابن عبد البر

اكثر المتاخرين من المالكيين والحنفيين

... في رد هذا

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہ "بائع ومشتری جب

جدا جدا نہ ہوجائیں انمیں سے ایک کا دوسرے پر حق خیار رہتا

مگر بیع خیار کا یہ حکم نہیں"، کہتے ہیں کہ مالک، ابو حنیفہ

انکے اصحاب نے خیار مجلس کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ایجاب

وقبول سے بیع لازم ہوجاتی ہے اور یہی ابراہیم نخعی نے

کہا ہے اور اس مسئلہ میں ربیعہ اور سفیان ثوری نے

اختلاف کیا ہے اور ابن حزم ظاہری کہتے ہیں

کہ ہم انکے موافق سلف میں سے کسیکو نہیں پاتے

سوائے ایک ابراہیم کے اور ایک جھوٹی روایت

جو شریح سے منقول ہے اور شریح ہی سے ایک صحیح

جو منقول ہے وہ حق کے موافق ہے (اور حق یہی ہے کہ خیار

مجلس ثابت ہے) اسیطرح ابن عبد البر نے کہا کہ میں نے

ان دونوں (مالک وابو حنیفہ) کے کسیکو نہیں پایا کہ اس

حدیث کو رد کیا ہو لیکن وہ قول جو ابراہیم نخعی سے نقل کیا

اور خیار مجلس کے ثبوت کا اعتراف ابن عبد البر نے بھی کیا ہے

وہ مالکی المذہب ہیں جیسا کہ انسے ولی الدین ابو زرعہ نے

شرح احکام صغری میں نقل کیا ہے جہاں انہوں نے ان بہت سی

تاویلات کو رد کرنے کے بعد جو مالکیوں نے اس حدیث کے انکار کی وجہ

میں پیدا کی ہیں کہا ہے کہ ہم نے جو تفصیل کی اس سے ظاہر ہوگیا

کہ ان لوگوں کے پاس اس حدیث کے رد کرنیکی کوئی صحیح وجہ نہیں

اسلئے تو ابن عبد البر نے کہا ہے کہ مالکی اور حنفی علماء میں سے متاخرین نے

الحديث بما يطول ذكره والكثرة تشغب
لايحصل منه على شيء لازم لا مدفع له
وقال النووي في شرح مسلم الاحاديث
الصحيحة ترد عليهم وليس لهم عنها جواب
صحيح فالصواب ثبوته كما قال الجمهور
وطعن على مالك احمد بن حنبل وابن
حبيب في انكاره التبكير الى صلوة الجمعة
وقد دل عليه الحديث قال ابو زرعة في شرح
احكام الصغرى في شرح الحديث الثامن باب
صلوة الجمعة عن سعيد عن ابي هريرة
يبلغ به النبي صلعم اذا كان يوم الجمعة كان على كل
باب من ابواب المسجد ملئكة يكتبون
الاول فالاول فاذا خرج الامام طويت
الصحف وعنه عن النبي صلعم المهجر الى الجمعة
كالمهدي بدنة والذي يليه كالمهدي كبشا حتى
ذكر الدجاجة والبيضة ما هذا لفظه وقال
القاضي عياض واقوى معتمد مالك في كراهية
البكور اليها عمل اهل المدينة المتصل بترك
ذالك وسعيهم اليها قرب صلوتها وهو
هذا نقل معلوم غير منكر عندهم ولا
معمول بغيره وما كان اهل عصر النبي صلعم

اس مذہب و مسلک کے لیے جو ہمارا (مالکیونکا) اس حدیث کی
رد میں ہے اسقدر کثیر احتجاج کیا ہے کہ اسکا ذکر باعث طول ہے لیکن
اسکا زیادہ حصہ بے اصل ہے کہ اس سے کوئی ایسی شے لازم نہیں
آتی جو دفع نہ ہو سکے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ ان
لوگوں پر بہت سی صحیح حدیثیں وارد ہوتی ہیں جنکا انکے پاس کوئی
صحیح جواب نہیں پس صواب یہ ہے کہ خیار مجلس ثابت ہے جیسا کہ جمہور
کا قول ہے۔ اور امام مالک نے صبح ہی سے نماز جمعہ کیلیے جانے کا
انکار کیا تھا حالانکہ اسپر حدیث دلالت کرتی ہے اسکی وجہ سے امام
احمد حنبل اور ابن حبیب نے انپر طعن کیا ہے چنانچہ ابو زرعہ نے شرح
احکام صغری میں باب صلوۃ جمعہ کی تیسری حدیث کی شرح کرتے
ہوئے اسکو بیان کیا ہے اور وہ حدیث بروایت ابو ہریرہ یہ ہے کہ جناب
رسالتمآب نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ہر مسجد کے دروازہ پر کچھ
ملائکہ ہوتے ہیں جو آنے والوں کو یکے بعد دیگرے نمبر وار لکھتے ہیں یہانتک
کہ جب امام بھی مسجد کو چلا جاتا ہے تو فرشتوں کے صحیفے لپیٹ دیے
جاتے ہیں اور آنحضرت ہی کی حدیث ہے کہ جو شخص صبح ہی جلدی
سے نماز جمعہ کیلئے چلا گیا اسنے گویا ایک اونٹنی راہ خدا میں دی
اور جو اسکے بعد جائے اسنے گویا ایک مینڈھا دیا یہانتک کہ آپ نے
مرغی اور انڈے کا بھی ذکر فرمایا اور جو کچھ ابو زرعہ نے کتاب مذکور میں
اس حدیث کی شرح میں کہا ہے وہ یہ ہے کہ قاضی عیاض کہتے ہیں
امام مالک کے پاس اس امر کی بڑی زبردست اور انکے نزدیک
معتمد علیہ دلیل کہ صبح ہی سے نماز جمعہ کے لیے جانا مکروہ ہے اہل

ومن بعدهم ممن يترك الافضل الشهير
ويتأولون على اهل المدينة باقل الاجر وذكر ابن عبد البر
ايضا ان عمل اهل المدينة يشهد له انتهى
وقالوا اين العمل الذي يشهد له وعمر ينكر
على عثمان التخلف والنبي يندب الى التبكير في
احاديث كثيرة منها حديث اوس بن اوس من
بكر وابتكر وفي آخره كان له بكل خطوة اجر عمل
سنة صيامها وقيامها وهو في السنن
الاربعة وصحيح ابن حبان والحاكم وقد انكر
غير واحد من الائمة على مالك في هذه المسئلة
فقال الاثرم قيل لاحمد كان مالك يقول لا
ينبغي التهجير يوم الجمعة فقال هذا خلاف
حديث رسول الله وقال سبحان الله الى اي
شيء ذهب في هذا والنبي يقول كالمهدي
جزورا وانكر على مالك ايضا ابن حبيب انكارا
بليغا فقال تحريف في تاويل الحديث ومحال
من وجوه لانه لا يكون ساعات في ساعة واحدة
فشرح الحديث بين في لفظه ولكنه حرف عن
موضعه وشرح بالخلف من القول
وزهد فيما رغب فيه رسول الله من التهجير
في اول النهار وزعم ان ذلك كله انما يجتمع

دینہ کا عمل ہے جو اسکے خلاف تھا اور وہ نماز کے قریب جایا [illegible]
تھے اور یہی اصحاب سے منقول سب کو معلوم اور سب کے نزدیک
تھا اسکے خلاف پر عمل نہ تھا اور رسول کے زمانہ والے یا جو انکے
ایسے نہ تھے کہ افضل ترین اعمال کو چھوڑ کر غیر افضل پر
اور کم سے کم درجہ پر عمل کرنیکی طرف راغب ہوجاتے اور ابن عبد [illegible]
بھی یہی کہا ہے کہ اہل مدینہ کا عمل اسکا شاہد ہے انتہی۔
لیکن مجھے نہیں معلوم کہ اہل مدینہ کا عمل کہاں ہے شاہد ہو [illegible]
حضرت عمر عثمان پر صبح ہی سے نماز جمعہ کیلئے نہ جانیکی [illegible]
اعتراض کیا کرتے تھے خود جناب رسالتمآب بہت سی احادیث
میں صبح ہی سے نماز جمعہ کیلئے ترغیب دیتے ہیں منجملہ اوس [illegible]
حدیث ہے کہ جو شخص صبح ہی سے نماز جمعہ کے لئے جائے۔ اور اسکے آخر میں
کہ اسکے لئے ہر قدم پر ایک سال کے روزوں اور نمازوں کا [illegible]
ہے اور یہ حدیث چاروں سنن میں ہے اور ابن حبان و حاکم کی کتاب
حدیثیں ہیں اور اکثر ائمہ امت نے مالک پر اس مسئلہ میں عیب [illegible]
کی ہے چنانچہ اثرم کہتے ہیں امام احمد سے کہا گیا کہ امام مالک
کہتے تھے صبح ہی سے نماز جمعہ کیلئے نہ جانا چاہئے انہوں نے کہا
یہ حدیث رسول کے خلاف ہے سبحان اللہ مالک نے بھی اس مسئلہ میں کس
لغو حکم دیا ہے درحالیکہ رسول فرماتے ہیں کہ صبح ہی سے جانیوالا
شخص کیطرح ہے جو راہ خدا میں اونٹنی وغیرہ دے۔ اور ابن حبیب
بھی امام مالک پر سخت عیب زنی کی ہے کہتے ہیں کہ مالک کا یہ قول
تاویل حدیث میں تحریف اور چند وجوہ سے محال ہے اسلئے کہ ایک ساعت

فی ساعة واحدة قرب زوال الشمس حكاه عنه
ابو عبد البر وقال هذا منه تحامل علیه مالك
ومن غرائب جهالات المالك انه حكم بتزندق
من سئل عن حكم من قال بان القرآن مخلوق
قال فی مفتاح كنز الدرایة واسند ایضا
یعنی ابو نعیم فی الحلیة الی یحیی بن خلف بن
الربیع الطرسوسی فكان من ثقات المسلمین
وعبادهم قال كنت عند مالك بن انس و
دخل علیه رجل فقال یا ابا عبد الله ما تقول
فیمن یقول القرآن مخلوق فقال مالك هذا
زندیق فاقتلوه فقال یا ابا عبد الله انما
احكی كلاما سمعته فقال مالك لم اسمعه
الا من احد انما سمعته منك وعظم هذا
القول تعظیما كبیرا

وفیه ایضا واسند یعنی ابو نعیم فی
الحلیة الی جعفر بن عبد الله قال كنا عند
مالك بن انس فجائه رجل فقال یا ابا عبد الله
الرحمن علی العرش استوی كیف استوی
فما وجد مالك من شیء ما وجد من مسئلته
فنظر الی الارض وجعل ینكت بعود فی
یده حتی علاه الرحضاء یعنی العرق ثم رفع

میں بہت سی ساعتیں نہیں ہو سکتیں پس حدیث کی شرح تو لفظوں ہی سے
ظاہر ہے لیکن مالک نے اسکو اسکے مقام سے ہٹا دیا قول رسول کے
خلاف شرح کی صبح ہی سے نماز جمعہ کیلئے جانا جسمیں رغبت رسول تھی
اس سے انحراف کیا اور یہ گمان کیا کہ وہ تمام اوقات (جو جناب رسالتمآب
نے اپنے قول میں بیان فرمائے ہیں کہ جو شخص اول وقت جائیگا اسکو
اسقدر ثواب ہے جو اسکے بعد جائیگا اسکو اسقدر وعلی ہذا القیاس)
ایک ہی وقت میں جمع ہو جائینگے (جو امام مالک نے بتایا ہی) یعنی زوال آفتاب
کے قریب اور ابن حبیب کے اس تمام اعتراض کو ابن عبد البر نے بھی نقل
کیا ہی اور کہا ہی کہ ابن حبیب نے مالک کو تکلیف مالایطاق دی ہے۔
اور امام مالک کی عجیب و غریب جہالتوں میں یہ ہی کہ انہوں نے اس شخص کے
منافق و کافر ہونیکا حکم دیا تھا جو اس شخص کا حکم پوچھے جو قران کو
مخلوق (حادث) کہتا ہو۔ چنانچہ کتاب مفتاح کنز الدرایہ میں ہے
کہ حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں باسناد یحیی بن خلف بن ربیع طرسوسی جو ثقات
و عبادتگذاران مسلمین میں سے تھے بیان کیا ہی وہ کہتے ہیں میں مالک کے پاس
بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر پوچھا آپ اس شخص کے متعلق کیا کہتے
ہیں جو کہتا ہو کہ قران مخلوق ہے مالک نے کہا یہ زندیق ہے اسے قتل کردو اسنے
کہا میں تو ایک شخص سے سنکر نقل کر رہا ہوں مالک نے کہا کہ میں نے تو اسے
کسی اور سے نہیں سنا اور تجھ ہی سے سنا ہی غرض مالک نے اس قول کو بہت عظیم
اور گراں سمجھا۔ اور اسی کتاب میں ہے کہ ابو نعیم نے حلیہ میں باسناد
جعفر بن عبد اللہ بیان کیا ہی کہ ہم مالک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے
آکر پوچھا کہ اے مالک الرحمن علی العرش استوی میں استوی سے کیا معنی

ذا دوى العود فقال الكيف منه غير معقول
والاستواء منه غير مجهول والايمان به واجب
والسؤال عنه بدعة واظنك ضالا بدعه
وامر به فاخرج

ويظهر من كتب اهل السنة ان مالكا
كان يطعن في الثقات بمجرد هوى نفسه وكان
يلاحظ ميل سلطان الوقت

قال سبط ابن الجوزي في تذكرة خواص
الائمة بعد ذكر حديث يتضمن غسل فاطمة
بنت رسول الله قبل وفاتها واكتفائها
به عن غسل الموت فان قيل الحديث ضعيف
في اسناده ابن اسحاق كذبه مالك وفيه ايضا
علي بن عاصم متروك ثم الغسل انما يكون
لحدث الموت فكيف يصح قبله فالجواب
قد اخرجه احمد في الفضائل واما ابن
اسحق فقد قال احمد يقبل قوله في المغازي
والسير واثنى عليه جماعة من العلماء وكان
اماما كبيرا واما طعن عليه مالك لانه لما
صنف الموطاء قال ادوني اياه انا بيطاره
فبلغ ذلك مالكا فشق عليه
وقال ذلك دجال من الدجاجلة وقد

میں خداوند عالم کیونکر مستوی ہوگیا مالک نے اسپر اسقدر غیظ ظاہر کیا
کہ کسی سوال پر نہ کیا تھا زمین کو دیکھتے اور اپنی چوب دستی سے زمین کریدتے رہے
یہانتک کہ پسینہ میں غرق ہوگئے پھر سر اٹھایا اُسکے لکڑی ماری اور کہا کہ
خدا میں کیفیت غیر معقول ہے اسکا مستوی ہونا معلوم ہے اسپر ایمان لانا
واجب ہے اسکے متعلق سوال کرنا بدعت ہے میں تجھکو بدعتی سمجھتا ہوں
اُسکے نکالدئے جانیکا حکم دیا اور وہ نکالدیا گیا۔

اور کتب اہلسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک اپنی خواہش نفس کی
بنا پر ثقات کی شان میں طعن کرتے اور بادشاہ وقت کے
میلان کو ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص
میں اس حدیث کو ذکر کرنیکے بعد جسمیں یہ مضمون ہے کہ جناب فاطمہ زہرا کو
قبل وفات غسل دیا گیا اور وہی غسل میت کے بجائے کافی ہوا لکھا ہے کہ اگر یہ کہا
جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسلئے کہ اسکی اسناد میں ابن اسحٰق ہے جسکو
مالک نے کاذب کہا ہے اور علی بن عاصم بھی ہے جو متروک الحدیث ہے دوسرے
یہ کہ غسل حدث موت کیلئے ہوتا ہے لہذا قبل موت کیونکر صحیح ہوگا
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکو امام احمد نے فضائل میں نقل کیا ہے
رہا ابن اسحٰق اسکے متعلق احمد نے کہا ہے کہ مغازی و سیر میں اسکا
قول مقبول ہے ایک جماعت علما نے اسکی مدح کی ہے وہ امام
بزرگ تھا اور مالک نے اسپر اسلئے طعن کیا ہے کہ جب انہوں نے
کتاب موطا تصنیف کی تو ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھے دکھاؤ میں اسکی
دھجیاں اڑا دوں جب یہ بات مالک تک پہنچی تو انہیں بہت ناگوار
ہوا اور کہا کہ ابن اسحق دجالوں میں سے ایک دجال ہے اور

لغذوا على مالك على هذا فانه لا يقبل
من الدجاجلة بل من الدجالين
وقد وثق ابن اسحاق الزهري وسفيان
وشعبة وابو زرعة الدمشقي على ما
ذكره ابن المديني على ما في حاشية الكاشف
وهذا عبارة الحاشية قال يحيى ثقة وكان
حسن الحديث قال ابن المديني مدار حديث
رسول الله على ستة فذكرهم ثم قال صار
علم الستة عند اثني عشر احدهم ابن
اسحق وقال الزهري لا يزال بالمدينة
علم جم ما كان فيهم ابن اسحق وقال ابو معوية
ابن اسحق احفظ الناس وقال ابن
المديني سمعت سفيان وسئل عن
ابن اسحق قيل له لم يرو عند اهل المدينة
فقال سفيان جالسته منذ بضع و
سبعين سنة وما يتهمه احد من اهل
المدينة ولا يقول فيه شيئا وقال احمد
حسن الحديث وقال شعبة ابن اسحق
امير المحدثين بحفظه وقال ابو زرعة
الدمشقي ابن اسحاق رجل قد اجتمع
الكبراء من اهل العلم على الاخذ عنه

لوگوں نے انکے اس قول کی بھی گرفت کی ہے اسلئے کہ یہ نہیں کہا تھا
کہ وہ شخص دجاجلہ میں سے ہے جبکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ دجالین میں سے
ہے۔ اور ابن اسحق کو زہری سفیان۔ شعبہ اور ابو زرعہ دمشقی نے
ثقہ کہا ہے جیسا کہ حاشیہ کاشف سے ابن مدینی کا قول معلوم ہوتا ہے
اور حاشیہ کی عبارت یہ ہے۔ یحییٰ نے کہا ہے کہ ابن اسحق
ثقہ ہیں اور انکی حدیث حسن ہے ابن مدینی نے کہا ہے کہ
حدیث رسول کا مدار چھ آدمیوں پر ہے اسکے بعد ان سب کا
ذکر کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ ان چھ آدمیوں کا علم بارہ
آدمیوں کے پاس پہنچا جنمیں سے ایک ابن اسحاق ہیں
زہری کہتے ہیں کہ مدینہ میں تمام علم رہیگا جبتک انمیں
ابو اسحق رہینگے۔ ابو معاویہ نے کہا ہے کہ وہ سب سے زیادہ حفظ
حدیث ہیں ابن مدینی کہتے ہیں کہ جب سفیان سے ابن اسحق کے
متعلق سوال کیا گیا اور کہا گیا کہ انسے اہل مدینہ روایت
نہیں کرتے تو میں نے انکو کہتے ہوئے سنا کہ میں ابو اسحاق
کے پاس ستر سال سے زیادہ سے بیٹھتا ہوں انکو اہل مدینہ
میں سے کوئی شخص متہم نہیں کرتا اور انکے متعلق کچھ نہیں کہتا
احمد نے کہا ہے کہ ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔
شعبہ نے کہا ہے کہ ابن اسحاق حفظ حدیث میں امیر المحدثین
ہیں۔ ابو زرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق ایسے شخص
ہیں کہ اکابر اہل علم نے انسے تحصیل حدیث پر اجماع کر لیا ہے
اور انہی اکابر میں سے دونوں سفیان دونوں حماد شعبہ

ضنهم السفيانان والحمادان وشعبة
وابن المبارك وقال اليافعي في مرآة الجنان
الامام محمد بن اسحق بن يسار المطلبي
مولاهم المدني صاحب السيرة وكان بحرا من
بحور العلم ذكيا حافظا طلابة للعلم
اخباريا نسابة ثبتا في الحديث عند اكثر
العلماء واما في المغازي والسير فلا
تجهل امامته قال ابن شهاب الزهري من اراد
المغازي فعليه بابن اسحق ذكره البخاري
في تاريخه وروى عن الشافعي انه قال من
اراد ان يتبحر في المغازي فهو عيال ابن
اسحق وقال سفيان بن عيينة ما ادركت
احدا يتهم ابن اسحق في حديثه وقال شعبة
بن الحجاج محمد بن اسحق امير المؤمنين في
الحديث وقال فيه ايضا ومن كتب ابن
اسحق المذكور اخذ عبد الملك بن هشام
سيرة رسول الله صلعم وكذلك كل من تكلم
في هذا الباب فعليه اعتماده واليه اسناده
ثم انظر ايها الحبر الجليل لمن كان مع هذه
الفضائل والشنائع مضافا الى ترك

اور ابن مبارک بھی ہیں۔
یافعی مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں امام محمد ابن اسحاق
صاحب سیرت علوم کے دریاؤں میں سے ایک دریا ذکی
حافظ علم کو بہت طلب کرنیوالے۔ اخباری۔ علم انساب
کے ماہر اکثر علماء کے نزدیک حدیث میں ثقہ تھے اور مغازی
وسیر میں تو انکی امامت پوشیدہ نہیں۔ ابن شہاب زہری
نے کہا ہے کہ جو شخص علم مغازی حاصل کرنا چاہے
اسپر لازم ہے کہ ابن اسحاق سے حاصل کرے اسکو
بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ اور شافعی سے
منقول ہے کہ جو شخص علم مغازی حاصل کرنا چاہے وہ
ابن اسحق کے متوسلین میں ہو جائے۔ سفیان بن عیینہ کا
قول ہے کہ میں کسیکو نہیں جانتا جس نے ابن اسحق کو
انکی حدیث میں متہم کیا ہو۔ شعبہ کہتے ہیں کہ محمد بن
اسحاق حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ اور یافعی نے اسی
کتاب میں لکھا ہے کہ ابن اسحق مذکور کی کتابوں سے
ہی عبد الملک بن ہشام نے سیرت رسول کو لیا ہے
اور اسیطرح جو شخص سیرت میں کلام کرنا چاہے اُسپر لازم ہے
کہ ابن اسحاق پر اعتماد اور روایات کو انکیطرف منسوب کرے
مولانا! ملاحظہ فرمائیے کہ آپکے امام مالک کے استاد میں کتنے
اور قابل تشنیع افعال تھے اُنمیں یہ کہ وہ نماز جمعہ و جماعت

المثالب والمطاعن التي اثبتها اهل السنة
والجماعة للشيعة على ما حكاه ابن قتيبة عن
الواقدي في كتاب المعارف حيث يقول قال الواقدي
كان مالك يأتي المسجد ويشهد الصلوة و
الجمعة والجنائز ويعود المرضى ويقضي الحقوق
ويجلس في المسجد ويجتمع اصحابه ثم ترك الجلوس
في المسجد فكان يصلي ثم ينصرف الى منزله وترك حضور
الجنائز فكان يأتي اصحابها ويعزيهم ثم ترك
ذالك كله فلم يكن يشهد الصلوة في
المسجد ولا الجمعة ولا يأتي احدا يعزيه
ولا يقضي له حقا واحتمل الناس له ذالك
حتى مات عليه وكان ربما كلم في ذالك فيقول
ليس كل الناس يقدر ان يتكلم بعذره
وكذلك قال الغزالي في احياء العلوم وابن
خلكان في وفيات الاعيان ان يوسف الاعور
جعل ترك الجمعة دليلا قاطعا على عدم
الايمان قال في هفواتهم انها تسمية انفسهم
مومنين ومن اين جائهم الايمان ولم يكن
عندهم شئ من شرط الاول قوله تعالى
يا ايها الذين آمنوا اذا نودي للصلوة من
يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وهم تاركون

میں سے تھا جسکو اہلسنت شیعوں کے سر بھی تھوپتے ہیں
اور مالک کے ترک جمعہ و جماعت کو ابن قتیبہ نے کتاب
معارف میں واقدی سے نقل بھی کیا ہے چنانچہ وہ
کہتے ہیں کہ بنابر قول واقدی امام مالک مسجد میں آتے نماز
پنجگانہ و جمعہ و جماعت میں حاضر ہوتے مریضوں کی عیادت
اور حقوق کی ادائگی کرتے مسجد میں بیٹھتے اور اپنے اصحاب
کو نماز جماعت پڑھاتے تھے پھر مجلس میں بیٹھنا چھوڑدیا
نماز پڑھکر گھر چلے جاتے تھے اور نماز جنازہ میں بھی آنا
بند کردیا بلکہ میت کے وارثوں کے پاس آکر انہیں
تعزیت دیدیتے تھے پھر ان سب چیزوں کو ترک کردیا
نہ مسجد میں نماز پنجگانہ و نماز جمعہ پڑھنے آتے نہ کسی کے
یہاں تعزیت کو جاتے نہ حقوق ادا کرتے اور لوگ اُنسے ان
حرکات کو برداشت کرتے رہے یہانتک کہ مرگئے اور بسا اوقات اس
معاملہ میں اُنسے گفتگو کی جاتی تھی تو کہدیا کرتے تھے کہ ہر شخص اپنا
عذر بیان کردینے پر قادر نہیں۔ اور اسیطرح غزالی نے احیاء العلوم
میں اور ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بیان کیا ہے
اور یوسف اعور نے نماز جمعہ چھوڑدینے کو انکے عدم ایمان
کی دلیل قاطع قرار دیا ہے چنانچہ ہفوات میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ
اپنے آپ کو مومن کہتے تھے حالانکہ انکے پاس ایمان کہاں سے
آیا جبکہ انمیں شرائط ایمان میں سے کوئی شرط نہ تھی اول تو یہی کہ
خداوند عالم فرماتا ہے " ای ایمان والو جب نماز جمعہ کے لئے آواز

المسجد والجمعه كان يزدري بالامام

ابي عبد الله جعفر الصادق و كان لا يعتقد

على تواتر مع انه لا شك في وثاقته وجلالته

هب انه ليس بامام منصوص من الله

ورسوله

قال الذهبي في ميزان الاعتدال في

الرجال قال مصعب بن عبد الله عن

الدراوردي قال لم يرو مالك عن جعفر

حتى ظهر امر بني العباس قال مصعب

بن عبد الله كان مالك لا يروي من جعفر

حتى يضمه الى احد انتهى فان قال قائل

انه لا يروي عنه في زمان بني امية تقية فنقول

على هذا يندفع تشنيعاتهم على الشيعة

في باب التقية كما هو احد اسئلة هذا

الحبر الجليل ثم ان ضم الضميمة بجعفر

اذ راويه اذ لا ريب لاحد من الموسوسين

والمشككين في امامته في كونه صادق اللهجة

ثبتا و عالما كاملا بل الاجمع والعجب من مالك

انه يترك روايات جعفر مع ان ربع موطئه

تقريبا من روايات هشام بن عروة وهو كذاب

دی جاتو ذکر خدا کیے دور رہ" اور انہوں نے مسجد و جمعہ کو بھی

باوجود ان تمام مناقب و فضائل کے امام مالک امام جعفر صادق

عیب بینی کرتے اور آپکی روایات پر وثوق نہ کرتے تھے حالانکہ اگر

یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ آپ خدا و رسول کے معین کیے ہوئے امام

نہ تھے تب بھی آپکی وثاقت و جلالت میں کسیکو قطعاً شبہ نہیں

اور ہمارے دعوے کا ثبوت یہ ہے کہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے

ہیں مصعب نے دراوردی سے نقل کیا ہے کہ امام مالک نے آپکی

روایت نہیں نقل کی یہانتک کہ بنی عباس کی خلافت کا امر

اور مصعب کہتے ہیں کہ مالک تنہا آپکی روایت نہ کرتے تھے یہاں

تک کہ اسمیں کسی اور کا نام شامل نہ ہوتا تھا پس اگر کوئی کہنے

والا یہ کہے کہ انہوں نے آنحضرت سے زمانہ بنی امیہ میں بوجہ تقیہ

روایات نہیں نقل کیں تو ہم کہینگے کہ اس صورت میں وہ تمام اعتراض

وایرادات دفع ہوجائینگے جو تقیہ کے متعلق اہلسنت شیعوں پر

کرتے ہیں جسطرح مولانا کا اس مسئلہ میں بھی ایک سوال ہے

(جو مع جواب آیندہ آئیگا) پھر اسمیں بھی شک نہیں کہ امام

مالک کا آپکی روایت کو کسی اور کے ساتھ ہی قبول کرنا

آپکی شان میں عیب لگانا ہے اسلئے کہ جو لوگ آپکی امامت

میں شک و شبہ کرتے ہیں ان میں سے بھی کسی کو آپکے صادق اللہجہ ثقہ متقی ہونے

میں شک نہیں اور اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ آپ کمالات جلیلہ کے مالک ہیں

اور امام مالک پر بڑا تعجب ہے کہ وہ آپکی روایات کو تو چھوڑتے ہیں مگر

الحبر الجليل الذي يدعى بعلي ابن ابيطالب
وهو الخليفة عندكم قال ابن تيمية
في منهاج السنة اما جمهور الناس
ففضلوا عثمان وعليه استقر اهل السنة
وهو مذهب اهل الحديث ومشائخ
الزهد والتصوف وائمة الفقهاء كالشافعي
واصحابه وابي حنيفة واصحابه وهو اصح
الروايتين عن مالك وعليها اصحابه
قال مالك لا اجعل من خاض في الدماء
كمن لم يخض فيها وقال الشافعي وغيره
انه بهذا السبب تصدى المدينة والى الهاشمي
ضرب مالك مع ان امامكم الرازي جعل
تخطئة الشافعي ايذاء الله ورسوله
وسببا لكون المخطئ ملعونا قال في
رسالته في مناقب الشافعي في حجج ترجيح
الشافعي على غيره من المجتهدين الحجة
السادسة القول بان الشافعي اخطأ
في مسئلة كذا اهانة للشافعي القرشي
واهانة قرشي غير جائزة فوجب ان لا
يكون القطع بخطأ في شيء من المسائل

پڑے ہے حالانکہ وہ خود انہی کے اعتراف کی بنا پر بڑا کاذب ہے۔
پھر میں کہتا ہوں کہ مولانا! کیا آپکو اسپر تعجب نہیں ہوتا کہ مالک
حضرت علی علیہ السلام پر عیب لگاتے ہیں حالانکہ آنحضرت آپکے
نزدیک خلیفہ رسول ہیں چنانچہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں بیان
کیا ہے کہ جمہور اہلسنت نے حضرت عثمان کو حضرت علی پر فضیلت
دی ہے اسی پر اہلسنت کا عقیدہ ہے یہی اہلحدیث۔ مشائخ زہد
تصوف، ائمہ فقہا مثلاً شافعی واصحاب شافعی اور ابو حنیفہ
واصحاب ابو حنیفہ کا مذہب ہے یہی روایت دونوں روایتوں میں سے
زیادہ صحیح ہے جو مالک سے منقول ہے اسی پر انکے اصحاب ہیں مالک
کہتے ہیں کہ میں اس شخص کو جسنے مخلوق خدا کے خون میں غوطے لگائے
ہیں (یعنی حضرت علی) اس شخص کی برابر نہ کرونگا جسنے ایسا نہیں کیا
(یعنی عثمان) اور شافعی وغیرہ نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے والئے مدینہ نے
جو ہاشمی تھا مالک کے تازیانے لگوائے باوجودیکہ آپکے امام رازی
کہتے ہیں کہ شافعی کو خطا کار کہنا خدا و رسول کو ایذا دینا اور ایسا
کہنے والے کے ملعون ہونیکا سبب ہے (اور انکا یہ قول پوری تفصیل
کے ساتھ سابق میں کسی مقام پر گزر چکا ہے) آپ ملاحظہ فرمائیں
کہ اسمیں انہوں نے بطور دلیل کہا ہے کہ اہانت قرشی جائز
نہیں حدیث رسول ہے کہ جو قرشی کی اہانت کا ارادہ بھی کریگا
خدا اسے ذلیل کریگا۔ سبیعہ بنت ابی لہب کے قصہ میں حضرت نے فرمایا
کہ جسنے میرے قرابتدار کو اذیت دی اسنے مجھے اور خدا کو اذیت دی

الخطاء ان كان للجهل فنسبة الانسان
الى الجهل اهانة واذا كان مع العلم كانت
مخالفة للحق مع العلم بكونه حقا من اعظم
انواع المعاصي فكانت نسبة الانسان اليه اهانة
له وانما قلنا ان اهانة القرشي غير جائزة
لما روى الحافظ باسناده عن سعد بن ابي وقاص
انه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه
وآله يقول من يرد هوان قريش اهانه الله
وروى ايضا باسناده عن ابي هريرة ان
سبيعة بنت ابي لهب جاءت الى النبي صلعم
فقالت يا رسول الله ان الناس يصيحون
بي ويقولون انك ابنة حمالة حطب النار
فقام صلعم وهو مغضب شديد الغضب
فقال ما بال اقوام يؤذونني في قرابتي
الا من اذى قرابتي فقد اذاني ومن
اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله كان
ملعونا لقوله تعالى ان الذين يؤذون الله
ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة
فاذن ظهر وجه الاستدلال ظهور
الآيات فيه عاقل وكان الحاكم ابو

مالک اور امام جعفر صادق اور حضرت علی علیہم السلام
کی اہانت اور انپر عیب زنی کرتے ہیں حالانکہ یہ دونوں
حضرات قرشی اور قرابت دار رسول ہیں لہذا

يندرس معاندة الشافعی و بغضه و عداوته لئلا يدخل تحت هذا الوعيد

فانظر ايها الحبر الجليل كيف يلزم من هذا كون مالك معاندا لاهل البيت موذيا ملعونا والملعون كيف يقبل روايته وقد عرفت ان الشافعی القرشی قد كذب مالكا ولا يستطيع لامثال الامام الرازی ان يرد الامام الشافعی فی قدح مالك وطعنه

مولانا! آپ ملاحظہ فرمائیے کہ کسطرح امام مالک کا دشمن اہلبیت اور موذی و ملعون ہونا لازم آیا اور ملعون کی روایت کسطرح مقبول ہو سکتی ہے۔ نیز آپ کو معلوم ہے کہ امام شافعی نے مالک کو کاذب کہا اور امام رازی ایسے علماء نے اس قدح وطعن کی رد نہ کی۔

واما كتابه الموطاء فمعلوم اشتماله على الاكاذيب منها حديث نفی ميراث الانبياء وقد كذبه فاطمة على ما ذكره سبط ابن الجوزی فی مرآة الزمان قال علی بن الحسين جاءت فاطمة بنت رسول الله الى ابی بكر وهو على المنبر فقالت يا ابا بكر فی كتاب الله ان ترث اباك ولا ارث ابی فاستعبر ابو بكر باكيا ثم قال بابی انت ثم نزل فكتب لها بفدك ودخل عليه عمر فقال ما هذا فقال كتاب كتبته لفاطمة ميراثها من ابيها فقال فماذا ينفق على المسلمين وقد حاربتك العرب كما ترى

رہی انکی کتاب موطا اسکا جھوٹی احادیث پر مشتمل ہونا معلوم ہے انہیں سے نفی میراث انبیاء کی حدیث ہے جسکو جناب سیدہ عالم فاطمہ زہرا نے جھوٹا کہا ہے چنانچہ سبط ابن جوزی مرآۃ الزمان میں بروایت امام زین العابدین علیہ السلام لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ابوبکر کے پاس آئیں جبکہ وہ منبر پر تھے آپنے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا قرآن میں یہ لکھا ہے کہ تو تو اپنے باپ کی میراث پائے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں یہ سنکر حضرت ابوبکر رونے لگے فرمایا میرا باپ تم پر فدا ہو منبر سے نیچے اُترے اور فدک آپکے لئے تحریر کردیا حضرت عمر آپکے پاس آئے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ ایک تحریر ہے جسمیں میں نے فاطمہ کے لئے اُنکے باپ کی میراث لکھدی ہے کہا پھر مسلمانوں پر کیا خرچ کیا جائیگا حالانکہ عرب جسطرح تم سے

ومنها حدیث شراء عائشة بریرة من اهلها
وشرطت الولاء لهم الولاء لها فقد كذبه
النووي وغیره ومنها حدیث وجوب الوضوء
من مس الذكر المروي من بسرة بنت صفوان
فقد كذبه اكابر اهل السنة قال ابن الهمام
صاحب فتح القدیر انه قد ثبت عن علي و
عمار وابن مسعود وحذیفة وعمران بن
الحصین وابي الدرداء وسعد بن ابي وقاص
عدم نقض الوضوء بمس الذكر ومنها
حدیث نهي النبي ص عن متعة النساء یوم خیبر
وعن اكل لحوم الحمر الانسیة وقد صرح
اكابر علماء السنة بانه ما نهى عن المتعة
یوم الخیبر كما عن عبد الرزاق استاد
احمد بن حنبل وابن جریر الطبري وابو داود
وابو اسحق الثعلبي والامام الرازي و
السیوطي وغیرهم قال الرازي في تفسیره
الكبیر ان امیر المؤمنین علي بن ابي طالب فالشیعة
یروون عنه اباحة المتعة وروى محمد بن
جریر الطبري في تفسیره عن علي ع انه
قال لولا ان عمر نهى عن المتعة ما زنى الا

پھاڑ ڈالا انتہی اور انہیں سے یہ حدیث ہے کہ حضرت عائشہ نے
بریرہ کو اسکے آقا سے خریدا اور ولار کی شرط اسی کے لئے کی
اس حدیث کو نووی وغیرہ نے کاذب کہا ہے اور انہیں سے
حدیث ہے کہ پیشاب گاہ کو چھونے سے وضو واجب ہے جسکو بسرہ
بنت صفوان سے نقل کیا گیا ہے (اور جو مفصل پیچھے گذر چکی
کہ اسکو اکابر اہلسنت نے جھوٹا کہا ہے۔ ابن ہمام صاحب فتح القدیر
کہتے ہیں کہ حضرت علی۔ عمار۔ ابن مسعود۔ حذیفہ۔ عمران بن حصین
ابو درداء اور سعد بن وقاص سے یہ ثابت ہے کہ پیشابگاہ کو چھونے سے
وضو نہیں ٹوٹتا اور انہیں سے یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ نے روز
جنگ خیبر متعہ سے اور گھر کے پلے ہوئے گدھوں کا گوشت کھانے
سے منع فرمایا اور اکابر اہلسنت نے تصریح کی ہے کہ آپ نے متعہ سے
نہیں منع فرمایا جیسا کہ احمد بن حنبل کے استاد عبدالرزاق
ابن جریر طبری۔ ابوداؤد۔ ابو اسحاق ثعلبی۔ امام رازی
اور سیوطی وغیرہ سے منقول ہے امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر
میں لکھا ہے کہ شیعہ اباحت متعہ کو حضرت علی سے
نقل کرتے ہیں۔ اور محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر
میں حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر متعہ سے
منع نہ کرتے تو بہت کم لوگ ہی زنا کرتے۔

اٰیہ فما استمتعتم بہ منہن الخ اخرج
عبد الرزاق وابو داؤد فی ناسخہ وابن
جریر عن الحاکم انہ سئل عن ہٰذہ
امنسوخۃ قال لا وقال علی لولا ان عمر
نہی عن المتعۃ ما زنی الا شقی ثم ان
مالکا قد اعترف بجواز المتعۃ فاعتراف
یدل علی کذب الحدیث کما صرح بذالک
ابو البرکات النسفی فی کنز الدقائق
حیث قال ویبطل نکاح المتعۃ خلافا
لمالک صورتہ للمتعۃ ان یقول الرجل
لامرأتہ خذی ہٰذہ العشرۃ لا تمتع
بک ایاما وقال مالک ھو جائز
وصرح بذالک ایضا الشیخ الامام العلامۃ
فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی بن محجن
الزیلعی فی شرح کنز الدقائق وغیرہما

منہن الاٰیہ لکھتے ہیں کہ عبد الرزاق نے اور کتاب
ناسخ میں ابو داؤد نے اور ابن جریر نے حاکم سے نقل کیا ہے
کہ انسے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا یہ منسوخ ہے
انہوں نے کہا نہیں حضرت علی فرماتے ہیں کہ اگر عمر متعہ سے
منع نہ کرتے تو بہت کم لوگ ہی زنا کرتے پھر یہ کہ خود امام مالک نے
جواز متعہ کا اعتراف کیا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ جو حدیث
انہوں نے موطا میں نقل کی ہے وہ جھوٹی ہے اور انکے اعتراف
جواز متعہ کی ابو البرکات نسفی نے کنز الدقائق میں تصریح کی ہے
جہاں وہ کہتے ہیں کہ نکاح متعہ باطل ہے مگر مالک اسکے خلاف
ہیں اور متعہ کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت سے کہے کہ یہ دس روپیہ
لے تاکہ میں کچھ دن تجھ سے فائدہ اٹھاؤں اور مالک کہتے ہیں
کہ یہ جائز ہے اور اسی کی تصریح شیخ امام علامہ فخر الدین زیلعی نے
بھی شرح کنز الدقائق میں اور دیگر اکابر علماء نے کی ہے

عـــہ نہ صرف دوسرے علماء اہلسنت کے اقوال کی بناء پر بلکہ خود انہی کے اعتراف سے بھی ۱۲ مترجم عـــہ در دنگو ابطال تشبیہ صورت
متعہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ عورت کہے متعت نفسی لنفسک لمدۃ المعلومۃ علی المہر المعلوم اور مرد فوراً کہے قبلت
المتعۃ للمدۃ المعلومۃ علی المہر المعلوم ممکن ہے کہ وہ سو قیانہ صورت جو ابو البرکات لکھ رہے ہیں اہلسنت کے علماء کے یہاں بولی
لوگوں کی عادت تو یہی ہے کہ یہ تمام بد عملیاں ہیں انکے گھر کی اور منڈھتے ہیں شیعوں کے سر پر یہ زنا انہوں کا متعہ ہے انکے یہاں جیسا کہ بقول ابو البرکات
امام مالک تسلیم کر رہے ہیں اور وہ کہتے کہ شیعہ زنا کرتے ہیں دراصل ہمارے یہاں تو وہی شرعی عقد متعہ ہے کہ اس میں اور نکاح میں

من الاكابر

واما ابو حنيفة فالقادحون فيه كثير
قال ابن جوزلة في مختار مختصر تاريخ
الخطيب ابن عيينة وابن المبارك[2] و
ابو يحيى[3] الحماني وابن عياش[4] واحمد[5] الخزام
والقسم[6] بن المعن ومالك[7] بن انس و
محمد[8] بن ادريس الشافعي والاوزاعي[9] و
مسعر[10] بن كدام واسرائيل[11] ومعمر[12] وفضيل[13]
بن عياض وابو يوسف[14] وايوب[15] وسفيان[16]
وابو مطيع[17] والحكم[18] بن عبد الله ويزيد[19] بن
هرون وابو عاصم[20] النبيل وعبد الله[21] بن داود
الخريبي وعبد الله[22] بن يزيد المقري وشداد[23]
بن حكيم ومكي[24] بن ابراهيم ووكيع[25] والنضر[26]
بن شميل ويحيى[27] بن سعيد القطان وابو عبيد[28]
والحسن[29] بن عثمان العامري ويزيد[30] بن زريع
وجعفر[31] بن ربيع وابراهيم[32] بن عكرمة المخزومي
وعلي[33] بن عاصم والحكم[34] بن هشام وعبد الرزاق[35]
والحسن[36] بن محمد الليثي ويحيى[37] بن ايوب و
حفص[38] بن عبد الرحمن وزافر[39] بن سليمان
واسد[40] بن عمرو والحسن[41] بن عمارة ويحيى[42] بن

اور امام ابو حنیفہ کی شان میں قدح کرنے والے
توبہت سی ہیں۔ ابن جزلہ نے کتاب مختار مختصر تاریخ
خطیب میں اکابر علماء وفضلاء اہلسنت میں سے
اکتالیس ایسے لوگوں کے نام گنائے ہیں جنہوں نے
مالک کی شان میں قدح کی ہے۔

فضيل وابو الجويرية[43] وزائدة[44] ويزيد[45]
الكميت وعلي بن حفص البزاز[46] ومليح بن[47]
وكيع ومحمد بن عبد الرحمن بن المسعودي[48]
ويوسف السمتي[49] وخارجة بن مصعب[50]
وقيس بن الربيع[51] ومحمد بن عبد الجبار[52] وجعفر[53]
بن حمزة القرشي والحسن بن زياد[54] وجعفر بن[55]
عون العمري وعبد الله بن رجاء الغداني[56][57]
ومحمد بن عبد الله الانصاري[58] وعبد الله[59]
بن عباب ومحمد بن عبد الله الحضرمي و[59]
ابن وهب العابد[60] وابن عايشه[61]

وفيه ايضا قال الخطيب ذكر القوم الذين
ردوا على ابي حنيفة ايوب السجستاني
وجرير بن حازم وهمام بن يحيى وفلان و
فلان فعد خمس وثلثين رجلا والعجب
ان فيهم عبد الله بن المبارك وحفص بن غياث
وهذان من اصحاب ابي حنيفة اما
عبد الله بن المبارك فاخذ العلم عنه و
اشتهر بذلك واما حفص بن غياث
فمن مشهوري اصحابه والآخذين عن
اصحابه انتهى فهذه خمسة وثلثون رجلا

اور اسی کتاب میں ہے کہ خطیب کہتے ہیں ان تمام مذکورہ جماعت کا ذکر
جسنے ابو حنیفہ کے متعلق قدح کی ہے پینتیس[35] علماء نے
کیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ انمیں عبد اللہ ابن مبارک
اور حفص بن غیاث بھی ہیں حالانکہ یہ دونوں اصحاب
ابی حنیفہ میں سے ہیں۔ عبد اللہ بن مبارک نے
تو تحصیل علم ہی ان سے کی تھی اور وہ انکے مشہور
شاگرد ہیں اور حفص انکے مشہور اصحاب اور ان
لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے انکے اصحاب سے علم
حاصل کیا تھا انتہی

الحاصل یہ کہ پینتیس[35] آدمیوں نے اس بات کی شہادت
دی کہ اکثر آدمیوں نے ابو حنیفہ کے متعلق قدح

قد قد حوا فی ابی حنیفہ وفیہ ایضا
ان ابا حنیفہ سئل عن رجل قال
اشہد ان الکعبۃ حق لکن لا ادری
ھذہ ھی الکعبۃ التی بمکۃ ام لا فقال
مومن حقا وسئل عن رجل قال اشہد
ان محمد بن عبد اللہ نبی ولکن لا ادری
ھو الذی قبرہ بالمدینۃ ام لا قال مومن حقا
وقال الحمیدی من قال ھذا فقد کفر
قال القاضی ابو الیمن بعد ذکر ھذین
ثم اتبع الخطیب ذالک بالطامۃ الکبریٰ
یروی باسناد ان ابا حنیفہ قال لو ان
رجلا عبد ھذہ النعل یتقرب بہا الی
اللہ تعالی لم ار بذالک باسا ثم قال
القاضی وجمیع ما اتی بہ (یعنی الخطیب
عن ابی حنیفہ) بعد ذالک حقیر یسیر

کی ہے۔
اور اسی کتاب میں ہے کہ ابو حنیفہ سے اس شخص کی نسبت
سوال کیا گیا جس نے کہا تھا کہ میں کعبہ کے برحق ہونے کی گواہی
دیتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ آیا یہ کعبہ وہی ہے جو مکہ میں ہے
یا نہیں انہوں نے کہا وہ یقینا مومن ہے اور اس شخص کی نسبت
سوال کیا گیا جس نے کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن عبد اللہ نبی ہیں
لیکن یہ نہیں جانتا کہ آیا وہی محمد ہیں جن کی قبر مدینہ میں ہے یا نہیں انہوں نے کہا
وہ یقینا مومن ہے اور حمیدی نے کہا ہے کہ جو ایسا کہے وہ کافر ہے
قاضی ابو الیمن ان دونوں روایتوں کو نقل کر کے لکھتے ہیں
کہ خطیب نے اسکے بعد ایک بڑی قیامت کی بات نقل کی ہے
اور وہ یہ کہ ابو حنیفہ نے کہا اگر کوئی شخص بہ نیت قربت
اس جوتے کی عبادت کرے تو میرے نزدیک کوئی حرج نہیں
پھر قاضی ابو الیمن کہتے ہیں کہ تمام وہ باتیں جو خطیب نے
ابو حنیفہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایمان کہتے ہیں
ہیں قول بلا عمل اور بہت سی ان حکایات میں ابو حنیفہ

عہ کہاں ہیں عبد الشکور اور سوائے اشرف علی تھانوی ایسے سنی علماء آئیں اور اپنی مذہبی بدبختگامیوں کا تماشا دیکھیں ان کے امام
مالک تو کہیں کہ جوتے کی عبادت میں بھی کوئی حرج نہیں اور وہ کہیں کہ تعزیہ فرزند رسول ذو الجناح سبط رسول علم
رسول کی تعظیم بھی بدعت کفر ضلالت۔ گمراہی مجلس حرام اولیاء خدا کی یادگار گناہ کبیرہ فاتحہ نذر و نیاز سوئم جہلم
امام مالک ایسے ائمہ اہلسنت کے اقوال اور ان ملاؤں کی تبلیغات دیکھکر تو کہنا پڑتا ہے کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے
چراغ سے۔ ہمارا مسلک بھی بحمد اللہ کیسا متوسط مسلک ہے جس میں نہ اتنی یہ حماقت کہ جوتے کی پرستش جائز اور نہ
خیر الامور اوسطہا ۱۲ مترجم

عنده هذه الحكايات فانه ذكر عنه ان الايمان
بلا عمل وشنع فی حکایات اوردها
وصنيع تنفع قدره عن مثلها وعن
المقصود بها منها ان ايمان ابی بکر الصدیق
وابلیس واحد العجب ثم العجب
منك ايها الحبر الجليل انك تجعل ابا حنيفة
اماما من ائمة المسلمين مع انه جعل
ايمان ابی بکر الذی هو خلیفته واول
من آمن بالله ورسوله عندکم کایمان
ابلیس الذی هو من الکافرین والمرجومین
والملعونین واذا قال موسی بن جعفر ان
مالكا كذاب كما قال من تقدم عليه
ومن تاخر عنه تحرهنا احى بناء الديك
ثم ان ابا حنيفة كان قائلا بمخلوقية
القران مع انه کفر عند اهل السنة
والکافر لا یصلح لان یکون اماما للمسلمین
وقد ذکر ذلك الخطیب البغدادی
وقد نقل ابن جزلة فی مختار مختصر تاریخ الخطیب
انه قال بعد ما تقدم ذکره ان قال ذکر
الروايات ممن حكى عن ابي حنيفة القول
بخلق القران ان مجلس ... طا فيه وانه كان في

تشنیع کی ہے جو خطیب نے اُنسے نقل کی ہیں اور جنکے بیان کرنے سے
ابو حنیفہ کی شان بلند تھی اُنمیں سے ایک یہ بھی ہے
کہ ابوبکر کا اور شیطان کا ایمان ایک ہے۔

مولانا! بڑے ہی تعجب کی بات ہے کہ آپ ابوحنیفہ کو
ائمہ مسلمین میں سے ایک امام قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ
ابوبکر ایسے بزرگ کے ایمان کو جو آپ کے خلیفہ اور پہلے
وہ شخص ہیں جو آپ کے نزدیک خدا اور رسول پر ایمان لائے
شیطان ایسے شخص کے ایمان کی مثل قرار دیتے ہیں جو منجملہ
کافرین مرجومین ملعونین ہے۔ اور جب امام موسیٰ بن جعفر
نے یہ کہا کہ مالک کاذب ہیں جیسا کہ آپ کے ان ائمہ مذہب
نے بھی کہا ہے جو آنحضرت سے قبل تھے اور آپکے بعد ہوے
تو شور و شر برپا کرتے ہیں۔

پھر یہ کہ ابوحنیفہ مخلوقیت (حدوث) قران کے قائل تھے
حالانکہ یہ اہل سنت کے نزدیک کفر ہے اور کافر اس قابل نہیں
ہو سکتا کہ اہل اسلام کا امام ہو۔ اور اسکا خطیب بغدادی نے
تذکرہ کیا ہے اور ابن جزلہ نے کتاب مختار مختصر تاریخ
خطیب میں لکھا ہے کہ خطیب نے ان اقوال روایات کے
بعد جو سابق میں بیان ہوئیں جس چیز سے اپنا بیان شروع کیا ہے
وہ یہ ہے کہ نقل کرنیوالوں نے جو روایات ابوحنیفہ سے نقل
کی ہیں انمیں سے یہ ہے کہ وہ مخلوقیت قرآن کے قائل تھے اور اسمیں

عیسیٰ بن موسیٰ فقال القرآن مخلوق فقال اخرجوہ
فان تاب والا فاضربوا عنقہ

روی الخطیب فی تاریخ البغداد عن سفیان
الثوری ان ابا حنیفۃ استتیب من الزندقۃ
مرتین وفی روایۃ من الکفر مرارا

وکان ابو حنیفۃ جہمیا مرجئا علی ما قال
تلمیذہ ابو یوسف علی ما نقل ابو علی
یحیی نقلا عن القاضی ابی الیمن واعجب
ما روی فی ھذا الباب ما ختم بہ یعنی الخطیب
باسنادہ عن سعید بن سالم قال قلت
لقاضی القضاۃ ابی یوسف سمعت اھل الخراسان
یقولون ان ابا حنیفۃ جہمی مرجئ فقال لی
صدقوا ویری السیف ایضا قلت
لہ فمن این انت منہ فقال انا کنا تاتیہ
یدرسنا الفقہ ولم نکن نقلدہ دیننا

والشیخ عبد القادر الجیلانی فی کتاب

بہت کچھ کہا ہے وہ ایک مرتبہ مجلس عیسیٰ ابن موسیٰ میں
تھے کہنے لگے کہ قرآن مخلوق ہے عیسیٰ نے کہا اسے نکال دو اگر
کرے تو خیر ورنہ گردن ماردو۔ اور خطیب نے تاریخ بغداد میں
ثوری سے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ سے زندقیت سے دو
کرائی گئی اور ایک روایت میں ہے کہ کفر سے کئی مرتبہ توبہ کرائی گئی
اور ابو حنیفہ جہمی مرجئی تھے جیسا کہ انکے شاگرد ابو یوسف
بیان کیا ہے چنانچہ ابو علی یحیی نے قاضی ابو الیمن سے
نقل کیا ہے کہ اس باب میں عجیب ترین شے جس پر خطیب نے
ختم کر دیا ہے یہ روایت ہے کہ سعید بن سالم کہتے ہیں
قاضی القضاۃ ابو یوسف سے کہا کہ میں نے اہل
خراسان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابو حنیفہ جہمی
ہیں انہوں نے کہا وہ سچ کہتے ہیں اور سیف کی بھی
رائے ہے میں نے کہا کہ آپ نے انکے عقیدے سے کیا
کیا ہے کہا ہم انکے پاس آتے تھے اور وہ ہمیں فقہ
تھے ہم اپنے دین میں انکی تقلید نہ کرتے تھے۔
شیخ عبد القادر جیلانی نے کتاب غنیہ میں ابو حنیفہ

عہ مذہب جہمی ابو الحسن بن جہم کیطرف منسوب ہے اسکا عقیدہ یہ ہے کہ خدا اور رسول کی معرفت اور انکے اقرار نیز تمام
کی معرفت واقرار کو ایمان کہتے ہیں جو رسول اللہ خدا کے پاس سے لائے عمل سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں اور فرقہ مرجئہ کا
عقیدہ یہ ہے کہ اگر ایمان ہو تو گناہ کرنے میں کچھ نقصان نہیں جسطرح کہ کفر کے ساتھ عبادت واطاعت سے
کوئی فائدہ نہیں اس فرقہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انکو عذاب

عد ابا حنيفة من الجهمية
وحكم بكون المرجئة في النار
عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ
بني اسرائيل افترقوا على احدى وسبعين
فرقة كلها في النار الا فرقة واحدة و
ستفترق امتي على ثلثة وسبعين
فرقة كلها في النار الا واحدة قالوا يا
رسول الله ما تلك الواحدة قال من
على مثل ما انا عليه واصحابي ثم قال
بلا فصل فاصل ثلث وسبعين فرقة
عشرة اهل السنة والخوارج والشيعة
والمعتزلة والمرجئة والمشبهة والجهمية
والضرارية والنجارية والكلابية فاهل
السنة طائفة واحدة ثم قال بلا فصل
والمرجئة ففرقها اثنى عشر فرقة الجهمية
والصالحية والشمرية واليونسية
والثوبانية والنجارية والغيلانية
والتشبيهية والحنفية والمعاذية
والمرسية والكرامية ثم قال بعد فاصلة
والحنفية فهم اصحاب ابي حنيفة نعمان
بن ثابت زعم ان الايمان هو المعرفة والاقرار

کو فرقہ جہمیہ مرجئہ میں سے شمار کیا ہے اور مرجئہ کے
کے جہنمی ہونے کا حکم کیا ہے کہتے ہیں رسول اللہ نے
فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے تھے بجز ایک
فرقہ کے وہ سب جہنمی تھے اور میری امت کے تہتر فرقے
ہو جائیں گے اور وہ سب جہنم میں جائینگے
مگر ایک جنتی ہوگا لوگوں نے کہا وہ کونسا فرمایا
جو میرے اور میرے اصحاب کے مسلک پر ہوگا پھر
شیخ فوراً بلا فاصلہ کہتے ہیں ان تہتر فرقوں کی
اصل یہ دس فرقے ہیں۔ اہلسنت۔ خوارج۔
شیعہ۔ معتزلہ۔ مرجئہ۔ مشبہہ۔ جہمیہ
ضراریہ۔ نجاریہ۔ کلابیہ اور وہ جنتی ایک
فرقہ فرقہ اہلسنت ہے۔ پھر بلا فاصلہ کہتے
ہیں کہ فرقہ مرجئہ کے دس فرقے ہیں جہمیہ
صالحیہ۔ شمریہ۔ یونسیہ۔ ثوبانیہ۔ نجاریہ
غیلانیہ۔ تشبیہیہ۔ حنفیہ۔ معاذیہ۔ مرسیہ
کرامیہ۔ پھر فوراً کہتے ہیں کہ حنفیہ ابو حنیفہ
نعمان بن ثابت کے اصحاب ہیں جنہوں نے
یہ گمان کیا ہے کہ خدا اور رسول کی معرفت
اور اُن کے اقرار نیز تمام اُن چیزوں کے
معرفت و اقرار کو ایمان کہتے ہیں جو رسول
اللہ خدا کے پاس سے لائے۔

بالله و رسوله و بما جاء به من عنده
حمله على ما ذكره البرهوتي في كتاب الشجرة

اور برہوتی نے بھی کتاب الشجرہ میں ابوحنیفہ کے
مذہب کو اسی پر محمول کیا ہے جو شیخ عبدالقادر نے

وابن قتيبة ذكر ابا حنيفة في المرجئة
قال في كتاب المعارف اسماء المرجئة
ابراهيم التيمي عمرو بن مرة ابو ذر الهمداني
طلق بن حبيب حماد بن ابي سليمان ابو حنيفة
الفقيه عبد العزيز بن ابي رواد ابنه
عبد المجيد خارجة بن مصعب عمرو بن
قيس الماصر ابو معوية الضرير يحيى بن
ذكريا ابن ابي زائدة ابو يوسف صاحب
الرأي محمد بن الحسن الشيباني مسعر بن كدام

اور ابن قتیبہ نے ابوحنیفہ کو مرجئہ بیان کیا ہے کتاب المعارف
میں لکھتے ہیں کہ فرقہ مرجئہ والوں کے نام ابراہیم تیمی
عمر بن مرہ - ابوذر ہمدانی - طلق بن حبیب - حماد بن ابی
سلیمان - ابوحنیفہ فقیہ وغیرہ وغیرہ (باقی نام اصل
عربی عبارت میں ملاحظہ ہوں)

قال ابو علي يحيى في مختار مختصر تاريخ
الخطيب ومن طريف ما سطره
الخطيب في هذا الباب انه اسند الى
ابي اسحق الغزاري انه قال كنت اتي ابا حنيفة
واسئله عن شيء من امر الغزو فسئلته
عن مسئلة فاجاب فيها فقلت له انه
يروى عن النبي ص كذا وكذا قال دعنا
من هذا وقال سئلته يوما اخرى عن
مسئلة فاجاب فيها فقيل له انه يروى

اور ابوعلی یحیی نے مختار مختصر تاریخ خطیب میں بیان
کیا ہے کہ جو چیزیں خطیب نے اس باب میں لکھی ہیں
انمیں سے عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے ابواسحاق
غزاری سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں ابوحنیفہ
کے پاس آیا کرتا تھا ایک مرتبہ میں نے اُنسے ایک مسئلہ
پوچھا اور انہوں نے جواب دیا میں نے کہا جناب رسالتمآب سے
ایسا ایسا منقول ہے انہوں نے کہا اسکی ضرورت نہیں
نیز وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اور اُنسے ایک مسئلہ پوچھا
انہوں نے جواب دیا میں نے کہا جناب رسالتمآب سے

قال الخطيب في تاريخ البغداد
عن ابي حنيفه انه ما ولد في الاسلام مولود
اضر منه كما نقل عنه ابو علي يحيى في المختار
ثم ختم اي الخطيب الابواب الخشنه بان
قال ذكر ما قاله العلماء في ازدرائه والتحذير
عنه الى ما يتصل بذلك من ذكر اخباره
وبدأ بالطعن على من قال بالرأي وما دون
من الاخبار فيهم فسلك هذا النظام
ومن تبعه من نفاة القياس سواء واورد
ضعف شبهاتهم واورد السباب
وانه دجال وانه ما ولد في الاسلام مولود
اضر منه

ذكر البخاري في تاريخه الصغير حدثنا
نعيم بن حماد قال حدثنا الفزاري قال
كنت عند سفيان فنعي النعمان فقال الحمد
لله كان ينقض الاسلام عروة عروة
ما ولد في الاسلام اشئم منه انظر
الى الحبر الجليل كيف يحمد الله ويثني
عليه سفيان عند ما اخبر بموت ابي حنيفه
قال الامام الرازي في رسالته ترجيح مذهب
الشافعي

اور خطیب نے تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہ کے متعلق
لکھا ہے کہ اسلام میں اُنسے زیادہ مُضر کوئی بچہ نہیں
پیدا ہوا چنانچہ ابو علی یحیی نے کتاب مختار میں اُنسے
نقل کیا ہے کہ خطیب نے ان سخت و درشت ابواب کو
یہ کہکر ختم کیا ہے کہ اب ہم ابو حنیفہ کے اُنکے عقیدہ و مذہب
کا اُنسے احتراز کرنیکے متعلق جو کچھ علماء نے کہا ہے اُسکا
ذکر کرتے ہیں اور اسکے متصل ہی احادیث کا بھی ذکر کیا ہے
اور جن لوگوں نے اپنی رائے سے فتوے دیے ہیں انپر طعن اور
ان احادیث کے ساتھ ابتدا کی ہے جو اُنکے متعلق وارد ہیں اور
بالکل نظام کا نیز اُن لوگوں کا مسلک اختیار کیا ہے جو قیاس
کی نفی کرنیوالے گروہ میں سے اسکے تابع ہیں اُنکے ضعیف شبہات اور اُنکی
بدکلامی کو، ابو حنیفہ کے دجال ہونیکو اور اس قول کو وارد کیا ہے کہ اُنسے زیادہ
مضر بچہ اسلام میں کوئی نہیں پیدا ہوا۔ بخاری نے تاریخ صغیر میں
فزاری سے نقل کیا ہے کہ سفیان کے پاس ابو حنیفہ کی خبر
مرگ آئی تو انہوں نے کہا "الحمد للہ" وہ اصول و
قوانین اسلام کو ناقص کر رہا تھا۔ اسلام میں اس سے زیادہ
بدبخت کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا۔ مولانا۔ ملاحظہ فرمائے
کہ سفیان کو جب مرگ ابو حنیفہ کی خبر دیگئی تو انہوں نے
کسطرح خداوند عالم کی حمد و ثنا کی۔
امام رازی اپنے رسالہ ترجیح مذہب شافعی میں لکھتے
ہیں کہ اب ہم دو چیزیں بیان کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ

من الضعفاء واما البخاري فقد
ذكر الشافعي في تاريخه الكبير فقال
في باب الميم محمد بن ادريس الشافعي
القرشي مات سنة اربع ومائتين ثم
انه ما ذكره في باب الضعفاء مع علمه
بانه كان قد روى شيئا كثيرا من
الحديث ولو كان من الضعفاء في هذا
الباب لذكره كما ذكر ابا حنيفة في هذا
الباب قال ابن الجوزي في كتاب المنتظم
باسناده الى سعيد بن ابي مريم انه
قال سئلت يحيى بن معين عن
ابي حنيفة قال لا يكتب حديثه والى
عبد الله بن علي بن عبد الله المديني
قال سئلت ابي عن ابي حنيفة فضعفه
جدا وقال روى خمسين حديثا اخطأ
فيها والى ابي حفص عمرو بن علي قال
ابو حنيفة ليس بحافظ مضطرب
الحديث واهي الحديث وقال ابو بكر بن ابي
داؤد جميع ما روى ابو حنيفة من الحديث
مائة وخمسون حديثا اخطاء او قال
غلط في نصفها [illegible]

بخاری نے ابو حنیفہ کو ضعفاء میں سے شمار کیا ہے [illegible]
نے اپنی تاریخ کبیر میں شافعی کا بھی ذکر کیا ہے چنانچہ باب
المیم میں لکھتے ہیں کہ محمد بن ادریس شافعی قرشی [illegible]
میں انتقال کیا لیکن باب ضعفاء میں انکا تذکرہ [illegible]
حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ شافعی نے بہت سی [illegible]
نقل کی ہیں اور اگر وہ ضعفاء میں سے ہوتے تو [illegible]
اس باب میں انکا ضرور ذکر کرتے جسطرح ابو حنیفہ [illegible]
اور ابن جوزی نے کتاب منتظم میں سعید بن مریم [illegible]
نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے یحیی بن معین [illegible]
ابو حنیفہ کے متعلق سوال کیا انہوں نے کہا کہ انکی [illegible]
نہ لکھنی چاہیے اور عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ [illegible]
نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے ابو حنیفہ [illegible]
متعلق سوال کیا تو انہوں نے انکو بہت زیادہ ضعیف [illegible]
اور کہا کہ انہوں نے پچاس حدیثیں ایسی روایت کی ہیں جن میں [illegible]
کی ہے اور ابو حفص عمرو بن علی سے نقل کیا ہے کہ ابو حنیفہ
حافظ نہ تھے انکی حدیث مضطرب اور واہی [illegible]
تھی۔ اور ابو بکر ابن ابی داؤد نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ نے
تمام ایک سو پچاس ۱۵۰ حدیثیں نقل کی ہیں جنمیں سے
نصف میں خطا کی ہے یا یہ کہا کہ غلطی کی ہے۔ نیز ابن
عدی و نسائی نے بھی ابو حنیفہ کو ضعیف کہا ہے چنانچہ
ذہبی نے میزان میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ [illegible]

...عدی والنسائی علی ما قال الذهبی فی
...النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفه
...امام اهل الرأی ضعفه النسائی
...حفظه وابن عدی واخرون وترجم
...الخطیب فی فصلین من تاریخه و
...کلام الفریقین معدلیه و
مضعفیه وقال ایضا فیه اسمعیل
...بن حماد بن النعمان بن ثابت الکوفی عن ابیه
...عن جده قال ابن عدی ثلثتهم ضعفاء

امام تھے انکو نسائی ابن عدی اور دوسرے لوگوں نے
ضعیف قرار دیا ہے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں دو
فصلوں کے اندر ابو حنیفہ کا حال لکھا ہے اور
انکو عادل کہنے والوں اور ضعیف کہنے والوں دونوں
فریقوں کے کلام کو مفصل مع جملہ انواع و اقسام
نقل کیا ہے کہ انمیں سے تین شخص ضعیف ہیں۔

...احمد بن حنبل وان بالغوا فی مدحه
...العراقی وهو من اکابر اهل السنة
...ابن حجر العسقلانی قد قدح
...کتاب فیض القدیر وقال العراقی ان وجود
...ضعیف فی مسند احمد محقق بل فیه
...موضوعة جمعتها فی جزء انتهی
...احمد یرمی علی بن ابی طالب ویتجاسر علیه
...فاعنه مبغضا له قال ابن تیمیة
...المنهاج ومذهب اکثر العلماء ان
...قتال البغاة لا یجوز الا ان یبتدأ والامام
...بقتل کما فعلت الخوارج مع علی فان

رہے امام احمد حنبل انکی مدح میں اگرچہ اہلسنت نے
بہت مبالغہ کیا ہے لیکن عراقی نے جو اکابر اہل سنت
میں سے ہیں۔ اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے انکی شان میں
قدح کی ہے چنانچہ کتاب فیض القدیر میں ہے کہ عراقی نے
کہا ہے مسند احمد میں ضعیف روایات کا ہونا یقینی
ہے بلکہ اسمیں موضوعہ احادیث بھی ہیں جنکو میں نے ایک جزو
میں جمع کر دیا ہے انتہی اور امام احمد حضرت علی کی شان
میں عیب زنی اور جسارت کیا کرتے تھے آنحضرت سے بہت
برگشتہ اور آپکے بہت دشمن تھے چنانچہ سابق میں کتاب منہاج
ابن تیمیہ کا وہ قول مفصل نقل ہو چکا ہے جس میں انہوں
نے امام احمد وغیرہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی
کا [illegible] صفین [illegible] فتنہ وفساد پر مبنی

ثابت بالاحادیث الصحیحہ عن النبی صلعم
بخلاف قتال صفین فان اولئک لم یومروا
بالقتال بل امتنعوا عن مبایعتہ ولھذا
کان ائمۃ السنۃ کمالک و احمد و غیرھما
یقولون ان قتالہم للخوارج ماموربہ واما
قتال الجمل و صفین فھو قتال فتنہ
فلو قال قوم نحن نقیم الصلوۃ و نوتی
الزکوۃ ولا ندفع زکوتنا الی الامام و نقوم
بواجبات الاسلام لم یجز للامام قتالہم
عند اکثر العلماء کابی حنیفہ و احمد و ابو بکر
الصدیق انما قاتل مانعی الزکوۃ لانہم امتنعوا
من ادائہا مطلقا والا فلو قالوا نحن نؤدیہا
بایدینا ولا ندفعہا الی ابی بکر لم یجز قتالہم
عند الاکثرین کابی حنیفہ و احمد بن حنبل
وغیرھما ولھذا کان علماء الامصار علی ان
القتال کان فتنۃ وکان من قعد عنہ افضل
ممن قاتل فیہ وھذا مذھب مالک و احمد
بن حنبل و الاوزاعی بل و الثوری الخ
یظہر من ھذا الکلام ان احمد کان
یری بعلی نزاعا باطلا وھذا فی الحقیقہ

تصالح

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد آنحضرت پر عیب لگاتے
تھے اور آپ پر عیب لگانا فی الحقیقت خود رسول اللہ

وآذى رسول الله الذي قد ثبت
عنه بطرق اهل السنة يا علي
حربك حربي ومن آذى عليا فقد
آذاني والحق مع علي يدور حيثما دار
ويظهر من محمد بن جرير الطبري ان احمد
لا يعد من العلماء على ما ذكره الياقوت
الحموي في معجم الادباء فلما قدم اي
محمد بن جرير الطبري الى بغداد من
طبرستان بعد رجوعه اليها تعصب
عليه ابو عبد الله بن الجصاص وجعفر بن
عرفة والبياضي وقصده الحنابلة فسألوه
عن احمد بن حنبل في الجامع يوم الجمعة
وعن حديث الجلوس على العرش فقال
ابو جعفر اما احمد بن حنبل فلا يعد
خلافه فقالوا له فقد ذكره العلماء في
الاختلاف فقال ما رأيته روي عنه ولا
رأيت له اصحابا يعول عليهم واما حديث
الجلوس على العرش فمحال ثم انشد ؎
سبحان من ليس له انيس ۔ ولا له في عرشه جليس
ويظهر من بعض افادات ابو المؤيد
الخوارزمي ان الخطيب قد قدح في

عیب لگانا ہے اور یہ کہ آپ علی پر عیب زنی کرکے رسول پر
عیب زنی کے مرتکب ہوئے یہ طرق اہلسنت سے بھی ثابت و متحقق
ہے چنانچہ انکے یہاں رسول کی یہ حدیثیں منقول ہیں کہ ای علی تم سے
لڑنا مجھ سے لڑنا ہے جسنے علیکو اذیت دی اُسنے مجھے اذیت دی
حق علی کے ساتھ ہے جدھر علی جاتے ہیں حق بھی جاتا ہے۔ اور محمد بن جریر
طبری کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد کا شمار علمار میں نہ تھا
جیسا کہ یاقوت حموی نے معجم الادبار میں بیان کیا ہے کہ جب محمد بن
جریر خراسان سے لوٹ کر بغداد آئے تو ابو عبد اللہ بن حصاص
اور جعفر بن غرفہ اور بیاضی کا گروہ اُنکے پاس آیا حنبلی بھی
آئے اور جمعہ کے دن مسجد جامع میں احمد حنبل
کے متعلق اور اس حدیث کے بارہ میں سوال کیا کہ
خداوند عالم عرش پر بیٹھا ہے انہوں نے کہا کہ احمد بن
حنبل کے اختلافات کا کوئی شمار نہیں لوگوں نے کہا کہ
اختلافات میں علمار نے انکا ذکر کیا ہے کہا نہ میں نے
اُنسے کوئی روایت دیکھی اور نہ اُنکے ایسے اصحاب دیکھے
جنپر اعتماد کیا جائے رہی یہ حدیث کہ خداوند عالم عرش پر
بیٹھا ہے یہ محال ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

وہ ذات قابل تسبیح ہے جسکا کوئی
انیس ہے نہ عرش پر اسکا کوئی ہمنشین

اور ابو المؤید خوارزمی کے بعض افادات سے ظاہر ہوتا ہے
کہ خطیب نے احمد کے بارہ میں اس سے بہت زیادہ قدح کی ہے

احمد باعظم مما قدح احمد فی ابی حنیفۃ
لا نقدر ولا انہ سئل احمد عن النظر
فی کتب ابی حنیفۃ ایجوز فقال لا ثم
قال فی مقام الجواب عن ہذا بعد
ذکر وجہین والثالث ان الخطیب
قد طعن فی احمد اکثر من ہذا فقال
قد وثق احمد بن حنبل جریر بن عثمان
فقال ہو ثقۃ وجریر کان یبغض
امیر المؤمنین علیاؑ ولا فرق بینہ وبین
من یبغض ابابکر وعمر ثم قال الخطیب
وکان جریر کذابا فاسقا وروی عنہ ابن
عیاش انہ قال ان ہذا الذی یرویہ
عن النبیؐ لعلی بن ابیطالب انت منی بمنزلۃ
ہرون من موسیٰ خطاء فقال ابن عیاش
قلت فما ہو قال سمعت ولید بن
عبد الملک یرویہ علی المنبر فیقول علی منی
بمنزلۃ قارون من موسیٰ ثم اکد الخطیب
ہذہ الشنعۃ علی احمد فقال بلغنی عن
یزید بن ہرون انہ قال رأیت رب العزۃ
فی النوم فقال یا یزید تکتب عن جریر

جتنی کہ احمد نے ابو حنیفہ کے متعلق کی ہے اسلئے کہ اول تو
انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ احمد سے سوال کیا گیا ابو حنیفہ
کی کتابیں دیکھنا جائز ہیں یا نہیں کہا نہیں پھر مقام جواب
میں دو وجہیں ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں تیسری وجہ یہ کہ
خطیب نے احمد کے متعلق اس سے زیادہ طعن کیا ہے چنانچہ
کہتے ہیں کہ احمد نے جریر بن عثمان کی توثیق کی ہے اور
دو مرتبہ ثقہ ثقہ کہا ہے حالانکہ جریر امیر المومنین
حضرت علی سے بغض رکھتا تھا جریر کے اور اس
شخص کے درمیان فرق نہیں جو ابوبکر و عمر سے بغض
رکھتا ہو ہیں کہ جریر بڑا کاذب و فاسق تھا
اور اس سے عیاش نے روایت کی ہے کہ حضرت علی
کی شان میں رسول اللہ کی حدیث علی منی بمنزلۃ ہارون
من موسیٰ (علی مجھ سے ایسے ہیں جیسے ہارون موسیٰ سے
تھے) جو نقل کیجاتی ہے یہ خطا ہے ابن عیاش کہتے ہیں
میں نے کہا اور کیا ہو کہا میں نے ولید بن عبد الملک کو منبر پر
کہتے ہوئے سنا علی منی بمنزلۃ قارون من موسیٰ (علی مجھ سے
ایسے ہیں جیسے موسیٰ سے قارون تھا معاذ اللہ) پھر خطیب نے
اس اعتراض کو (کہ احمد نے جریر ایسے خبیث کو ثقہ کہا ہے) مزید تاکید
کے ساتھ بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ مجھے یزید بن ہارون کے متعلق
معلوم ہوا کہ انہوں نے کہا میں نے سوتے میں خداوند عالم کو دیکھا
تو اس نے فرمایا کہ اے یزید کیا تم جریر بن عثمان سے مسائل و روایات

خيرا فقال لا تكتب عنه فانه يسب عليا
وهذه حكاية عن احمد انه طعن في امير المؤمنين
وقصد الخطيب به تنفير القلوب عنه فكذا
يجوز ان يكون مقصوده في حكايته
الطعن عنه في ابي حنيفة تنفير قلوب
اصحابه عنه انتهى

وفي هذا الكلام دلالة صريحة ان
الخطيب كان يقدح في احمد

ويظهر من السبكي في الطبقات الكبرى
ان ابا علي الكرابيسي كان يقدح في احمد
الحسين بن علي بن يزيد ابو علي الكرابيسي
كان اماما جليلا جامعا بين الفقه و
الحديث تفقه اولا على مذهب اهل الرأي
ثم تفقه للشافعي وسمع منه الحديث
ومن يزيد بن هارون واسحاق الازرق و
يعقوب ابن ابراهيم وغيرهم روى
عنه عبيد بن محمد بن خلف البزار ومحمد
بن علي فستقة وله مصنفات كثيرة و
قد اجازه الشافعي كتب الزعفراني
الى ان قال السبكي قال الخطيب حديث

لکھتے ہوئے کہا خداوندا میں تو اس سے سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتا
ارشاد فرمایا کہ تم اس سے کچھ نہ لکھو وہ علی کو برا کہتا ہے اور خطیب
کی احمد کے متعلق یہ جو حکایت ہے کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت
علی کی شان میں طعن و قدح کی اور اسکی وجہ سے خطیب نے انسے
لوگوں کے دلونکو متنفر کر دینے کا قصد کیا اسی کی مثل یہ بھی جائز
ہے کہ انہوں نے یہ جو نقل کیا ہے کہ احمد نے ابوحنیفہ کے متعلق طعن
و قدح کی اس سے بھی انکا مقصد یہی ہو کہ امام احمد کیطرف سے انکے اصحاب
کے دلوں کو متنفر کر دیں انتہی اور اس کلام میں اس امر کی صریحی
دلالت ہے کہ خطیب امام احمد کی شان میں قدح کرتے تھے۔

اور سبکی نے طبقات کبری میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ ابو علی کرابیسی امام احمد کے متعلق قدح کیا کرتے
تھے لکھتے ہیں کہ حسین بن علی کرابیسی امام جلیل جامع فقہ
و حدیث تھے اولا فقہ میں اہل رائے کے مسلک پر تھے پھر شافعی کے
موافق ہو گئے، شافعی۔ یزید بن ہارون۔ اسحاق ازرق۔
یعقوب ابن ابراہیم وغیرہ سے حدیثیں سنیں اور انسے عبید
بن محمد اور محمد بن علی نے روایتیں نقل کیں انکی بہت
سی تصانیف ہیں انکو شافعی نے کتب زعفرانی سے
روایت کا اجازہ دیا۔ غرض کہتے کہتے سبکی بیان کرتے
ہیں کہ خطیب کہتے ہیں کرابیسی کی حدیث بہت ضعیف
ہے اسلئے کہ احمد انکے روایت میں غلطی کرنے کی وجہ سے

كما يتكلم فيه بسبب مسئلة اللفظ وهو ايضا يتكلم في احمد فتجنب الناس الاخذ عنه لهذا السبب قلت كان ابو علي الكرابيسي ومن متكلمي اهل السنة استاذا في علم الكلام كما هو استاذ في الحديث والفقه وله كتاب في المقالات

لینے سے احتراز کرنے لگے (سبکی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کرابیسی متکلمین اہلسنت میں سے تھے علم کلام میں اسیطرح استاد تھے جسطرح حدیث وفقہ میں تھے مقالات میں انکی ایک کتاب ہے

قال ابن الخطيب الامام فخر الدين في كتاب غاية المرام على كتابه في المقالات معول المتكلمين في معرفة مذاهب الخوارج وسائر اهل الاهواء انتهى

ابن خطیب فخر الدین کتاب غایۃ المرام میں لکھتے ہیں کہ مقالات میں جو اُن کی کتاب ہے اسپر خوارج نیز دیگر ہوا پرستوں کے مذاہب کے پہچاننے میں متکلمین کا اعتماد ہے انتہی

واما الامام محمد بن ادريس الشافعي الذي سارت ركبانهم بفضائله ومعارفه قد قدح فيه يحيى بن معين الذي قد ملأت الطوامير بمدحه وثنائه حتى قال ابن المديني على ما في مفتاح كنز الدراية في حقه لا نعلم احدا من لدن آدم كتب من الحديث ما كتب يحيى بن معين وقال مرة انتهى علم الناس الى يحيى بن معين الى اخر ما قال في مدحه والسمعاني في الانساب قال في حقه كان اماما ربانيا عالما

اور امام محمد بن ادریس شافعی جنکے فضائل و معارف کو آپ کے قافلے لیئے پھرتے ہیں انکی شان میں یحیی بن معین ایسے بزرگ نے قدح کی ہے جنکی مدح اور ثناوت کے طومار سے آپ کی کتابیں بھری پڑی ہیں یہانتک کہ بنا بر کتاب مفتاح کنز الدرایہ ابن مدینی نے انکے حق میں کہا تھا کہ میں حضرت آدم سے لیکر اسدم تک کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جسنے یحیی بن معین کی برابر حدیثیں لکھی ہوں کبھی یہ کہا تمام آدمیوں کا علم یحیی پر منتہی ہوتا ہے الخ اور سمعانی نے کتاب انساب میں انکے متعلق لکھا ہے کہ یحیی امام ربانی۔ عالم۔ حافظ۔ ثقہ۔ مستحکم الحدیث جرح و تعدیل

الجرح والتعديل وقال والده معين كان
على خراج الري فمات خلف لابنه يحيى
الف الف درهم وخمسين الف درهم
فانفقه كله في الحديث حتى لم يبق له نعل
يلبسه سمع عبد الله بن المبارك وهشيم
بن بشير وعيسى بن يونس وسفيان
بن عيينة وعبد الرحمن بن المهدي ووكيع
بن الجراح وابا معوية الضرير وروى
عنه من رفقائه احمد بن حنبل وابو خيثمة
ومحمد بن اسحق الصنعاني ومحمد بن اسمعيل
البخاري وابو داؤد السجستاني وعبد الله
بن احمد بن حنبل وغيرهم وانتهى علم العلماء
اليه حتى قال احمد بن حنبل هٰهنا رجل
خلقه الله لهذا الشان يظهر كذب الكذابين
يعني يحيى بن معين وقال علي بن المديني
لا نعلم احدا من لدن ادم كتب من
الحديث ما كتب يحيى بن معين وقال ابو حاتم
الرازي اذا رايت البغدادي يحب احمد
بن حنبل فاعلم انه صاحب سنة واذا رايته
يبغض يحيى بن معين فاعلم انه كذاب

دس لاکھ پچاس ہزار اپنے بیٹے یحییٰ کے لئے چھوڑے
انہوں نے وہ سب علم حدیث پر خرچ کر دیے یہانتک
کہ اُنکے پاس پہننے کے لئے جوتا بھی نہ رہا۔ انہوں نے
عبد اللہ بن مبارک۔ ہشیم بن بشیر۔ عیسےٰ بن یونس
سفیان بن عیینہ۔ عبد الرحمن بن مہدی۔ وکیع
بن جراح اور ابو معاویہ ضریر سے احادیث سنیں۔
اور اُنسے انکے احباب و اصحاب احمد بن حنبل۔
ابو خیثمہ۔ محمد بن اسحاق صنعانی۔ محمد بن اسمٰعیل
بخاری۔ ابو داؤد سجستانی۔ عبد اللہ بن احمد
حنبل وغیرہ نے احادیث روایت کیں۔ علماء کا
علم انکیطرف منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے متعلق احمد
حنبل نے کہا ہے کہ یحییٰ ایسے شخص تھے جنکو
خداوند عالم نے پیدا ہی اس شان کے لئے کیا تھا
وہ جھوٹوں کے جھوٹ کو ظاہر کرتے تھے۔ علی ابن
مدینی نے کہا ہے کہ میں حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک
کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے انکی برابر حدیثیں
لکھی ہوں اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ جبتم کسی
بغداد کے باشندہ کو دیکھو کہ وہ امام احمد بن حنبل کی
مدح کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ صاحب سنت ہے اور جب دیکھو کہ وہ
یحییٰ ابن معین سے بغض رکھتا ہے تو سمجھو کہ وہ کاذب ہے

عندكم يقدح في الشافعي فاستقبل القبلة ورفع
يديه يقول اللهم إن كنت تكلمت في رجل ليس
هو عندي كذابا فلا تغفر لي قال الذهبي
في الفصل الذي صنفه بعد تصنيف
كتاب الميزان وقد روي أن ابن معين قال
فيه (يعني في الشافعي) ليس بثقة

شان میں قدح کی ہو کہ رو بقبلہ ہاتھ اٹھا کر کہا کہ خداوندا
اگر میں نے اس شخص کے متعلق کلام کیا ہے جو جھوٹا نہیں ہے
تو تو مجھے نہ بخش۔ اور ذہبی نے اس فصل میں جو انہوں نے
کتاب میزان کے بعد تصنیف کی تھی لکھا ہے کہ یحیی ابن
معین نے شافعی کے متعلق کہا کہ وہ ثقہ نہیں۔

قال النووي في تهذيب الأسماء في ترجمة
يحيى بن معين وأجمعوا على إمامته وتوثيقه
وحفظه وجلالته وتقدمه في هذا الشأن
واضطلاعه منه قال الخطيب كان إماما
ربانيا حافظا ثبتا متقنا وقال أحمد
بن حنبل السماع من يحيى بن معين
شفاء لما في الصدور وقال علي بن المديني
ما رأيت مثله وقال أحمد بن حنبل يحيى
بن معين رجل خلقه الله لهذا الشأن
يظهر كذب الكذابين وكل حديث
لا يعرفه يحيى فليس بحديث

نووی نے تہذیب الاسماء میں بسلسلہ حالات یحیی بن
معین لکھا ہے کہ علماء نے اُنکی امامت وثاقت حفظ
حدیث، جلالت، علم حدیث میں بلندی مرتبت اور اُس میں
مہارت وقوت پر اجماع کیا ہے۔ خطیب نے کہا ہے کہ وہ امام
ربانی۔ حافظ ثقہ اور مستحکم الحدیث تھے۔ احمد حنبل نے کہا ہے
کہ یحیی سے احادیث سننا سینوں کیلئے شفا ہے، علی
بن مدینی کی اُنکے متعلق رائے اور احمد حنبل کا دوسرا قول
اوپر ذکر ہو چکا۔

وقال عباس
الدوري رأيت أحمد بن حنبل في مجلس
روح بن عبادة يسأل يحيى بن معين
عن أشياء يقول له يا أبا زكريا كيف
حديث كذا وكذا كيف حديث كذا وكذا يستثبته

عباس دوری کہتے ہیں کہ میں نے احمد حنبل کو روح بن
عبادہ کی مجلس میں دیکھا کہ یحیے بن معین سے احادیث
کا حال اور جو حدیثیں انہوں نے سنی تھیں اُنمیں انکی رائے
پوچھ رہے تھے اور جس حدیث کو یحیی کہتے تھے اسکو احمد
لکھ لیتے تھے ایسے بزرگ کے متعلق مروان بن بشیر

في الحديث سمعها فكلما قال يحيى كتبه
احمد وقال هرون بن بشير الرازي رايت
يحيى بن معين استقبل القبلة رافعا
يديه يقول اللهم ان تكلمت في رجل ليس هو
عندي كذابا فلا تغفر لي وقال يحيى
لو لم نكتب الحديث من ثلثين وجها ما عقلناه
الى آخر ما قاله في مدحه

رازی کہتے ہیں کہ میں نے انہیں بہ رو قبلہ ہاتھ اٹھا کر
شافعی کے متعلق وہ کہتے ہوئے سنا جو اوپر ذکر ہوا
اور انکا قول تھا کہ اگر ہم حدیث کو تیس طریقے سے
نہ لکھتے الخ

ويظهر هذا من افادات القاضي ابي اليمن
قال في مختار مختصر تاريخ بغداد بعد
ذكر اعتذار الخطيب عن ذكر مطاعن
ابي حنيفة فما اتفق قول الخطيب في
هذا الفصل وفعله بل اختلفا وتباينا
فانه قال نحن معتذرون بان ابا حنيفة
اسوة غيره من العلماء الذين ذكرناهم
واوردنا اخبارهم ولم لم يذكر عند
ذكره اخبار محمد بن ادريس الشافعي في هذا
الكتاب بعض ما قال فيه الناس هل
اورد المحسن ولم يورد القبيح ولا حكى
عن يحيى بن معين ما قاله فيه كما
نستحيي نحن بحمد الله تسطيره و
نعم ما فعل الخطيب في ذالك في حق

اور یہی قاضی ابوالیمن کے ارشادات سے بھی ظاہر ہوتا ہے
انہوں نے کتاب مختار مختصر تاریخ بغداد میں ذکر مطاعن
ابو حنیفہ کے متعلق خطیب کے عذر کو نقل کرنے کے بعد
لکھا ہے کہ اس فصل میں خطیب کا قول و فعل متفق
نہیں بلکہ مختلف و متبائن ہے اسلئے کہ انہوں نے
یہ تو لکھا کہ ہم مطاعن حنیفہ کے بیان کرنے میں یہ عذر
کرتے ہیں کہ وہ ان دیگر علماء کے پیشوا ہیں جنکا ہم نے
ذکر کیا ہے اور انکی روایات نقل کی ہیں مگر جب
اس کتاب میں شافعی کی روایات نقل کی ہیں تو
بعض ان باتوں کا ذکر کیوں نہ کیا جو لوگوں نے انکے
متعلق کہی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محاسن
ذکر کردئے اور معائب چھوڑ دئے اور نہ انکے متعلق یحییٰ
بن معین کا وہ قول نقل کیا جسکا لکھنا بحمد اللہ ہم جائز
نہیں جانتے اور وہ عمل بہت اچھا ہے جو اس معاملہ میں

هذا الامام الحبر الجليل القدر اعني الشافعي الى آخر ما قال هذا كله حال ائمتكم الاربعة عندكم

واما اشتمال صحاحكم على الاكاذيب الموضوعة بتصريح علمائكم فقد ذكرته في كتاب الاطوار ولو اوردناه لطال بنا الكلام وقد بينت لك اشتمال موطاء مالك عليها وكذا الصحاح الاخرى فهؤلاء الخداعون الكذابون عندكم المرتكبون لسوء الصنع قد تركوا امالو منهم من طرح الاكاذيب والضعاف فنشروها وقذفوا بها الى من يعرف عيوبها فهم الاصفون بفعلهم غاشون لعوام المسلمين فليس لهم من العلم نصيب و خلاق بل هم الجاهلون المذمومون عند النقاد والحذاق من اهل السنة ومع ذلك كله قد توجهت اعتراضك على موسى بن جعفر فكانك ما وجدت اضعف منه بنظرك وتريد ان ترمي بذالك

خطیب نے اس جلیل القدر عالم شافعی کے متعلق کیا ہے یہ ہیں آپ کے چاروں ائمہ کے حالات۔

رہا آپکی صحاح کا جھوٹی بنائی ہوئی احادیث و روایات پر مشتمل ہونا جسطرح کہ آپ ہی کے علماء نے اسکی تصریح کی ہے اسکو میں نے اپنی کتاب اطوار میں ذکر کیا ہے اگر ہم یہاں بیان کرینگے تو طول ہو جائیگا اور موطاء و نیز دیگر صحاح کے اس قسم کی چیزوں پر مشتمل ہونے کو میں نے آپ سے پہلے بیان کر دیا ہے پس ان کے مصنفین جو آپ کے ہی قول کی بناء پر مکار جھوٹے اور اس بدعملی کے مرتکب ہیں انہوں نے ایسی جھوٹی اور ضعیف روایات کو ان کتابوں میں رہنے دیا جنکا حذف کر دینا لازم تھا انکو نشر اور ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جو انکے عیوب کو جانتے ہیں وہی اپنے فعل کی وجہ سے خطاوار اور عوام مسلمانوں کی آنکھوں پر پردے ڈالنے والے ہیں انکا علم و فضل میں کوئی حصہ نہیں بلکہ وہ مبصرین و ماہرین اہلسنت ہی کے اقوال کی بناء پر جاہل اور قابل مذمت ہیں باوجود ان تمام باتوں کے آپ امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام پر اعتراض کرتے ہیں گویا کہ آپ نے آنحضرت سے زیادہ کسیکو ضعیف پایا ہی نہیں اور اسوجہ سے

فانی کلما انظر الی النتیجة التی ترید
ایها الحبر الجلیل ان تاخذها من السؤال
الثامن ازدادنی عجبا حیث قلت هذه
دعوی الشیعة الی آخر ما قلت فان هذا
الکلام صدر اما من التشغب و الفساد
واما من الجهل بان هذا الدین الواحد
کیف صار العوبة بید هؤلاء المخالفین
اذ بمراجعة السیر والآثار نعلم ان فی زمان
جعفر الصادق کان عامة اهل الکوفة
تعمل علی فتوی ابی حنیفة وسفیان
الثوری ورجل آخر واهل مکة علی فتاوی
ابن جریج واهل المدینة علی فتاوی مالک
واهل البصرة علی فتوای عثمان وسوادة
اهل الشام علی فتاوی الاوزاعی و
الولید واهل المصر علی فتاوی اللیث بن
سعید واهل خراسان علی فتاوی عبد الله
بن المبارک الزهری وکان فیهم من اهل
الفتاوی من غیر هؤلاء کسعید بن
المسیب وعکرمة وربیعة الرای ومحمد
بن شهاب الزهری الی استقر رایهم فی الحصر
المذاهب فی الاربع سنة خمس وستین

مسلمانوں میں اختلاف پھیلایا یاد رکھئے ایسا نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے
تعجب یہ کہ جب میں اس نتیجہ پر نظر کرتا ہوں جو آپ آٹھویں سوال سے
نکالنا چاہتے ہیں تو مجھے اور زیادہ تعجب ہوتا ہے جہاں آپ
کہتے ہیں کہ یہ شیعوں کا دعوی ہے الخ (سوال ملاحظہ ہو) اسلئے
کہ یہ کلام یا تو بہ نیت شر وفساد آپ سے صادر ہوا۔
یا آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ یکتا و یگانہ دین اسلام
ان مخالفین علم وحق کے ہاتھوں کیونکر باعث ننگ
وعار بن گیا اسلئے کہ سیر و آثار دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ زمانہ امام جعفر صادق علیہ السلام میں عامہ اہل کوفہ
ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے فتاوی پر عمل کرتے تھے
اہل مکہ ابن جریج کے فتاوے پر اہل مدینہ مالک کے فتاوی
پر۔ اہل بصرہ عثمان وسوادہ کے فتاوی پر۔ اہل شام
اوزاعی اور ولید کے فتاوے پر۔ اہل مصر لیث
بن سعید کے فتاوے پر۔ اہل خراسان عبداللہ
بن مبارک زہری کے فتاوے پر۔ نیز ان میں انکے
علاوہ اور صاحبان فتوی بھی تھے مثلاً سعید
بن مسیب، عکرمہ، ربیعہ اور محمد بن شہاب یہاں
تک کہ ان سب کی رائے سے ۶۶۵ھ میں تمام مذاہب
چار مذہبوں میں منحصر کردیے گئے۔

وثلثمائة فنسئل حينئذ من جنابك
هل كان هذه الاربعة من اصحاب النبی
واهل زمانه وهل كانوا من التابعين الذين
ادركوا اصحاب النبی ورووا عنهم فلابد
ان تقول لا ثم نسئل هل كان هؤلاء الاربعة
مذاهب فی عصر واحد وهل كان اهلها
كذالك وعلى دين واحد فلابد ان تقول لا
بل كانوا فی ازمنة متفرقة وعلى عقائد مختلفة
وبعضهم يكفر بعضا فحينئذ لنا
ان نسئل عنكم ان قوله تعالى اليوم اكملت
لكم دينكم واتممت عليكم نعمتی ورضيت
لكم الاسلام دينا اما نزلت على محمد ص
فی اواخر عمره فلابد ان تقول بلى
فنسئل عنكم انه اذا كان دينه قد تكمل
فی حیوته فما هذا الاختلاف العظيم
بعد وفاته مع قرب بعض هؤلاء الاربعة مذاهب
من الصدر الاول فان قلت انه من
الروايات فقد شهدت على رواة احاديثكم
بالكذب او الغفلة او الضلال وتبديل
الاسلام وان قلت انه من نفس هؤلاء
الاربعة فلحاجة دعتهم الى ذالك او الطلب

اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ چاروں حضرات
اصحاب نبی اور آپ کے ہمعصر تھے کیا وہ
تابعین میں سے تھے جنہوں نے اصحاب کو دیکھا
اور اُنسے روایتیں نقل کی ہوں یقیناً آپ اسکا جواب
نفی میں دینگے پھر میں پوچھونگا کہ کیا یہ چاروں مذہب
ایک زمانہ میں تھے یا اُن مذہبوں والے ایک زمانہ
میں اور ایک دین پر تھے اس کے جواب میں بھی آپ
"نہیں" کہینگے اور یہ کہ یہ سب مختلف زمانوں میں
مختلف عقیدوں پر تھے اور اُنمیں سے بعض بعض کو کافر کہتے
تھے اسوقت ہمیں آپ سے سوال کرنا چاہئے کہ آیا آیہ اکملت لکم
دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (آج
تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل اور تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کیا
اور تمہارے لئے اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا) آخر حیات نبوی
میں نہیں نازل ہوئی آپ کہینگے ضرور ہوئی پھر ہم سوال کرینگے
کہ جب دین آپکی زندگی میں کامل ہوگیا تھا تو آپکی وفات کے
بعد یہ اختلاف عظیم کیسا حالانکہ ان چاروں مذہبوں میں سے
بعض صدر اول سے بہت قریب تھے اگر آپ کہینگے کہ یہ راویوں
کی وجہ سے ہوا تو میں نے اس امر پر گواہیاں پیش کردی ہیں کہ ایسے
راوی جھوٹے ۔ غافل گمراہ تھے اور انہوں نے اسلام کو بدلکر رکھدیا
اور اگر آپ یہ کہینگے کہ انہیں چاروں اماموں (مالک ابو حنیفہ
وغیرہ) کیوجہ سے ہوا اسلئے کہ انکو اسکی ضرورت داعی ہوئی تھی

قد ضاع والتبس من شرع النبي فهذا
يدل على ان هؤلاء الاربعة قد شهدوا
على ان دين نبيهم ما كان محفوظا ولم يكن
فيهم من يقوم مقامه ويحفظ شرعه
ويحتج به عليهم فكيف يجوز الاقتداء
بمن يشهد على دينه ونبيه بشيء مثل ذلك
وان كان دينهم قد كان تاما محفوظا فاي
شيء ضاع منهم غير دين نبيهم حتى
فتشوا عليه واختلفوا لاجل هذا
الاختلاف وان كانوا اختلفوا من غير حاجة
الى الاختلاف فقد قبحوا ذكر نبيهم
ليسمعوا سمعتهم وزهدوا الناس في اتباع
شريعته وزادوا ونقصوا بذلك ما لم
يكن في زمانه فكيف يجوز الاقتداء بمن يكون
بهذه الصفات وان كان هؤلاء الاربعة
يزعمون او يزعم بعضهم انهم اعرف بالشريعة
من ربهم ونبيهم وانهم يزيدون وينقصون
باختيارهم وانهم قد اتوا بما لم يات به نبيهم
من الهدى فهذا خلاف عقول العقلاء
وخلاف مذاهب امم الانبياء

ثم ان للشيعة ان تسئل انه اذا كان

یا یہ کہ شرع محمدی جو ضائع اور مشتبہ ہو گئی تھی اسے وہ لوگ
واپس لانا چاہتے تھے تو یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ
چاروں اس بات پر شہادت دیتے تھے کہ انکے نبی کا دین محفوظ
نہ تھا اور نہ نبی نے انمیں کوئی ایسا شخص چھوڑا تھا جو اسکا
قائم مقام ہو شریعت کی حفاظت اور ان لوگوں پر حجت قائم
کریں اگر ایسا ہے تو ان لوگوں کی اقتدا کیونکر جائز ہے
جو اپنے خدا اپنے نبی اور اپنی شریعت کے متعلق ایسی شہادت
دیں اور اگر انکا دین محفوظ تھا تو دین کے علاوہ انسے اور کون
ایسی چیز ضائع ہو گئی تھی جسکے اوپر انہوں نے اسقدر تفتیش کی
اور جسکی وجہ سے اتنا اختلاف کیا اور اگر انہوں نے بے وجہ بے ضرورت
اختلافات کیے انہوں نے اپنے نبی کو بدنام کیا اپنی شہرت کیلیے
یہ برائی کی لوگوں کو اسکی شریعت سے ہٹایا اور ایسی کمی بیشیاں
کردیں جو زمانہ نبی میں نہ تھیں اور جن لوگوں کے ایسے اوصاف ہوں
انکی اقتدا کیونکر جائز ہے۔ اور اگر یہ چاروں یا انمیں سے بعض
یہ سمجھتے تھے کہ وہ خدا و رسول سے شریعت کو زیادہ پہچانتے ہیں
جو کچھ کمی زیادتی کر رہے ہیں اسکا اختیار ہے اور امت کو
ایسی ہدایتیں کر رہے ہیں جو نبی نے نہ کی تھیں تو یہ عقول عقلا
کے خلاف اور تمام انبیاء کی امتوں کے مذاہب کی ضد ہے

پھر شیعوں کو آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جب یہ چاروں

هؤلاء الاربعة في ازمنة متفرقة وعلى
مذاهب مختلفة فلاي حال كانوا جميعا على
صواب مع ان بعضهم يلعن بعضا و
يكفر بعضهم بعضا وهلا كان بعضهم
على الحق وبعضهم على الباطل او جميعهم
على الباطل فيكون الحق مع من كان
قبلهم من الصحابة والتابعين الذين التزموا
بمحمد وشريعته وتبعوا طريقته القويمة
طريقة واحدة وتبع من اقتدى بهم في ذالك
وقد عرفت سابقا من الخطيب في تاريخ
بغداد انه روى بطريق صحيح من لم يقل
على خير البشر فقد كفر وحذف المتعلق
عند ائمة الادب يفيد العموم فهو خير
من جميع الجهات التي تتصور بعقلك
من العلم والزهد والشجاعة والسخاء و
نحوها من الكمالات النفسية ولولا مخافة
الاطناب لاثبت كل ذالك من طرقكم و
صحاحكم ومسانيدكم

ثم انك لا تغتر ايها الحبر الجليل ان
التسمية باهل السنة والجماعة لا يزيد
في المسمى شيئا ولا يهدا على ان الشيعة

مختلف زمانوں میں مختلف مذاہب پر تھے تو سب کے
راستی پر کیونکر ہو سکتے ہیں جبکہ بعض بعض پر
کرتے اور انہیں کافر کہتے ہیں اور کیونکر انہیں
بعض حق پر اور بعض باطل پر یا سب باطل
پر تھے اور اس صورت میں ان لوگوں کے ساتھ
حق کا ہونا ضروری ہے جو منجملہ صحابہ و تابعین
اُنسے پہلے رسول و شریعت رسول کے پابند
رسول کے واحد و یکتا طریقہ کے یا اُن لوگوں کے
پیرو تھے جنہوں نے اس طریقہ میں انکا اتباع کیا تھا
اور تاریخ بغداد سے جو خطیب کا قول نقل کیا ہے
اس سے آپ کو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ خطیب نے
بطریق صحیح یہ روایت نقل کی ہے کہ جو یہ نہ کہے گا کہ علی
خیر البشر ہیں وہ کافر ہے اور علماء ادب کے نزدیک متعلق
کا حذف کرنا مفید عموم ہے لہذا یہ ثابت ہوا کہ حضرت
علی تمام ان اعتبارات سے جو منجملہ کمالات نفسیہ مثلاً علم
زہد شجاعت سخاوت وغیرہ آپکی عقل میں آسکتے ہیں
سب سے بہتر ہیں اور اگر طول کا خوف نہوتا تو میں ان سب حقائق
کو آپکے طریقوں آپکی صحاح اور آپکی مسانید سے ثابت کرتا
پھر یہ کہ مولانا آپ دھوکا نہ کھائیں اہلسنت و جماعت
نام ہونا آپ کے مذہب میں کسی شرف کی زیادتی اور اس
بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آپکا مذہب تو اہل جماعت و اتفاق

...س اهل التفرق والاختلاف مع وضوح
سبب التسمية باهل السنة والجماعة
...اذكره علمائكم ذكر ابن بطه في
كتابه المعروف بالابانه انه سمي معوية
هذا الاسم في سنة اربعين من الهجرة
اي عام الاجتماع على معوية

کا مذہب ہے اور شیعہ اہل افتراق و اختلاف ہیں اسلئے کہ جو
اس نام کی وجہ ہے وہ آپکے ہی علماء کے بیانات سے ظاہر ہے
ابن بطہ نے کتاب ابانہ میں لکھا ہے کہ یہ نام ۴۰ھ میں
معاویہ نے رکھا یعنی معاویہ پر اجتماع ہوا تھا۔

ذكر المقريزي وهو من اهل الظاهر انما
سمى هذا الاسم يزيد بن معوية لما
دخل عليه راس الحسين من باب من الابواب
وكل من دخل من ذالك الباب سنيا

امام تیمی نے جو اہل ظاہر سے ہے بیان کیا ہے کہ یہ نام یزید
ابن معاویہ نے رکھا جبکہ اسکے پاس ایک دروازہ
سے امام حسین علیہ السلام کا سر آیا اور جو اس دروازہ سے
داخل ہوا وہ سنی تھا۔

ونقل احمد فريد رفاعي في كتابه المسمى
بعصر المامون عن الجاحظ ج ۳ ص
ذكر الشيخ العسكري في كتاب الزواجر
وهو من علماء السنة ان معوية سمى
ذالك العام (اي عام اربعين) عام
السنة ذكر ابن عبد ربه في كتاب
العقد قال لما صالح الحسن ع معوية
سمى ذالك عام الجماعة فان كان هذا
اصل تسميتهم فبئس الاصل
ولكن لدعويهم انهم ملتزمون بسنة
النبي ... الافتراق

احمد فرید رفاعی نے اپنی کتاب عصر مامون جلد ۳ کے صفحہ
پر جاحظ سے شیخ عسکری عالم سنی کا قول نقل کیا ہے
جو انہوں نے کتاب زواجر میں لکھا ہے کہ معاویہ نے
۴۰ھ کا نام عام السنۃ رکھا۔ ابن عبد ربہ نے
کتاب العقد میں لکھا ہے کہ جب امام حسن ع
نے امیر معاویہ سے صلح کی تو اس سال کا نام
عام جماعت رکھا گیا پس اگر یہ نام رکھنے کی بنا
یہی ہے تو بہت بری ہے اور اگر یہ نام اہلسنت نے
اپنے اس دعوے کی وجہ سے رکھا ہے کہ وہ سنت
نبی کے پابند ہیں تو اس اختلاف و افتراق اور
سوء اخلاق کے ہوتے ہوئے یہ پابندی کہاں رہی

وما یقع بینہم من مساوی الاخلاق وسیاتے

فی تعداد حفاظ القران من الشیعۃ نقلا

عن کتاب الزینۃ لابی حاتم السجستانی

اول اسم ظہر فی الاسلام علی عہد رسول اللہ

ہو الشیعۃ وکان ھذا لقب اربعۃ من

الصحابہ ہم ابو ذر وسلمان الفارسی و

المقداد بن الاسود وعمار بن یاسر الی

اوان صفین فاشتہر بین موالی علی بن ابی طالب

اور جہاں ہم ابی حاتم سجستانی کی کتاب زینہ سے شیعہ حفاظ

قران کی تعداد نقل کرینگے تو اسمیں آئے گا کہ مذہب اسلام

پہلا نام جو عہد رسول میں ظاہر ہوا وہ شیعہ ہے اور یہ

اصحاب اربعہ ابو ذر۔ سلمان فارسی۔ مقداد۔ عمار

کا لقب تھا اور زمانہ جنگ صفین تک رہا اسکے بعد

محبان علی میں مشہور ہو گیا۔

عسہ کسی مقام پر حاشیہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ علی کا دعویٰ حسبنا کتاب اللہ لغو محض تھا اور نہ اسکے بعد اسکے پیرو اسکو

سکے بڑا مرتبہ بلکہ لاکھہ دفعہ دلائل قاطعہ سے انکے منسخ ثابت کر دیا گیا کہ شیعہ ہی قران کے سچے عامل اور اسپر حقیقی ایمان رکھنے والے ہیں

وہ قران کے لئے ہیں اور قران انکے لئے مگر یہ پھر بھی اس اعتراض سے باز نہیں آتے کہ شیعوں کا ایمان و عمل قران پر نہیں اسی سلسلہ میں خود یہ

سوالات ہو چکے ہیں کہ شیعہ کا ذکر قران میں نہیں لہذا شیعہ مذہب خلاف قران ہے اگرچہ یہ سوال کی فی کالت ظاہر ہے اور یہ سوال اس قابل

نہیں کہ کوئی اہمیت دیجائے لیکن اتنا مختصر عرض کر دینا بے محل ہوگا کہ شیعہ قران میں ایک بار نہیں کئی بار ہے اور مقام مدح میں ہے

اور سنی یا اہلسنت و جماعت کا ذکر قران میں کسی جگہ ہرگز نہیں نہ اس مذہب کا قران سے کوئی عملی ربط بلکہ شیعہ کے مقابل کو قران میں

"عدو" یعنی دشمن و معاند سے تعبیر کیا گیا ہے ملاحظہ ہو (۱) ھذا من شیعتہ وھذا من عدوہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی

من عدوہ فوکزہ موسیٰ فقضیٰ علیہ قال ھذا من عمل الشیطان انہ عدو مضل مبین ٥ یعنی جناب موسیٰ نے شہر میں داخل ہو کے

تو اسمیں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا ایک تو انکے شیعوں میں سے تھا اور ایک انکے دشمنوں میں سے جو انکے شیعوں میں سے تھا اسنے اس شخص کے برخلاف جو انکے

دشمنوں میں سے تھا انسے استغاثہ کیا پس موسیٰ نے اسکے ایک گھونسا مارا کہ اسکا خاتمہ ہو گیا فرمانے لگے کہ یہ جھگڑا تو شیطان کی کارروائی تھی

بیشک وہ کھلا ہوا دشمن اور بہکانیوالا ہے پارہ ۲۰ سورہ قصص رکوع ۵ (۲) وان من شیعتہ لابراھیم اور یقیناً ابراہیم بھی انہی کے

شیعوں میں سے تھا پارہ ۲۳ سورہ والصّٰفّٰت رکوع ۔ اب اگر وہ لوگ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اپنے مذہب کا صرف نام ہی قران میں دکھادیں ورنہ ہم

عسہ اگر ان چاروں حضرات کے ساتھ [illegible] انکا کمال ایمان اور شیعہ ہونا ملاحظہ فرمانا چاہتے ہو تو "دائرۃ الاشاعت" [illegible] ہوگا تو [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال الحبر الجلیل

التاسع فی کتاب الشیعۃ ابواب فی
آیات نزلت فی الائمۃ والشیعۃ وآیات
نزلت فی کفر ابی بکر وعمر وکفر من اتبعہما
ولا تزید علی ما ئتین ما رایکم الیوم فی
تنزیل ہذہ الآیات وفی تاویلہا علی
حسب ما فی کتب الشیعۃ وفی تنزیلہا تعجیز للہ وتجہیل للنبی والہ واعظم
طعن علی دین الائمۃ وادب آل محمد و
کیف تنجو ہذہ التاویلات من ان یکون
العوبۃ یلعب بہا من یستخف
بالکتاب والدین

العاشر وللکتب الشیعۃ فی حیلۃ
التقیۃ غرام قد شغفہا حبا حیلۃ
التقیۃ فکلما روی امام حدیثا یوافق
ما علیہ الامۃ او عمل امام عملا یشبہ
عمل الامۃ فان الشیعۃ تردہا علی انہا
حیلۃ علی انہا التقیۃ نحن نجل الائمۃ

نواں سوال

کتب شیعہ میں ایسے ابواب ہیں جنمیں ان آیات کا
ذکر ہے جو ائمہ اور مذہب شیعہ کی مدح میں اور ابوبکر و
عمر اور انکے تابعین کے کفر کے متعلق نازل ہوئیں
ہیں یہ آیتیں سو سے زیادہ ہیں۔ آج آپ حضرات (علمائے
نجف اشرف مدظلہم سے خطاب ہے) کی ان آیات کی تنزیل
اور جس عنوان سے انکی تاویلات کتب شیعہ میں مذکور ہیں
ان تاویلات کے متعلق کیا رائے ہے جبکہ انکی تنزیلات
میں خدا کو عاجز اور رسول کو جاہل ٹھیرانا اور دین ائمہ و
ادب آل محمد پر زبردست طعن ہے۔ اور یہ تاویلات
ان لوگوں کے کھیلنے کے لیے جو قرآن و مذہب کا استخفاف کرتے
ہیں کھلونا ہونیسے کیونکر بچ سکتے ہیں۔

دسواں سوال

شیعوں کی کتابوں سے شیعونکا حیلہ تقیہ پر عاشق ہونا ثابت
ہے اور حیلہ تقیہ نے شیعوں کو گرویدہ کر لیا ہے جب کسی امام
نے کوئی ایسی حدیث روایت کی ہے جو مسلک امت کے
موافق ہے یا کوئی ایسا عمل کیا ہے جو عمل امت کے مشابہ ہے
تو شیعہ اسے اس بنا پر رد کر دیتے ہیں کہ یہ حیلہ تقیہ ہے ہم امت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے کتاب عناصر الایمان مصنفہ مترجم منگا کر دیکھئے جسمیں انکے حالات پر استدلالی روشنی ڈالی گئی ہے

... کے ساتھ ہیں ۱۲ مترجم

ومن عزة الامام واعظم شرفه ان
يكون من الذين يبلغون رسالات
الله ويخشونه ولا يخشون احدا الا الله
ومن الذين يجاهدون في سبيل الله
ولا يخافون لومة لائم نعم التقية
في سبيل حفظ حياته وشرفه وفي
حفظ ماله في حماية حق من حقوقه
واجبة على كل احد اماما كان او غيره
اما التقية بالعبادة بان يعمل الامام
عملا لم يقصد به وجه الله وانما
اتاه وهما خوفا من سلطان جائر والتقية
بالتبليغ بان يسند الامام الى الشارع
فان مثل هذا التقية لا تقع ابدا
اصلا من امام له دين وهي تمتنع صدورها
من امام معصوم وحمل رواية الامام و
عبادة الامام على التقية طعن على عصمته
وطعن على دينه وكل رواية يرويها عدل
فهي اداء امانة وهي تبليغ وحملها على
التقية قول بان العدل قد افتراها
على الله وعلى الشارع وكاذبها الامة
وكل سامع وكل يعلم ان خلاف الرواية

کی بُری سمجھتے ہیں اور امام کی عزت اور بڑا شرف یہی کہ وہ
ان لوگوں میں سے ہو جو احکام خدا کو پہنچاتے ہیں اسی کو خوف
کرتے ہیں اور بجز اسکے کسی سے نہیں ڈرتے۔ خدا کی راہ میں
جہاد کرتے ہیں اور نہ کسی ملامت کرنوالے کی ملامت
سے نہیں ڈرتے البتہ حفاظت زندگی و شرف و مال
اور حمایت حقوق کے لئے ہر شخص پر تقیہ واجب ہے
خواہ امام ہو یا غیر امام۔ رہا عبادات میں اسطرح
تقیہ کرنا کہ امام کوئی ایسا عمل کرے جسمیں وہ قصد تقرب
خدا نکرے بلکہ اسکو سلطان جائر سے خوف کیوجہ
میں بجا لائے اور تبلیغ میں اسطرح تقیہ کرنا کہ امام
شارع کیطرف ایسا حکم منسوب کردے جو شارع کا
نہو ایسا تقیہ کسی دیندار امام سے صادر نہیں ہوسکتا
امام معصوم سے اسکا صادر ہونا ممتنع ہے۔ اور امام
کی روایت و عبادت کا تقیہ پر حمل کرنا اسکی عصمت
و دیانت میں طعن کرنا ہے۔ ہر وہ روایت جسے عادل
بیان کرتا ہے ادار امانت اور تبلیغ ہے اور اسکا تقیہ پر
حمل کرنا یہ کہنا ہے کہ اُسنے خدا اور رسول پر افترا کیا
اور امت نیز ہر سننے والے کو فریب دیا۔ ہر شخص
جانتا ہے کہ روایت کے خلاف سکوت ہی اور
ساکت ہر شے سے محفوظ ہے کبھی ایسا نہیں ہوا
کہ کسی بادشاہ جائر نے ساکت کا تعاقب کیا ہو

السكوت والساكت امن من كل شر
ولم يقع قط ان جاء اغاقب الساكت
فحمل الروايات على التقية تسفيه للراوي و
تبليه وعلى امير المؤمنين عليه وعلى
اولاده السلام كانوا محافظين على الصلاة و
مراعين الاوقات ويحضر الجماعات ويصلي المكتوبات
ويصلي صلوة الجمعة مقتديا خلف
الاول والثاني والثالث وغيرهم وكان يقصد
بها وجه الله فقط ولم يكن يصلي
صلوة الا تقربا وتقوى واداء ولم يكن
ينبغي لمثله ان يتقي بجميع عباداته احدا
غير الله ولم يكن يصلي صلوة الا بتقوى
وتقوى وحملها على التقية طعن في دينه
وطعن عظيم على فضله وكل امام بعده
اقتدى بابيه وجده في الامة والائمة
ولم يقع من امام الا تقوى ودين لم يكن
يقع حيلة وتقية

الحادي عشر في كتب الشيعة
(١) ان عليا امير المؤمنين طلق عائشة
فخرجت عن كونها ام المؤمنين
(٢) [illegible] على

لہذا روایات کو تقیہ پر حمل کرنا راوی کو بیوقوف اور احمق بنانا ہے
اور حضرت علی علیہ السلام نمازوں کی پابندی اور اوقات کا
لحاظ کرتے نماز جماعت میں آتے مستحب نمازیں
پڑھتے جمعہ کی نماز اول وثانی وثالث وغیرہ
کے پیچھے بجا لاتے اور یہ سب کام بوجہ اللہ کرتے
تھے جب نماز پڑھتے تقرب وتقوے واداء فرض
کے لئے پڑھتے تھے ایسے شخص کے لئے مناسب
نہیں کہ تمام عبادات میں سوائے خدا کے
کسی اور سے ڈرے اور نماز بغیر قصد تقرب
وتقوے پڑھے ان اعمال کا تقیہ پر حمل کرنا آپ کے
دین وفضل میں طعن عظیم کرنا ہے۔ آپکے بعد ہر امام نے
امت سے معاملات کرنے اور خلفاء وقت کی اقتدا کرنے
میں اپنے باپ دادے کا اتباع کیا۔ اور کسی امام سے
بجز تقوے ودین کوئی عمل صادر نہیں ہوا اور کبھی اس سے
حیلہ وتقیہ واقع نہیں ہوتا تھا۔

گیارہواں سوال

شیعوں کی کتابوں میں ہے (١) حضرت علی نے حضرت عائشہ کو طلاق
دیا اسلئے آپ ام المومنین نہ رہیں۔
(٢) جب امام ظاہر ہونگے تو حضرت عائشہ سے اپنی ماں

العایشہ انتقاما لامہ ابنۃ النبی
السیدۃ فاطمۃ علیہا وعلی ابیہا واولادہا
الصلوۃ والسلام

۳ وان القائم اذا ظہر یہدم مساجد
الاسلام منہا مسجد المدینۃ ویہدم
حجرۃ النبی وینبش قبر صاحبیہ ویخرجہما
وہما طریان ویصلبہما علی خشبۃ
ویحرقہما لان جمیع ما ارتکبہ البشر من
المظالم والجنایات والآثام من آدم
الی یوم القیمۃ منہما فاوزارہا علیہما
کل یعلم ان الادب والدین والائمۃ براء
من امثال ہذہ الاوہام ولیس من
حاجۃ الی ردہا وانما ینکر وجودہما فی
صحف الشیعۃ واستبعد تمام الاستبعاد
ان عالما کبیرا شیعیا یکتبہا فی کتابہ
ولا یجد من دینہ وادبہ وعقلہ و
ایمانہ وازعا یزعہ من امثال ہذہ الاباطیل
والکتب مشتملۃ ولم تتلوہا الشیعۃ
من غیر انکار ویلقیہا الخطیب فی المحافل
والجماعات یستمعہا استماع الاذکار فان
کان من الشر ما شر یستعاذ باللہ منہ

گرامی فاطمہ زہرا بنت رسول کا انتقام لینگے

(۳) جب آپ ظاہر ہونگے تو تمام مساجد اسلام یہانتک
کہ مسجد نبوی کو ڈھا دینگے حجرۂ نبی کو منہدم کرینگے شیخین کی
قبریں کھود ینگے انکو زندہ نکالینگے درانحالیکہ وہ تازہ
ہونگے انکو لکڑی پر سولی دینگے اور جلا دینگے اسلیئے کہ جو کچھ
حضرت آدم سے لیکر قیامت تک جسقدر مظالم
ومعاصی وآثام کئے یا کریگا ان سب کا گناہ انہیں دونوں
پر ہوگا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ادب دین اور ائمہ ایسے
اوہام سے بیزار ہیں اور انکی رد کی ضرورت نہیں انکا کتب
شیعہ میں پایا جانا نہایت درجہ قبیح ہے یہ بات بہت ہی
بعید معلوم ہوتی ہے کہ شیعوں کا بڑے سے بڑا عالم انکو اپنی
کتاب میں لکھتا ہے اور از روئے دین وادب و
عقل وایمان کسی ایسے مانع کو نہیں پاتا جو ان
اباطیل سے اسکو منع کرے جو کتابیں ان
مضامین پر مشتمل ہیں انکو شیعہ بے مانع پڑھتے
ہیں، خطیب انکو محفلوں میں بیان کرتا ہے
جماعتیں انکو مثل دیگر اذکار کے سنتی ہیں پس
اگر کوئی بڑے سے بڑا شر ہو سکتا ہے جس سے
خدا کی پناہ مانگی جائے تو وہ تعصب

ان اعظم شر هو التعصب المذهبي وشيطان التعصب المذهبي رأس الشياطين

الثاني عشر اعجبني دين الشيعة في تحريم كل شراب يسكر قليله وكثيره حرام حتى ان المضطر لا يشرب الخمر عند الاضطرار لانها قاتلة واستحسنت كل الاستحسان مذهب الشيعة الامامية في مسائل الطلاق و بعض ما قاله الشيعة في اصول المواريث ولم يعجبني فتاويهم في جزئيات مسائل الربا ووجدت ما طالعته من كتب الشيعة مقصرة في بيان مسائل الربا وكتب الشيعة وان ردت القول بالعول وانكرت على الائمة اعالة الفرائض الا انها لم تنج من اشكال ابن عباس والامام الباقر ان الذي احصى رمل عالج لم يجعل في مال نصفا وثلثين ولا نصفا ونصفا وثلثا ومثله فان ادخال النقص في المؤخر اخذ

مذہبی ہے اور تعصب مذہبی کا شیطان شیطانوں کا سردار ہے۔

بارہواں سوال

مجھے دین شیعہ کے اس مسئلہ پر بہت تعجب ہوا کہ نشہ آور شراب حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ یہاں تک کہ مجبور آدمی مجبوری کے وقت بھی شراب نہیں پی سکتا اسلئے کہ وہ اسکی قاتل ہے اور میں نے مسائل طلاق و بعض مسائل میراث میں مذہب شیعہ کو بہت اچھا پایا البتہ جزئیات مسائل ربا میں مجھے انکے مسائل نہیں پسند آئے اور جہانتک کتب شیعہ کا مطالعہ کیا مسائل ربا کے بیان میں انہیں ناقص پایا کتب شیعہ نے اگرچہ عول کو باطل اور امت پر فرائض کے بڑھانے کے متعلق اعتراض کیا ہے لیکن جو اشکال ابن عباس اور امام محمد باقر علیہ السلام نے وارد کیا ہے اس سے وہ چھوٹ نہیں سکی ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس نے تودہ ریگ کے ذروں کا شمار کر لیا ہے اس (خدا) نے ایک مال میں نہ ایک نصف اور دو ثلث قرار دیئے ہیں نہ دو نصف اور ایک ثلث اس اشکال سے کتب شیعہ نہیں چھوٹ سکیں اسلئے کہ جو وارث آخر میں رہجائے اسکو کم حصہ دیدینا عول کی

بقسم كبير من العول ولا يدفع اصل
الاشكال فان التسمية في الكتاب
باقية كما كانت مثلا في زوج وام واختين
فالزوج فرضه بتسمية القرآن النصف
والاختان لهما بتسمية القرآن الثلثان
والام لها في حكم القرآن الثلث
او السدس والسهام في تسمية القرآن
الكريم زائدة والنقص في جميع السهام
هو العول العادل او في سهم الاخر
فقط هو العول الجائر ضروري عند
الامة والشيعة والذي قسم المال
وسمى السهام هو الذي احصى رمل
عالج بل وجميع ذرات الكائنات
ويغلب على ظني ان القول بان لا عول
عند الشيعة قول ظاهري قيل بادي
الرأي عند بيان الاختلاف من دقائق المذهب
الامة فان العول هو النقص فان كان
النقص في جميع السهام بنسبة
متناسبة فهو العول العادل اخذت به الامة
وقد جاءت فطرتها على نصوص الكتاب واذا كان

بڑی قسم کو اختیار کرتا ہے اور اصل اشکال دور نہیں ہوتا
اسلئے کہ قرآن مجید میں فرائض مقرر ہیں مثلاً جبکہ
شوہر، ماں اور دو بہنیں ہوں تو بنا بر فریضہ قرآن
زوج کا حصہ نصف بہنوں کا دو ثلث اور ماں کا حاجب
ہونے کی صورت میں ثلث ورنہ سدس ہے پس یہاں
قرآن ہی میں فرائض زیادہ مقرر کئے گئے ہیں
اور کمی کا واقع ہونا سنی و شیعہ دونوں مذہبوں کی
بنا پر یکساں ضروری ہے۔ یا تو تمام سہام پر ہوگی
اسکو عول عادل کہتے ہیں (یعنی عول ہو مگر عدل کے ساتھ)
یا صرف اسپر ہوگی جو آخر میں رہجاے اسکو عول جائز
کہتے ہیں (یعنی یہ عول ظلم و جور کے ساتھ ہوا) یہ صورت بدیہی
ہے جسکو تمام امت اور شیعہ سب تقسیم میں لانے پر مجبور ہیں
اور جس نے مال کو تقسیم فرمایا ہے اور سہام مقرر کئے ہیں وہ
وہی (خدا) ہے جسنے تودہ ریگ کے بلکہ تمام کائنات کے
ذروں کا شمار کر لیا ہے۔ اور میرے ظن غالب کی بنا پر یہ کہنا کہ
شیعوں میں عول نہیں ایک ظاہری بات ہے جو اختلافات کے
بیان کرتے وقت مذہب امت کی رد میں یوں ہی سطحی طور پر کہدی
جاتی ہے اسلئے کہ عول نقص کو کہتے ہیں پس اگر وہ تمام سہام پر برابر
طریقہ سے ہوگا تو وہ عول عادل ہے جو امت کا طریقہ اور نصوص
کتاب پر مبنی ہیں اور اگر فقط اسپر نقص وارد ہوگا جو بعد

فهو القول الجائى اخذت به الشيعة و
خالفت به نصوص الكتاب والاشكال
الذى تحير فيه ابن عباس وافتحله الامام
الباقر ثابت راسخ ولا اريد اليوم كما اراد
ابن عباس في يومه ان ابتهل او اباهل
في المسئلة احدا وانما اريد ان تعلموني
ما علمتم في ازالة الاشكال ان شئتم فما
قول مجتهدي النجف الاشرف في اصل
الاشكال ودفعه

الثالث عشر كتب الشيعة اذا تعصب
على المسئلة فهي تجازف في الكلام وتتجاوز
الحد في التشديد مثل ما وردت في
البداء والمتعة والبراءة وتحريم المسح على
الخفين وكان الباقر والصادق
يبالغان في المتعة ويقولون من لم
يستحل متعتنا ولم يقل برجعتنا
فليس منا ويجعلها علماء الشيعة مشادة
اهل البيت وشعار الائمة ولا كلام في المتعة
وانما ارى ان المتعة كان من بقايا انكحة
الجاهلية ويمكن انها قد وقعت من

اور نصوص کتاب اسکے خلاف ہیں۔ اور وہ اشکال
جس میں ابن عباس متحیر ہوئے اور جسکو امام محمد باقرؑ نے
بھی وارد کیا بجنسہ موجود ہے جسطرح اسمیں ابن عباس
نے چاہا تھا میں آج یہ تو نہیں چاہتا کہ کسی سے
اس مسئلہ میں مباہلہ کروں لیکن یہ ضرور چاہتا ہوں کہ
ازراہ ہدایت جو کچھ آپ حضرات جانتے ہوں وہ مجھے
بھی بتا دیجیے علمائے نجف اشرف جواب دیں کہ اصل
اشکال اور اُسکے جواب میں اُنکا کیا قول ہے۔

تیرہواں سوال

کتب شیعہ جب کسی مسئلہ میں تعصب سے کام لیتی ہیں تو وہ بہت
لاف وگزاف استعمال کرتی اور تشدد میں حد سے بڑھ جاتی ہیں
مثلاً وہ مضامین جو انکے بداء، متعہ، برائت اور موزوں پر
مسح کرنے کے حرام ہونیکے متعلق مروی ہیں۔ امام محمد باقرؑ
وامام جعفر صادقؑ متعہ میں بہت مبالغہ فرماتے تھے اور
کہتے تھے کہ جو ہمارے متعہ کو حلال نہ سمجھے گا اور ہماری رجعت کا
قائل نہ ہوگا وہ ہم میں سے نہیں۔ شیعہ متعہ کو اہلبیت کا
شعار اور ائمہ کا مسلک قرار دیتے ہیں اور ہمارے ائمہ کو
متعہ میں کلام ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ متعہ ان نکاحوں میں
سے ایک نکاح ہے جو جاہلیت کے باقی رہ گئے تھے یہ

ويمكن ان الشارع قد اقرها في بعض
الاحوال من باب ما نزل فيها الا ما قد
سلف كما ثبت امر اتخاذ الاحكام شرعيا
باذن من الشارع وان ادعى مدع ان
المتعة كانت حلالا باذن الشارع فلتكن
ذلك قول لا باس فيها ولا كلام لنا اليوم
في ردها وانما كلامي الان في ان المتعة هل ثبتت
في القرآن ام لا كتب الشيعة تخبر ان المتعة
نزل فيها قول الله جل جلاله فما استمتعتم
به منهن فآتوهن اجورهن فريضة وارى
ان ادب البيان يابى وعربية هذه الجملة
المعجزة تابى ان تكون هذه الجملة الكريمة
قد نزلت فيها لان تركيب هذه الجملة
يفسد ونظم هذه الآية الكريمة يختل
لو قلنا انها نزلت في متعة النكاح اريد
ان استمع وان اقرأ افادات المجتهدين في النجف الاشرف
فيما قولكم ايها السادة في تنزيل هذه الجملة
الكريمة المعجزة المباركة

الرابع عشر حديث عرض النبي ارثه
لعمه سيدنا العباس وابن عمه علي امير المؤمنين
في الكافي [illegible] عرض النبي صلعم على العباس

اور اسکو شارع نے بعض حالات میں مقرر کیا ہو ان امور کی
طرح جنکے لیے قرآن میں الا ما قد سلف (یعنی جو کچھ گزر
رہ ہو چکا) آیا ہے بہر حال متعہ ایک تاریخی چیز ہے۔ حکم شرعی
جسکے متعلق اذن شارع بھی ہو۔ اور اگر کوئی مدعی یہ دعوے
کرے کہ متعہ بنا بر حکم شارع حلال تھا تو ہم کہتے ہیں کہ اچھا کوئی
حرج نہیں اور ہم اسکی رد میں کچھ نہیں کہتے لیکن کلام اسوقت
اس امر میں ہے کہ قرآن سے متعہ ثابت ہے یا نہیں کتب شیعہ ذکر
کرتی ہیں کہ متعہ کے متعلق یہ آیت آئی ہے کہ جب تم انمیں سے
کسی سے استمتاع کرو تو مقرر کی ہوئی اجرت انہیں دیدو
اور میں دیکھتا ہوں کہ ادب بیان اسکا انکار کرتا ہے اور اس
معجزنما جملہ کی عربیت اس سے منکر ہے کہ یہ متعہ کے متعلق
نازل ہوا اسلیئے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ آیہ مبارکہ متعہ کے
متعلق نازل ہوئی ہے تو اسکی ترکیب فاسد اور نظم خراب
ہوا جاتا ہے اسکے جواب میں میں مجتہدین نجف اشرف
کے افادات سننا اور پڑھنا چاہتا ہوں لہذا آپ
حضرات کا اس آیہ کریمہ معجزہ مبارکہ کی تنزیل میں کیا
قول ہے۔

چودہواں سوال

اصول کافی ج ۲ صفحہ ۳۳۲ میں یہ حدیث ہے کہ جناب رسالتمآب
نے اپنی میراث اپنے چچا حضرت عباس اور چچازاد بھائی

وعلیا قبل وفاته فقال لعمه العباس اتأخذ
تراث محمد وتقضی دینه وتنجز عداته
فرد العباس علیه وقال شیخ کثیر العیال
قلیل المال ثم قال النبی ساعطیها من
یاخذها بحقها وقال یا علی اتنجز عدات
محمد وتقضی دینه وتقبض تراثه
حدیث مهم جلیل لم اره فی غیر کتب الشیعة
عدته فاذا انه کنز اغنیا یستخرج منه
اصول ابواب الفقه حدیث عرض الارث
ان صح لکان له شان جلیل فان ذالک
یقلب اصول الارث فی الاسلام قلبا
یمکن ان یکون فیه صلاح وحکمة اجتماعیة
فان الارث عند الفقهاء خلافة فی الملک
والحقوق لیس فیها للمورث ولا للوارث
اختیار الوارث یکون خلیفة فی ملک المیت
وحقوقه قد عرض المورث او لا شاء الوارث
او ابی والارث نقل یتوقف علی ارادة
المورث انتقال لا یکون الا بقبول الوارث
فیه لاهل العلم وعلماء الحقوق اقوال و
انظار ولاجل ذالک اعد حدیث عرض

حضرت علی پر پیش کی جسکی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے اپنے چچا عباس
اور حضرت علی کو قبل وفات بلاکر حضرت عباس سے فرمایا کہ کیا آپ
میری میراث لینگے اور میرا قرض اور میرے وعدے پورے کرینگے حضرت
عباس نے منظور نہ فرمایا اور کہا کہ میں بڈھا کثیر العیال قلیل المال آدمی
ہوں پھر آپنے فرمایا کہ اب میں اسکو دونگا جو اُسے از روے استحقاق
لیگا اور کہا کہ ای علی کیا تم میرے وعدے پورے اور میرا قرض ادا کروگے
اور میری میراث لوگے یہ حدیث ایک مہتم بالشان و جلیل القدر حدیث
ہے جسکو میں نے شیعوں کے علاوہ کسی اور کی کتاب میں نہیں دیکھا
جب میں نے اسے دیکھا تو ایک بڑا خزانہ پایا جس سے فقہ کے بہت سے
اصول نکلتے ہیں اگر میراث پیش کرنے کی یہ حدیث صحیح ہو تو نہایت
عظیم الشان ہے باین معنی کہ یہ اسلام میں میراث کے اصول کے
اندر ایک انقلاب پیدا کرتی ہے جسمیں شیعوں کے نزدیک ہی کوئی
خوبی اور حکمت اجتماعیہ ہوگی اسلیئے کہ "ارث" فقہا کے
نزدیک ملک اور حقوق میں خلافت وجانشینی کو کہتے ہیں
جسمیں مورث و وارث کا کوئی اختیار نہیں وارث بہر حال ملک و
حقوق میں میت کا قائم مقام ہے خواہ مورث پیش کرے یا نہ کرے
اور وارث چاہے یا نہ چاہے اور یہ کہ ارث کا نقل و انتقال مورث
کے ارادہ اور وارث کے قبول کرنے پر موقوف ہے اسمیں
اہل علم اور علمار حقوق کے بہت سے اقوال و مباحث
ہیں۔ اسی لیئے میں رسول کے میراث پیش کرنے کی حدیث

لکان له شان جلیل الآن او یعتقد فساده
اضاع الحدیث عفیر عن ابیه عن جده
عن نوح صاحب السفینة التی استوت علی
الجودی ولا ارث للعصبة عند الشیعة
اما عند فقهاء الامة فان ابن العم لا یرث
عند وجود العم وحرمان الوارث لیس فی
اختیار المورث ما قولکم ایها الاساتذة السادة
فی حدیث العرض فی اصل الارث وکیف
یکون قول الشیعة فی التعصیب سیدنا
العباس کان غنیا وکان اعقل وارفع من
ان یعرض النبی بخلا او غفلة عن
عظیم الشرف وسیدنا العباس کان
اشرف قریش وانفذهم نظرا والنبی
کان یکرم العباس اکرام ابیه وکان العباس
للنبی اطوع اقرب بیته نعم کان العباس عمه لابیه
وکان سیدنا ابو طالب عمه لابیه وامه ولنا
ان تقدم اولاد سیدنا ابی طالب علی
عم النبی لا باس فیه بل هو الغالب لان سیدنا
ابا طالب قد قام مقام عبد الله

مضمون میں اور اگر وہ صحیح ہے تو نہایت جلیل الشان ہے لیکن
یہ کہ راوی نے بہت خراب کر دیا اسوجہ سے کہ اسکی روایت کو
جناب رسالتمآب سے گڑھ کے عفیر نامی کیطرف منسوب کیا ہے
کہ اسنے اپنے باپ سے، باپ نے اسکے دادا سے، دادا نے
حضرت نوح سے روایت کی ہے جنکی کشتی کوہ جودی پر جا کر
ٹھیری تھی الخ۔ شیعوں میں تعصیب کے ذریعہ سے میراث نہیں
اور ایک معنی سے اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں یعنی اسطرح اگر
بہت سے وارث ایک ہی سلسلہ کے ہوں کہ قریب کے ہوتے ہوئے
بعید میراث نہ پائیگا چنانچہ فقہاء امت کے نزدیک چچا کے
ہوتے ہوئے چچا کا بیٹا وارث نہیں ہو سکتا لیکن اگر مختلف ہوں
تو تعصیب میں کوئی ہرج نہیں لہذا اگر صرف ایک بیٹی
اور چچا ہو تو وہ بیٹی کے ساتھ شریک ہو جائیگا لہذا رسول کو
اختیار نہ تھا کہ میراث کو ان دونوں حضرات پر پیش کریں اور
عباس کو سیدہ عالم کا شریک نہ کریں بلکہ علی کو ہی دیدیں اسلیے
کہ وارث کو محروم کر دینا مورث کے اختیار میں نہیں اب
حضرات اساتذہ نجف کا رسول کے میراث پیش کرنے اور اصل
ارث میں کیا قول ہے شیعوں کا تعصیب میں جو کچھ کہا ہے وہ کیونکر
ثابت ہے ہمارے سردار حضرت عباس نہایت متمول بڑے عقلمند اور اس سے
بالا و برتر تھے کہ بخل یا ایسے بڑے شرف سے غفلت کی بنا پر ارشاد

عسہ ان تمام تنقیدات کے حل جوابات میں آئینگے ۱۲ مترجم عسہ تعصیب اصول کے خلاف ہے یعنی یہ کہ وارث کم ہوں اور ترکہ زائد ہو تو دو دو کے زائد کو
... والی کو تعلیم صحابہ ہمارے ہاں جسطرح عول باطل ہے اسیطرح تعصیب بھی ۱۲ مترجم

وبعد عبد المطلب فاولاده
اخوه للنبی هذا صحیح
هذا کاف وکلام کتب
الشیعه فی ام العباس
فیه شئ لا ارتضیه
وهذه قد عادت
لها عادة

رسول کو ہوتا دیکھے آپ قریش میں سب سے زیادہ شریف اور وسیع النظر تھے
آنحضرت آپکا باپ کیطرح اکرام کرتے تھے آپ آنحضرت کے اقارب میں سب سے
زیادہ آپکے مطیع تھے القب آپکے پدری چچا تھے اور ابو طالب آپکے حقیقی
چچا تھے اور ہمیں چاہیے کہ ابو طالب کی اولاد کو حضرت کے چچا پر مقدم کریں اسمیں
کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا ہی ہونا چاہیے اسلیے کہ حضرت ابو طالب حضرت
عبد المطلب کے بعد حضرت عبد اللہ کے قائم مقام ہوئے اور انکی اولاد جناب
رسالتمآب کے بھائی بہنوں کی جگہ ہے یہ بالکل درست کافی ہے اور کتب
شیعہ میں حضرت عباس کی ماں کے متعلق جو کچھ ہے وہ مجھے پسند نہیں
ایسی باتیں کتب شیعہ کی عادت ہیں۔

پندرہواں سوال

الخامس عشر کل یعلم وکلنا نعلم
ان البیوت الامویه والهاشمیه
والعباسیه کانت بینها ترا خو
ثارات وعداوات قدیمه وحدیثه
ولو تکن الا خصائص بدویه بید
قد کانت وضرت الاسلام ثم زالت
بزوال اهلیها ووقعت بها فقط
تلوریخ الاسلام امور منکره لم تقع
فی غیره ولیس فیها اثم ولا اثی لاهل
الاسلام ولا لاهل السنه لیس الاثم
الا لاهلها وهم البیت الاموی

ہر شخص جانتا ہے اور ہم بھی سب جانتے ہیں کہ خاندان بنی امیہ
خاندان بنی ہاشم۔ خاندان عباسیہ میں میراثی عداوت قدیم
وجدید جھگڑے، انتقام کے جذبے اور عداوتیں تھیں جو
صرف بدوی خاصے تھے بیشک تھے اور ان چیزوں نے
اسلام کو ضرر بھی پہنچایا لیکن جب یہ خاندان ختم ہوگئے
تو یہ چیزیں بھی جاتی رہیں اور صرف اسلامی نہ کہ غیر
اسلامی تاریخوں میں چند ناگوار افسانے رہ گئے جنکا
کوئی گناہ وا اثر نہ اہل اسلام کے لئے نہ اہل سنت کے
لئے جو کچھ گناہ تھا ان دو خاندان والوں یعنی بنی امیہ
و بنی عباس کے لئے تھا خدا قیامت میں انکا

يوم القيمة ولم يقع بين الصديق
والفاروق وبين علی خلاف فی الخلافة
ولم يقع بين هؤلاء الصحابة الكرام
الائمة الاجلاء عداء ابدا اصلا
نزع الله من صدورهم غلا كان فيها
وكل اية نزلت فی الثناء على الامة فهم
اول داخل فيها وكل ما فی كتب الشيعة
من اخبار العداء بين هؤلاء الائمة
وكلها موضوع بلسان الدعاة لو
ثبت لكان فيها نقص كبير للامام
امير المؤمنين علی ولاهل البيت كافة
وعامة الناس هم اولى الناس باهل البيت
والائمة والولاية الصادقة بالمعنى
الصحيح الذی يرتضيه اهل البيت
لا توجد اليوم الا عند اهل السنة
والجماعة عامتهم الائمة وليس الشان
كل الشان فی ولايتنا وحبنا لاهل البيت
اذ لا يوجد مؤمن يعادی اهل البيت
وانما الشان فيمن يحبهم اهل البيت
ولا ادری ان عليا واولاده الائمة

میں خلافت کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہوا اور ان
میں ہرگز اصلا کوئی عداوت تھی جو دشمنیاں ان کے دلوں
میں تھیں انکو خدا نے ان حضرات کے سینوں سے
نکال دیا تھا اور جو آیت امت کی تعریف میں اتری
اسمیں یہ حضرات سب سے پہلے داخل ہیں اور شیعوں کی
جو کچھ اس مضمون کی روایات وارد ہیں کہ ان حضرات
میں عداوت تھی وہ سب ان لوگوں کی زبانوں
کی بنائی ہوئی ہیں جو لوگوں کو اس عقیدے
کی دعوت دیتے تھے اگر وہ روایات ثابت ہوں
تو اُن میں حضرت علی اور تمام اہلبیت کی بڑی
منقصت ہے اور سچی ولایت و محبت الٰہی
صحیح معنی کے ساتھ جسکو اہلبیت پسند
کرتے ہیں اگر پائی جاتی ہے تو اہل سنت کے
یہاں پائی جاتی ہے جنمیں سے تمام ائمہ ہوئے ہیں
اور اگر ہم اہلبیت سے ولایت و محبت رکھتے ہیں تو کوئی
کمال نہیں اسلئے کہ کوئی مومن بھی معاند اہلبیت نہیں ہو سکتا
البتہ کمال تو اُن لوگوں کا ہے جن سے اہلبیت محبت کرتے ہیں
اور میں ہرگز یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حضرت علی اور
آپ کی اولاد میں سے دیگر ائمہ اور اہلبیت
اس شخص کو دوست رکھتے ہوں گے جو صدیق

الصديق والفاروق او يحبون
من يعادي العصر الاول و يلعن
العصر الاول وادى ان ليس اليوم
من فائدة للشيعة ولا لاهل
الاسلام في تكفير عامة الصحابة
في الطعن على الصديق والفاروق
واللعن والطعن على عايشة و حفصة
وهما اهل البيت بنص الكتاب و
هذا هو الطريق الوحيد لتوحيد
كلمة الاسلام اليوم ما قولكم ايها
الاساتذة السادة

السادس عشر يقول الباقر ان الامة
وان كان لها امانة وصدق و وفاء لا تكون
مؤمنة لانكارها الولاية وان الشيعة
وان لم يكن عندها شيء من الدين
لا عتب لها لانها تدين بولاية امام
عادل ما الفائدة في امثال هذه الكلمات
وفي اي كتاب يقول الله هذه الكلمات

السابع عشر ما النسئ الذي هو
زيادة في الكفر وهل كان له عند

عداوت رکھتا اور اُن پر لعنت بھیجتا ہے
میرے خیال میں اصحاب کو کافر کہنے،
صدیق و فاروق پر طعن کرنے اور عائشہ
و حفصہ پر جو بنص قرانی منجملہ اہلبیت
تھیں لعنت بھیجنے سے آج شیعوں یا دیگر
مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ان
باتوں کا ترک کرنا ہی آج اتحاد و اتفاق
اہل اسلام کا واحد ذریعہ ہے۔ آپ
حضرات کا اسمیں کیا قول ہے۔

سولہواں سوال

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عامۂ اہل اسلام میں
اگرچہ امانت و صداقت و وفا ہو لیکن وہ مومن نہیں ہو سکتے
اسلئے کہ ولایت علی ابن ابیطالب کے منکر ہیں اور
شیعوں میں اگر بالکل دیانت و مذہبیت نہو لیکن انمیں
کوئی حرج و قباحت نہیں اسلئے کہ امام عادل کی ولایت
رکھتے ہیں۔ ایسے کلمات سے کیا فائدہ اور خدا نے کونسی کتاب میں ایسے کلمات فرمائے ہیں

ستر ہواں سوال

وہ نسئی جو کفر میں زیادتی کا سبب ہے کیا ہے۔ کیا عرب کے

حساب السنين وسنو عمر النبي عدت
على وفاق نظام النسئ او كان للعرب
تقويم خال عن النسئ بد كان
بعد عمر الانسان قد ذكر في الوافي الكافي
الخامس في صفحه ٦٥ ان حساب
الشهور عند الائمه كان روميا ما جه
انما قال الائمه حساب الروم وشهورهم
وسنيهم وحساب العرب وتاريخ الهجره
كان عربيا

الثامن عشر حج النبي بعد الهجره
حجة واحدة ويقول الامام الباقر
والامام الصادق قد حج النبي بمكه
مع قومه حجات عشرين حجة كلها مستتر
لاجل النسئ وهل كان يحضر في
مواسم الحج مع الناس

التاسع عشر حج ابوبكر وعلى
امير المؤمنين مع الناس في السنة
التاسعة وتقول كتب الشيعة ان حج
السنة التاسعة كان في ذي القعدة في دور النسئ
وكيف يصح ذالك والكتاب سماه

تھا جس پر برسوں کا حساب چلتا تھا اور کیا برسوں کا
برسوں کا شمار نظام نسئی کے مطابق ہوتا تھا یا
پاس کوئی تقویم نسئی سے خالی تھی جس کے ذریعہ سے
انسان کی عمر شمار کی جاتی تھی۔ وافی کی
کتاب پنجم صفحہ ۶۵ میں ہے کہ ائمہ کے نزدیک مہینوں کا
شمار رومی حساب سے تھا ائمہ نے روم کا اور
مہینوں اور برسوں کا حساب کیوں اختیار
کیا تھا جبکہ عرب کا حساب اور ہجرت کی
تاریخ عربی تھی

اٹھارہواں سوال

ہجرت کے بعد جناب رسالتمآب نے ایک حج فرمایا اور امام
محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں
کہ آنحضرت نے مکہ میں اپنی جماعت کے ساتھ بیس حج نسئی
کی وجہ سے پوشیدہ طور سے کیے۔ آیا آنحضرت موسم حج میں
لوگوں کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے

انیسواں سوال

حضرت ابوبکر و حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب
نے سنہ ۹ھ میں لوگوں کے ساتھ حج کیا اور کتب شیعہ
کہتی ہیں کہ سنہ ۹ھ کا حج نسئی کی وجہ سے ذیقعدہ میں
ہوا تھا یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن میں اس

يفسرون لم ار بين علماء الشيعة
ولا بين اولاد الشيعة لا في العراق و
لا في ايران من يحفظ القرآن ولا من
يقيم تمام الاقامة بلسانه ولا من يعرف
وجوه القرآن اللغوية والادائية فما سبب
ذلك هل هذا اثر عقيدة الشيعة
في القرآن او انتظار الشيعة مصحف
علي الذي بيد القائم آل محمد في غيبته
واخف ما رايت للشيعة في القرآن
الكريم ان جميع ما بين الدفتين كلام
الله الا انه بعض ما نزل والباقي مما
نزل عند المستحفظ لم يضع منه
شيء وان قام القائم يقرءه الناس
كما انزله الله وكما جمعه علي امير المؤمنين
واخف ما في هذا الكلام من المفاسد
١ نسبة التقصير الى النبي في التبليغ
بلغه الى علي فقط فغاب ولو بلغه الى
الامة لما غاب ٢ اتهام الله باخلاف
وعده انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون
فان الله ما استحفظ احدا ولكن

بیسواں سوال

میں نے علماء شیعہ و اولاد شیعہ میں نہ عراق میں اور نہ ایران میں کوئی حافظ قرآن دیکھا اور نہ کوئی ایسا شخص جو اسکو کامل طریقہ پر پڑھ سکے اور اسکی وجوہ لغت و قرات کو جانتا ہو اسکا کیا سبب ہے کیا یہ شیعوں کے اس عقیدہ و انتظار کا نتیجہ ہے جو وہ قرآن کے متعلق رکھتے ہیں کہ علیحدہ قرآن قائم آل محمد کے پاس ہے شیعوں کا بہت معمولی عقیدہ جو میں قرآن کے متعلق دیکھتا ہوں وہ یہی ہے کہ جو کچھ یہ دو دفتیوں کے درمیان ہے کلام اللہ ہے لیکن یہ قرآن کا ایک جزو ہے باقی جو قرآن نازل ہوا تھا وہ قرآن کے حقیقی حافظ امام عصر کے پاس ہے اسمیں سے کوئی جزو ضائع نہیں ہوا جب امام قائم ظہور فرمائیں گے تو لوگ اسے اسیطرح پڑھیں گے جسطرح خداوند عالم نے نازل اور علی بن ابیطالب نے جمع کیا تھا۔ اور اس کلام میں جو کم سے کم مفاسد ہیں وہ یہ ہیں (۱) رسول اللہ کیطرف تبلیغ میں تقصیر کی نسبت کہ قرآن صرف حضرت علی کو ہی دیا جسکی وجہ سے وہ غائب ہو گیا اور اگر آپ تمام امت کو قرآن دیدیتے تو غائب نہ ہوتا (۲) خداوند عالم پر خلف وعدہ کا اتہام کہ وہ فرماتا ہے "ہم نے قرآن کو نازل فرمایا اور ہم اسکے نگران ہیں" جسکے معنی یہ ہیں کہ ... کسی کو حفاظت قرآن کا حکم نہیں دیا بلکہ وہ اپنے وعدے کے مطابق

العصر الاول بانه رد بعض ما نزل
وهو كفر ورد البعض ولو كان فاكفر
في عقيدة الائمة والتاريخ يعلم ان
الصحابة نسخت المصاحف مرتين ١ زمن
الصديق ٢ زمن عثمان وعلى كان
راس الكتبة زمن النسختين ولم
يقع لا بين كبار الصحابة ولا بين
صحابي وصحابي اختلاف وخلاف
في ابي المصاحف اصلا لم يكن الاختلاف
في وجوه الاداء وفي وجوه اللغوية
النحوية ومن كمال اهتمامهم في الحفظ
كان قد يقع بينهم الكلام اذا راو
الاختلاف في الوجوه الادائية واللغوية
والامام امير المؤمنين على مثل كثير
من سائر الصحابة كان يكتب لنفسه كل
اية عند نزولها وبهذا ومن هذا اجتمعت
عند ستة او سبعة من الصحابة سور و
ايات على ترتيب نزولها وكان هذا من الاهتمام
لا من الاختلاف

وما الذي كان يكتبه كتبة الوحي للنبي
بامر النبي وبتعليم النبي كان

خود حفاظت کرتا ہے (۳) عصر اول والوں پر اعتراض کرتا ہے
قرآن کا بہت سا حصہ ضائع کر دیا اور قرآن کے ایک جزو کو
ضائع کرنا بھی ائمہ کے عقیدہ کی بنا پر کفر ہے۔ تاریخ بتاتی ہے
کہ صحابہ نے قرآن کو دو مرتبہ لکھا (۱) زمانہ حضرت صدیق میں
(۲) زمانہ عثمان میں اور حضرت علی دونوں زمانوں میں
کاتبان قرآن کے سردار تھے نہ بڑے بڑے اصحاب میں اور
نہ دیگر صحابیوں میں معاملہ مصاحف کے متعلق کوئی اختلاف
نہیں ہوا جو کچھ اختلاف تھا وہ وجوہ قرأت اور لغویہ
میں تھا۔ اصحاب کا حفاظت قرآن میں بڑا اہتمام
یہ تھا کہ جب وجوہ لغت و قرأت کے متعلق اختلاف
دیکھتے تھے تو باہم بحث و تمحیص کرتے تھے اور
حضرت علی دوسرے اصحاب کی طرح ہر آیت کو
اپنے لیے اسکے نزول کے وقت ہی لکھ لیتے تھے
اسوجہ سے چھ یا سات اصحاب کے پاس
بہت سی سورتیں اور آیتیں اپنی ترتیب نزول
کے موافق جمع ہوگئی تھیں اور یہ جو کچھ ہے منجملہ
اہتمام ہے نہ منجملہ اختلاف۔

وہ کیا چیز ہے جسکو کاتبان وحی رسول کے حکم اور آپکی
تعلیم سے لکھتے تھے وہ قرآن کی آیتیں اور سورتیں

الذي رتبه على هذا الترتيب الذي
يوجد اليوم في المصاحف بايدينا و هذا
المصحف بهذا الترتيب نزل اعظم
قسم في القرآن الكريم فلا اقسم
بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون
عظيم انه لقرآن كريم في كتاب مكنون
لا يمسه الا المطهرون فتفضلوا
ايها الاساتذه السادة بالافادة
حتى يتحد الاسلام و تجتمع كلمة
المسلمين حول كتاب الله
المبين اقدم هذه المسائل
لاساتذة النجف الاشرف
بيد الاحترام باملى الاستفادة
بقلب سليم كله رغبة
في تاليف عالمي الاسلام
۱ عالم اهل السنة والجماعة
۲ عالم الشيعة الطائفة المحقة
الشيعة الاثنا عشرية كتبتها بالنجف
الاشرف سنه ۱۳۵۲ في ۲۳ من ذي القعدة
۱۹۳۵ فبرائر ۲۷ يوم الاربعاء

ہیں اسی ترتیب پر جو آج ہم قرآنوں میں دیکھتے
ہیں جو ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور اسی قرآن کے
متعلق مع اسکی اسی ترتیب کے اسمیں یہ قسم
عظیم نازل ہوئی ہے کہ قسم ہے ستاروں کے گرنے کی
جگہ کی اور اگر تم سمجھو تو یہ قسم بہت ہی بڑی ہے بیشک
نفع دینے والا قرآن پوشیدہ نوشتہ میں ہے الخ
آپ حضرات اساتذہ نجف اشرف ازراہ کرم
ان سوالات کے جوابات عطا فرمائیں تاکہ
اسلام متحد ہو جائے اور تمام مسلمان کتاب
خدا پر مجتمع - میں نہایت احترام کیساتھ
سچے دل سے اہلسنت و اہل تشیع میں
اتحاد و تالیف کی خواہش کرتے ہوئے
استفادہ کی امید پر یہ سوالات اساتذہ
نجف اشرف کے سامنے پیش کرتا ہوں -
نجف اشرف ۲۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۵۳ھ مطابق
۲۷ فروری سنہ ۱۹۳۵ء روز چہارشنبہ

موسی جار اللہ

اقول هذه الاسئلة الاثنى عشر
كما ترى بين تكرار متعدد كالاسئلة
السابقة الثمانية المشتملة على التكرار
ايضا وبين خطابة ووعظ وترغيب
الى رفض التشيع وبين اسئلة قابلة
لجولان النظر والفكر ونحن نقتصر
على الكلام فيما هو قابل لجولان النظر
وقد ذكرنا في جواب السؤال الثامن
ما يكون جوابا عن السؤالات المتكررة
ولا يلزم تعجيز الله ولا تجهيل النبي ولا
الطعن على ادب آل محمد ولا العوبة
يلعب بها من يستخف بالكتاب والدين
ولا ولا ولا حين كان جميع ما ذكر في
الجواب الثامن ماخوذا من صحاحكم و
مسانيدكم ومن تصريحات عظمائكم
كالنظام وابو جعفر النقيب والجاحظ
والغزالي والامام الرازي والتفتازاني
واما مسئلة التقية التي قد نسبتها
ايها المعبر الجليل الى كتب الشيعة
فنحن نعطيك الوثيقة بكل ما تتهمنا
على ان الشيعة لا يجوزونها الا فيما

جوابات

یہ بارہ سوالات ہیں جنمیں کچھ تو گذشتہ آٹھ سوالوں کی طرح
متعدد مکرر چیزیں ہیں کچھ شیعیت کو چھوڑ دینے کے متعلق
خطابت و وعظ و ترغیب اور کچھ سوالات نظر و فکر
کی قابل ہیں۔ ہم صرف اسی حصہ میں کلام کرتے ہیں
جو قابل نظر و فکر ہے۔ آٹھویں سوال کے جواب میں ہم
وہ چیزیں ذکر کر آئے ہیں جو ان سوالات کا جواب ہیں
جو سائل نے ان بارہ سوالات میں مکرر پیش کر دئے ہیں
یعنی ثابت کر آئے ہیں کہ نہ خدا کو عاجز اور نبی کو جاہل کہنا
لازم آتا ہے نہ ادب آل محمد پر طعن نہ قرآن و مذہب
کا استخفاف کرنیوالے کے لیئے تاویلات آیات قرآنی
کا کھلونا ہو جانا اور نہ کوئی دوسرا اعتراض۔
جبکہ وہ تمام چیزیں جو آٹھویں سوال کے جواب میں ذکر
کی گئیں آپ ہی صحاح و مسانید اور آپ ہی کے عظیم
الشان علماء مثلاً نظام ابو جعفر نقیب جاحظ
غزالی۔ امام رازی اور تفتازانی کی تصریحات
سے ماخوذ ہیں۔

تقیہ

رہا مسئلہ تقیہ جسکو آپ نے کتب شیعہ کیطرف منسوب
کیا ہے اسکے متعلق ہم آپ کو پورا پورا یقین دلاتے ہیں
کہ شیعہ بھی اسکو انہی مقامات پر جائز جانتے ہیں جہاں

تقولات نعم التقية في سبيل حفظ
حيوته وشرفه وفي حفظ ماله وفي حماية
حق من حقه وقد واجبة على كل احد
اماما كان او غيره الا ان الشيعة
تزيد موضعا آخر وهو حفظ حيوة
اصحابه وشرفهم وحفظ اموالهم ولا
يجوزونها في غير ما ذكرته الا انك غفلت
عن الفرق بين ما فيه التقية وما به
التقية وتوهمت انهما واحد وليس
كذلك فان ما فيه التقية ابدا هو
ما ذكرت من حفظ الحيوة والشرف
والمال وليس غيرها وما به التقية يحصل
يختلف حسب اختلاف المقامات
فتارة يحصل بالافتاء بما يفتى به
المفتون من اهل السنة والجماعة
وقد يحصل بالاقتداء بهم ويمكن
ان يحصل في بعض المقامات بالسكوت
وليس لك ان تعين له ان ما به التقية
هو السكوت لان الانسان على نفسه
بصيرة وقد ذكرنا سابقا ان الشيعة

آپ نے یہ کہکر جائز قرار دیا ہے کہ ہاں حفظ زندگی و شرف اور
حفظ مال اور حمایت حقوق میں تقیہ ہر شخص پر واجب ہے
خواہ امام ہو یا غیر امام البتہ شیعہ ایک جگہ اور تقیہ ضروری
جانتے ہیں اور وہ یہ کہ انسان پر اپنے اصحاب کی زندگی ان کے
شرف اور اموال کی حفاظت کے لئے بھی تقیہ واجب ہے
اسکے علاوہ بجز ان مقامات کے جو آپ نے بیان کئے ہیں
شیعہ کسی جگہ تقیہ جائز نہیں جانتے لیکن آپ نے اس سے غفلت
کی ہے کہ "تقیہ کہاں ہوتا ہے" اور "کیونکر ہوتا ہے" میں کیا فرق ہے
اور اس وہم میں مبتلا ہو گئے کہ یہ دونوں ایک چیز ہیں حالانکہ
ایسا نہیں ہے اسلئے کہ جن مقامات پر ہمیشہ تقیہ ہوتا ہے وہ تو وہی
ہیں جو آپ نے بیان کئے یعنی حفظ حیات و شرف و مال اسکے
علاوہ کچھ نہیں لیکن تقیہ کے طریقے حالات کے اعتبار سے
بدلتے رہتے ہیں کبھی تو تقیہ اسطرح ہوتا ہے کہ وہی فتوی دیا جائے
جو مفتیان اہلسنت دیتے ہیں کبھی اسطرح کہ انکے مطابق
عمل کیا جائے بعض مقامات پر بذریعہ خموشی اور آپکو یہ حق
نہیں ہے کہ طریقہ تقیہ کو صرف سکوت ہی میں محدود کریں
اسلئے کہ انسان اپنا حال آپ ہی خوب جانتا ہے اور ہم سابق
میں کہہ چکے ہیں کہ جب احادیث باہم متعارض ہوتی ہیں
تو شیعہ اس حدیث کو جو عامہ کے موافق ہو تقیہ پر حمل کرتے
ہیں اور ہر جگہ تقیہ کو جائز نہیں جانتے بالفاظ دیگر یوں
سمجھئے کہ [illegible] امام کیلئے تقیہ کو اسوقت جائز جانتے ہیں

للعامة على التقية ولا يجوزونها في كل
مقام وبعبارة اخرى نقول هٰهنا
ان الامامية انما يجوز التقية على الامام
فيما تكون عليه دلالة قاطعة توصل
الى العلم ويكون المكلف مزاح العلة
في تكليفه ذالك فاما ما لا يعرف الا
بقول الامام من الاحكام ولا يكون
على ذالك دليل الا من جهته فلا يجوز
عليه التقية فيه وهذا كما اذا تقدم
من النبي بيان شئ من الاشياء
الشرعية فانه يجوز منه ان لا يبين في
حال اخرى لامته ذالك الشئ اذا
اقتضته المصلحة الاترى الى ما روي
ان عمر بن الخطاب سئل عن الكلالة
فقال يكفيك اٰية الصيف انتهٰى

تفسير مجمع البيان في سورة الانعام
تفسير قوله تعالى واذا رأيت الذين

جبکہ مکلف کے لیئے حکم شرع پر کوئی دلیل قطعی ہو کہ جس کی
وجہ سے اسکو اصل حکم کا علم ہو (یعنی امام نے اول حکم
واقعی بیان کرکے حجت تمام کردی ہو) اور مکلف کو بہانے کا
موقعہ نہ رہے کہ میں نے اسوجہ سے حکم واقعی پر عمل نہ کیا کہ
امام نے بیان نہیں کیا تھا ورنہ اسکے خلاف صورت میں
یعنی جبکہ امام نے اول سے حکم بیان نہ کردیا ہو بلکہ
اسکے اسی بیان پر مکلف کا علم موقوف ہو تقیہ جائز نہیں
جسطرح کہ اگر نبی نے پہلے سے کوئی حکم شرعی بیان کیا ہو
تو اسکے لئے جائز ہے کہ کسی دوسرے وقت کسی مصلحت
کی بنا پر اسکو نہ بیان کرے آپ اس روایت کو
نہیں دیکھتے کہ حضرت عمر نے جناب رسالتمآب سے
کلالہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں
آیۂ صیفؔ کافی ہے (اور صریحا حکم نہ بیان فرمایا بلکہ اسکو
مجمل و پوشیدہ کردیا) ملاحظہ ہو تفسیر مجمع البیان سورۂ
انعام تفسیر آیۂ اذا رأیت الذین یخوضون الخ
(اس سے تقیہ کے متعلق شیعوں کا عقیدہ معلوم
ہوجائے گا۔

عہ جسطرح قرآن میں کچھ مکی آیات ہیں اور کچھ مدنی اسیطرح کچھ جاڑوں کی آیتیں ہیں اور کچھ گرمیوں کی جو
جاڑوں میں نازل ہوئیں وہ جاڑوں کی اور جو گرمیوں میں نازل ہوئیں وہ گرمیوں کی عربی میں جاڑے کو شتا کہتے ہیں
اسلئے جاڑوں کی آیات آیات الشتا کہلائیں اور گرمی کو صیف اسلئے گرمی کی آیات آیات الصیف جس آیت میں کلالہ کا
[illegible] تقیۃً مطلب کو سادہ فرمایا ۱۲ مترجم

يجب عليك ان تعلم ان التقية
المذكورة ليس يجب ان يكون من اهل
السنة من ملوكهم او قضاتهم او امرائهم حكامهم
بل يمكن ان تكون من كثير من الجاهلين
بمراتب الامام وعظم قدره عند الله
فانه لا يكون معهم من المعرفة مقدار
يمنعه من السعي الى دمه ولو باظهار
فتواه في مجلس لا يجوز له ان يظهره
فلان المعتقدين بامامته ليسوا معصومين
من الغلط ولا مامونا عليهم الخطاء
بل ليس مامونا عليهم العناد والارتداد
فليس بمستبعد ان تدعوهم دواعي
الشيطان الى الاغراء به والسعي عليه
طمعا في العاجلة وايثارا لها على الآجلة
كما دعت دواعي الشيطان امم الانبياء
الى الارتداد عن شرائعهم حتى غيرها
كثير منهم وبدلها اكثرهم وكما عاند قوم
موسى نبيهم وامامهم هرون وارتدوا
عن شريعته التي جاء بها هو واخوه موسى

پھر آپکو یہ جاننا ضروری ہے کہ تقیہ کا اہلسنت اور انکے
سلاطین وحکام و امراہی کے خوف سے ہونا لازم نہیں ہے
بلکہ ان لوگوں کے خوف سے بھی ہو سکتا ہے جو مراتب
امام اور عند اللہ اسکی قدر ومنزلت کو نہ جانتے ہوں
(اگرچہ امامت کے معتقد ہوں) اسلیے کہ انکو امام کی اتنی مقدار
معرفت نہیں ہوتی جو امام کی جان جانے میں سعی کرنے
سے مانع ہو اگرچہ (یہ تلف جان) ایسے مقام پر امام کا
فتویٰ بیان کر دینے سے ہی ہو جہاں اسکا بیان کر دینا
جائز نہو اسوجہ سے کہ معتقدین امامت معصوم ہی نہیں
ہوتے انسے خطا ہو سکتی ہے بلکہ اُنسے عناد وارتداد
بھی ممکن ہے لہذا بعید نہیں ہے کہ شیطانی وسوسے
دنیا کی طمع وخواہش اور آخرت کو پس پشت ڈالنے
کی بنا پر وہ انکے لوگوں کو ہلاکت امام کیطرف ترغیب
دینے اور اُسکے خلاف سعی کرنے کا سبب ہوں جسطرح کہ
انبیاء سابقین کی امتوں کے حق میں انکی شریعتوں
سے برگشتہ ہو جانے کا سبب ہوئے یہاں تک کہ
انمیں سے بہت سے لوگوں نے شریعتوں میں تغیر و
تبدل کر دیا اور جسطرح کہ قوم موسیٰ نے اپنے نبی اور اپنے
امام حضرت ہارون سے عناد کیا اس شریعت سے پھر گئے

هرون ونميد ولا فكروا في وعظه
وزجره وهذا ايضا يؤيد ما ذكرنا
في الجواب الثامن من ارتداد القوم
بعد وفات النبي صلعم على ما يستفاد
من احاديث انا فرطكم على الحوض
ومن حديث افتراق امتي على بضع و
سبعين فرقة كلها هالكة الا فرقة
واحدة وهي المتمسكة بعلي بن ابيطالب
كما في بعض احاديثكم او باهل البيت
كما هو مفاد مثل اهل بيتي مثل سفينة
نوح فمن ركبها نجى ومن تخلف عنها غرق
وهوى

سامری کا اتباع کیا۔ ہارون کے اوامر و نواہی کیطرف
ملتفت نہوئی آپ کے وعظ و نصیحت میں غور نہیں کیا اور
اسی سے ہمارے اس مضمون کی بھی تائید ہوتی ہے جو ہمنے
آٹھویں جواب میں نقل کیا ہے کہ امت رسول کے بعد مرتد
ہو گئی جیسا کہ حدیث حوض اور حدیث ستفترق امتی الخ
سے معلوم ہوتا ہے اور اس حدیث میں ایک ناجی فرقہ سے
وہ فرقہ مراد ہے جو حضرت علی سے تمسک رکھتا ہو جیسا کہ
آپکی بعض احادیث میں ہے یا اہلبیت سے تمسک رکھتا ہو جیسا
حدیث سفینہ سے مستفاد ہے اور وہ یہ ہے مثل اہلبیتی کمثل
سفینۃ نوح فمن رکبہا نجی ومن تخلف عنہا غرق و ہوی یعنی میرے اہلبیت
کی مثال سفینہ نوح کیطرح ہے کہ جو اسمیں سوار ہوا اسنے نجات پائی اور
جو اس سے پھر گیا وہ ڈوب گیا اور ہلاک ہوا۔ [عہ]

عہ سائل نے اپنے سوال ہی میں قریب قریب تقیہ کو تسلیم کر لیا ہے صرف بعض اعتبارات و جہات سے اعتراض کیا ہے
اسکا جناب مصنف مدظلہ نے مسکت جواب دیدیا ہے لیکن بعض دشمنان حق خصوصاً سنیان ہند تقیہ کے بالکل ہی
منکر اور وہ از راہ کذب تقیہ کو ہر مقام پر جھوٹ وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ تقیہ اپنے شرائط کے ساتھ ایک
فلسفہ اور زریں سیاست پر مبنی ہے اور از بسکہ یہ شیعوں کا شعار ہے اس سے شیعوں کے امام اول علی مرتضیٰ کی فلسفہ
دانی و سیاست شناسی پر خیرہ کن روشنی پڑتی ہے اسلیے دشمنان علی آنکھیں بند کر کے کذب و افترا پر کمر باندھ بیٹھے
ہیں لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ وہ صرف مخالف سیاست و شریعت ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے پہلے دشمن فطرت ثابت ہوتے ہیں اسلیے
کہ تقیہ کرنا ہر ذی روح کا فطری شعار ہے خوف کے وقت میں اپنے آپکو چھپانا دشمن کی زد سے بچانا زندگی کی تدبیر
اور حیلے اختیار کرنا کبھی کبھی مُردوں کی صورت بنا لینا تاکہ فوائد زندگی منقطع نہو جائیں لطف حیات تا حد کمال حاصل ہو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ومعاند سیاست و شریعت میں بلکہ مخالف ومعاند فطرت بھی ہیں اسیطرح محض علی و شیعیان علی اور سیاست
شریعت کے دشمن ہیں بلکہ اپنی جان کے دشمن بھی ہیں ملکرد: بظاہر اگرچہ زندہ کہے جاسکتے ہیں لیکن آثار زندگی سے معرّی
ہونیکی وجہ سے باطنا مردہ ہیں ورنہ اگر واقعی زندگی کے مالک ہوتے تو تقیہ ایسے سہل مسئلہ کو ضرور قبول کرلیتے انما یستجیب الذین یسمعون
والموتی یبعثہم اللہ ثم الیہ یرجعون وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو زندوں کیطرح سنتے ہیں اور مردوں کو خداوند عالم مبعوث کریگا
پھر وہ اسکے حضور میں لوٹائے جائینگے۔ اور چونکہ شریعت و سیاست موافق فطرت ہیں لہذا قرآن و سنت سے بھی اثبات و حقیت تقیہ پر متعدد
دلیلیں قائم ہوتی ہیں اور متواتر ثبوت ملتے ہیں کہ تقیہ انبیاء سابقین کی شریعتوں کا بھی مایہ ناز جز تھا اور شریعت محمدی کا بھی بے مثل
رکن بلکہ عادت الہیہ اور بحکم خدا معمول و شعار رسول و اہلبیت رسول و اصحاب رسول۔ ایسے مسئلہ کے متعلق جو مستقل تصنیف کا محتاج ہو
حاشیہ پر چند جملے لکھنے سے حسرت تو نہیں نکل سکتی لیکن بطور اختصار چند ایسی دلیلیں نقل کیجاتی ہیں جنکے بعد کوئی منصف کم سے کم
دل سے تو تقیہ کا انکار کر ہی نہیں سکتا اور اگر اہلسنت کی تمام دنیا بھی انکو باطل کرنا چاہے تو نہیں کرسکتی زمانہ جناب موسیٰ میں خاندان
فرعون کے ایک شخص حزقیل نامی اپنے ایمان کو چھپاتے اور تقیہ کرتے تھے انکو خداوند عالم نے مومن کہا ہے اور جسکو زبان قدرت کہدے اس سے
یقینا اسکے بندوں کو ایمان و حفظ ایمان کا سبق لینا چاہیے جسطرح کہ ان لوگوں سے نفاق کا سبق حاصل کیا گیا جنکو خدا نے
قرآن میں منافق کہا ہے افسوس کہ شیطانی سبق تو بڑی دیدہ دلیری سے حاصل کیے جاتے ہیں اور رحمانی سبق حاصل کرنیکی توفیق
نہیں ہوتی سچ ہے یہ توفیق تو حق پرستوں اور ایمان والوں ہی کے شامل حال ہے غرض اس تقیہ کرنیوالے کو خداوند عالم نے مومن فرمایا اور
اسکی تبلیغ دین، خدمت حق، اقوال و افعال اور پند و نصائح کی یہ عظمت و وقعت کی کہ قرآن کے اندر انہیں مقام مدح میں جگہ دی ملاحظہ
پارہ ۲۴ رکوع ۹ و ۱۰ کی آیات مع تفسیر فریقین یہ تو نجات آخرت کی دلیل ہوئی اور دنیا میں اسکو یہ پھل دیا کہ تمام فرعونیوں کو ہلاک کیا
اور اسے نجات دی یعنی تقیہ دونوں جہاں کی رستگاری کا سبب ہے۔ اسکے علاوہ پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۱۱ میں ارشاد خداوند عالم ہے
لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا
منہم تقٰۃ یعنی مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کریگا اس سے اور خدا سے کوئی واسطہ نہیں لیکن یہ کہ تم انسے کسی
قسم کا خوف رکھتے ہو اور قرآن کو ماننے والوں کے لئے یہ تقیہ کی ایک ناطق دلیل ہے جسکے متعلق تفاسیر فریقین شاہد ہیں اسکے بعد پارہ ۱۴ سورہ
نحل رکوع ۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہو دل کھولکر کفر کرتے ہیں لیکن اگر بصورت مجبوری و اکراہ خلاف ایمان اظہار کیا جائے اور دل میں ایمان
ہو تو اسمیں کوئی قباحت نہیں یہی تقیہ ہے اس سے بڑھکر دلیل اور کیا ہو سکتی ہے تقیہ پر اعتراض کرنیوالے ذرا آنکھیں کھولکر اس آیت کی
تفسیر فریقین کی کتابوں میں دیکھ لیں اور پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر اعتراض کے وزن کو جانچیں یہ تو قرانی دلائل ہیں جو چند پیش
نقل کیگئیں ہیں سنت رسول و اہلبیت رسول و اصحاب رسول اسکے لئے بہت سی اہلسنت کی احادیث و روایات شاہد ہیں جنہیں ہم
تحقیق مقامات ضرورت بیدھڑک پیش کر کے مخالفین تقیہ کو محجوج کرتے رہتے ہیں لیکن بنظر اختصار یہاں پر ایک حجت نقل کیجاتی ہے
جو عالی ناظرین کے نزدیک نئی بھی ہو اور پسند خاطر بھی شب ہجرت کے واقعات کو ملاحظہ فرمائیے۔ جبرئیل نے بحکم خدا رسول کو کفار کے
کی خبر دی اور حکم خدا سنایا کہ آپ باہر تشریف لیجائیں اور علی کو اپنے بستر پر سلائیں۔ آپنے تعمیل حکم کی۔ علی کو بستر پر سلایا اور
چادر میں چھپایا۔ چلتے ہوئے کفار کے منہ پر کنکریاں ماریں جس سے انکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور آنحضرت نظر نہ آئے۔ غار میں پہنچے۔ مکڑی کو
حکم خدا ہوا کہ غار کے منہ پر جالا تن دے۔ کبوتری کو القا ہوا کہ انڈے دے اور ایک ببول کا درخت بھی اگا دیا گیا ان سب باتوں کا
مطلب یقیناً یہ تھا کہ جب کفار بستر کو دیکھیں تو چادر میں سونیوالے کو دیکھکر سمجھیں کہ رسول سو رہے ہیں اور جب غار پر جائیں تو
نہ سمجھیں کہ یہاں رسول ہیں بلکہ یہ رائے قائم کریں کہ اگر آنحضرت اسمیں داخل ہوتے تو جالا ٹوٹ جاتا انڈے سلامت نہ رہتے اور ببول
کا درخت نہوتا اور یہ سب وہ واقعات ہیں جنہیں ہر ایک کو فریقین کی ہر اس کتاب نے قطعی طور پر تسلیم کرتے ہوئے بیان کیا ہے جس نے
واقعہ ہجرت کا تذکرہ کیا ہے اور انکا انکار کرنا نہ صرف اپنی کتابوں کا انکار بلکہ صریحی طور پر اپنے ائمہ مذہب و علمائے طریقت کی تکذیب
ہے اب معترضین انصاف سے جواب دیں کہ خدا کے حکم سے رسول کا اپنے بستر پر علی کو سلانا یعنی کفار کو خلاف واقع یہ وہم دلانا کہ
بستر پر خود رسول آرام کر رہے ہیں رسول کا کفار کے منہ پر کنکریاں پھینکنا ایسا فعل جسکے متعلق ارشاد خداوند عالم ہے وما رمیت
اذ رمیت ولکن اللہ رمی (اے رسول کنکریاں تمنے نہیں بلکہ خدا نے پھینکی تھیں یعنی کفار کو خلاف واقع یہ یقین دلانا
کہ میں کہیں باہر نہیں جا رہا ہوں۔ مکڑی کو حکم خدا ہونا کہ غار کے منہ پر جالا تن دے۔ کبوتری کو القا ہونا کہ انڈے دے
اور ببول کا درخت اگا دینا یعنی خداوند عالم کا اپنے انتظامات سے کفار کو خلاف حقیقت اس غلط فہمی میں مبتلا کرنا کہ غار میں
رسول نہیں ہیں اگر یہ سب باتیں تقیہ نہیں ہیں تو اور کیا ہیں اثبات تقیہ کی یہ وہ زبردست دلیلیں ہیں جنکی رد کسی تو کیا
ممکن نہیں کسی کی مجال نہیں کہ ان حالات کو بجز تقیہ کے کچھ اور کہہ سکے خدا و رسول نے شب ہجرت کے ان انتظامات سے پورے
(باقی حاشیہ برصفحہ آیندہ)

ومما مسئلہ ان علیا امیر المومنین

طلق عائشہ فخرجت عن کونہا ام المومنین

لعلہا ماخوذۃ من کتب اہل السنۃ

والجماعۃ اذ رایت ہذہ القضیۃ فی تاریخ

اعثم الکوفی مبنیۃ من لسان عائشہ

حیث یقول انہ بعد ما زجرت عائشہ

ابن عباس وصکت جبہتہ بکلام

خشن اذا رسل علیؑ عندہا الامام

الحسن بعد اطفاء نائرۃ

الحرب فارسل علی الحسن ابنہ الیہا

وتکلم معہا بکلام مجمل مبہم فہی مع

انہا ترجل لمتہا فما اتمہا قامت و

تہیات للرجوع الی المدینۃ فسئلتہا ائمۃ

من المہالبہ لم اذعجت من کلام ہذہ

الصبی بعد ان نہرت ابن عباس

بکلام خشن فقال انہ ذکرنی ما جعلہ

رسول اللہ بیدہ وہو طلاقی فلا بد

طلاق حضرت عائشہ

لیکن یہ مسئلہ کہ حضرت علی نے حضرت عائشہ کو طلاق دیدیا تھا

اور وہ ام المومنین نہ رہی تھیں یہ اہلسنت ہی کی کتابوں سے

ماخوذ ہے اسلیے کہ میں نے اس قضیہ کو تاریخ اعثم کوفی میں حضرت

عائشہ کی زبانی مندرج دیکھا ہے جہاں اعثم کوفی کہتے ہیں

کہ آتش جنگ کو فرو کردینے کے بعد حضرت علی نے عائشہ کے

پاس ابن عباس کو یہ پیام دیکر بھیجا کہ وہ مدینہ روانہ ہوجائیں

اسپر حضرت عائشہ نے ابن عباس کو جھڑک دیا انکو جواب

سخت دیکر انکی بات کو رد کردیا تب حضرت علی نے امام

حسن علیہ السلام کو بھیجا آپ نے ان سے ایک مجمل و مبہم گفتگو کی

باوجودیکہ وہ اسوقت اپنے بالوں میں کنگھی کررہی تھیں مگر

اسکو سنتے ہی کنگھی چھوڑ کر کھڑی ہوگئیں اور مدینہ جانے کیلیے

لئے تیار - بنی مہلب کی ایک عورت نے پوچھا کہ اس لڑکے

کے کلام سے تم اسقدر بیچین و متاثر کیوں ہوگئیں حالانکہ

ابن عباس کو سخت و سست کہکر جھڑک چکی تھیں آپنے

کہا کہ اس نے مجھکو وہ امر یاد دلایا جو رسول اللہ نے

حضرت علی کے قبضہ میں دیدیا تھا یعنی مجھے طلاق دیدینا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قانون ہے پس جبکہ خدا و رسول و علی ابن ابیطالب نے عمل کیا شاید جناب ختمی مرتبت کا حضرت ابوبکر کو ساتھ لے لینے

سے یہی مطلب ہو کہ یہ بھی ہمارے تقیہ کے شاہد رہیں اور اب اثبات تقیہ کے لیے اسقدر کثیر شہادتیں فراہم ہوگئیں کہ کفار چاہیں تو

کفار قریش سے منافق چاہیں تو حضرت ابوبکر سے اور مومن چاہیں تو خدا و رسول و علی سے پوچھ لیں کہ تقیہ عادت انبیاء اور معمول

لی من امتثال امرہ والخروج الی المدینۃ

واما انا اقول انہما لما خرجت علی امام زمانہم واوجبت قتالہ وصارت سببا لقتل الوف من المومنین فکیف حینئذ انہم اذکر یا ایہا الحبر الجلیل قصۃ مالک بن نویرۃ وقتل خالد لہ وجمعہ مع زوجتہ مالک لیلۃ قتلہ

لہٰذا مجھے انکا حکم ماننا اور مدینہ چلا جانا ضروری ہے۔

لیکن مولانا! میں (اس سے قطع نظر کرتے ہوئے) کہتا ہوں کہ انہوں نے امام زمانہ پر خروج کیا اس سے جدال و قتال کو واجب قرار دیا ہزاروں مومنین کے قتل کا سبب بنیں لہٰذا ام المومنین کیونکر ہو سکتی ہیں۔ مالک بن نویرہ کے قصہ کو اور خالد کے مالک کو قتل کرنے اور انکے قتل کی رات میں انکی زوجہ کے ساتھ بدسلوکی کرنے کو یاد کیجئے۔

واما مسئلۃ اقامۃ الحد علی عائشۃ فلا یکون مستبعدا الا من حیث مسئلۃ الرجعۃ ونحن نثبتہا فیما بعد انشاء اللہ تعالیٰ

رہا یہ مسئلہ کہ قائم آل محمد حضرت عائشہ پر حد جاری کرینگے اسمیں جو کچھ اشکال ہو سکتا ہے وہ مسئلہ رجعت کے اعتبار سے ہو سکتا ہے اسکو ہم عنقریب انشاء اللہ ثابت کرینگے۔

واما مسئلۃ ہدم المساجد فالذی یقولہ الشیعۃ ہو انہ یہدمہا ویرجعہا الی مقدار ارتفاع حائط مسجد النبی الذی کان مقدار قامۃ لا انہ یہدمہا ویجعلہا غیر مسجد وقد روی ان النبی صلعم ما رضی بتسقیف مسجدہ وقال لا عریش کعریش موسیٰ انما رضی بان یظلل بالسعف

واما مسئلۃ نبش قبر صاحبی رسول

اور آنحضرت کے مساجد کو ڈھا دینے کے متعلق شیعہ یہ کہتے ہیں کہ آپ انکو منہدم کر دینگے اور پھر سب کو مسجد نبی کی دیوار کی برابر کر دینگے جو قد آدم کی برابر تھی نہ یہ کہ آپ انکو ڈھا کر مسجد نہ رکھینگے بلکہ کچھ اور بنا دینگے اور روایت میں وارد ہے کہ جناب رسالتمآب نے اپنی مسجد کیلئے مسقف کرنیکو پسند نہیں فرمایا اور کہا کہ یہ ٹھیک نہیں میری مسجد حضرت موسیٰ کے خس پوش جھونپڑے کیطرح ہے اور آپنے کھجور کی ٹہنیوں کا سائبان پسند فرمایا۔

شیخین کی قبریں

[illegible] تشریف لائینگے تو شیخین کی

فخشيته واحرقهما لان جميع ما
ارتكبه البشر من المظالم والجنايات
والاثام من آدم الى يوم القيمة منهما
فاوزارهما عليهما فمسئلة عويصة
جدا وليس عندى شيء يدفع هذا
الاشكال وقد صح من ائمتنا ان
احاديثنا صعب مستصعب
الا ان المذاهب الاربعة باجمعهم رووا
ان ابابكر وعمر خالفا رسول الله فى
ازالة الضلالة عن امته وان
مخالفتهما كان سبب هلاك من
هلك وضل من المسلمين قد
روى الشيخ الحافظ محمد بن موسى
الشيرازى فى كتابه الذى استخرج
من التفاسير الاثنى عشر كتفسير ابى
يوسف يعقوب بن سفيان وتفسير
ابن جريح وتفسير وكيع بن جراح وتفسير
يوسف بن موسى القطان وتفسير قتادة
وتفسير ابى عبيدة قاسم بن سلام
وتفسير على بن حرب الطائى وتفسير

قبریں کھود کر انہیں نکالینگے حالانکہ وہ زندہ وتازہ ہونگے
پھر انکو لکڑی کے اوپر دار پر کھینچیں گے اور جلا ڈالیں گے اسلئے کہ
بندگان خدا نے حضرت آدم سے لیکر تا قیامت جتنے گناہ اور
مظالم کئے اور کرینگے سب کا بار انہی کی گردن پر ہے یہ مسئلہ بہت
مشکل ہے ہمارے ائمہ نے سچ فرمایا ہے کہ ہماری احادیث بہت
دشوار ہیں اسکا جواب میرے پاس سوائے اسکے کچھ نہیں
کہ آپ کے چاروں مذہبوں نے بالاجماع روایت کی ہے
کہ جناب رسالتمآب امت کو ضلالت سے بچانا چاہتے تھے
لیکن شیخین نے آپکی مخالفت کی اور انکی مخالفت اُن
تمام لوگوں کی ہلاکت وضلالت کا سبب ہوئی جو
مسلمانوں میں سے ہلاک و گمراہ ہوئے۔

چنانچہ شیخ حافظ محمد بن موسیٰ شیرازی نے اپنی اس
کتاب میں جسکو انہوں نے تفسیر ابو یوسف،
تفسیر ابن جریح۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان۔ تفسیر وکیع
ابن جراح۔ تفسیر یوسف بن موسیٰ۔ تفسیر قتادہ
تفسیر ابی عبیدہ۔ تفسیر علی طائی۔ تفسیر بصری
تفسیر مجاہد۔ تفسیر مقاتل بن حیان اور
تفسیر ابی صالح السبی علماء اہلسنت کی بارہ
مستند تفسیروں سے اخذ کیا ہے۔ ایک روایت
نقل کی ہے اور یہی وہ روایت ہے جسکا ہم

بن حیان و تفسیر ابی صالح کلہم
من اهل السنة والجماعة وهذه هی
الروایة التی قد وعدناک سابقا
فانه سند کوها وهی صریحة فی ان الفرقة
الناجیة هی المتمسکة بعلی ابن ابیطالب علیه السلام
والباقون فی النار فتبصر - قال حدثنا
محمد بن الحسین بمکة حدثنا ابو شعیب
الحرانی حدثنا الحسن بن عبد الله البابلی
عن سلمة بن وردان عن انس بن
مالک قال کنا جلوسا عند النبی صلی
الله علیه وآله وسلم فذکرنا رجلا
یصلی ویصوم ویتصدق ویزکی
فقال لنا رسول الله لا اعرفه فقلنا
یا رسول الله انه یعبد الله ویسبحه
ویقدسه فقال لا اعرفه فبینما نحن فی
ذکر الرجل اذ طلع علینا فقلنا هو
هذا فنظر الیه رسول الله فقال
لابی بکر خذ سیفی هذا وامض
الی هذا الرجل فاضرب عنقه فانه
اول من یاتی فی حزب الشیطان
فدخل ابو بکر المسجد فرآه راکعا

آپ سے سابق میں وعدہ کر آئے ہیں اور اس امر پر
صریحاً دلالت کرتی ہے کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے
جو علی کا پیرو ہے باقی سب جہنمی ہیں آپ اسکو
چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمائے۔

شیخ مذکور (کتاب مذکور میں) لکھتے ہیں کہ انس
بن مالک کہتے ہیں ہم جناب رسالتماب کی خدمت
میں بیٹھے ہوئے ایک ایسے شخص کا ذکر کر رہے تھے
جو نماز پڑھتا۔ روزے رکھتا۔ صدقہ زکوٰۃ
دیتا تھا آنحضرت نے فرمایا میں اُسے نہیں
پہچانتا ہم نے عرض کیا یا حضرت وہ خداوند
عالم کی عبادت و تسبیح و تقدیس کرتا ہے فرمایا
میں نہیں پہچانتا اسی اثنا میں وہ شخص آگیا
ہم نے کہا یا حضرت وہ یہ ہے آنحضرت نے اسکو
دیکھا اور ابوبکر سے کہا کہ یہ میری تلوار لو اور
جاکر اس شخص کو قتل کر آؤ اسلئے کہ یہ سب سے پہلے گروہ
شیطان میں آئے گا (وہ شخص مسجد میں جاکر مشغول
نماز ہو گیا تھا) حضرت ابوبکر مسجد میں پہنچے تو اُسکو
رکوع میں پایا کہنے لگے کہ بخدا میں اسے قتل نہ کرونگا
رسول اللہ نے ہمیں نماز پڑھنے والونکو قتل کرنے سے منع
فرمایا ہے وہاں سے واپس آئے اور حضرت سے عرض کیا

فقال واللہ لا اقتلہ فان رسول اللہ
نہانا عن قتل المصلین فرجع ابو بکر
فقال یا رسول اللہ انی رأیت الرجل
راکعا وانت نہیتنا عن قتل المصلین
فقال رسول اللہ اجلس فلست
بصاحبہ قم یا عمر وخذ سیفی من ابی بکر
وادخل المسجد فاضرب عنقہ قال
عمر فاخذت السیف من ید ابی بکر
ودخلت المسجد فرایت الرجل ساجدا
فقلت واللہ لا اقتلہ فقد استامنہ
من ھو خیر منی فرجعت الی رسول
اللہ فقلت یا رسول اللہ انی رایت الرجل
ساجدا فقال یا عمر اجلس فلست
بصاحبہ قم یا علی فانک انت قاتلہ ان
وجدتہ فاقتلہ فانک ان قتلتہ لم یقع
بین امتی اختلاف ابدا قال علی فاخذت
السیف ودخلت المسجد فلم ارہ فرجعت
الی رسول اللہ فقلت یا رسول اللہ
ما رایتہ فقال یا ابا الحسن ان امۃ موسی
افترقت علی احدی وسبعین فرقۃ فرقۃ
عیسی

کہ میں نے اسکو رکوع میں پایا اور آپ نے ہم کو نماز
پڑھنے والوں کے قتل سے منع فرمایا ہے حضرت
نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم اس قابل نہیں۔ ای عمر
تم اٹھو اور ابو بکر سے میری تلوار لیکر مسجد میں جاؤ
اور اس شخص کو قتل کرو حضرت فاروق کہتے
ہیں کہ میں نے ابو بکر کے ہاتھ سے تلوار لے لی اور
مسجد میں گیا تو اسکو سجدے میں دیکھا
میں نے کہا کہ میں اسکو قتل نہ کرونگا اسلیئے کہ
مجھ سے بہتر (ابو بکر) نے اسکو قتل نہیں کیا
پس میں جناب رسالت مآب کی خدمت میں واپس
آیا اور عرض کیا کہ یا حضرت میں نے اسکو سجدہ میں
پایا فرمایا بیٹھو تم بھی اسکے اہل نہیں۔ ای علی تم اٹھو
تم ہی اسکے قتل کرنے والے ہو اگر تم اسے پاؤ تو
قتل کردو اگر تم اسکو قتل کردوگے تو میری امت
میں کبھی اختلاف نہو گا حضرت علی فرماتے ہیں کہ
میں تلوار لیکر مسجد میں گیا مگر اسکو وہاں نہ پایا
خدمت رسول میں آکر گذارش کی کہ یا حضرت وہ مجھے
نہیں ملا فرمایا کہ ای ابو الحسن امت موسیٰ کے اکہتر
فرقے ہوگئے تھے جن میں سے ایک ناجی تھا باقی ناری
امت عیسیٰ کے بہتر فرقے ہوگئے تھے جن میں سے
ایک ناجی تھا باقی ناری میں نے عرض کی کہ یا حضرت

افترقت علی اثنین و سبعین فرقة
فرقة ناجية والباقون فی النار وان
امتی ستفترق علی ثلاث وسبعين
فرقة فرقة ناجية والباقون فی النار
فقلت یا رسول الله فما الناجية فقال
المتمسك بما انت واصحابك فانزل
الله فی ذالك الرجل ثانی عطفه ليضل
عن سبيل الله يقول هذا اول من
يظهر من اصحاب البدع والضلالات

ناجی فرقہ کونسا ہوگا فرمایا جو تمہارا اور تمہارے
اصحاب کا پیرو ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ رب
اسکے بارے میں خداوند عالم نے آیہ ثانی عطفہ
نازل فرمائی یعنی وہ نرا متکبر ہے جسکی غرض یہ ہے
کہ لوگوں کو راہ خدا سے بھٹکائے آنحضرت
فرماتے ہیں کہ یہ پہلا وہ شخص ہے جو اہل بدعت
و ضلالت میں سے ظاہر ہوگا۔

قال ابن عباس ما قتل ذالك الرجل
الا امير المؤمنين يوم النهروان ثم
قال الله تعالی له فی الدنيا خزی قال
القتل ونذيقه يوم القيامة عذاب
الحريق ای بقتاله علی بن ابيطالب يوم
النهروان هذا الحديث صحيح فی ان النبی
قد كان عرف من حديثه ان الرجل
يصلی ويصوم ويتصدق ويزكو
مع ذالك امر ابا بكر بقتله فلم يقتله
فكيف يقبل العقل ان هذا اشتبه
علی ابی بكر فلو امر الانبياء بقتل احد

ابن عباس سے منقول ہے کہ اس شخص کو حضرت علی
ہی نے جنگ نہروان میں قتل کیا پھر خداوند عالم ارشاد
فرماتا ہے کہ اسکے لئے دنیا میں رسوائی ہے (یعنی یہ کہ وہ
قتل کیا گیا) اور ہم اسکو آخرت میں جلنے کے عذاب کا
مزا چکھائینگے (یعنی اس سبب سے کہ اُسنے حضرت علی سے قتال کی
مولانا۔ یہ حدیث صراحتہ اس بات پر دلالت کرتی ہے
کہ آنحضرت ان لوگوں کی باتوں سے جانتے تھے کہ وہ
شخص نماز پڑھتا روزے رکھتا اور صدقہ وزکوۃ دیتا ہے
پھر بھی ابو بکر کو اُسکے قتل کا حکم دیا اور انہوں نے حکم
نہ مانا پس عقل کسطرح قبول کرتی ہے کہ ابو بکر کو کوئی
اشتباہ ہوا جبکہ انبیاء کسی کے قتل کا حکم حکم خدا سے

لایکون الا بامر اللہ ثم تتعجب من عمر
وقد امرہ النبیؐ بعد ان سمع ان ابابکر
ذکر انہ یصلی و بعد ظہور الانکار علی
ابیبکر من النبی قائلا لہ لست بصاحبہ
فلا یقبلہ ایضا عمر ولا یقبل امر الرسول
ثم تفکر فی ذکر النبیؐ افتراق امتہ
ثلثا و سبعین فرقۃ فہل تری
ھذا الا شہادۃ ممن یروی ھذا الحدیث
وصدقہ ان ترک ابیبکر و عمر لامتثال
امر رسول اللہ وعدولہم عن قتل
ذالک الرجل کان سبب ضلال من
ضل من اھل الاسلام وھل تری
ھذا الا تنبیہا من النبی للانام انہما
صارا سبب الضلال لیکون حجۃ
علی اللہ یوم الحشر والسئوال وقد
شھد المذاھب الاربعۃ ان النبیؐ
اراد عند وفاتہ ان یکتب کتابا
لا یضلون بعدہ ابدا وان عمر بن الخطاب
کان سبب منعہ من ذالک الکتاب
سبب ضلال من ضل من امتہ و

دیتے ہیں پھر آپ کو حضرت عمر پر تعجب ہونا چاہئے کہ ان کو
حضرت نے اسکے قتل کا حکم دیا حالانکہ آپ ابوبکر سے
سُن چکے تھے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور یہ بھی ظاہر ہو چکا تھا
کہ حضرت نے ابوبکر پر یہ کہکر اعتراض و طعن فرمایا کہ تم
اس قابل نہیں ہو باوجود ان سب باتوں کے حضرت عمر نے
بھی حکم و فرمان رسول کو قبول نہیں کیا پھر اس امر میں غور و فکر
فرمائے کہ آنحضرت نے امت کے تہتر فرقوں میں متفرق ہو جانے
کا ذکر فرمایا کیا آپ سوائے اسکے کچھ اور رائے قائم کر سکتے ہیں
کہ جس شخص نے یہ روایت بیان کی ہے اور اسکو سچا
کہا ہے وہ یہ شہادت دیتا ہے کہ ابوبکر کی رسول سے
سرتابی اور اس شخص کے قتل کرنے سے انحراف ہی ان
لوگوں کی ضلالت کا سبب ہے جو منجملہ اہل اسلام گمراہ ہوئے
اور کیا آپ اسکو سوائے اسکے کچھ اور سمجھتے ہیں کہ جناب
رسالتمآب مخلوق کو خبردار کر رہے تھے کہ یہی دونوں ضلالت
کا سبب ہیں تاکہ انپر روز قیامت کیلئے حجت قائم ہو جائے
اور آپ کے چاروں مذہبوں نے شہادت دی ہے کہ آنحضرت نے
وقت وفات ایک ایسا نوشتہ لکھنا چاہا جسکے بعد لوگ
کبھی گمراہ نہوں اور حضرت عمر اس سے مانع اور امت
میں سے گمراہ ہونیوالوں کی گمراہی ۔ اہل اسلام کے باہمی
اختلافات و خونریزی تلف اموال، اختلاف شریعت

وتلف الاموال واختلاف الشريعة
وهلاك اثنين وسبعين فرقة من
اصل فرق الاسلام وسبب خلود
من يخلد في النار منهم الحميدي في
كتاب الجمع بين الصحيحين في الحديث
الرابع من المتفق عليه في صحته من
مسند عبد الله بن العباس قال لما
احتضر النبي ص وفي بيته رجال فيهم
عمر بن الخطاب فقال النبي هلموا
اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده
ابدا فقال عمر بن الخطاب ان النبي قد
غلب عليه الوجع وعندكم القرآن حسبكم
كتاب ربكم وفي رواية ابن عمر من غير
كتاب الحميدي قال عمر ان الرجل ليهجر
وفي كتاب الحميدي قالوا ما شأنه هجر
وفي المجلد الثاني من صحيح مسلم فقال
ان رسول الله يهجر فقال اهل اللغة
في تفسيرها ان معنى قوله هجر اي
هذي قال الجوهري في كتاب الصحاح

سبب ہوئے۔

چنانچہ حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں چوتھی حدیث
میں جو متفق علیہ احادیث میں ہے بسند ابن عباس
نقل کیا ہے کہ وقت احتضار رسول اکرم
کے خانہ محترم میں کچھ لوگ جمع تھے جنمیں حضرت
عمر بھی تھے آنحضرت نے فرمایا لاؤ میں تمہیں
ایک نوشتہ لکھدوں جسکے بعد تم کبھی گمراہ نہو
حضرت عمر نے کہا رسول پر مرض کا غلبہ ہے تمہارے
پاس قرآن موجود ہے وہی تمہارے لئے کافی ہے

اور حمیدی کی کتاب کے علاوہ اور کتابوں میں
ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے کہا (معاذ اللہ) اس شخص
کو ہذیان ہو رہا ہے۔ کتاب حمیدی میں ہے کہ لوگوں نے کہا
اس شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ (معاذ اللہ) ہذیان بول رہا ہے۔
صحیح مسلم کی دوسری جلد میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا رسول اللہ کو
ہذیان ہو رہا ہے اہل لغت اسکی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ہجر کے معنی
یہ ہیں کہ ہذیان ہوا۔ جوہری نے کتاب صحاح باب الراء

ے ملاحظہ ہو صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۱۱۸ و ۱۰۹۵ مطبوعہ نظامی کانپور۔ مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۸ مطبوعہ مجتبائی۔ تذکرہ خواص الامہ اور ...

وباب الواء فی فصل الهاء
الهجر الهذیان وقال الوتی اذا الی المریض
هجر قال غیر الحق قال الحمیدی فاختلف
الحاضرون عند النبی صلعم فبعضهم
یقول القول ما قال النبی فقربوا
الیه کتابا یکتب لهم ومنهم من یقول
القول ما قال عمر فلما اکثروا اللغط و
الاختلاف قال النبی قوموا عنی فلا
ینبغی عندی التنازع فکان عبد الله
بن عباس یبکی حتی تبل دموعه الحصی
ویقول یوم الخمیس قال راوی الحدیث
قلت یا بن عباس وما یوم الخمیس فتذکر
عبد الله بن عباس یوم منع رسول الله صلعم
من ذالک الکتاب وکان عبد الله بن
العباس یقول الرزیة کل الرزیة ما حال بین
رسول الله وبین کتابه والله لقد صدق
ابن عباس فانه ما مضی زمان الا وانهم
وقعوا فی الضلال والشبهات وطرء علیهم
المصیبات ولیت شعری ای خلاف الحق
فی کلام نبیهم هذا حتی یقول عمر انه

فصل الہا میں بیان کیا ہے کہ ہجر ہذیان کو کہتے ہیں
کیا تم نے مریض کو نہیں دیکھا کہ جب اسکو ہذیان ہوتا ہے
تو بے تکی باتیں کرنے لگتا ہے۔ حمیدی لکھتے ہیں کہ حاضرین
میں اختلاف ہوا بعض نے کہا کہ حضرت صحیح فرماتے ہیں
آپ کو کاغذ دیدو تاکہ تحریر فرمائیں۔ بعض نے کہا کہ
حضرت عمر کا قول صحیح ہے جب لوگوں نے بہت زیادہ
شور وغوغا کیا تو حضرت نے فرمایا کہ دور ہو جاؤ
میرے پاس لڑائی جھگڑا ٹھیک نہیں۔ ابن عباس
اسقدر رویا کرتے تھے کہ زمین کے سنگریزے آنسوؤں
سے تر ہو جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جمعرات کا
دن بھی کیا برا دن تھا راوی کہتا ہے کہ میں نے ابن
عباس سے کہا جمعرات کا دن کیسا تو انہوں نے اس
دن کو یاد کیا جس دن جناب رسالتمآب کو وہ نوشتہ
لکھنے سے روکا گیا تھا اور وہ کہا کرتے تھے کہ وہ بڑی
آفت تھی جو رسول اللہ کے اور اس نوشتہ کے درمیان
حائل ہوئی۔ بخدا ابن عباس نے سچ کہا تھا اسلئے کہ بہت
جلد ہی وہ لوگ ضلالت وشبہات میں پڑ گئے اور انپر
مصیبتیں چھا گئیں۔ کاش میں سمجھ سکتا کہ ان لوگوں کے
نبی کے کلام میں کیا چیز خلاف حق تھی جسکی وجہ سے
حضرت عمر نے کہا کہ ہذیان ہو رہا ہے اور مرض کا

يجب ان يكون ادب الامم مع الانبياء
او هكذا يجب ان يكون ادب الرعية
مع الملوك فاى ذنب كان لنبيهم عندهم
واى تقصير قصر فى حقهم حتى يواجهه
عمر عند وفاته بحضرتهم فى وجهه ويقول
انه يهجر واين هذا مما تضمنه القرآن
يا ايها الذين آمنوا لا ترفعوا اصواتكم
فوق صوت النبى ولا تجهروا له بالقول
كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم
وانتم لا تشعرون ما هذا الا بئس الامتثال
من عمر لامر به فلقد رفع صوته وجهر له
اقبح مما يجهر بعضهم لبعض اما كان
متذكرا ان القرآن يتضمن وصف النبى
بقوله وما ينطق عن الهوى ان هو الا
وحى يوحى سيما مثل هذا الكتاب
الذى اراد ان يكتب لهم لئلا يضلوا
بعده ابدا فانه لا يمكن ان يكون الا
بوحى فلا يكون قول عمر هذا الذى هو فى الحقيقة
نسبة الهجر الى الله تعالى جهرا قبيحا وكفرا بحتا
بل يكون كفرا لمن هو اعتقد هذا القول فضلا عمن

اے مولانا! آپ نے اپنے سوال الامین خلیفۂ ائمہ شیعہ کے ادب و تہذیب
کچھ اعتراضات کئے ہیں اب بتلائیے کہ کیا امتوں کا انبیاء کے ساتھ
یہی ادب ہونا چاہئے کیا رعیت کی بادشاہوں کے ساتھ یہی تہذیب
ہونی چاہئے آخر رسول کا کیا گناہ تھا اور کونسی تقصیر تھی کہ
وجہ سے حضرت عمر نے وقت وفات آپکا مقابلہ کیا روبرو
یہ گستاخی کرکے آپکو آپکے ارادہ سے روک دیا یہ کہا کہ ہذیان
ہو رہا ہے اس بد تہذیبی و بے ادبی کو اس حکم قرآنی سے کیا نسبت
کہ اے ایمان لانیوالو تم اپنی آوازوں کو رسول کی آواز پر بلند نہ کرو
اور نہ بات کرنے میں انکے ایسے چیخ چیخکر بولو جیسے تم باہم باتیں کرتے
ہو کہ کہیں تمہارے اعمال باطل ہو جائیں اور تمکو خبر بھی نہ ہو
یہ تو حضرت عمر نے حکم خدا کی بہت ہی برے طریقے سے تعمیل کی
کہ اپنی آواز بلند کی اور آنحضرت سے اس سے بھی زیادہ چیخکر
سے گفتگو کی جتنی کہ باہم کیجاتی ہے کیا انکو یاد نہ تھا کہ قرآن
میں رسول کا یہ وصف موجود ہے کہ آپ خواہش نفس سے کچھ
نہیں کہتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو وحی ہوتی ہے خصوصاً ایسی تحریر
کے متعلق جو رسول لکھنا چاہتے تھے تاکہ اسکے بعد لوگ گمراہ نہ
ہو جائیں اسلیئے کہ اسکا بغیر وحی کے ہونا ممکن ہی نہ تھا
کیا حضرت عمر کا یہ قول جسمیں حقیقۃً انہوں نے خدا کیطرف ہذیان
کی نسبت دیدی نہایت بیہودہ کلام اور صریحی کفر نہ
یقیناً تھا بلکہ اس شخص کے لئے بھی کفر ہے جو اسکو قول

ان هذا القول يدل على ان
قائل متذبذ بو الامة وحفظ الشئ بعد
يعرف من ريبهم وبينهم وحب ائمتهم
شكوا في حال نبيهم فليتهم اتوا النبيهم
بالكتاب فان كتب ما يليق بالصواب
عملوا به وان كتب شيئا اختلاطا كما ذكر
عمر ستروه كما جرت عادة المتقين
مع من يوالونه ويعظمونه وما كان يجوز
ان يتركوا نبيهم ان يتوفى في هذه الامنية
في نفسه لم يبلغها منهم وهو آخر
العهد به ووقت الحاجة الى رضاه
والعجب كل العجب منك ايها الحبر
الجليل تقول كل يعلم ان الادب
الدين والائمة براء من امثال هذه الاوهام
وليس من حاجة الى ردها مع ان هذه
الروايات تشهد بلسان الحال والمقال ان عمر
سبب كل ما تجده في الامة من الاختلاف
والضلال والاختلاط وابوبكر كان
في هاتين القضيتين قرينه وعديله
واستعد كل الاتباع فهو مثله وانكان

کہے کہ حضرت عمر بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں اسپر یہ کہ ایسا
کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ کہنے والا امتد براءت وحفظ
شریعت کو خدا ورسول سے زیادہ جانتا تھا۔ اچھا آپ یہی
تسلیم کر لیجئے کہ ان لوگوں کو رسول کے حال میں شک تھا
لیکن کاش وہ کاغذ دیدیتے پس اگر رسول قرین صواب و
راستی کوئی بات لکھتے تو وہ اسپر عمل کرتے اور اگر کوئی لغو بات
لکھتے جسطرح کہ عمر نے کہا تھا تو اُسے چھپا لیتے جیسا کہ
ایسے تذبذب وتردد کے مقامات پر خوف وہراس کرنیوالوں کی
ان لوگوں کے ساتھ عادت ہے جنکو وہ دوست رکھتے اور انکی
تعظیم کرتے ہیں غرض یہ کسیطرح جائز نہ تھا کہ وہ رسول کو اس حال
میں دنیا سے جانے دیں کہ یہ امید دلکی دل ہی میں رہجائے اور اچھی طرح نہ نکلنے
پائے درحالیکہ رسول کا یہ آخری وقت تھا جسمیں آپکو راضی رکھنے کی
ضرورت تھی۔ مولانا! آپسے بڑا تعجب تو یہی کہ آپ فرماتے ہیں کہ
ادب ودین وائمہ ایسے اوہام سے بیزار ہیں اور انکے رد کرنے کی
ضرورت نہیں حالانکہ یہ روایات زبان حال ومقال سے اس امر کی شاہد ہے
کہ حضرت عمر تمام اس اختلاف وضلالت واختلاط کا
سبب ہوئے جو امت میں پیدا ہوا۔ اور ابوبکر ان دونوں
معاملوں میں انکے ہمراہ وہم مرکب اور پورے پورے پیرو
تھے لہذا وہ بھی انہی کی مثل ہے اگرچہ حضرت عمر انکے
استاد تھے۔ اسکے علاوہ ایسی روایتیں جو اس بات پر

هذا اشنعه وعلاوه على ذالك امثال
هذه الروايات ما يدل على انهما سبب ضلال
هذه الامة الى يوم القيامة كثيرة في
صحاحكم ومسانيدكم لو احصيناها
لطال بنا الكلام وبالجملة فالمقصود
قد ثبت عندي وعندكم وعند كل منصف
بري من التجشم المهلك والتعصب
المضل وهو انهما سبب هلاك من ضل
وغرق وهوى من المسلمين وضلالهم
وارتداده فلا ريب في ان اوزار كل
هؤلاء عليهما عقلا ونقلا وشرعا
فهما مستحقان لكل ما يفعل بهما القائم
من النبش والاخراج والصلب والاحراق
بل فوق ذالك ولا ضير على الشيعة
ولا على كتبهم وامامهم اثم وخطاء
فتامل وتبصر

دلالت کرتی ہیں کہ وہ دونوں ہی امت کے قیامت
تک گمراہ ہونے کا سبب تھے آپ کی صحاح و
مسانید میں اس کثرت سے موجود ہیں کہ اگر ہم ان
سب کو نقل کرینگے تو طول ہو جائے گا۔
غرض میرے اور آپ کے اور ہر منصف کے نزدیک
جو ہلاک کر دینے والے کد و کاوش اور گمراہ کر دینے
والے تعصب سے بری ہو مقصود ثابت ہو گیا
یعنی یہ کہ یہی دونوں گمراہ اور ہلاک ہو جانے والوں کی
ہلاکت و گمراہی و ارتداد کا سبب ہوئے عــه لہذا ان سب کے
گناہ بھی عقلاً و نقلاً و شرعاً انہی پر ہونے چاہئیں
اور وہ ان سب سزاؤں کے مستحق ہیں جو امام منجملہ نبش
و اخراج و صلب و احراق انہیں دینگے بلکہ اس سے
بھی زیادہ کے مستحق ہیں عــه اور اسمیں شیعوں کا انکی کتابوں
کا اور ان کے امام کا کوئی گناہ و قصور نہیں ہے۔
غور فرمائیے اور چشم بصیرت سے غور فرمائیے

عــه اور مشکوٰۃ میں یہ حدیث موجود ہے ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اثام من تبعہ لا ینقص ذالک من
اثامہم شیئا رواہ مسلم یعنی جو شخص گمراہی کیطرف بلائیگا اور سبب ہوگا اُسپر ان تمام لوگوں کی برابر گناہ ہونگے جو اس پر
عمل کرینگے اس سے ذرا بھی کم نہونگے اس حدیث کو مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲ مترجم عــه مضامین و دلائل سابقہ سے ثابت
ہو چکا ہے کہ ان لوگوں کا دین و مذہب و ایمان ہی کچھ نہ تھا اور یہاں یہ ثابت کر دیا گیا کہ یہ نہ محض خود گمراہ بلکہ گمراہ ہو جانے والوں کے
[illegible]

ومن استحسانات كل الاستحسان مذهب
الشيعة الامامية في مسائل الطلاق
فلعل الجائي الى ذالك العمل الذي ورد
من حكم اهل السنة والجماعة على الواحدة
من الطلاق بانها ثلث لا يكون الا
شبيها بقول النصارى ثلثة اقانيم
جوهر واحد في خلقه فوصفها بالثلاثة
ثم يحكمون على الثلاثة في الواقع بالوحدة
وانتم تصفون بمعنى واحد ولفظ

طلاق

اور آپکے مذہب شیعہ کو مسائل طلاق کے معاملہ مین جو اچھا سمجھا ہے
اسپر شاید آپکو ہدایت نے مجبور کیا ہے اسلیے کہ اہلسنت کا ایک طلاق
کو تین طلاق کہنا نصاریٰ کے اس قول سے مشابہ ہے
کہ اصل میں تین چیزیں ہیں مگر انکی ذات ایک ہے البتہ
تین سے متصف کرنے کے عنوان میں اختلاف ہے
کہ وہ ان چیزوں کو جو فی الواقع تین ہیں ایک کہتے ہیں
اور آپ کہتے ہیں کہ معنی بھی ایک اور لفظ بھی ایک
اور پھر یہ حکم لگاتے ہیں کہ جو چیز لفظاً و معنی ایک ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امام کی تو خدا نخواستہ معاذ اللہ کوئی غلطی ہے نہیں البتہ اہلسنت کے پانچویں امام یعنی خلیفہ امیر معاویہ
کا عمل اسی باب مین نقل کرنے کی قابل ہے امید ہے کہ اہلسنت اسکو ملاحظہ فرماکر شرمندہ و ساکت ہونگے انکی مشہور و مستند کتاب
تاریخ خمیس کے صفحہ ۴۹۰ پر ہے کہ جب معاویہ نے وہ چشمہ جاری کرنا چاہا جو احد میں ہے تو عامل مدینہ کو اپنا قصد لکھا اسنے جواب دیا کہ
ہم اسے نہیں جاری کرسکتے مگر یہ کہ قبور شہداء پر کو گذار کر لیجائیں امیر نے حکم لکھ بھیجا کہ شہداء کی قبروں کو کھود ڈالو غالباً تو ابن سعود کے
امیر المومنین اور ولی امر ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا اسلیے کہ اہلسنت کے یہاں امیر المومنین اور ولی امر وہی ہو سکتا ہے جس کے ایسے ظلم
ایسے اطوار و افعال اور ایسی حرکات ہوں یہی خلیفہ وقت کی علامات اور اسکے معجزات ہیں ع گر ہمیں مکتب است و ہمیں ملا + کار طفلاں تمام خواہد شد
ان کم سے کم وہابی مسلک اہلسنت کو تو اس حدیث پر کوئی اعتراض نکرنا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے اسلیے کہ انکے یہاں قبور کی کوئی
حرمت ہی نہیں لہذا امام کا عمل ہر طرح برحق ہوگا اور جو لوگ اس حدیث پر معترض ہوں ان سب سے عموماً اور سنی جماعت
سے خصوصاً پوچھتا ہوں کہ یہ تو جو کچھ ہوگا آیندہ ہوگا اس سے آپ کیوں برافروختہ ہوئے پہلے تو ابن سعود سے
نہ الزام نہ بیزاری اسپر لعن و طعن اسکو ملامت اس سے احتجاج کیا ہوتا کہ اسنے ہمارے ائمہ کی قبور کو تو قابل احترام سمجھا ہی نہیں
لیکن آپکے شیوخ و خلفاء کے مزاروں کی بھی اینٹ سے اینٹ بجادی کاش مجھے فرصت ہوتی اور یہاں تصنیف

واحد فتحكمون بما هو واحد لفظا
ومعنى بانه ثلثة وهذا خلاف في العقل
الضروري على انه لا خلاف بين اهل اللسان و
اهل الاسلام ان المصلي لو قال في
ركوعه سبحان ربي العظيم وبحمده فقط
ثم قال عقيبه ثلثا لم يكن مسبحا ثلثا
ولو قرء الحمد مرة ثم قال في آخرها لفظ
عشر لم يكن قارء عشرا وقد اجمعت
الامة على ان الملاعن لو قال في شهادته
اشهد بالله اربع مرات اني لمن الصادقين
لم يكن شاهدا اربع مرات على الحقيقة
حتى يفصلها ولو ان حاجا رمى الجمرة
بسبع حصيات دفعة واحدة لم يجزه
ذالك من رمي سبع متفرقات وهذا كله
دليل على انه اذا قال انت طالق ثلثا
لم يكن ثلث طلقات وانت تعلم ايها
الحبر الجليل ان القرآن قد نزل بلسان
العرب وعلى مذاهبها في الكلام قال
عز من قائل قرآنا عربيا غير ذي عوج
وقال وما ارسلنا من رسول الا بلسان
قومه [illegible] على الطلاق

رہ تین ہے اور یہ خلاف بداہت ہے علاوہ بریں
اہل زبان و اہل اسلام میں اسکے متعلق کوئی اختلاف
نہیں کہ نماز پڑھنے والا اگر رکوع میں فقط سبحان ربی
العظیم وبحمدہ کہے اور پھر بعد میں کہدے "تین مرتبہ"
تو اُسکے یہ معنی نہیں کہ اُسنے تین مرتبہ تسبیح پڑھی اور
اگر کوئی شخص ایک مرتبہ الحمد پڑھے اور بعد میں
کہدے "دس مرتبہ" تو اُسکے یہ معنی نہیں کہ اُسنے
دس مرتبہ الحمد پڑھی اور تمام امت نے اس پر بھی
اجماع کیا ہے کہ لعان کرنیوالا اپنی شہادت میں
کہے کہ میں خدا کو گواہ بناکر چار مرتبہ کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں
تو اسکا یہ مطلب نہوگا کہ اُسنے چار مرتبہ شہادت دی تاوقتیکہ
چار مرتبہ الگ الگ شہادت نہ دے۔ اور اگر کوئی حاجی ایک
دفعہ سات کنکریاں پھینکے تو یہ سات کنکریاں الگ الگ پھینکنے
کے بجائے کافی نہوگا اور یہ سب اس امر کی دلیلیں ہیں کہ اگر کوئی
شخص صیغہ طلاق پڑھکر کہدے کہ "تین مرتبہ" تو یہ تین مرتبہ
طلاق نہو جائیگا۔ اور مولانا آپکو معلوم ہے کہ قران عربی
زبان میں قواعد عربی کے مطابق نازل ہوا ہے خداوند عالم
ارشاد فرماتا ہے کہ قران کو ہم نے عربی زبان میں نازل کیا
اسمیں کوئی کجی نہیں اور فرماتا ہے کہ ہم نے جس رسول کو بھی
اسکی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ اسی میں ان سے
احکام بیان کرے اور مسئلہ طلاق میں ارشاد ہوتا ہے کہ طلاق

قال سبحانه الطلاق مرتان فامساك
بمعروف او تسريح باحسان وجدنا المطلق
ان قال لامرأته انت طالق اتى بلفظ
واحد يتضمن تطليقة واحدة فاذا
قال عقيب هذا اللفظ ثلثا لم يخل من
ان يكون اشارة الى طلاق وقع فيما
سلف ثلث مرات او الى طلاق يكون
في المستقبل ثلث او الى الحال
فان كان اخبر عن الماضي فلم يقع الطلاق
اذا باللفظ الذي اورده في الحال وانما
اخبر عن امر قد كان وان كان لخبر عن
المستقبل فيجب ان لا يقع بها طلاق
حتى ياتي الوقت ثم يطلقها ثلثا
على مفهوم اللفظ والكلام وليس
هذان القسمان مما يجري الحكم عليهما و
لا تضمنهما المقال فلم يبق الا انه
اخبر عن الحال وذالك كذب ولغو
بلا ارتياب لان الواحدة لا يكون
ثلثا ابدا ولذا حكم الشيعة بتطليقة
واحدة من حيث انه مضمون اللفظ

رجعی دوم مرتبہ اسکے بعد یا تو نیکی کے ساتھ روک لینا
یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا اور ہم جانتے ہیں کہ
جب طلاق دینے والا اپنی عورت سے ایک مرتبہ صیغہ
طلاق کہتا ہے تو وہ ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے اور اس سے
ایک ہی مرتبہ طلاق ہوتی ہے پس اگر وہ صیغہ پڑھکر
کہدے کہ "تین مرتبہ" تو چند حال سے خالی نہیں یا تو
اسکا اشارہ اس طلاق کیطرف ہوگا جو تین مرتبہ ہو چکی ہے
یا اسکیطرف جو آیندہ ہوگا یا اسکی طرف جو ہو رہا ہے
اگر اسنے یہ طلاق گذشتہ کی نسبت کہا تو اس صورت میں
اس لفظ کی وجہ سے طلاق نہوگا جو اسنے حال میں ادا کیا
اسلیئے کہ اُسنے امر گذشتہ کی خبر دی ہے اور اگر اُسنے لفظ
"تین مرتبہ" سے امر مستقبل کی خبر دی تو ضروری ہے کہ اس سے
طلاق صحیح نہو سکے جب تک کہ مستقبل کا وقت نہ آجائے
اور پھر وہ عورت کو تین مرتبہ الگ الگ صیغہ جاری کرکے
طلاق نہ دے غرض یہ دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ ان پر حکم طلاق
جاری نہیں ہو سکتا اور یہ تین مرتبہ صیغہ ادا کرنا نہیں کہلا سکتا
اب یہ صورت رہی کہ اُسنے اس لفظ سے حال کی خبر دی
لیکن یہ بے شبہ کذب و لغو ہے اسلیئے کہ "ایک" ہرگز "تین" نہیں ہو سکتا
بنا بریں شیعوں نے یہ رائے قائم کی کہ ایکمرتبہ پورا صیغہ پڑھنے
سے ایک ہی مرتبہ طلاق ہوگا اسلیئے کہ ایک صیغہ کا جسکو

واطرحناه فانه كان على مفهوم اللغة
التى نطق بها القرآن فاسدا وكان
مضاد الاحكام

واما تقصيرهم فى بيان مسائل
الرباء فلم ادر موضع تقصيرهم
فياليت عينتموه لنا حتى نتكلم
عليه

واما مسئلة العول فكما ان الحبر الجليل
اغمض عن كل شئ فيها حتى المباهلة
التى دعى ابن عباس الصحابة اليها واقتصر
على بيان حل الاشكال فنحن ايضا
نغمض على كل شئ فى الباب حتى عن كونها
بدعة ابتدعها عمر او زيد بن ثابت و
امضاها عمر ونقتصر على حل الاشكال
فنقول ان الاشكال المذكور الذى
محصله لزوم التناقض على الشيعة
فى انكارهم العول فانهم فى عين انكارهم
العول يقرون فى الموخر فى المثال الذى
ذكره الحبر الجليل فاسد جدا انشأ
من سوء فهم مراد ابن عباس
ولابد من ذكر كلامه ثم تبيين مراده

انمیں (اہلسنت نے اجتہاد کر رکھی) ہے اسکو ہم (شیعوں) نے
ساقط و نظر انداز کر دیا۔ اسلئے کہ وہ اس زبان کے مفہوم کی بنا
جسمیں قرآن نازل ہوا ہے فاسد اور اسکے احکام کے منافی ہے

ربا

اور آپ یہ جو کہتے ہیں کہ شیعوں نے مسائل ربا میں کوتاہی کی ہے
متعلق یہ ہے کہ انکی کوتاہی کا کوئی محل نہیں پاتے کاش آپ ہمیں
بتاتے کہ انہوں نے کہاں کوتاہی کی تاکہ ہم اسمیں کچھ کہتے

عول

رہا مسئلہ عول تو اسمیں جسطرح کہ مولانا نے ہر شے یہاں تک
کہ اس مباہلہ سے بھی اغماض کیا ہے جسکے لئے ابن عباس نے
صحابہ کو دعوت دی تھی اور محض یہ کہا ہے اشکال کو حل کیا
جائے اسیطرح ہم بھی ہر شے سے یہانتک کہ اس امر سے بھی
اغماض کرتے ہیں کہ یہ حضرت عمر کی پیدا کی ہوئی یا زید بن
ثابت کی پیدا کی ہوئی اور حضرت عمر کی جاری کی ہوئی ہے
تھی اور محض اشکال ہی کو حل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو
اشکال آپنے ذکر کیا ہے اور جس سے شیعوں پر انکار عول کیوجہ سے
تناقض لازم آتا ہے باین طور کہ وہ عول کا انکار بھی کرتے
ہیں اور پھر اس مثال میں جو مولانا نے بیان کی آخر میں
رہجانیوالے وارث پر عول کے قائل بھی ہیں یہ اشکال
بعید فاسد ہے اور اسلئے پیدا ہوا ہے کہ ابن عباس کی
مراد سمجھنے میں بدفہمی ہوئی لہذا اولاً ابن عباس کا قول

قال اخرج عبد الرزاق وابو الشیخ
والبیہقی والطحاوی وابن حزم
وابو عبد اللہ الجرجانی والآمدی
والعبری وعبد العزیز النخاری
والشریف الجرجانی وغیرہم عن
عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس
عقبۃ بن مسعود قال دخلت
انا وزفر بن اوس بن الحدثان علی ابن عباس
بعد ما ذہب بصرہ فتذاکرنا فرائض
المیراث فقال اترون الذی احصی رمل
عالج عددا لم یحص فی مال نصفا و
نصفا وثلثا اذا ذہب نصف ونصف
فاین موضع الثلث فقال زفر یا ابن
عباس من اول من اعال الفرائض قال عمر
بن الخطاب قال ولم قال تدافعت علیہ
ورکب بعضہا بعضا قال واللہ ما
ادری ایکم قدم اللہ ولا ایکم اخر قال
وما اجد فی ہذا المال شیئا احسن
من ان اقسمہ علیکم بالحصص ثم
قال ابن عباس وایم اللہ لو قدم من قدم

ذکر کرنا پھر اسکی مراد بیان کرنا ضروری ہے (اور وہ یہ ہیکہ)
عبد الرزاق، ابو الشیخ، بیہقی، طحاوی۔ ابن حزم۔
ابو عبد اللہ جرجانی۔ آمدی۔ عبری۔ عبد العزیز نجاری
اور شریف جرجانی وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ راوی
میں اور زفر بن اوس ابن عباس کے پاس آئے
جبکہ آپ نابینا ہو چکے تھے اور فرائض میراث
کا ذکر کرنے لگے ابن عباس نے کہا کیا تم یہ
سمجھتے ہو کہ جس نے تودہ ریگ کے ذروں کا
شمار کر لیا ہے وہ ایک مال میں دو نصف
اور ایک ثلث قرار دیگا مال تو دو نصف ہی پر
پورا ہو گیا پھر ثلث کی گنجائش کہاں رہی
زفر نے کہا کہ ای ابن عباس سب سے پہلے
فرائض میں عول کس نے کیا فرمایا عمر بن خطاب
نے کہا کیوں فرمایا (کہ ایک مسئلہ میں) بہت
سے فرائض جمع اور بعض بعض کے ساتھ
مرکب ہو گئے حضرت عمر کہنے لگے کہ واللہ
مجھے نہیں معلوم کہ خدا نے کسے مقدم کیا ہے
اور کسے موخر بس تو اس مال میں مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ تم سب کے حصے نسبت سے تقسیم کر دوں۔ پھر ابن عباس
نے فرمایا کہ بخدا اگر عمر اسکو مقدم کرتے جسکو خدا نے
... اسنے موخر کیا ہے

فقال له زفر وايهم قدم وايهم اخر
فقال كل فريضة لا تزول الا الى فريضة
فتلك التى قدم الله وتلك فريضة
الزوج له النصف فان زال فاليه الربع
لا ينقص منه والمرأة لها الربع فان زالت
عنه صارت الى الثمن لا تنقص منه والاخوات
لهن الثلثان والواحدة لها النصف فان
دخل عليهن البنات كان لهن ما بقى فهؤلاء
الذين اخر الله فلو اعطى من قدم الله فريضة
كاملة ثم قسم ما بقى بين من اخر الله
بالحصص ما عالت فريضة فقال له زفر فما
منعك ان تشير بهذا الرأى على عمر قال
هيبته قال الزهرى وايم الله لولا انه
تقدمه امام هدى كان امره على التقوى (يعنى
عمر بن الخطاب) ما اختلف على ابن العباس اثنان
من اهل العلم (ابو الشيخ فى الفرائض
واليه البيهقى) ومعلوم لكل احد من
اهل العلم ان الزوج والزوجة والام يرث
كل واحد منهم فى كل وجه بالفرض
ولا يرث منهم احد بغير الفرض المسمى
فى شىء من الفرائض فاما ... النصف

تو فریضہ میں عول نہ ہوتا۔ زفر نے کہا کہ خدا نے کس
مقدم اور کسکو موخر کیا ہے۔ فرمایا ہر فریضہ (بدل کر
ایک فریضہ کی طرف راجع ہوتا ہے۔ پس اسی فریضہ
والوں کو تو خدا نے مقدم کیا ہے مثلاً زوج کا حصہ
نصف ہے اور بدلکر چوتھائی ہو جاتا ہے اس سے
کم نہیں ہوتا اور زوجہ کا حصہ چوتھائی ہے اور بدلکر آٹھواں
اس سے کم نہیں ہو سکتا (انکو تو ہر صورت مقررہ حصہ ملتا ہے لہذا انکو
خدا نے مقدم کیا ہے) اور بہنوں کا دو ثلث ہے اگر کئی ہوں اور نصف
اگر ایک ہے اور اگر بیٹیاں ہونگی تو انکو باقی ملیگا (جسکی کمی کی کوئی
حد مقرر نہیں) اور یہ وہ ہیں جنکو خدا نے موخر کیا ہے اگر حضرت عمر
اسکو پورا حصہ دیتے جسکو خدا نے مقدم کیا ہے پھر باقی ان
لوگوں پر تقسیم کر دیتے جنکو موخر فرمایا ہے تو فریضہ میں عول نہ ہوتا
زفر نے کہا کہ آپنے حضرت عمر کو اپنی اس رائے کا مشورہ کیوں
نہیں دیا فرمایا کہ خوف کیوجہ سے (یعنی وہ سلطان وقت بھی تھے اور جو
مسائل میں انسے اختلاف کرتا ہے اسکی جان کو آ بنتی)
زہری نے بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم اگر پہلے حضرت عمر عول کو جاری نہ کرتے
تو ابن عباس کی رائے تقوی پر مبنی تھی انکے مقابل اہل علم میں سے
دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور ابو الشیخ نے فرائض میں
بیان کیا ہے کہ زہری کے اس قول کو بیہقی نے بھی نقل کیا ہے اور
اہل علم میں سے ہر شخص کو معلوم ہے کہ زوج و زوجہ اور ماں
وارث ہوتے ہیں بالفرض وارث ہوتے اور انمیں سے کوئی فرائض میں

والربع والثانية اما الربع واما الثمن
والثالثة اما الثلث واما السدس واما البنت
الواحدة وان كانت ذات فرض واحد في الكتاب
الكريم الا انها لا ترث دائما بالفرض بل
قد ترث بالفرض وهو معلوم وقد
لا ترث بالفرض كما لو كان معها ابن وكذلك
الاختان قد ترثان بالفرض وقد لا ترثان
اصلا فالزوجان والام مقدار ارثهما معلوم
دائما في كل موارد الارث بخلاف البنت
فانه ليس بمعلوم دائما بل قد يكون معلوما
وقد لا يكون وكذلك الاختان على تقدير
وراثتهما فمعنى قول ابن عباس انه لا بد
ان يقدم من نحن على يقين من ان
الله تعالى اوجب له الميراث في كل حال وابدا
على من قد يرث وقد لا يرث كما في مسئلة
الزوج والام والاختين للام حيث
ان الزوج والام يرثان بكل وجه وفي
كل حال واما الاختان للام فقد ترثان
وقد لا ترثان فلا يجوز منع الزوج والام
من الميراث بعد استيفائهما ما نص الله تعالى

کبھی بغیر فرض معین کے وارث نہیں ہوتا زوج کا حصہ یا نصف
ہے یا چوتھائی زوجہ کا چوتھائی یا آٹھواں اور ماں کا تہائی یا
چھٹا اور ایک بیٹی اگرچہ قرآن میں اسکا حصہ مقرر ہے لیکن یہ کہ
وہ ہمیشہ بالفرض ہی وارث نہیں ہوتی بلکہ کبھی بالفرض اپنا مقرر
حصہ لیتی ہے اور کبھی بالفرض وارث نہیں مثلاً جبکہ اسکے ساتھ
بیٹا بھی ہو اسیطرح دو بہنیں کبھی بالفرض وارث ہوتی ہیں
اور کبھی بغیر فرض اور کبھی بالکل وارث نہیں ہوتیں لہذا شوہر
وزوجہ اور ماں کا حصہ ہمیشہ ہر موقع پر معین ومعلوم ہے بخلاف
بیٹی کے کہ اسکا حصہ کبھی معین ہے اور کبھی نہیں اور اسیطرح
دو بہنوں کا حصہ انکے وارث ہونے کی صورت میں
کبھی معلوم ہے اور کبھی نہیں پس ابن عباس کے
قول کے معنی یہ ہوئے جس شخص کے متعلق ہمیں یقین ہے
کہ خداوند عالم نے اسکے لیے ہر حال میں ہمیشہ میراث
مقرر کی ہے اسکا مقدم کرنا اس شخص پر ضروری ہے
جو کبھی وارث ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ جیسا کہ شوہر ماں
اور دو مادری بہنوں کے مسئلہ میں ہے اسلیے کہ شوہر
اور ماں دونوں ہر طریقہ سے ہر حال میں وارث ہوتے
رہیں دو مادری بہنیں وہ کبھی وارث ہوتی ہیں اور کبھی
نہیں لہذا شوہر اور ماں کو محروم کر دینا جائز نہیں
ہاں جب وہ دونوں اپنا اپنا پورا حصہ لے لینگے جتنا کہ
انکے لیے معین کیا ہے تو جو بچیگا اسے

على من قد يرث بالفرض وقد يرث بغير
فرض كما في زوج وام واختين للاب
واختين للام حيث ان الاختين للاب
قد ترثان بفرض مسمى وقد لا ترثان
الا ما بقي ان بقي شيء فلا يعطيان
عالم يأت بنص لهما ولا اتفاق وليس للام
هنا الا السدس لان للميت اخوات
فوجب للزوج النصف بالنص وللام
السدس بالنص فذلك الثلثان وللاختين
للام الثلث بالنص ايضاً فهؤلاء كلهم
مجمع على توريثهم في هذه الفريضة بلا
خلاف من احد ومختلف في حطهم فوجب
توريثهم بالنص والاجماع وبطل حطهم
بالدعوى المخالفة للنص وصح بالاجماع المتيقن
ان الله تعالى لم يعط الاختين للاب
في هذه الفريضة الثلثين ولا نص لهما
بغيره ولم يجمع لهما على شيء يعطيانه فاذا
لا ميراث لهما بالنص والاجماع ولا يحول
توريثهما اصلاً فحاصل مرام ابن عباس
انه لا بد من تقديم من لم يحطه الله تعالى
قط من فرض مسمى على من حطه عن

ملجائیگا جو بالفرض وارث نہیں اور اسیطرح جو شخص
ہمیشہ یقینا بالفرض وارث ہوتا ہے اسکا اس شخص پر
مقدم کرنا ضروری ہے جو کبھی بالفرض وارث ہوتا ہے اور
بغیر فرض جیسا کہ شوہر ماں۔ دو پدری بہنوں اور دو مادری
بہنوں کے مسئلہ میں اسلئے کہ پدری بہنیں کبھی فرض معین کے
ذریعہ سے وارث ہوتی ہیں اور کبھی بقیہ شے میں اگر کچھ باقی بچے
اور انکو بالفرض کچھ نہیں ملسکتا جبتک کہ نص نہو اور نص
موجود نہیں اور ماں کیلئے یہاں پر چھٹا ہے اسلئے کہ میت کی
بہنیں بھی ہیں لہذا شوہر کے لئے نصف ہی بالفرض اور ماں
کیلئے چھٹا ہے بالفرض یہ دو تہائی ہوے اور دو مادری بہنوں کا
تہائی ہے بالفرض اس مسئلہ میں ان تمام وارثوں کے اسی مسئلہ میں
وارث ہونے پر بلا اختلاف سب کا اجماع ہے اور کسی نے انکو انکے
حصوں سے کم دینے کیلئے حکم مذکور سے اختلاف نہیں کیا لہذا
یہ توریث نص و اجماع سے واجب ہوئی اور چونکہ مخالفت
نص لازم آتی ہے لہذا انکو انکے معینہ حصہ سے کم دینا باطل
اور اجماع متیقن سے ثابت ہو گیا کہ خداوند عالم نے پدری
بہنوں کو اس مسئلہ میں دو ثلث نہیں دیا اور نہ اسکے علاوہ
انکے لئے کسی مقدار پر نص فرمائی۔ اور نہ بذریعہ اجماع انکے لئے
کوئی شے مقرر ہے جو دیدی جائے لہذا انصافاً و اجماعاً اس
صورت میں انکے لئے میراث نہیں اور انکی توریث میں بالکل تغیر نہیں
کیا جاسکتا بس ابن عباس کا حاصل مقصد یہ ہے کہ جسکو

الفرض المسمی الی ان لایکون لہ الا ما بقی
لان ذالک متیقن فرضہ علی کل حال و ہذا
لیس کذالک لان للمتاخر ہنا حق معلوم
ایضا فتجری العول علیہ حتی یلزم العول
الجائر تعصبا لمذہب اہل السنۃ القائلین
بالعول العادل علی ما قال الحبر الجلیل
وانت اذا تاملت ہذا الکلام حق التامل
یظہر لک فساد ما ظننتہ بان لا عول
عند الشیعۃ قول ظاہری الی اخر مقالۃ
ہذا الحبر الجلیل

جواب اخر وہو ان ضرورۃ العقل
قد دلتنا علی ان تقدیم من اوجب اللہ تعالی
میراثہ علی کل حال ومن لم یمنعہ من المیراث
مانع اصلا اذا کان ہو والمیت حرین علی
دین واحد علی من یرث وقد لا یرث واجب
لان من لم یمنعہ اللہ تعالی قط من
المیراث لا یحل منعہ مما جعل اللہ لہ وکل
من قد یرث فبالضرورۃ ندری انہ
لا یرث الا بعد من یرث علی کل حال
ووجدنا الزوجین والام یرثون ابدا علی
کل حال ووجدنا الاخوات قد یرثن وقد لا

خداوند عالم نے حصہ مقررہ سے کم نہیں دیا ہے اسکا اس شخص پر
مقدم کرنا ضروری ہے جسکو اسنے فرض معین سے کم صرف اسقدر
دیا ہے جتنا باقی رہے اسلیئے کہ اسکا حصہ معینہ بہرحال یقینی ہے
اور اسکا اسطرح نہیں اسکا یہ مطلب نہیں کہ جو بعد میں بچے اسکا
لیکن ہم اسپر عول جاری کرتے ہیں اور بقول ہوی جائے تم
اہلسنت کے مقابلہ میں جو عول عادل کے قائل ہیں
عول جائز لازم آجاتا ہے۔ جب آپ اس کلام میں پورے
طور پر غور فرمائینگے تو اپنے اس خیال کی خرابی ظاہر ہو جائیگی
کہ شیعوں کا عول سے انکار کرنا ظاہری بات ہے الخ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عقل ہمیں بالبداہۃ بتاتی
ہے کہ جس شخص کی میراث خداوند عالم نے ہر حال میں فرض
فرمائی ہے اور جسکو میراث پانے سے کوئی مانع نہیں ہوتا
بشرطیکہ وہ اور میت دونوں آزاد اور ایک دین پر ہوں
اور وہ میت کا قاتل بھی نہو اسکا ایسے شخص پر مقدم کرنا
واجب ہے جو کبھی وارث ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا اسلئے
کہ جسکو خدا تعالی نے میراث سے بالکل کسی وقت
محروم ہی نہیں کیا اسکو خدا کا مقرر کیا ہوا حصہ نہ دینا
جائز نہیں اور جو شخص کبھی کبھی وارث ہو جاتا ہے
اسکے متعلق ہمیں بالبداہۃ معلوم ہے کہ وہ اس شخص کے
بعد وارث ہوگا جو ہر حالت میں میراث پاتا ہے اور ہمنے شوہر زوجہ کو تو ہمیشہ

يرثن ووجدنا البنات لا يرثن الا بعد
ميراث من يرث معهن

البداء

واما مسئلة البداء فلا ننكر مبالغة
ائمتنا فيه ردا على اليهود القائلين
ان الله قد فرغ من الامر والنظام وبعض
المعتزلة القائلين بان الله خلق الموجودات
دفعة واحدة على ما هي عليه الآن معادن
ونباتا وحيوانا وانسانا ولم يتقدم خلق
آدم على خلق اولاده والتقدم انما
يقع في ظهورها لا في حدوثها ووجودها
وهذا بعينه مذهب اصحاب الكمون
والظهور من الفلاسفة وعلى بعض
الفلاسفة القائلين بالعقول والنفوس
الفلكية وان الله لم يؤثر حقيقة الا في
العقل الاول فهم يعزلون الله تعالى
عن ملكه وينسبون الحوادث الى هؤلاء
فنفوا ائمتنا ذلك واثبتوا انه تعالى كل
يوم هو في شان من اعدام شيء واحداث
آخر واماتة شخص واحياء آخر الى غير ذلك
لئلا يترك العباد التضرع الى الله ومسئلته

پر جا میں وارث پایا اور بہنوں کو دیکھا کہ کبھی وارث ہوتی ہیں اور کبھی نہیں
دیکھا کہ ہمیشہ اس شخص کے بعد جو باقی رہیں ان کے ساتھ وارث ہوتا ہے۔

بداء

اس کے بعد مسئلہ بدا ہے جس کے متعلق ہمیں اقرار ہے کہ ائمہ
اطہار نے اس میں بہت کچھ مبالغہ فرمایا ہے اسلئے کہ یہود
کا تو یہ قول ہے کہ خداوند عالم انتظام و نظام عالم سے
فارغ ہو گیا ہے اب کچھ نہیں کرتا۔ بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ
خداوند عالم نے تمام موجودات کو یک لخت پیدا کر دیا ہے
جس طرح کہ وہ اب معادن و نبات و حیوان و انسان کی صورت
میں ہیں اور حضرت آدم اپنی اولاد سے پہلے پیدا نہیں کئے گئے
بلکہ پہلے ظاہر ہوئے یعنی بعض موجودات کو بعض پر ظہور
میں تقدم ہے نہ حدوث و وجود میں اور بعینہ یہی مذہب فلاسفہ
میں سے قائلین کمون و ظہور کا ہے اور بعض فلاسفہ عقول
نفوس فلکیہ کے قائل ہیں یعنی یہ کہ خداوند عالم صرف عقل
اول کا خالق و موثر ہے۔ پس یہ سب فرقے خداوند عالم کو
تدبیر مخلوقات و سلطنت عالم سے معزول اور حوادث
کو مذکورہ چیزوں کی طرف منسوب کرتے ہیں ان سب کی
رد میں آئمہ علیہم السلام نے بدا میں مبالغہ فرمایا ان کے
اقوال و عقائد کی نفی کی اور (بذریعہ بداء) یہ ثابت کیا
کہ خداوند عالم کی قدرت ہر روز نئی رہتی ہے کبھی کسی کو
معدوم کرتا ہے کبھی کسی چیز کو پیدا کرتا ہے کبھی کسی کو

عة والتقرب اليه بما يصلح
مور دنياهم وعقباهم وليرجوا
عند التصدق على الفقراء وصلة الارحام
و بر الوالدين والمعروف والاحسان ما وعدوا
عليها من طول العمر وزيادة الرزق
وغير ذالك وبالجملة التغيير فى
المقدرات الالهية وهذا المعنى
ثابت بحسب صحاحكم ومسانيدكم
فلم فلا معنى لانكارك ذالك ونسبة
التعصب والتجاوز الى الشيعة فى ذالك
وان شئت توضيح الامر وتحقيقه
فاستمع لما يتلى عليك ان الشيعة
تقول ان الايات والاخبار المأثورة
عن اهل البيت تدل على ان الله تعالى
خلق لوحين اثبت فيهما ما يحدث
من الكائنات اللوح المحفوظ الذى
لا تغير فيه اصلا وهو مطابق لعلمه
تعالى ولوح المحو والاثبات فيثبت فيه شيئا
ثم يمحوه لحكم كثيرة مثلا يكتب ان عمر
زيد خمسون سنة ومعناه ان مقتضى

بھی کسی کو جلاتا ہے وغیرہ وغیرہ اور آئمہ نے یہ تبلیغ بلیغ
اس لئے فرمائی کہ بندے اسکے سامنے تفرع وزاری کرنا
اس سے سوال کرنا اسکی اطاعت کرنا اور اسکی خوشنودی
کے لئے ان اعمال کا بجا لانا نہ چھوڑ دیں جو ان کی فلاح
دارین کا باعث ہیں اور فقراء کو صدقہ دیتے، صلہ ارحام
کرتے، ماں باپ کیساتھ نیکی و احسان کرتے وقت اس
بدلہ کے امیدوار رہیں جسکا ان اعمال پر ان سے وعدہ
کیا گیا ہے یعنی طول عمر و زیادتی رزق وغیرہ۔ غرض خلاصہ
یہ ہے کہ مقدرات الٰہیہ میں تغیر ہوتا رہتا ہے اور یہ آپکی
صحاح و مسانید سے بھی ثابت ہے لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ
آپ اسکا انکار کریں اور شیعوں کو تعصب لاف گزاف
اور تعدی کیطرف نسبت دیں اور اگر آپ مسئلہ کی توضیح و تحقیق
چاہتے ہیں تو جو آپ سے بیان کیا جاتا ہے اُسے سنئے
شیعہ کہتے ہیں کہ آیات اور احادیث اہلبیتؑ اس امر پر
دلالت کرتی ہیں کہ خداوند عالم نے دو لوحیں (تختیاں)
پیدا کی ہیں جن میں وہ تمام حوادث ثبت کر دیے ہیں جو
کائنات میں ہونے والے ہیں۔ ایک لوح محفوظ جسمیں
بالکل تغیر نہیں ہو سکتا اور وہ علم خداوند عالم کے موافق
ہے۔ دوسری لوح محو و اثبات جس میں خداوند عالم کسی
چیز کو لکھتا ہے مگر محو فرما دیتا ہے اور ایسا بہت سی حکمتوں
... مثلاً لکھتا ہے کہ زید کی عمر پچاس

ما يقتضي طوله او قصره فاذا وصل
الرحم مثلا يمحى الخمسون ويكتب مكانه
ستون واذا قطعها يكتب مكانه
اربعون وفي اللوح المحفوظ انه يصل
عمره ستون كما ان الطبيب الحاذق
اذا اطلع على مزاج شخص يحكم بان
عمره بحسب هذا المزاج يكون ستين
سنة فاذا شرب سما فمات او قتله
انسان او سبع او تردى فنقص من
ذالك او استعمل دواء فقوى مزاجه
فزاد عليه لم يخالف قول الطبيب
والتغير الواقع في هذا اللوح يسمى
بالبداء اما لانه شبيه به كما في سائر

سال کی ہوگی اور اسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ مقتضائے حکمت الٰہیہ یہ ہے کہ اگر
زید کوئی ایسا عمل نکریگا جو اسکی عمر کے اس مقدار سے زیادہ یا کم ہونیکا
سبب ہے تو اسکی عمر اسقدر ہوگی لیکن زید مثلاً اگر صلۂ رحم کرتا ہے تو پچاس
سال اس لوح سے محو کردیے جاتے ہیں اور ساٹھ لکھدیے جاتے ہیں اور اگر
قطع رحم کرتا ہے تو اسکی جگہ چالیس سال لکھدیے جاتے ہیں اور لوح محفوظ میں اول
ہی سے یہ لکھا ہوتا ہے کہ اصل میں اسکی عمر ساٹھ سال کی ہوگی اسکی مثال
دنیا میں یہ ہے کہ ایک طبیب حاذق نے اگر کسی شخص کے مزاج کو دیکھا اور حکم
لگایا کہ اسکی عمر اس مزاج کے اعتبار سے ساٹھ سال کی ہوگی لیکن وہ شخص
زہر پیکر مرگیا یا کسی انسان یا درندہ نے مار ڈالا یا گر کر ہلاک ہوگیا اور عمر
اس سے کم ہوگئی یا اسنے کوئی دوا استعمال کی جس سے اسکا مزاج قوی
ہوگیا اور عمر زیادہ ہوگئی تو یہ کمی و زیادتی قول و حکم طبیب کے خلاف نہوگی اور
محو و اثبات میں جو تغیر واقع ہوتا ہے اسکا نام بدا ہے اور خداوند عالم کی نسبت
بدا اسلئے کہتے ہیں کہ وہ لغوی بدا سے مشابہ ہے عہ جسطرح کہ اُس پر ابتدا

عہ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بدا کے لغوی معنی یہ ہیں کہ کوئی شے ظاہر نہ ہو اور پھر ظاہر ہو جائے اور اس علم پر بھی
اسکا اطلاق ہوتا ہے جو جہل کے بعد حاصل ہو اور خداوند عالم کی ذات ایسی نہیں بلکہ اسپر ہر شے ہمیشہ سے ظاہر اور اسکے
علم میں ہے یہانتک کہ وہ لوح محو و اثبات میں پیدا کئے جانیوالے تغیرات کو بھی پہلے ہی سے جانتا ہے اور اسکو یہ بھی معلوم ہے کہ
کون تغیر کس حکمت و مصلحت کے ماتحت ہوگا اسی لئے لوحِ محفوظ میں اُسنے ہر شے کے متعلق وہ ثبت فرما دیا ہے جو آخری
قطعی و حتمی فیصلہ ہے لہذا بداء کی نسبت اسکی طرف بمعنی ظہور و حصول علم نہیں بلکہ بمعنی ابداء یعنی اظہار و اعلام ہے یعنی اسپر
اسکے پہلے علم کے خلاف کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی بلکہ وہ بندوں پر ان کے پہلے علم کے خلاف حقایق و وقائع ظاہر
فرماتا ہے اور یہ اطلاق بنا بر تشبیہ توسعاً ہے یعنی ظاہر ہونے اور ظاہر کرنے میں چونکہ ایک قسم کی تشبیہ ہے اور بدا کے

ويطلق عليه تعالى شيء من الابتلاء و
الاستهزاء والسخرية وامثالها لو
انه يظهر للملائكة او لسائر خلقه اذا
اخبروا بالاول خلاف ما علموا اولاً ولا
استبعاد في تحقق هذين اللوحين
ولا استحالة في هذا المحو والاثبات
حتى يحتاج الى التكلف في التاويل
وان لم يظهر الحكمة فيه لنا لعجز عقولنا
عن الاحاطة بها مع ان الحكم فيه

واستہزاء وتمسخر وغیرہ ایسے الفاظ کا اطلاق کیا جاتا ہے یا اسلئے کہ ملائکہ یا تمام مخلوق
پہلے خبر دے چکا تھا کہ ایسا ہوگا لیکن اس دوسرے امر کے ذریعہ ان کے
علم اول کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور ان دونوں لوحوں
کے تحقق ووجود میں کوئی استبعاد نہیں اور نہ اس محو واثبات
سے کوئی امر محال لازم آتا ہے تاکہ تکلف وتاویل کی
احتیاج ہو اگرچہ اسکی حکمت ہم پر ہمارے قصور عقل کی
وجہ سے نہ ظاہر ہو حالانکہ جو حکمتیں اس میں ہیں وہ ظاہر
ہیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ جو فرشتے لوحِ محو واثبات
میں احکام لکھتے ہیں اور اسپر مطلع ہیں ان پر خداوند عالم کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بداء یعنی ظہور کا ابداء یعنی اظہار پر اطلاق ہوتا ہے اور اس اظہار و اعلام کی حِکَم و مصالح کیطرف
ابھی اشارہ ہو چکا اور تفصیلاً آئندہ بیان کی جا رہی ہیں۔ بہرحال یہ اطلاق ایسا ہی ہے جسطرح کہ خدا پر ابتلاء و استہزاء
و تمسخر کا اطلاق ہے کہ ابتلاء کے معنی ہیں کسی کی قابلیت واستعداد معلوم کرنے کے لئے اسکو آزمانا لیکن خدا کو بندوں کی
قابلیت اور ان کا انجام ونتیجہ ہمیشہ سے معلوم ہے لہذا اسپر ابتلاء کا اطلاق ان معنی کے اعتبار سے تو صحیح ہوتا
ہے جو اس معنی کے مشابہ ہیں یعنی یہ کہ وہ بندوں کو اس لئے آزماتا ہے کہ خود ان پر ان کی قابلیت و استعداد
اور ان کا انجام ونتیجہ ظاہر ہو جائے اور حجت تمام۔ اسی طرح استہزاء و تمسخر بندوں میں عیب اور جہالت پر
مبنی ہوتا ہے مگر خدا پر اسکا اطلاق معنی مشابہ کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی یہ کہ وہ بندوں سے اس لئے استہزاء
و تمسخر کرتا ہے کہ ان کی غلطی پر ان کو محجوب و مجروح کرے اسی طرح اسکا بداء بھی اس اعتبار سے جو اوپر
بیان ہوا یا اگر تشبیہ کا اعتبار اور بداء بمعنی ابداء کی تاویل نہ کی جائے تو اس کے بداء کو بداء کہنے
کی وجہ یہ ہے کہ ملائکہ اور تمام مخلوق پر ان کے علم اول کے خلاف وقائع وحقائق ظاہر ہوتے
ہیں اس معنی کہ پہلے ان کو خداوند عالم کچھ خبر دیتا ہے جس کی بنا پر انھیں کچھ اور معلوم ہوتا ہے اور
... تفکر وتدبر فی المقام

ظاهرة منها ان يظهر للملئكة الكاتبين
في اللوح والمطلعين عليه لطفه تعالى
بعباده وايصالهم في الدنيا الى ما
يستحقونه فيزدادوا به معرفة ومنها
ان يعلم العباد باخبار الرسل والحجج
ان لاعمالهم الحسنة مثل هذه التأثيرات
في صلاح امورهم ولاعمالهم السيئة
تاثيرا في فسادها فيكون داعيا لهم
الى الخيرات صارفا لهم عن السيئات
فظهر ان لهذا اللوح تقدما على اللوح
المحفوظ بحسب تعلق ادراكات
الملئكة او ادراكات سائر الخلق به فيصير
سببا لحصول بعض الاعمال فبذلك
انتقش في اللوح المحفوظ حصوله
فلا يتوهم انه بعد ما كتب في هذا اللوح
حصوله لا فائدة في المحو والاثبات و
منها انه اذا اخبر الاوصياء احيانا
من الكتاب المحو والاثبات ثم اخبروا
بخلافه يلزمهم الاذعان به ويكون في
ذالك تشديد التكليف عليهم تسبيبا
لاجرهم كما في سائر ما ابتلى الله

وہ لطف ظاہر ہو جائے جو وہ بندوں پر کرتا ہے اور
ظاہر ہو جائے کہ وہ بندوں کو دنیا میں وہ تمام چیزیں
عنایت فرماتا ہے جسکے وہ مستحق ہیں اور اس سے فرشتوں کی
معرفت میں ترقی ہو اور ان میں سے یہ ہے کہ بندے
انبیاء و آئمہ کی خبر دینے کے ذریعہ سے یہ جان لیں کہ
ان کے اچھے اعمال ان کے امور کی درستی میں اور انکے
بُرے اعمال ان کے امور کو خراب کر دینے میں ایسی ہی
تاثیریں رکھتے ہیں تاکہ یہ جاننا بندوں کو اچھے اعمال
کی طرف بلائے اور بُرے اعمال سے بچائے اس سے
معلوم ہوا کہ یہ لوح محو و اثبات تو لوح محفوظ سے بھی
مقدم ہے اسلئے کہ اسکے ذریعہ سے ملائکہ اور تمام مخلوق
کو معلومات و ادراکات ہوتے ہیں جسکی وجہ سے وہ بعض
اعمال بجا لاتے ہیں اور یہ بعض اعمال لوح محفوظ میں جو
درج ہیں تو اسی لوح محو و اثبات کیوجہ سے درج ہیں
لہذا یہ وہم نہ ہونا چاہئے کہ جب ایک کام لوحِ محفوظ
میں لکھا ہوا ہے تو لوحِ محو و اثبات سے کوئی فائدہ
ہی نہیں اور اپنی حکمتوں میں سے یہ ہے کہ جب اوصیاء
نے اولاً لوحِ محو و اثبات میں سے ایک حکم کی خبر دی اور
پھر مصلحت الٰہیہ بدلی تو دوسرے حکم کی خبر دی تو اس
حکم پر بندوں کو اطمینان و یقین کرنا لازم ہوا اور اس سے
ان کی تکلیف میں شدت ہو جائے اور ثواب کی زیادتی کا

عبادة بما من التكاليف الشاقة
وايراد الامور التي يعجز اكثر العقول
عن الاحاطة بها وبها يمتاز المسلمون
الذين فازوا بدرجات اليقين من
الضعفاء الذين ليس لهم قدم راسخ
في الدين ومنها ان يكون هذه الاخبار
تسلية لقوم من المومنين المنتظرين
لفرج اولياء الله وغلبة الحق واهله
كما روي في فرج اهل البيت وغلبتهم
لانهم لو اخبروا الشيعة في اول ابتلائهم
باستيلاء المخالفين وشدة محنتهم
انه ليس فرجهم الا بعد الف سنة
والفي سنة ليئسوا ورجعوا عن الدين
ولكنهم اخبروا شيعتهم بتعجيل
الفرج وربما اخبروهم بانه يمكن ان
يحصل الفرج في بعض الازمنة القريبة
ليثبتوا على الدين ويثابوا بانتظار الفرج
هذا ما قاله الشيعة في البداء
والروايات الواردة من طريق اهل السنة
والجماعة في هذا المعنى بعينه كثيرة

سبب ہے جسطرح کہ تمام ان سخت و شدید تکلیفات میں جن میں کہ
خداوند عالم بندوں کو مبتلا کرتا ہے اور ان احکام کے وارد
کرنے میں جنکے احاطہ سے اکثر عقلیں عاجز ہوں زیادہ اجر و
ثواب ہوتا ہے اور یہیں سے ان مسلمانوں کا جو درجہ یقین پر فائز
ہیں ان ضعیف الاعتقاد لوگوں سے امتیاز ہوتا ہے جو دین
و مذہب میں ثابت قدم نہیں اور انہی حکمتوں میں سے یہ ہے کہ
جب ائمہ و اولیاء ایسی خبریں دیں جو بداء پر مبنی ہوں اور
بندوں ہی میں انکے ظہور کے شرائط نہ پائے جانیکی وجہ سے
انکا اثر ظاہر ہو یا نہ ہو تو یہ اُن مومنین کی تسلی و تالیف
قلب کا سبب ہوں جو اولیاء اللہ کی کامیابی و حکومت اور حق
و اہل حق کے غلبہ کے منتظر ہیں جسطرح کہ اہلبیت کی حکومت
و غلبہ کی روایات منقول ہیں اسلئے کہ اگر وہ حضرات شیعوں کو انکے
ابتلاء و مصیبت اور شدت کے آغاز ہی میں جسمیں غلبہ مخالفین کیوجہ سے
گرفتار تھے یہ خبر دیدیتے کہ انکو ہزار دو ہزار برس کے بعد راحت و آرام و غلبہ
میسر ہوگا تو وہ مایوس ہو کر دین سے پلٹ جاتے لیکن ان حضرات نے
اپنے شیعوں کو یہ خبر دی کہ جلد ہی راحت و غلبہ ہے اور بسا اوقات
یہ خبر دی کہ ممکن ہے کہ بہت ہی قریب زمانہ میں راحت و غلبہ میسر ہو جائے
تاکہ وہ دین پر قائم و ثابت رہیں اور راحت و غلبہ کے انتظار کا ثواب
حاصل ہو یہ ہے۔ بداء کے متعلق شیعوں کا قول۔ اور وہ
روایات جو طرق اہلسنت سے بعینہ اسی مطلب پر وارد ہیں المقصود

قال السیوطی فی الدر المنثور اخرج
ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر
وابن ابی حاتم عن مجاهد قال
قالت قریش حین انزل وما کان لرسول
ان یاتی بآیة الا باذن الله ما نراک
یا محمد تملک من شیء ولقد فرغ من الامر
فانزلت هذه الآیة تخویفا ووعیدا
لهم یمحو الله ما یشاء ویثبت انا ان
شئنا احدثنا له من امرنا ما شئنا
ویحدث الله تعالی فی کل رمضان
فیمحو الله ما یشاء ویثبت من ارزاق
الناس ومصائبهم وما یعطیهم وما
یقسم لهم انظر ایها الجلیل هذه
الروایة وتأمل دلالتها علی حصول التغیر
والتبدل فی مقدرات الله تعالی

وقال فیه ایضا اخرج عبد الرزاق
والفریابی شیخ البخاری وابن جریر
وابن نصر وابن المنذر وابن ابی حاتم
والبیہقی فی شعب الایمان عن ابن عباس
فی قوله تعالی یمحو الله ما یشاء ویثبت

سیوطی نے درمنثور میں اہلسنت کے معتبر و ثقہ محدثین
سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی
کہ ہمارا رسول جو آیت لاتا ہے خدا کے اذن سے
لاتا ہے تو قریش نے کہا کہ ای محمد ہماری رائے
میں اب تو آپ کچھ کر نہیں سکتے اسلئے کہ خداوند
عالم تو تمام امور عالم کو کر چکا ہے اور اب معطل ہے
تب ان کے ڈرانے اور دھمکانیکے لئے یہ آیت نازل
ہوئی کہ خداوند عالم جو چاہتا ہے محو کرتا اور لکھتا ہے
اور جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے
اگر ہم چاہیں تو اپنے رسول کے لئے جو چاہیں پیدا
کردیں اور وہ ہر ماہ رمضان میں اعلی عالم کیلئے نئے امر
فرماتا ہے پس بندوں کے ارزاق و مصائب اور ان چیزوں کو
جو وہ انکو عطا فرماتا اور جو تقسیم کرتا ہے جو چاہتا ہے محو فرماتا اور
لکھتا ہے مولانا! آپ اس روایت کو ملاحظہ فرمائے اور دیکھئے کہ
یہ مقدرات الہیہ کے تغیر و تبدل پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے
اور سیوطی نے اسی کتاب میں بڑے بڑے محدثین
اہلسنت سے بروایت ابن عباس اس آیۂ مبارکہ
کی تفسیر میں کہ خدا جو چاہتا ہے محو و اثبات
فرماتا ہے نقل کیا ہے کہ خداوند عالم ہر ماہ
رمضان میں سب سے نیچے آسمان پر آجاتا ہے اور

الدنیا فیہ الامی السنۃ الی السنۃ فی لیلۃ
القدر فیمحو اللہ ما یشاء و یثبت الا الشقاوۃ
والسعادۃ والحیوۃ والممات و قال غیرہ ایضا
اخرج ابن سعید ابن جریر و ابن مردویہ
عن الکلبی فی الایۃ قال یمحو اللہ من الرزق
و یزید فیہ و یمحو من الاجل و یزید فیہ
فقیل لہ من حدثک بھذا قال ابو صالح عن
جابر بن عبد اللہ بن رباب الانصاری عن
النبی قال عمر بن عادل فی اللباب عن ابی الدرداء
قال قال رسول اللہ ینزل اللہ تعالی فی آخر
ثلث ساعات یبقین من اللیل فینظر فی
الساعۃ الاولی منھن فی ام الکتاب الذی لا ینظر
الیہ احد غیرہ فیمحو ما یشاء و یثبت
قال السیوطی فی رسالۃ افادۃ الخبر
اخرج ابن مردویہ فی تفسیرہ و ابن عساکر
فی تاریخہ عن علی انہ سئل رسول اللہ ص
عن قولہ تعالی یمحو اللہ ما یشاء و یثبت
فقال لاقرن عینک بتفسیرھا ولا
قرن عین امتی بعدی بتفسیرھا الصدقۃ
علی وجھھا و بر الوالدین واصطناع المعروف

پس سوائے شقاوت و سعادت اور حیات
و موت کے گذشتہ مقدرات میں سے جو چاہتا ہے مٹاتا اور نئی چیز تحریر
فرماتا ہے۔ اور اسی کتاب میں جلیل القدر محدثین کے
ذریعہ سے کلبی کا قول اسی مذکورہ آیت کے متعلق
نقل کیا ہے کہ خداوند عالم رزق کو محو فرما کر
اور اسمیں زیادتی کرتا ہے اور موت کو محو فرما کر عمر میں زیادتی
فرماتا ہے کلبی سے کہا گیا کہ تم سے یہ حدیث کس نے بیان کی
کہا جابر نے اور انہوں نے عبد اللہ انصاری سے اور انہوں نے
رسول اللہ سے نقل کی ہے۔ عمر بن عادل نے کتاب
لباب میں بروایت ابو درداء ارشاد رسول نقل کیا ہے
کہ جب تین گھنٹے رات باقی رہتی ہے تو خداوند عالم ان
تین گھنٹوں میں سے پہلے گھنٹے میں ام الکتاب کو ملاحظہ
فرماتا ہے جسکو سوائے اسکے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اسمیں جو
چاہتا ہے محو و اثبات فرماتا ہے۔ سیوطی نے رسالہ افادۃ الخبر
میں تفسیر ابن مردویہ اور تاریخ ابن عساکر سے بنا بر روایت
علی بن ابیطالب نقل کیا ہے کہ جناب رسالتمآب سے
اس آیہ مبارکہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ خدا جو چاہتا ہے
محو کرتا اور جو چاہتا ہے تحریر فرماتا ہے فرمایا کہ میں تیری
آنکھ اور اپنے بعد اپنی امت کی آنکھوں کو اس آیت کی تفسیر سے
روشن کرونگا۔ مستحقین کو صدقہ دینا والدین کے ساتھ

مصادع السوء وفي الدر المنثور مثله

قال القاضي سناءالله في اللباب بعد

هذه الرواية قلت المراد بهذا القضاء

القضاء المعلق اخرج الحاكم في المستدرك

وصححه عن ابن عباس قال لا ينفع الحذر

من القدر ولكن يمحو بالدعاء ما يشاء

من القدر قال في الدر المنثور اخرج ابن

جرير عن قيس بن عباده قال العاشر من

رجب يمحو الله فيه ما يشاء قال ايضا فيه

اخرج ابن المنذر وابن ابي حاتم والبيهقي في

الشعب عن قيس بن عباده قال الله

في كل ليلة العاشر من الاشهر الحرم اما

العاشر من الاضحى فيوم النحر واما العاشر

من المحرم فيوم عاشوراء واما العاشر

من رجب ففيه يمحو الله ما يشاء ويثبت

قال ونسيت ما قال في ذي القعدة

قال ايضا فيه اخرج عبد بن حميد وابن

جرير وابن المنذر عن عمر بن الخطاب انه قال

وهو يطوف بالبيت اللهم ان كنت

كتبت علي شقاوة او ذنبا فامحها

بدل دیتا ہے عمر میں زیادتی کرتا ہے اور بلا سے بچاتا ہے اور

درمنثور میں بھی لکھا ہے قاضی بن عادل سناءاللہ نے کتاب

لباب میں اس روایت کے بعد لکھا ہے کہ اس قضا سے

قضاء معلق مراد ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ابن عباس کی

روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح بھی کہا ہے کہ قضا و قدر

خداوند عالم سے ڈرنا بالکل بے فائدہ ہے لیکن خداوند عالم دعا

کیوجہ سے اپنے مقدرات میں سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے سیوطی نے

درمنثور میں قیس بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ دسویں رجب

کو خداوند عالم جو چاہتا ہے مٹاتا ہے۔ اور اسی کتاب میں

ثقہ و معتبر محدثین سے قیس ہی کی روایت نقل کی ہے

کہ خداوند عالم نے محترم مہینوں میں سے ہر مہینے کی

دسویں رات کو کامل قرار دیا ہے دسویں ذی الحجہ یوم قربانی

ہے دسویں محرم یوم عاشورا ہے اور دسویں رجب میں

خداوند عالم محو و اثبات فرماتا ہے راوی کہتا ہے

کہ میں یہ بھول گیا کہ دس ذیقعدہ کیلئے کیا کہا تھا

اور اسی کتاب میں جلیل القدر ثقات اہلسنت سے نقل

کیا ہے کہ حضرت عمر طواف کعبہ کرتے ہوئے یہ دعا کرتے

تھے کہ خداوندا اگر تو نے میرے لئے شقاوت یا گناہ تحریر فرمایا

تو اسے مٹا دے کہ تو جو چاہتا ہے محو فرماتا اور

... ام الکتاب ہے اور اسکو ...

فاجعله سعادة ومغفرة فانظروا ایها
الجلیل ان الفاروق الاعظم کیف یقول
بالتغییر والتبدیل وانت تجعله ذنبا
للشیعة تعصبا وتجاسرا وتجاوزا

قال ایضا فیه اخرج ابن ابی شیبة فی
المصنف وابن ابی الدنیا فی الدعاء عن ابن
مسعود قال ما دعا عبد قط بهذا
الدعاء الا وسع الله علیه فی معیشته
یا ذا المن ولا یمن علیه یا ذا الجلال والاکرام
یا ذا الطول لا اله الا انت ظهر اللاجین
وجار المستجیرین ومامن الخائفین
ان کنت کتبتنی عندک فی ام الکتاب
شقیا فامح عنی اسم الشقاوة واثبتنی
عندک سعیدا وان کنت کتبتنی
عندک فی ام الکتاب محروما مقترا علی رزقی
فامح حرمانی ویسر رزقی واثبتنی عندک
سعیدا موفقا للخیر فانک تقول فی
کتابک الذی انزلت یمحو الله ما یشاء
ویثبت وعنده ام الکتاب قال عمر بن عادل
الحنبلی فی تفسیره المسمی باللباب فی علوم

ومغفرت قرار دے۔

مولانا ملاحظہ فرمائے کہ فاروق اعظم کیونکر تغییر وتبدیل کے
قائل تھے اور آپ اسکو شیعونکا گناہ وتعصب اور انکی
جسارت وتعدی قرار دیتے ہیں۔

اور اسی کتاب میں ثقات اہل سنت سے مسئلہ دعا میں
ابن مسعود کا قول نقل کیا ہے کہ کسی بندے نے یہ دعا نہیں
پڑھی مگر یہ کہ خداوند عالم نے اسکے رزق ومعیشت کو
وسیع فرما دیا ہے اور دعا یہ ہے۔

ای جلالت وبزرگی والے ای بخشش والے سوا تیرے کوئی
معبود نہیں ای پناہ ڈھونڈنیوالوں کے پشت پناہ ای پناہ
چاہنے والوں کی جائے پناہ ای ڈرنیوالوں کے جائے امن
اگر تونے مجھکو ام الکتاب میں شقی لکھ رکھا ہے تو مجھ سے
اسم شقاوت کو محو فرما دے اور مجھے اپنے نزدیک سعید ثبت
فرما اور اگر تونے مجھے اپنے نزدیک ام الکتاب میں گنہگار
اور تنگ رزق لکھ رکھا ہے تو میری فرد سیت کو محو فرما دے
میرے رزق کو سہل فرمانا اور مجھے اپنے نزدیک نیکبخت
اور با توفیق تحریر فرمانا اسلئے کہ تو قرآن مجید میں ارشاد
فرماتا ہے کہ خداوند عالم جو چاہتا ہے محو واثبات فرماتا ہے
اور اسکے پاس ام الکتاب ہے۔ عمر بن عادل حنبلی نے اپنی
تفسیر لباب فی علوم الکتاب میں ابن عمر اور ابن مسعود
... کہ خداوند عالم سعادت وشقاوت

يمحو السعادة والشقاوة ويمحو الرزق و
الاجل ويثبت ما يشاء وروي عن عمر انه
كان يطوف بالبيت وهو يبكي ويقول
اللهم ان كنت كتبتني الى اخر ما رواه في
الدر المنثور قال الرازي في تفسير الكبير
في تفسير اية يمحو الله ما يشاء الخ في
هذه الاية قولان الاول انها عامة في كل شيء
كما يقتضيه ظاهر اللفظ قالوا ان الله
يمحو الرزق ويزيد فيه وكذا القول في الاجل
والسعادة والشقاوة والايمان والكفر وهو
مذهب عمر وابن مسعود ورواه جابر بن عبد الله
عن رسول الله قال السيوطي في الدر المنثور
وفي رسالة افادة الخبر اخرج ابن جرير عن
مجاهد في قوله يمحو الله ما يشاء الخ
قال الله ينزل كل شيء يكون في السنة
في السنة في ليلة القدر فيمحو ما يشاء
من الاجال والارزاق والمقادير الا الشقاوة
والسعادة قال ايضا في الدر المنثور اخرج
ابن جرير ومحمد بن نصر وابن المنذر وابن
ابي حاتم والحاكم وصححه عن ابن عباس
يمحو الله ما يشاء ويثبت قال من احد

کو محو نہیں فرماتا البتہ رزق و موت کو محو فرماتا اور جو
چاہتا ہے لکھتا ہے ۔ اور اسی کتاب میں حضرت عمر
کی وہ روایت نقل کی ہے جو اُنکے طواف اور دعا کے
متعلق درمنثور سے اوپر نقل کی گئی ۔
امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں
کہ خداوند عالم جو چاہتا ہے محو و اثبات فرماتا ہے
بیان کیا ہے کہ اس آیت میں دو قول ہیں ایک
یہ کہ یہ ہر شے کے لیے عام ہے اور یہی ظاہر لفظ کا مقتضی
ہے علماء نے کہا ہے کہ خداوند عالم رزق کو محو فرماتا
اور اسمیں زیادتی کرتا ہے اور اسیطرح موت سعادت شقاوت
اور ایمان و کفر کے متعلق کہا گیا ہے اور یہ عمر اور ابن مسعود کا
مذہب ہے اور اس مضمون کی روایت کو جابر نے جناب
رسالتمآب سے نقل کیا ہے سیوطی نے درمنثور اور
رسالہ افادۃ الخبر میں مجاہد سے اس آیہ مبارکہ کے متعلق
روایت نقل کی ہے کہ خداوند عالم سال بھر کی ہر شے کو
شب قدر میں نازل فرماتا ہے اور بجز شقاوت و سعادت کے
موت و رزق و نیز تمام مقدرات میں سے جو چاہتا ہے
محو فرما دیتا ہے ۔ اور درمنثور میں بڑے بڑے ثقات محدثین
سے بروایت ابن عباس اس آیہ مبارکہ کے متعلق
نقل کیا ہے کہ دونوں لوحوں میں سے خداوند عالم
ایک لوح میں جو چاہتا ہے محو و اثبات فرماتا ہے

المکتابین هما کتابان یمحو اللہ ما یشاء من
احدهما و یثبت و عنده ام الکتاب ای
جملة الکتاب

اور اُسکے پاس ام الکتاب یعنی تمام کتاب ہے۔

قال فیه ایضا اخرج ابن جریر
عن کعب انه قال لعمر یا امیر المؤمنین
لولا آیة فی کتاب اللہ لانبأتک بما هو
کائن الی یوم القیامة قال و ما هی قال قول
اللہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عنده
ام الکتاب قال فی رسالة افادة الخبیر
اخرج ابن جریر عن الضحاک فی الآیة قال
یقول انسخ ما شئت و اصنع فی الآجال
ما شئت و ان شئت زدت فیها و ان
شئت نقصت و عنده ام الکتاب
قال جملة الکتاب و علمه یعنی بذالک ما
ینسخ منه و ما یثبت

اور اسی کتاب میں کعب سے نقل کیا ہے کہ انہوں
نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المومنین اگر قرآن میں
ایک آیت نہ ہوتی تو میں قیامت تک کے تمام حالات
کی آپ کو خبر دیدیتا حضرت عمر نے کہا وہ کونسی آیت ہے
کہا یہ کہ خداوند عالم جو چاہتا ہے ثابت کرتا ہے اور اسکے
پاس ام الکتاب ہے۔ اور رسالہ افادۃ الخبیر میں ضحاک سے اس
آیت کے یہ معنی نقل کئے ہیں کہ خداوند عالم فرماتا ہے میں جو
چاہتا ہوں منسوخ کرتا ہوں موتوں کے اوقات کے متعلق جو چاہتا
ہوں کرتا ہوں اگر چاہوں تو زیادہ کردوں اور چاہوں تو
گھٹا دوں اور اُسکے پاس ام الکتاب ہے یعنی جملہ کتاب اور
اسکا علم ہے یعنی وہ پہلے سے یہ بھی جانتا ہے کہ آیندہ کیا منسوخ کریگا
اور کیا درج ہے۔

اعلم ایها الحبر
الجلیل ان وقوع کل شیء فی الخارج فهو
اول دلیل علی امکانه لاستحالة وقوع الممتنع
بالذات فی الخارج فقصة یونس مع قومه
دلیل علی امکان البداء

مولانا آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کسی شے کا خارج
میں واقع ہو جانا اسکے امکان کی سب سے بڑی دلیل ہے اسلئے
جو چیز بالذات ممتنع الوجود ہے اسکا خارج میں واقع ہونا محال
ہے لہذا قوم یونس کے ساتھ حضرت یونس کا قصہ امکان بداء
کی دلیل ہے۔

قال السیوطی فی الدر المنثور اخرج ابن
مردویه عن ابن مسعود عن النبی ص قال

اور اسکا خلاصہ درمنثور سیوطی اور تفسیر ثناء اللہ حنبلی کی
معتبر اور متعدد روایات سے جو بڑے بڑے ثقہ راویان اہلسنت
[illegible] سے منقول ہے کہ حضرت

وعدهم العذاب فقال انه یاتیکم
یوم کذا وکذا ثم اخرج عنهم وکانت
الانبیاء اذا وعدت قومهم العذاب
خرجت فلما اظلهم العذاب خرجوا
ففرقوا بین المرأة وولدها وبین السخلة
واولادها وخرجوا یعجون الی الله وعلم
الله منهم الصدق فتاب علیهم و
صرف عنهم العذاب وقعد یونس
فی الطریق یسئل عن الخبر فمر به رجل
فقال ما فعل قوم یونس فحدثه بما صنعوا
فقال لا ارجع الی القوم فقد کذبتهم
وانطلق مغاضبا (یعنی مراغما) و
اخرج فیه ایضا عن ابی حاتم عن ابن
عباس مثله وکذالک سناء الله الحنبلی
فی تفسیره عن علی قال تیب علی قوم
یونس یوم عاشوراء وکان یونس قد خرج
ینتظر العذاب فی هلاک قومه فلم
یر شیئا وکان من کذب لم یکن له
بینة قتل فقال یونس کیف ارجع
الی قومی وقد کذبتهم فانطلق عاتبا
علی ربه مغاضبا لقومه وقال ایضا فیه

یونس نے اپنی امت کی نافرمانیوں سے تنگ آکر ان پر
عذاب کا وعدہ کیا کہ فلاں روز تم پر عذاب آئیگا اور خود شہر سے
نکلکر ایک راستہ پر جا بیٹھے وقت مقررہ پر عذاب آکر
انکے سروں پر گھرا تو انہوں نے خدا کی بارگاہ میں بہت
تضرع و توبہ کی عذاب ہٹ گیا ایک شخص حضرت یونس کو
ملا پوچھا قوم یونس کا کیا حال ہے اُسنے قصہ بیان کیا
آپ سخت غضبناک ہو کر خداوند عالم سے شکوہ کرتے ہوئے
یہ کہکر چلدیے کہ میں نے قوم سے جھوٹ بولا ہے اب اس میں
نہ جاؤں گا شرمندگی بھی تھی اور یہ بھی بعض روایات
میں ہے کہ ان لوگوں کی عادت یہ تھی کہ جھوٹے کو قتل
کر دیتے تھے اسلئے آپ نہ جانا چاہتے تھے۔

قال عروة بن الزبير وسعيد بن جبير
ثم ذهب عن قومه مغاضبا
لانه اذا كشف عن قومه العذاب بعد
ما وعدهم وكره ان يكون بين قوم
جربوا عليه الخلف فيما وعدهم واستحيى
منهم ولم يعلم السبب الذي به
رفع العذاب عنهم وكان غضب من
ظهور خلف وعده وان يسمى كذابا
لا كراهية لحكم الله عز وجل وفي بعض
الاخبار انه كان من عادة قومه
ان يقتلوا من جربوا عليه الكذب
فخشى ان يقتلوه لما لم ياتهم العذاب
للميعاد وفي الدر المنثور اخرج ابن
ابي حاتم واللالكائي في السنة عن
علي بن ابي طالب قال الحذر لا يرد القدر
وان الدعاء يرد القدر وذلك في
كتاب الله الا قوم يونس لما امنوا
كشفنا عنهم عذاب الخزي واخرج
ابو المنذر وابو الشيخ عن ابن عباس
قال ان الدعاء ليرد القضاء وقد

در منثور میں حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ خوف قضا و قدر
کو نہیں رد کر سکتا اور دعا رد کر سکتی ہے جیسا کہ
قصہ قوم یونس میں خداوند عالم قرآن مجید کے اندر
ارشاد فرماتا ہے۔

اور ابن عباس سے منقول ہے کہ دعا قضا کو لوٹا دیتی
ہے اگرچہ آسمان سے نازل ہو چکی ہو قرآن میں قوم

قوم یونس لما آمنوا کشفنا عنہم
فصرف عنہم العذاب

اُنسے عذاب کو لوٹا دیا۔

وقصۃ موسی ایضا دلیل علی امکانہ
قال السیوطی فی الدر المنثور اخرج عبد الرزاق
وعبد بن حمید عن مجاہد وواعدنا
موسی ثلثین لیلۃ قال ذو القعدۃ واتممناہا
بعشر قال ان موسی قال لقومہ ان ربی
وعدنی ثلثین لیلۃ ان القاہ واخلف
ہرون فیکم فلما اتصل موسی الی ربہ
زادہ اللہ عشرا فکانت فتنتہم فی
العشر التی زادہا اللہ الخ وقال
فیہ ایضا فی ضمن حدیث طویل قد اخرج
عن ابن عمر العدنی وعبد بن حمید و
النسائی وابو یعلی وابن جریر وابن
المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ
قال قوم موسی ما بال موسی وعدنا ثلثین
لیلۃ ثم اخلفنا فہذہ اربعون لیلۃ

اور حضرت موسیٰ کا قصہ بھی امکان بدا کی دلیل ہے چنانچہ
سیوطی نے درمنثور میں متعدد ثقات و معتبرین الرزاق
سے اس آیت کے متعلق کہ ہم نے موسے سے تیس راتوں کا
وعدہ کیا تھا لکھا ہے کہ یہ ماہ ذی القعدہ کی راتیں تھیں
پھر خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہم نے ایک عشرہ اور بڑھا کر
اسکو پورا کیا اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسے نے
اپنی قوم سے کہا کہ مجھ سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ تیس
راتوں کے بعد اس سے ملاقات اور تم میں ہارون کو خلیفہ مقرر
کرونگا جب حضرت موسیٰ تیس راتوں کے بعد مقام مناجات کو گئے
تو خدا نے دس راتیں اور بڑھا دیں اور انہی دس راتوں میں
جو خدا نے زیادہ کیں تھیں قوم موسیٰ کا امتحان تھا۔ اور
درمنثور ہی میں متعدد جلیل الشان علماء و موثقین اہلسنت کے
حوالے سے لکھا ہے کہ قوم موسے نے کہا موسیٰ کو کیا ہو گیا انہوں
نے ہم سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اب چالیس
راتیں ہو گئیں۔

انظر یا الحبر الجلیل ان قوم موسی
لعدم ادراکہم حقیقۃ البداء وعدم
تجویزہم لہ اسندوا الخلف الی

مولانا! اب غور کیجیے کہ قوم موسیٰ حقیقت بدا کو نہ سمجھ سکی
تھی اور اسکو ممکن نہ سمجھتی تھی اسلیے حضرت موسیٰ کو خلف
وعد کیطرف نسبت دی جنکا وعدہ خدا کا وعدہ تھا اور اب
پھر انکی نادانی کو اختیار کر رہے ہیں اور اہلسنت

نحلت سوء ادراكهم وطعنت في
روايات الصادرة عن اهل بيت الرسول

واقاصيص اخرى موجودة في كتبكم
ايضا قال في حيوة الحيوان وفي تاريخ
ابن النجاري دعوا ابي عبد الله بن
المثنى بن انس بن مالك الانصاري
قاضي البصرة وعالمها ومسندها
وهو من كبار شيوخ البخاري من
حديث الحسن بن ابي الحسن البصري
عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه و
سلم قال كان فيمن قبلكم رجل ياتي
وكر طير كلما افرخ ياخذ فرخه فشكى
ذلك الطائر الى الله تعالى ما يفعل
به فاوحى الله اليه ان عاد فساهلكه
فلما افرخ الطائر خرج ذالك الرجل
كما كان يخرج فبينما هو في بعض الطريق
فسئله سائل فاعطاه رغيفا كان
معه يتغداه ثم مضى حتى اتى الوكر
فوضع سلمه ثم صعد واخذ الفرخين
وابواهما ينظران اليه فقالا ربنا انك

روایات پر طعن کر رہے ہیں۔

اور دیگر قصص و حکایات بھی آپ کی کتب میں موجود ہیں
چنانچہ حیوۃ الحیوان میں بڑے بڑے جلیل القدر و عظیم المرتبت
موثقین اہلسنت کے حوالے سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے
حاضرین سے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جو
ایک پرند کے آشیانہ میں سے اُسکے بچہ کو نکال لیجاتا تھا
پرند نے خداوند عالم سے شکایت کی اسکو القا ہوا
کہ اگر وہ آئندہ ایسا کریگا تو میں اُسے ہلاک کر دونگا
جب اس پرند نے بچہ دیا تو وہ شخص پھر حسب معمول
گھر سے نکلا ابھی وہ راستہ ہی میں تھا کہ اس سے
ایک سائل نے سوال کیا اسنے اسکو اپنے کھانے کی روٹی
دیدی جو اُسکے ساتھ تھی اور چل دیا یہانتک کہ اس پرند
کے آشیانہ پر پہنچا سیڑھی لگائی چڑھا اور دو بچے
نکال لئے ماں باپ دیکھ رہے تھے درگاہ خداوندی
میں عرض کرنے لگے کہ خداوندا تو تو وعدہ خلافی نہیں
کرسکتا تو نے تو وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ پھر ایسا کریگا
تو اسے ہلاک کرونگا اب اسنے پھر وہی کیا اور دو بچے
لے گیا مگر تو نے ہلاک نہیں فرمایا خداوند عالم نے فرمایا
کہ کیا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ہم کسی شخص کو اس دن بری

تهلك هذا اذا عاد وقد عاد
واخذ فرخينا ولم تهلكه فاوحى الله اليهما
الم تعلما انى لا اهلك احدا تصدق
فى يوم بميتة سوء

قال الزندوستی وثقه الكفوى فی
اعلام الاخيار وثقه غيره ايضا
فى كتاب روض العلماء ثنا ابو عبدالله
المطوعى باسناده له عن وهب
رحمة الله قال كان عيسى النبى
قاعدا مع الحواريين ان مر قصار
على ظهره حزمة ثياب فقال عيسى
للحواريين ان هذا القصار يهلك
سايوم على جنازته فجلسوا فلما كان
عند المساء فرجع القصار سالما مع
ثيابه فتعجب الحواريون بذلك
فقال عيسى للقصار اخبرنى عن قصتك
قال خرجت بالغداة ومعى ثلاثة
ارغفة فاستقبلنى سائل فدفعت
اليه واحدا فدعا وقال صرف الله
عنك بالسوء فمضيت فاستقبلنى
سائل آخر فدعا فدفعت اليه رغيف

زندوستی نے جنکو کفوی نے اعلام الاخیار میں اور کئی
علماء نے ثقہ کہا ہے کتاب روضۃ العلماء میں بیان
کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ حواریین کے ساتھ بیٹھے
تھے کہ ایک دھوبی گذرا جسکی کمر پر کپڑوں کی گٹھری
تھی آپ نے حواریین سے فرمایا کہ یہ دھوبی آج
مرجائے گا اور میرے پاس اسکا جنازہ آئے گا
وہ لوگ وہیں بیٹھے رہے شام ہوئی تو دھوبی صحیح
سالم کپڑوں سمیت لوٹا حواریین نے بہت تعجب کیا
آپ نے دھوبی سے پوچھا کہ تو ہم سے اپنا قصہ
بیان کر اُسنے کہا کہ جب میں صبح کے وقت چلا تھا
تو میرے ساتھ تین روٹیاں تھیں میرے سامنے ایک
سائل آیا میں نے اُسے روٹی دی اُسنے مجھے دعا دی
کہ خدا تجھ سے برائی کو دفع کرے میں وہاں سے
چلا تو ایک سائل ملا اور مجھ سے سوال کیا دوسری
روٹی میں نے اُسے دی اُسنے مجھے دعا دی کہ خدا تجھ
سے بلا کو دور کرے جب میں نے اپنی گٹھری کھولی تو
اُسمیں ایک سیاہ سانپ دیکھا جسکی آنکھوں سے

تلتی فقال صرف الله عنك البلاء
فدا فحصت حزمة ثيابي فرايت فيها حيّة
سوداء تلتهب النار من عينيها وفي
عنقها واذا سلسلتان ملكان يمدان قلت
حتى اخرجاها من حزمة ثيابي
فقال عيسى لذالك الرغيف سلمك
الله تعالى وزاد في عمرك قال الدميري
في حيوة الحيوان روى احمد في كتاب الزهد
عن سالم بن ابي الجعد قال كان رجل
من قوم صالح قد اذاهم فقالوا يا
نبي الله ادع الله عليه فقال اذهبوا فقد
كفيتموه قال وكان يخرج كل يوم يحتطب
قال فخرج يومئذ ومعه رغيفان فاكل
احدهما وتصدق بالاخر قال فاحتطب
ثم جاء بحطبه سالما لم يصبه شيء
فجاؤا الى صالح وقالوا قد جاء بحطبه
سالما لم يصبه شيء قال فدعاه صالح
وقال له اي شيء صنعت اليوم قال خرجت
ومعي قرصان فتصدقت باحدهما واكلت
الاخر فقال صالح حل حطبك فحله

آگ نکل رہی ہے اسکی گردن میں دو زنجیریں ہیں اور
دو فرشتے کھینچ رہے ہیں یہانتک کہ انہوں نے اسکو
میری گٹھری سے نکال دیا حضرت عیسیٰ نے فرمایا
کہ اس روٹی کی وجہ سے خداوند عالم نے تجھکو سلامت
رکھا اور تیری عمر میں زیادتی کی۔

دمیری نے حیوۃ الحیوان میں سالم کی روایت نقل کی
ہے کہ قوم صالح کا ایک آدمی انکو بہت ستایا
کرتا تھا انہوں نے حضرت صالح سے کہا کہ آپ
اسکے لئے دعائے بد کیجئے آپنے فرمایا جاؤ اب تم اس سے محفوظ
رہو گے وہ شخص روزانہ لکڑیاں جمع کرنے جایا کرتا تھا
اس دن بھی گیا اسکے ساتھ دو روٹیاں تھیں انمیں سے
ایک کھائی اور ایک صدقہ دی پھر لکڑیاں جمع کرکے
صحیح و سالم لوٹا اور اسپر کوئی مصیبت نہیں نازل
ہوئی وہ لوگ حضرت صالح کے پاس آئے واقعہ
بیان کیا آپنے اس سے حال پوچھا اس نے روٹی کے
صدقہ کا ذکر کیا آپنے فرمایا اپنی لکڑیاں کھول اُسنے
لکڑیاں کھولیں تو انمیں درخت خرما کے تنہ کی مثل سیاہ
سانپ تھا جو ایک لکڑی کی قبر میں کاٹ رہا تھا فرمایا
کہ اس صدقہ کیوجہ سے یہ بلا تجھ سے علیحدہ رہی۔

علی جذل من الحطب فقال بهذا
دفع عنك يعني بالصدقة قال ابن
الجزلة في مختار تاريخ بغداد عن
عبد الصمد بن علي وهو علي بن عبد الله بن عباس
حدثني ابي عن جدي عن النبي صلعم انه كان
في بني اسرائيل ملكان اخوان على مدينتين
وكان احدهما بارا برحمه عادلا على رعيته
وكان الاخر عاقا برحمه جائرا على رعيته
وكان في عصرهما نبي فاوحى الله الى ذالك
النبي انه قد بقي من عمر هذا البار ثلث
وبقي من عمر هذا العاق ثلثون سنة قال
فاخبر النبي رعية هذا ورعية هذا
فاحزن ذالك رعية الجائر واحزن ذالك
رعية العادل قال ففرقوا بين الاطفال
والامهات وتركوا الطعام والشراب وخرجوا
الى الصحراء يدعون الله تعالى ان يمتعهم
بالعادل ويزيل عنهم امر الجائر فاقاموا
ثلثا فاوحى الله الى ذلك النبي ان اخبر
عبادي باني قد رحمتهم واجبت دعاءهم
فجعلت ما بقي من عمر هذا البار لذلك
العاق وما بقي من عمر الجائر لهذا البار قال

ابن جزلہ نے مختار مختصر تاریخ بغداد میں لکھا کہ حضرت
رسالتمآب نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو بھائی
دو ملکوں کے بادشاہ تھے انمیں سے ایک صلۂ رحم
کیا کرتا تھا اور اپنی رعیت کے حق میں عادل تھا
اور دوسرا قطع رحم کرتا تھا اور اپنی رعیت پر
ظلم کیا کرتا تھا اُنکے زمانہ میں ایک نبی
تھے خداوند عالم نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ اس
صلہ رحم کرنیوالے کی عمر میں سے تین برس باقی رہے
اور اس قطع رحم کرنیوالے کی عمر میں سے تیس برس باقی
دونوں کی رعیت کو یہ خبر دی ظالم کی رعیت
اسکی زیادہ عمر باقی رہنے کیوجہ سے رنجیدہ ہوئی اور
عادل کی رعیت اسکی کم عمر باقی رہنے کیوجہ سے
غمگین۔ اُن سب نے ملکر بچوں کو ماؤں سے علیحدہ کر دیا
اور کھانا پینا چھوڑ دیا جنگل کیطرف نکل گئے اور تین
دن تک دھوپ میں بیٹھکر یہ دعا کرتے رہے کہ خدا عادل سے بہرہ مند
کرے اور ظالم کو اٹھالے۔ خدا نے نبی کے پاس وحی بھیجی کہ میرے
بندوں کو خبر دو میں نے انپر رحم کیا انکی دعا قبول کی اور جو
عمر عادل کی باقی رہی تھی وہ ظالم کو دیدی اور ظالم کی
عادل کو وہ لوگ یہ خبر سنکر جنگل سے اپنے گھر پھر

فحبوا الى بيوتهم وما العادل تمام ثلث
سنين وبقي العادل فيهم ثلثين سنة
فتلا رسول الله وما يعمر من معمر وما
ينقص من عمره الا في كتاب ان ذالك
على الله يسير وفي كتاب مفتاح
كنز الدرايه اخرج عن بزاد مثله
وفي الدر المنثور اخرج ابن سعد
في الطبقات عن كعب قال كان في بني
اسرائيل ملك اذا ذكرناه ذكرنا عمر
واذا ذكرنا عمر ذكرناه وكان الى جنبه
نبي يوحى اليه فاوحى الله الى النبي ان
يقول له اعهد عهدك واكتب وصيتك
فانك ميت الى ثلثة ايام فاخبره النبي
بذالك فلما كان اليوم الثالث وقع بين الجدار
والسرير ثم جاء الى ربه فقال اللهم
ان كنت تعلم اني اعدل في الحكم اذا
اختلف الامور اتبعت هداك و
... فزدني في عمري حتى يكبر
طفلي وتربوا امتي فاوحى الله الى النبي
انه قال كذا وكذا وقد صدق وقد زدته في

آگئے ظالم تین برس کے بعد مرگیا اور عادل تیس برس تک
زندہ رہا جناب رسالتمآب نے یہ قصہ بیان کر کے قرآن
کی یہ آیت تلاوت فرمائی کہ جسکی عمر میں جسقدر زیادتی
ہوتی ہے اور جسقدر کمی ہوتی ہے سب کتاب میں لکھی
ہوتی ہے اور یہ خدا پر بہت آسان ہے۔ یہ روایت کتاب
مفتاح کنز الدرایہ میں بھی ہے۔

درمنثور میں کعب سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے
زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جب ہم اسکا ذکر کرتے تو
حضرت عمر کا بھی ذکر کرتے تھے اور جب انکا ذکر کرتے
تھے تو اسکا بھی ذکر آجاتا تھا۔ اُسکے جوار میں ایک
نبی تھے خداوند عالم نے انپر وحی نازل فرمائی کہ اس سے
کہدو تو اپنے بعد کے لئے اپنی مملکت کا انتظام کرلے
اور اپنی وصیت لکھ لے اسلئے کہ تو تین دن کے بعد مرجائیگا
نبی خدا نے اسکو یہ خبر دی جب تیسرا دن ہوا تو وہ تخت
و دیوار کے درمیان گر پڑا اُسوقت اُسنے خداوند عالم
کیطرف متوجہ ہو کر عرض کی کہ خداوندا اگر میں حکم میں
عدل اور اختلاف امور کے وقت تیری ہدایت کا اتباع
کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ تو میری عمر میں زیادتی فرما
یہانتک کہ میرا بیٹا بڑا اور میری قوم کی تربیت کرے
خداوند عالم نے نبی کو خبر دی کہ اُسنے مجھ سے اسطرح دعا

ولده دیو بوا امته فلما طعن عمر قال
کعب لئن سئل عمر ربه لیبقینه فاخبر
ذالک عمر فقال اللهم اقبضنی الیک
غیر عاجز ولا ملوم

فی الدر المنثور اخرج ابن مردویه و
الدیلمی عن ابن عباس قال کان ابو الرومی
من شر اهل زمانه وکان لا یدع شیئا
من المحارم الا ارتکبه وکان النبی ص یقول
لئن رأیت ابا رومی فی بعض ازقة المدینه
لاضربن عنقه وان بعض اصحاب
النبی اتاه ضیف له فقال لامرأته اذهبی
الی ابی رومی نحذ لنا منه بدرهم من
طعام حتی ییسر الله تعالی فقالت
انک لتبعثنی الی ابی رومی وهو
افسق اهل المدینه فقال اذهبی فلیس
علیک منه باس انشاء الله تعالی
فانطلقت فضربت علیه الباب فقال من
هذا قالت فلانه فقال ما کنت بزوارة
ففتح لها الباب فاخذ بکلام رفث و
مد یده الیها فاخذتها رعدة شدیدة

اسکی عمر میں پندرہ برس بڑھا دے اسمیں اسکا بیٹا پیدا
ہو جائیگا اور اُسکی قوم کی تربیت کریگا پس جب حضرت عمر کے نیزہ لگا
تو کعب نے کہا اگر وہ خدا سے دعا کرتے تو خدا انکو باقی رکھتا حضرت عمر کو
اسکی خبر ہوئی انہوں نے دعا کی کہ خدایا تو مجھے ایسے حال میں اٹھا کہ میں عاجز و ملامت
زدہ نہوں۔ در منثور میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ابو رومی نامی
ایک شخص اپنے زمانہ کے بدترین لوگوں سے تھا اور کسی
حرام کام کو نہ چھوڑتا تھا جناب رسالتمآب فرمایا کرتے
تھے کہ اگر میں ابو رومی کو مدینہ کی کسی گلی میں دیکھ لوں تو قتل
کر دوں ایک مرتبہ اصحاب میں سے کسی کے پاس مہمان
آیا انہوں نے اپنی بی بی سے کہا کہ ابو رومی کے پاس
جا کر ایک درہم کا کھانا لے آ تاکہ خدا ہمارے لئے آسانی
فرمائے عورت نے کہا کہ تم مجھے ابو رومی کے پاس بھیجتے
ہو وہ تو بڑا بدکار ہے کہا جا تجھے انشاء اللہ اس سے کچھ
نقصان نہ پہنچے گا اس عورت نے جا کر دق الباب کیا
ابو رومی نے کہا کون ہے کہا میں فلانی عورت ہوں
کہا تو تو کبھی آیا نہیں کرتی یہ کہکر دروازہ کھولا
اس سے واہیات باتیں کرنی شروع کیں اور اُسکی
طرف ہاتھ بڑھایا جس پر اُسکی چیخ نکلی ابو رومی نے
کہا یہ کیا کہا کہ یہ کام تو میں نے بالکل نہیں کیا ابو رومی
نے کہا ابو رومی کو اسکی ماں روئے یہ کام دیکھنے

قال ابو رومی تکلت ابا رومی
انہ ھذا عمل عملہ وھو صغیر تا اخذ
رعدة ولا یبالی علی ابی رومی عمد اللہ
ان عاد لشیئ من ھذا ابداء فلما
اصبح غدا الی النبی فقال مرحبا
یا ابا رومی واخذ یوسع لہ المکان
وقال لہ یا ابا رومی ما عملت البارحہ
فقال ما عسی ان اعمل یا نبی اللہ
انا شر اھل الارض فقال النبی ان اللہ
قد حول مکتبک الی الجنة فقال یمحو اللہ
ما یشاء ویثبت

کبھی بھی پھر ایسا کام کرے تو خدا کا عہد (عذاب)
اسکی پروانہ کرے۔ جب صبح ہوئی تو وہ جناب
رسالتماب کی خدمت میں گیا آپ نے اسکو
مرحبا کہا اور کشادہ جگہ دی اور فرمایا اے
ابو رومی آج رات تم نے کیا عمل خیر کیا عرض
کیا یا حضرت مجھ سے عمل خیر کی کیا امید ہے
میں تو شریر ترین اہل ارض ہوں فرمایا خداوند
عالم نے تیرا نام جہنمیوں سے ہٹا کر جنتیوں میں
لکھ دیا ہے پھر فرمایا خدا جو چاہتا ہے محو
کرتا اور لکھتا ہے۔

واخرج یعقوب بن سفیان وابو نعیم
عن ابن عباس قال کان ابو رومی الی
اخر روایة

اور یعقوب بن سفیان اور ابو نعیم نے ابن عباس
سے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ومن الاقاصیص المذکورة فی کتبکم
ما یدل علی البداء فی قبض روح بعض
علمائکم قال الشعرانی لواقح الانوار
فی ترجمة الشیخ محمد الشربینی اخبرنی
ولدہ الشیخ احمد وصدق علی ذالک
الامام العلامة الشیخ شہاب الدین الرہونی

اور جو قصے آپ کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں انمیں
بہت سے ایسے بھی ہیں جو آپکے بعض علماء کی قبض روح میں
بدا واقع ہو جانے پر دلالت کرتے ہیں چنانچہ شعرانی نے کتاب
لواقح الانوار میں جو انہوں نے شیخ محمد شربینی کے حال میں لکھی
ہے بیان کیا ہے کہ مجھ سے شیخ محمد کے بیٹے نے بیان اور امام
عالم علامہ شیخ شہاب الدین رہونی حنبلی نے ان کے

على الموت فحضره عزرائيل روايت جا سند لقبض روحه فدخل على والدي فقال لعزرائيل ارجع ودعها فانا الله الامر تعبر فخرج عزرائيل وانا اعيش الى الان والحكاية لها اكثر من ثلثين سنة	یہاں تک کہ قریب موت ہو گیا ملک الموت تیرے پاس آئے اور جب اُن کو انکی روح لینے کیلئے اپنے قریب بیٹھا ہوا دیکھا انکے میرے والد بزرگوار کے اُنہوں نے کہا کہ اے ملک الموت پلٹ جاؤ اور کہ اسکی موت ملتوی ہو گئی عزرائیل چلے گئے اب تک زندہ ہوں اور اس قصہ کو تیس سال سے زائد ہو گئے۔

سے اگر اس قسم کی بہت سے تماشے دیکھنا ہیں تو شیخ جیلانی کی سوانح عمری یا خصوصاً کتاب قلائد الجواہر ملاحظہ فرمائیے جو کہ علمائے
اہلسنت کی ایک معتبر کتاب ہے اسکی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بہت سے چیل کووں چڑیوں چوہوں بلکہ آدمیوں کو مارا اور جلایا
بلکہ یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے ماشاء اللہ ملک الموت سے ایک مرتبہ روحوں کی زنبیل چھین لی اور وہ نکلکر بھاگیں تو تمام مردے زندہ ہو گئے
ملک الموت نے خدا سے جاکر شکایت کی تو خدا نے فرمایا کہ کوئی ہرج نہیں ہمارا اور شیخ کا ایک ہی معاملہ ہے آپ نے کسی مرید
کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اب جو اُسنے دیکھا تو سامنے ایک پیپل کا درخت تھا اُسکے ہر پتہ پر شیخ صاحب جلوہ افروز تھے
بلکہ بعض نے مردوں کو بھی ایسی کرامات گھڑ کر اب مرنے کے بعد ولی بنانے کی کوشش کیجا رہی ہے جیسا کہ سفیان بریلی مولوی
احمد رضا خان کے لئے کوشش کر رہے ہیں مگر جو اہلسنت وہاں پر کسیقدر با فہم اور ان خرافات سے متنفر ہیں انہوں نے ابھی تک
ان کو پروپیگنڈہ سے میں کامیاب اور اسطرح کی سوانح عمری کو مرتب نہیں ہونے دیا ہے ہم کہتے ہیں کہ حق کی مخالفت
بڑا مہلک مرض اور حیدریوں کے مقابلہ پر آنا اپنا طمانچہ اپنے ہی منہ پر مارنا ہے ایک طرف تو وہ لوگ بدار کے منکر اور
اسپر معترض ہیں کہ حضرت علی نے مُردے دکھلائے ایکوقت میں متعدد جگہ آپ کو دیکھا گیا اور دوسری طرف موت کے وقت ملک الموت سے
زنبیل ارواح کو چھین لینے اور درخت کے ہر پتہ پر حضرت شیخ کے تشریف فرما ہونے کی روایات تجویز کر رہے ہیں اب انسے کون پوچھے کہ امیر
معاویہ حق پر تھے یا حضرت علی یا اجتماع ضدین ممکن تھا خیر جہانتک اُنکے متعلق یہ کرامات پایہ ثبوت تک پہنچ سکتی ہیں وہ تو ظاہر ہے لیکن
یہ ضرور ہے کہ ثابت ہو جاتا ہے کہ معجزات اہلبیت کو اب وہ محال و غیر ممکن تو کبھی نہیں کہہ سکتے اگر وہ اپنے آپ کو امت محمدی میں سے کہتے ہیں تو ہم اُن سے
بس یہ کہ جتنا چاہیں گمراہیں دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ جب وہ ہدایت سے قطعاً روگرداں ہو گئے تو قدرت نے اُنسے توفیق سلب کر لی اب
ضد میں چور ہو کر جو وہ خرافات و لغویات کہتے ہیں وہ قہر حق کے لئے مفید اور خود اُنکے لئے مضر ہوتا ہے اہل باطل کے عالم میں عادت الہیہ کی

و مسئلة ان لا ميراث للعصبة
عند الشيعة فالدليل عليها من كتاب
الله ومن سنة نبيه ومن اجماع آل محمد
اما كتاب الله فقوله عز من قائل يوصيكم
الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين
فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا
ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف فاوجب
سبحانه للابنة النصف كما مع الابوين و
وجب لها النصف الاخر مع العم
بدلالة قوله تعالى واولوا الارحام بعضهم
اولى ببعض في كتاب الله من المؤمنين
والمهاجرين فاذا كان الاقرب اولى من
الابعد كانت الابنة مستحقة للنصف
مع العم كما تستحقه مع الابوين بنص التلاوة
ثم نظرنا في النصف الاخر من اولى به هي
ام العم فاذا هي وجدناها اقرب من العم
لانها تتقرب بنفسها والعم يتقرب
الى الميت بجد الميت والجد يتقرب الى
الميت بابنه فوجب رد النصف الباقي
الى الابنة بمفهوم آية ذوي الارحام

تعصیب

ایک یہ اعتراض جو ہے کہ شیعوں میں تعصیب کے ذریعے
میراث نہیں اسکے متعلق شیعوں کے پاس اپنے عقیدے پر قرآن
وسنت و اجماع اہلبیت سے دلیل موجود ہے قرآن سے
تو خداوند عالم کا یہ قول دلیل ہے کہ خداوند عالم تمکو تمہاری
اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے کہ مرد کیلئے دو عورتوں کے برابر حصہ
ہے پھر اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو متروکہ کا دو تہائی
انکے لئے ہے اور اگر ایک ہو تو اسکے لئے نصف ہے اسکے معنی یہ ہوئے
کہ خداوند عالم نے بیٹی کیلئے ماں باپ کے ساتھ تو پورا ایک نصف کہا ہے
اور چچا کے ساتھ دوسرا نصف بھی اسی کا قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد
ہوتا ہے کہ رشتہ دار مومنین و مہاجرین میں سے خدا کے نوشتہ کی رو سے بعض
بہ نسبت بعض کے میراث کے زیادہ مستحق ہیں لیکن جبکہ قریب بعید سے
زیادہ مستحق ہے تو بیٹی جسطرح بنص قرانی ماں باپ کے ساتھ نصف کی
مستحق ہے اسیطرح چچا کے ساتھ بھی ہوگی پھر ہم نے دوسرے
نصف کو دیکھا کہ اسکا کون زیادہ مستحق ہے بیٹی یا چچا پس ہمنے
اسکو چچا سے زیادہ قریب پایا اسلئے کہ وہ تو خود میت سے
رشتہ رکھتی ہے اور چچا دادا کی وجہ سے اور دادا اپنے بیٹے
کیوجہ سے قرابت رکھتا ہے لہذا آیہ مذکورہ اولوا الارحام
کی بموجب باقی نصف کا بھی بیٹی پر رد کر دینا واجب ہے

وخلف بنتا واحدة واخاه عباس و
ابن اخيه رسول الله وبنی اخیه علیا
وجعفرا وعقيلا فورث رسول الله
ابنته جميع تركته ولم يورث هو معها
شيئا ولم يورث اخاه العباس ولا بنی
اخيه ابيطالب فدلت السنة على ان
الابنة احق بالميراث كلا من العم الاخ
وابن الاخ وقد قال جل اسمه ولكم فی
رسول الله اسوة حسنة وقال و
ما اتكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه
فانتهوا

حسب ذیل قرابت دار چھوڑے ایک بیٹی، ایک بھائی حضرت
عباس اور پانچ بھتیجے جناب رسالتمآب، حضرت علی
حضرت جعفر، حضرت عقیل تو جناب رسالتمآب نے اپنی
بیٹی کو تمام ترکہ کا وارث قرار دیا اور نہ خود وارث ہوئے
نہ بھائی عباس کو وارث بنایا نہ دوسرے بھتیجوں کو
پس سنت نے اس بات پر دلالت کی کہ بیٹی چچا، بھائی اور
بھتیجے سے میراث کی زیادہ مستحق ہے اور خداوند عالم
ارشاد فرماتا ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں
بہترین نمونہ عمل موجود ہے اور یہ کہ رسول جو کچھ تمکو دیں اسکو
لے لو اور جس چیز سے منع کردیں اس سے باز رہو۔

واما اجماع ال محمد فان الاخبار متواترة
عنهم بما حكيناه وقد قال رسول الله
انی مخلف فيكم الثقلين كتاب الله
وعترتی اهل بيتی وانهما لن يفترقا حتى
يردا علی الحوض

رہا اجماع اہلبیت اسکے متعلق یہ ہے کہ ان حضرات کی
روایتیں ہمارے مقصود کے متعلق متواتر ہیں اور جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے
کتاب خدا اور میرے اہلبیت وہ دونوں آپس سے جدا نہ ہونگے
یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں۔

فان قلت نمنع كون اية اولی الارحام
فی الارث واما فعل النبی مع طیب نفوس
الورثة واما اجماع ال محمد فليس بحجة
وانما الحجة اجماع الامة

اب اگر آپ یہ کہینگے کہ آیہ اولی الارحام میراث کے متعلق
نہیں اور رسول اللہ نے میراث حضرت حمزہ میں جو عمل کیا وہ اسلئے
کہ دوسرے ورثہ اسپر راضی تھے اور اہلبیت کا اجماع حجت
نہیں بلکہ امت کا اجماع حجت ہے
تو ہم کہینگے آپ کا یہ کہنا غلط ہے اور اہل علم کے [illegible]

عند حق كان من اهل العلم لان الله
سبحانه قد نسخ بهذه الآية ما كان
عليه القوم من الموارثة بين الاخوان
في الدين وحط من الانصار ميراث
المهاجرين لهم دون اقربائهم فقال
سبحانه النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم
وازواجه امهاتهم واولوا الارحام بعضهم
اولى ببعض في كتاب الله من المؤمنين
والمهاجرين الا ان تفعلوا الى اوليائكم
معروفا كان ذلك في الكتاب مسطورا
فبين سبحانه ان ذوي الارحام اولى
بذوي ارحامهم من المهاجرين الذين
لا رحم بينهم ومن المؤمنين البعداء
منهم في النسب ثم قال الا ان تبتغوا
اليهم فتفعلوا معروفا وهذا مما
لا يختلف فيه من عرف الاخبار و
نظر في الآثار

ثم انا لا نجد من ذوي الارحام والى
بافادتهم في شيء من الاشياء حتى
نحمل الآية عليه الا في الميراث خاصة والفضل

سماعت اسلیئے کہ خداوند عالم نے اس آیت سے لوگوں کے
اس عمل کو منسوخ کیا ہی کہ وہ برادران دینی کو میراث دیا کرتے
تھے اور مہاجرین کی میراث انصار کو دیجاتی تھی نہ انکے
رشتہ داروں کو اسکو باطل کیا ہی پس ارشاد فرماتا ہی کہ نبی
مومنین کی جانوں کا خود اُنسے زیادہ مختار ہے
اور اسکی بیبیاں انکی مائیں ہیں اور رشتہ دار مومنین
و مہاجرین میں سے خدا کے نوشتہ کے بموجب بہ نسبت
بعض کے بعض زیادہ مستحق میراث ہیں یہ اور بات ہے
کہ تم اپنے اولیاء کے ساتھ کچھ سلوک کرو کتاب میں
لکھا ہوا حکم یہی ہے یعنی خداوند عالم نے یہ بیان فرمایا ہے
کہ رشتہ دار اُن مہاجرین سے جو رشتے نہیں رکھتے اور ان مومنین
سے جو باعتبار قرابت بعید ہیں رشتہ داروں کی میراث کے زیادہ
مستحق ہیں پھر فرماتا ہی لیکن یہ کہ تم انکے ساتھ یونہی بغیر
استحقاق سلوک کرنا چاہو اور نیکی کرو (تو ضرور ایسا کرو)
اور ہماری اس دلیل سے کوئی ایسا شخص اختلاف نہیں
کرسکتا جو احادیث کو جانتا اور آثار میں نظر رکھتا ہے

پھر یہ کہ ہم ذوی الارحام کو سوائے میراث کے اور اموال
میں تصرف کرنیکا جنکا بموجب میراث ہوتی ہے اور کسی
چیز کا زیادہ مستحق نہیں پاتے جسپر آیت کو محمول کریں اور

فالامام اولیٰ بہ من ذوی الارحام و
المسلمون اولیٰ بہ اذا لم یظہر الامام
واما استنباط نفس الوارث فی قصة
بنت حمزه فلو کان لوجب ان یرویہ النقلة و
یثبت فی الآثار ویکون معروفا عند
حملة الاخبار ولما لم یذکر ذالک بوجہ
من الوجوہ دل علی انہ لا اصل لہ وان
تخریجہ باطل
واما منعک الاجماع من اهل البیت
واعتمادک علی اجماع الامة کافة فباطل
ایضا فانک اذا اوجبت الحجة باجماع
الامة فقد اوجبت باجماع اهل البیت
لحصول الاجماع الذی ذکرت علی
موجب العصمة لآل الرسول من قول
النبی المتقدم فان بطل الاعتماد
علی اجماع آل محمد مع الشہادة من
النبی بان المتمسک بہم لا یضل
ابدا بطلت الحجیة من اجماع الامة
اذ قد وجد الفساد فیما اجمعوا علیہ
من الخبر المتقدم وھذا محال لا خفاء
بصحة الت...

امام زیادہ مستحق ہے اور امام ظاہر نہو تو دیگر مسلمین
رہا یہ کہنا کہ حضرت حمزہ کی میراث میں جو آنحضرت نے
عمل کیا وہ اسلیئے تھا کہ دیگر ورثہ اسپر راضی تھے اگر ایسا
ہوتا تو یقینا نقل کرنیوالے اسکو نقل کرتے آثار میں
موجود ہوتا حاملین احادیث میں معروف ہوتا اور چونکہ
اسکا کسیطرح ذکر نہیں پایا جاتا لہذا یہ دلیل ہے اس
امر کی کہ اسکی کوئی اصل نہیں اور یہ توجیہ پیدا کرنا باطل ہے
اور اگر آپ کا یہ قول لیا جائے کہ اجماع اہلبیت حجت
نہیں اور آپ کو اجماع امت پر اعتماد ہے یہ بھی باطل ہے
اسلیئے کہ آپ اجماع امت کو اجماع اہلبیت ہی کے ذریعہ
حجت کہہ سکتے ہیں اسوجہ سے کہ رسول کا جو قول گذر چکا
اسکی بنا پر عصمت آل محمد پر وہ اجماع حاصل ہے جو
بیان کیا پس اگر اجماع آل محمد پر اعتماد کرنا باطل ہوگا
حالانکہ رسول نے فرمایا ہے کہ جو اُنسے تمسک کریگا
وہ گمراہ نہوگا تو اجماع امت بھی حجت نہ رہیگا
اسلیئے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوگیا کہ جس امر پر
بغیر آل محمد کے اجماع کرے اسمیں فساد موجود ہے اور
بصراحتہ محال ہے کہ جس اجماع میں فساد ہو اسکو حجت
کہا جائے۔

نعم یمکن ان یتمسک الحبر الجلیل
بادعاء اسلافہ فیکذب الخبر وانہ افتراء
وانہ منافی للولایۃ الصادقۃ بالمعنی
الذی یرتضیہ اہل البیت التی لا توجد
الیوم الا عند اہل السنۃ فلابد حینئذ
من تعداد من رواہ من الصحابۃ والتابعین
والعلماء من اہل السنۃ والجماعۃ فی کل
قرن حتی ہذا القرن الرابع عشر فیطول
الکلام ویخرج ہذہ الوریقات عن النظام

واما مسئلۃ المتعۃ فقد استدل
الشیعۃ علی تحلیلہا بادلۃ منہا
قولہ تعالی فی سورۃ النساء واحل
لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم
محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم
بہ منہن فاتوہن اجورہن فریضۃ
ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ
من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما
حکیما قالوا الحل غیر اسم نکاح المتعۃ

ہاں یہ ممکن ہے کہ مولانا اپنے اسلاف کے دعوے کے
مطابق اس حدیث ہی کو کاذب مبنی بر افترا اور اس محبت
صادقہ کے منافی کہدیں جسکو اہلبیت پسند کرتے ہیں اور
جو بقول مولانا اہلسنت ہی میں پائی جا سکتی ہے پس
اسوقت صحابہ و تابعین اور ہر صدی کے یہانتک کہ اس
چودہویں صدی کے بھی ان علماء اہلسنت کا شمار کرنا ضروری ہے
جنھوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے لیکن اس سے
کلام طویل اور ان مختصر اوراق کا نظام برہم ہو جائیگا۔

متعہ

متعہ کی تحلیل پر شیعوں نے متعدد دلیلوں سے استدلال
کیا ہے انمیں سے ایک یہ آیت ہے۔ اسکے علاوہ سب
عورتیں تمہارے لئے حلال کیگئی ہیں کہ تم اپنے مال خرچ
کر کے بحالت پاکدامنی نہ بغرض بدکاری انکی خواستگاری
کرو پھر انمیں سے جن سے تم متعہ کرلو تو مقرر کیا ہوا
مہر انکو دیدو اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد آپس میں
اگر تم کبھی کسی شئی پر راضی ہو جاؤ تو تمپر کوئی الزام نہیں
بیشک خدا صاحب علم و حکمت ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ خدا نے

عہ مشکوۃ باب مناقب اہلبیت، ترمذی، صحیح مسلم، صحیح بخاری وغیرہ وغیرہ میں حدیث ثقلین موجود ہے وہ حدیث ہے
جسکے حوالے تمام روایات و واقعات سے زیادہ تعداد اور شاندار طرقیہ [?] سے موجود ہیں اور جسکو تقریبا دو سو علماء اہلسنت نے

بصریح لفظها او بذکر اوصافها من
الاجر علیها والتراضی بعد الفرض
بالازدیاد فی الاجل وزیادة الاجر
فیها واعترض الحبر الجلیل علیهم
بآباء ادب البیان وعربیة هذه الجملة
المعجزة من نزولها فیها الا ترکیب
هذه الجملة یفسد نظم هذه
الآیة الکریمة یختل لو قلنا انها نزلت
فی متعة النکاح غیر وارد
توضیح اعتراضه انه یجب ان یکون
المراد بالاستمتاع الوطی والدخول
بقرینة کلمة الفاء التی للتعقیب
والتفریع علی الکلام السابق وهو هنا
النکاح والمهر وتوضیح عدم ورود
اعتراضه انه انما یتوجه هذا الاعتراض
لو لم یکن المتمتع بها زوجة ولما کانت زوجة
کما فلا فکان الله عز وجل قسم الزوجة
الی زوجة دائمیة وزوجة منقطعة
وذکر لکل واحد حکمه فلا یلزم
ترکیب فساد واختلال نظام

عالم نے نکاح منقطع کو صریح الفاظ کے ساتھ
اُسکے یہ اوصاف بیان کرکے کہ اسکا مہر ادا
کیا جائے اور مہر مقرر ہوجانیکے بعد بھی بصورت
رضاء طرفین مدت و مہر میں زیادتی ممکن ہو اسکو
حلال قرار دیا ہے اور مولانا کا یہ اعتراض کہ ادب
بیان اور اس معجز نما جملہ کی عربیت اسکے متعہ کے
متعلق نازل ہونیسے منکر ہیں اسلئے کہ اگر ہم یہ کہیں
یہ آیت متعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے تو اسکی ترکیب
فاسد- یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا-
اعتراض کی توضیح یہ ہے کہ فما استمتعتم پر فا
موجود ہے جو تعقیب اور کلام سابق پر تفریع کیلئے ہے
وہ کلام سابق یہاں پر نکاح و مہر ہے لہذا یہ فا اس
بات کا قرینہ ہے کہ استمتاع سے وطی و دخول (یعنی
تحصیل لذت نہ عقد متعہ) مراد ہو- اور اس امر کی توضیح
کہ یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا یہ ہے کہ اگر ممتوعہ زوجہ
نہ ہوتی تو یہ اعتراض وارد ہو سکتا تھا لیکن چونکہ اس پر
زوجہ کا اطلاق ہے لہذا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا ہس
گویا خداوند عالم نے زوجہ کی دو قسمیں کی ہیں ایک زوجہ
دائمیہ اور دوسری زوجہ منقطعہ اور ہر ایک کے لئے اسکا
حکم ذکر فرمایا ہے لہذا فساد ترکیب اور خلل نظم نہیں لازم آتا

فی مسند احمد بن حنبل ثنا عبد اللہ
بن شیرویہ ثنا اسحٰق اخبرنا محمد
بن بشر العبدی ثنا عبد العزیز بن عمر بن
عبد العزیز ثنا ربیع بن سبرۃ الجہنی
عن ابیہ انہم خرجوا مع رسول اللہ
فی حجۃ الوداع حتی اذا قدمنا عسفان
قام رجل فقال قد ادخل فی حجکم
عمرۃ فاذا قدمتم فمن تطوف
بالبیت و بین الصفا والمروۃ فقد
حل الا من کان معہ ھدی فلما احلنا
قال لنا رسول اللہ استمتعوا من
ھذہ النساء قال والاستمتاع یومئذ
عندنا النکاح قال فعرضنا ذالک
علی النساء فابین الا ان نضرب
بیننا و بینھن اجلا فذکرنا ذالک
لرسول اللہ فقال افعلوا فخرجت انا
وابن عم لی معی برد و معہ برد
و بردہ اجود من بردی وانا اشب
منہ فعرضنا علی امرأۃ فقالت برد
کبرد والشاب اعجب الیھا قال فتزوجتھا

جو مسند احمد حنبل میں درج ہے کہ ابن سبرہ نے اپنے باپ سے
نقل کیا ہے کہ ہم لوگ جناب رسالتمآبؐ کے ہمراہ حجۃ الوداع
کیلئے چلے جب مقام عسفان میں پہنچے تو ایک شخص کھڑا
ہوکر کہنے لگا کہ تمہارے حج میں عمرہ بھی داخل کیا گیا ہے
پس جب تم حج سے واپس آؤ تو جو کعبہ کا طواف
اور کوہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرلے وہ
احرام سے باہر ہے سوائے اس شخص کے جسکے
ساتھ قربانی ہو پس جب ہمنے احرام کھولا
تو ہم سے جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ تم
ان عورتوں سے استمتاع کرلو۔ راوی کہتا ہے
کہ اسوقت استمتاع ہمارے نزدیک بمعنی نکاح
تھا ہمنے یہ عورتوں سے بیان کیا انہوں نے بغیر اسکے انکار
کیا کہ ہم اپنے اور اُنکے درمیان مدت مقرر کرلیں ہم نے
آکر جناب رسالتمآب سے ذکر کیا فرمایا کرلو پس میں اور میرا
چچازاد بھائی ہم دونوں چلے میرے ساتھ بھی ایک چادر
تھی اور اُسکے ساتھ بھی اسکی چادر میری چادر سے اچھی
تھی اور میں اس سے زیادہ جوان تھا ہم نے ایک عورت سے
اپنا مقصد بیان کیا اُسنے کہا چادریں دونوں یکساں ہیں اور
جوان کو پسند کیا پس مینے اس سے تزویج کرلی میرے
اور اُسکے درمیان دس دن کی مدت مقرر ہوئی میں اُسکے

عندها الا ثلث الليالي حتى
اصبحت غاديا الى المسجد فاذا
رسول الله بين الحجر والباب يخطب الناس
ويقول اني اذنت لكم في الاستمتاع
من هذه النساء فمن كان عنده منهن
شيء فليخل سبيلها فان الله
عز وجل قد حرم ذالك الى يوم القيمة
ولا تاخذوا مما اتيتموهن شيئا
انظر ايها الحبر الجليل حيث يصرح
سبرة بقوله فتزوجتها
وقريب منه ما رواه ابن ماجه في سننه
وللملا علي المتقي في كنز الاعمال بطريقين
وفي جميعها صرح بقوله فتزوجتها
وفي الطريق الاخرى في كنز الاعمال صرح
سبرة بقوله فابين ان يتزوجننا
الا ان نضرب بيننا وبينهن اجلا
وصرح الزمخشري بذالك ايضا
في الكشاف في تفسير قوله تعالى

میں آیا جناب رسالتمآب حجر اسمعیل اور باب کعبہ
کے درمیان لوگوں کے سامنے خطبہ فرما رہے
اور فرماتے تھے کہ میں نے تم کو ان عورتوں سے
کی اجازت دیدی تھی مگر اب جسکے متعہ کی مدت کچھ
رہی ہو اسے بحل کر دے اور عورت کو چھوڑ دے
کہ خداوند عالم نے اب متعہ کو قیامت تک کے
لئے حرام کر دیا ہے اور جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو
میں سے کچھ واپس نہ لینا

مولانا! ملاحظہ فرمائیے کہ سبرہ یہ کہکر کہ میں نے
اس سے تزویج کی صراحت کر رہے ہیں کہ یہ متعہ
شرعیہ ہے اور قریب قریب اسی مضمون کی روایت
تزویج کی تصریح کے ساتھ ابن ماجہ نے سنن میں
اور ملا علی متقی نے کنز العمال میں دو طریقے اور
زمخشری نے بھی تفسیر کشاف میں سلسلہ تفسیر آیہ والذین
ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم
یہی تصریح کی ہے جہاں انہوں نے کہا ہے کہ اگر
تم یہ کہو گے کہ کیا یہ آیت تحریم متعہ پر دلالت
کرتی ہے تو ہم کہیں گے کہ نہیں اسلئے کہ اگر عقد

---

(۱) غالبا یہ روایت اس روایت کی رد و نقض کے لئے گھڑی گئی جسمیں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ متعہ کو حضرت عمر
نے حرام کیا ہے جو سابق میں بھی گزری اور آخر بحث متعہ میں بھی ہم بحوالہ کتب کے ساتھ درج کرینگے اس سے وہ یہ ثابت کرنا
چاہتے ہیں کہ اسکو رسول ہی حرام کر گئے تھے مگر انکی کتابوں کو کہاں جگہ ملیگی ۱۲ مترجم

والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم حیث قال فان قلت هل فیه دلیل علی تحریم المتعة قلت لا لان المنکوحة بنکاح المتعة من جملة الازواج اذا صح النکاح

صحیح واقع ہو تو زن ممتوعہ منجملہ ازواج ہے۔

وفی القاموس والمتعة بالضم والکسر اسم للتمتع کالمتاع وان تتزوج امرأة تتمتع بها ایاما ثم تخلی سبیلها وفی روایة البخاری عن ابن مسعود فرخص لنا ان نتزوج المرأة بالثوب وفی الدر المنثور عن ابن مسعود کان قال العلقمی فی الکوکب المنیر نهی عن المتعة یعنی تزویج المرأة الی اجل فاذا انقضی وقعت الفرقة ونکاح المتعة هو الموقت بمدة معلومة او مجهولة وسمی بذلک لان الغرض منه مجرد التمتع دون التوالد الی آخر ما قال قال المناوی فی تیسیر شرح الجامع الصغیر نهی

اور قاموس میں ہے کہ متعہ تمتع کا اسم مصدر ہے جسطرح کہ متاع اور وہ اسطرح ہوتا ہے کہ کسی عورت سے تزویج کر لیجائے کچھ دنوں اس سے استمتاع کیا جائے پھر اسکو چھوڑ دیا جائے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے جو ابن مسعود سے منقول ہے کہ ہمیں اسکی اجازت دیگئی ہے کہ عورت سے ایک کپڑے کے بالعوض تزویج کر لیں اور در منثور میں ابن مسعود سے اسیطرح مروی ہے علقمی نے کوکب منیر میں کہا ہے کہ متعہ سے منع کیا گیا اور متعہ عورت سے ایک معینہ کے لیے تزویج کر لینے کو کہتے ہیں جب وہ مدت گذر جاتی ہے تو جدائی ہو جاتی ہے اور نکاح متعہ مدت معلومہ یا غیر معلومہ کے ساتھ مشروط ہوتا ہے اسکو متعہ اسلئے کہتے ہیں کہ اس سے مقصود صرف استمتاع ہوتا ہے نہ توالد الی آخرہ۔ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں بیان کیا ہے کہ اس کو متعہ سے منع کیا گیا ہے اور متعہ وہ نکاح

معلومة او مجهولة قال العينی فی
العمدة نكاح المتعة هو نكاح الذی
بلفظ التمتع الی وقت معين الی غير
ذالك كما يظهر للمتتبع فی روايات
اهل السنة وكلمات فقهائهم
ولعلك تقول لو كانت المتعة زوجة
لكانت ترث ويقع بها الطلاق وفی
اجماع الشيعة علی انها غير وارثة ولا
مطلقة دليل علی فساد هذا القول
قلنا هذا غفلة منك عن الديانة
لان الزوجة لم يجب لها الميراث
ولم يقع بها الطلاق من حيث انها
زوجة فقط وانما حصل ذالك
لصفة تزيد علی الزوجية الدليل
علی ذالك ان الامة اذا كانت زوجة
لم ترث والذمية لا تورث والامة
المبيوعة تبين بغير طلاق و
الملاعنة ايضا تبين بغير طلاق
وكل من عددناه زوجات فی الحقيقة
فبطل ما توهمت نعم بعض اللوازم
لا ينفك عن الزوجة الدائمة بمقتضی

جو مدت معلومہ یا غیر معلومہ کیساتھ مشروط ہو۔ عینی نے
عمدہ میں لکھا ہے کہ نکاح متعہ وہ نکاح ہے جو وقت معین تک
لفظ تمتع کیساتھ کیا جائے اسکے علاوہ اس شخص کے لیے
جو روایات اہلسنت کی اور انکے فقہاء کے اقوال کی تلاش
کرے اس امر کی اور بھی بہت سی دلیلیں ظاہر ہو سکتی ہیں
کہ متعہ تزویج و نکاح کی ایک قسم ہے اور زن ممتوعہ
کو زوجہ کہا گیا ہے اور اُسپر زوجہ کا اطلاق ہے (اور
یہاں صرف یہی ثابت کرنا تھا) اب شاید آپ یہ کہیں
کہ اگر ممتوعہ زوجہ ہوتی تو وارث بھی ہوتی اور اسکے لیے
طلاق کی ضرورت تھی اور شیعوں کے یہاں اسپر اجماع ہے
کہ نہ وہ وارث ہو سکتی ہے نہ اُسکے لیے طلاق ہو۔ یہ اس
امر کی دلیل ہے کہ شیعوں کا اسکو زوجہ کہنا غلط ہے
اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آپکا یہ کہنا دین سے غفلت
کے سبب ہے۔ اسلیے کہ زوجہ کے لیے میراث و طلاق کی
اس سبب سے ضرورت نہیں کہ وہ زوجہ ہے بلکہ اسکا سبب
زوجیت کے علاوہ کوئی اور چیز ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ کنیز
زوجہ ہو جانے کے بعد نہ شوہر کی وارث ہوتی ہے اور نہ شوہر
اسکا وارث ہوتا ہے جس عورت نے اپنے شوہر کو قتل
کر دیا ہو وہ اسکی وارث نہیں ہو سکتی زوجہ ذمیہ نہیں
وارث ہوتی وہ کنیز جو فروخت کر دیجائے بغیر طلاق
کے اپنے شوہر کی زوجیت سے جدا ہو جاتی ہے جس عورت

النص الصريح وهو اعتبار العدد
في المنكوحات الى الاربع وقد اجمعت
الشيعة على ان المتمتع بها لا اعتبار
للعدد فيها وقد رووا ذلك عن
ابي عبد الله الامام جعفر الصادق
عليه السلام حيث قال ليست من
الاربع ولا من السبعين ولا غير
ذلك اصلا لان انفكاك لزوم
العدد بالنص غير عزيز وانما الضائر
هو انفكاك جميع اللوازم او اكثرها
لو ثبت كونها لوازم على انه ليس
عند بعض ائمة السنة اعتبار
عدد الاربع شرطا في سائر المنكوحات
فما ظنك بالمتمتع بها وفي
تبيان الحقائق في شرح كنز الدقائق
وقال القاسم بن ابراهيم يجوز
التزوج بالتسع لان الله تعالى
اباح نكاح مثنى بقوله مثنى
ثم عطف عليه بثلث ورباع بالواو
وهي للجمع فيكون المجموع تسعا

شوہر نے لعان کیا ہو وہ بغیر طلاق علیحدہ ہو جاتی ہے اور
یہ عورتیں حقیقۃً زوجہ ہیں لہذا آپکا توہم باطل ہے ہاں
بعض لوازم منکوحہ کے جدا نہیں ہو سکتے جو نص صریح سے
ہیں اور وہ یہ کہ منکوحہ عورتوں میں چار کے عدد کا اعتبار ہے اور
شیعوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ متوعہ عورتوں میں عدد کا اعتبار
نہیں اور اسکے متعلق انہوں نے امام جعفر صادقؑ سے روایت
نقل کی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ متوعہ عورتیں نہ چار کی حد
نہ ستر کی۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں اسلئے کہ نص کی بنا پر ایک
لازم کے جدا ہو جانے کی کوئی پروا نہیں البتہ تمام لوازم کا
یا اکثر کا جدا ہو جانا مضر ہے بشرطیکہ انکا لوازم ہونا ثابت ہو
اسکے علاوہ یہ کہ بعض ائمہ اہلسنت کے نزدیک چار کا عدد بھی
تمام منکوحہ عورتوں میں شرط نہیں لہذا متوعہ کے متعلق آپ
کیا گمان کرتے ہیں۔

تبیان الحقائق شرح کنز الدقائق میں قاسم بن
ابراہیم سے منقول ہے کہ نو عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے
اسلئے کہ خداوند عالم نے دو عورتوں سے نکاح جائز
قرار دیا ہے اسکے بعد اس پر بذریعہ واو "ثلث ورباع"
کا عطف رکھا ہے اور واو جمع کے لئے ہوتی ہے
لہذا مجموعہ نو ہوا۔

...یت سے انکا استدلال و استنباط ہو ۱۲ مترجم

ومثله عن النخعی وابن ابی لیلی انتهی فلو کان اسقاط اعتبار عدد الاربع فی المتعة موجبا لخروج المتمتع بها عن الزوجیة فیلزم تحریم النکاح ایضا موجبا لخروج المنکوحة عن الزوجیة فیلزم تحریم النکاح ایضا علی انه منقوض بازواج النبی فیکون نکاحهن غیر مشروع وهل هذا الا الحاد وعناد

اور یہی نخعی و ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے پس اگر متعہ میں چار کے عدد کا اعتبار نہ ہوتا ممتوعہ کو زوجیت سے خارج ہو جانے کا موجب ہوتا تو نکاح میں بھی اسکا اعتبار نہ ہونا منکوحہ کے زوجیت سے خارج ہونے کا سبب ہوتا اور نکاح کی حرمت بھی لازم آتی اسکے علاوہ یہ کہ آپ کا یہ اعتراض ازواج نبی سے ٹوٹتا ہے کہ وہ نو تھیں لہذا انکا نکاح بھی موافق شرع نہ ہوگا پس آپ کے اعتراض کو سوائے الحاد و عناد کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

اعلم انک بتسلیمک تحلیل المتعة فی الاسلام وانکارک دلالة الایة الشریفة سددت علینا باب التحقیق فی المقام علی قواعدکم ورواياتكم ولذا اقتصرنا علی بیان دلالة الایة الشریفة علی تحلیلها ولم نزد علیها شیئا اخ

مولانا آپ نے اسلام میں متعہ کی حلت کو تسلیم کرکے اور صرف آیت کی دلالت سے انکار کرکے ہم پر اس مسئلہ میں اہلسنت کے قواعد و روایات کے ذریعہ سے تحقیق کا دروازہ بند کر دیا ہے اسلیے ہم نے صرف یہ بیان کرنے پر اکتفا کی کہ آیہ مبارکہ فما استمتعتم به منهن تحلیل متعہ پر دلالت کرتی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں بیان کیا ؎

؎ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سابق میں جستہ جستہ بعض مسائل کے ضمن میں کتب و روایات اہلسنت سے مسئلہ متعہ کے متعلق اسقدر دلائل آچکی ہیں جو ایک منصف انسان کے لیے بہت کافی ہیں اثنا اور یہی کہ اس آیت کے صریحا متعہ کیلئے ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ مصحف عثمان کے علاوہ دیگر مصحفوں میں اس آیت کے عدد منهن کے بعد الی اجل مسمی (ایک معین مدت تک) بھی تھا چنانچہ جب حضرت ابن عباس کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو انہوں نے اسکو اس جملہ سمیت پڑھا اور جب ابی وغیرہ نے کہا کہ ہم بغیر اس جملہ کے پڑھتے آئے ہیں تو ابن عباس نے کہا کہ واللہ خدا نے اس آیت کو اسطرح نازل فرمایا ہے اسی بنا پر حضرت علی سے منقول ہے کہ اگر

[illegible] (گزشتہ) حضرت عمر لوگوں کو متعہ کرنے سے منع نہ کرتے تو بہت کم لوگ ہی زنا کرتے تب ہی تو جابر بن عبداللہ
سے منقول ہے کہ ہم لوگ رسول کے پورے زمانہ میں اور ابوبکر کی پوری خلافت میں اور عمر کے نصف زمانہ خلافت
برابر متعہ کرتے رہے مگر حضرت عمر نے اپنے نصف زمانہ خلافت کے بعد متعہ کی حرمت کا حکم جاری کیا اور
وہی ان الفاظ میں متعتان کانتا علی عہد رسول اللہ انا انہی عنہما واعاقب علیہما ملاحظہ ہو تفسیر
رازی ج ۲ صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ مصر تفسیر کبیر ج صفحہ ۳۰ مطبوعہ مصر تفسیر کشاف ج ۱ صفحہ ۳۶ معالم التنزیل -
مستدرک - تاریخ طبری - صحیح مسلم - جمع بین الصحیحین - عینی - شرح بخاری وغیرہ انکے علاوہ یہ تینوں روایتیں
اہلسنت کی اور بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں منکرین متعہ کی بڑی بھاری دوا یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس آیت کو منسوخ
کہیں لیکن اسکے مقابل میں ایک ایسی دندان شکن بات موجود ہے جسکا جواب خود حضرت عمر سے بھی ناممکن ہے
اور وہ یہ کہ خداوند عالم قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو ویسی ہی یا اس سے
بہتر آیت اور لے آتے ہیں اور باجماع اہل اسلام کوئی آیت قرآن میں ایسی موجود نہیں جسکو آیہ متعہ کی جگہ پر رکھا جائے
تفسیر عبدالرزاق - ابو داؤد اور ابن جریر سے روایت ہے کہ اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا یہ منسوخ ہو گئی ہے
جواب ملا کہ نہیں منسوخ نہیں ہوئی اور حضرت علی نے فرمایا کہ اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو کوئی شاذ و نادر ہی زنا کرتا
ملاحظہ ہو تفسیر درمنثور سیوطی ج ۲ صفحہ ۱۴۰ مصر لہذا یہ آیت ثابت اسکا حکم ثابت متعہ کا جواز ثابت نہ کوئی
آیت موجود نہ رسول نے بعد حکم حلت اسکی حرمت کا حکم دیا پھر حضرت فاروق کو اسکے حرام کرنے کا کیا حق تھا
اور اس حرام کرنے کا کیا اثر جبکہ رسول ہی کو احکام خدا میں تغیر و تبدل کا حق نہ تھا یہاں پر انوار النعمانیہ کا ایک [illegible]
[illegible] لطیفہ بھی نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا - علامہ جزائری صفحہ ۱۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ یحییٰ ابن اکثم نے ایک شیخ
سے کہا کہ تم نے جواز متعہ میں کسکی تقلید کی ہے کہا حضرت عمر کی کہا حضرت عمر تو متعہ کے سخت مخالف تھے
یہ تقلید کیسی جواب دیا بنا بر حدیث صحیح انہوں نے ممبر پر جا کر کہا کہ رسول اللہ نے دو متعہ حلال
کئے تھے میں انکو حرام کرتا ہوں جو انہیں بجا لائے گا اسے سزا دوں گا متعہ حج اور متعہ نساء
ہم نے انکی شہادت حلت کو تو مان لیا اور حکم حرمت کو نہیں مانتے ۱۲ مترجم

واما مسئلة تحريم المسح على
الخفين اللذين ليسا من بعض
الانسان ولا من جوارحه ولا نسبة
بينهما وبين ابعاضه الا كغيرهما من
الملبوسات فلان القرآن ينطق بضد
الجواز الذي هو مذهب اهل السنة
اذ صريحه يفيد ايقاع المسح بالبشرة
الجارحة دون ما عداها وانتم
انفسكم تروون عن عائشة انها قالت
لان ينقطع رجلاي بالمواسي
احب الي من ان امسح على الخفين
وعن ابي هريرة انه كان يقول ما ابالي
امسحت على خفي ام امسحت
على ظهر عير بالفلاة وقد قال
الامام جعفر الصادق اذا رد الله
كل اهاب الى موضعه ذهبت طهارة
هؤلاء في جلود الابل والبقر والغنم

واما مسئلة البراءة فانكان المدعى بها
مسئلة التبري عمن يتبرء الشيعة
منه فقد عرفت مفصلا ان فاطمة
بنت محمد صلعم وانها طاهرة مطهرة

مسح

رہا یہ مسئلہ کہ شیعوں کے یہاں موزہ ایسی چیز پر مسح کرنا
حرام ہے جو نہ انسان کا جز نہ اسکا عضو اور اسکو ان
اعضا سے وہی نسبت ہے جو دیگر ملبوسات کو اس
حکم کی وجہ یہ ہے کہ قرآن اُسکے جواز کے خلاف حکم کرتا
جو اہلسنت کا مسلک ہے اسلیے کہ قرآن میں جو مسح
کا حکم ہے اسکے صریحی الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ طہارت
یا جزو پر واقع ہونی چاہیے یا عضو پر نہ دوسری خارجی چیز
پر اور آپ حضرات (اہلسنت) خود ہی جناب عائشہ سے
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا استروں سے میرے دونوں پیر
کاٹے جانا یقیناً میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں موزوں پر
مسح کروں - اور ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے
مجھے نہیں پرواہ ہے کہ اپنے موزہ پر مسح کروں یا جنگل میں کسی
اونٹ کی پشت پر - اور امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ اگر خداوند عالم ہر چمڑے کو اسکے اصلی مقام پر پھر لوٹا دے
تو ان تمام چیزوں کے موزوں پر مسح کرنیوالوں کی طہارتیں اونٹوں گایوں
اور بکریوں کے چمڑوں پر قرار پائیں -

برائت

برائت سے آپ کی مراد اگر ان لوگوں سے بیزاری کرنا ہے
جن سے شیعہ بیزاری کرتے ہیں تو آپ کو تفصیل کے
ساتھ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ سیدۂ عالم فاطمہ زہرا

عن الارجاس كلها وكان رسول الله
يحبها شديدا و يقول في حقها
بضعة مني فمن اذاها فقد اذاني
ومن اذاني فقد اذى الله وكان
يوصي امته رعاية حقها وحين جاءت
في المسجد تطلب حقها وهما قد كذباها
واذياها وهي ماتت مغضبة
عليهما ووصت عليا ان يدفنها
ليلا وان لا يحضر احد ممن اذاها
جنازتها فيليق بامة ابيها ان
لا تودهما وان كان المراد بعثه
عليا ان ياخذ سورة البراءة
من ابي بكر في طريق مكة بامر من الله
تعالى فكتبكم ومسانيدكم مشحونة
بها

ہر قسم کی کثافت و نجاست سے پاک تھیں جناب رسالتمآب آپ سے
بجد محبت کرتے اور آپکی شان میں ارشاد فرماتے تھے کہ فاطمہ
میری پارہ جگر ہے جسنے اسکو اذیت دی اسنے مجھے اذیت دی
اور جسنے مجھے اذیت دی اسنے خداوند عالم کو اذیت دی آنحضرت
امت کو آپکے حقوق کی رعایت کی وصیت فرمایا کرتے تھے مگر جب
آپ طلب فدک کے لیے آئیں تو شیخین نے آپکی تکذیب کی آپکو اذیت
دی اور آپ انسے ناراضی و ناخوشی کے عالم میں ہی انتقال فرمایا
حضرت علی سے وصیت کی کہ مجھے شب کو دفن کرنا اور جن لوگوں نے
مجھے اذیت دی ہے امیں سے کوئی میرے جنازہ پر نہ آنے پائے لہذا آپ
کے پدر بزرگوار کی امت کو چاہیے کہ ان لوگوں سے محبت نہ کرے
(اور بیزار رہے) اور اگر آپ کی مراد واقعہ تبلیغ سورہ برائت
ہے یعنی یہ کہ جناب رسالتمآب نے بحکم خدا حضرت علیکو بھیجا
کہ وہ راہ مکہ میں ابوبکر سے سورہ برائت لے لیں تو اس واقعہ سے
آپکی کتابیں اور مسانید بھری پڑی ہیں۔ ع

ع سابق میں بعض دختر کے متعلق مستقل تفصیلی دلائل و مضامین گذر چکے ہیں اور حاشیہ پر بھی شاید واقعہ فدک
کے ذیل میں ہم شاعر کا یہ استدلالی اور احتجاجی شعر نقل کر چکے ہیں جسکا جواب غیر ممکن اور جسکو پڑھکر شیخین پرست طبقہ کو
سر در گریبان ہو جانا لازم ہے ؎ این مرا باور نمی آید ز روے اعتقاد حق زہرا خوردن و دین پیمبر داشتن ۱۲ مترجم
ع جب سورہ برائت کی اول کی آیتیں نازل ہوئیں تو جناب رسالتمآب نے صدیق اہلسنت کے حوالہ کیں اور حکم دیا کہ
ایام حج قربانی کے دن بمقام منیٰ لوگوں کے سامنے انکو سنا دینا آپ روانہ ہو چکے تو جبرئیل حکم خدا لائے کہ یہ کار رسالت ہے اسے یا

واما مسئلة الرجعة فليست امرا
عجيبا مستبدعا مستغربا كي تكون
تمازة في الكلام بل هي مما دلت
عليها الادلة النقلية والعقل ايضا
لا ينكره فان الشيعة يقولون انا
اذا نظرنا في قوله تعالى ويوم نحشر
من كل امة فوجا ممن يكذب بآياتنا
فهم يوزعون وفي قوله تعالى وحشرناهم
فلم نغادر منهم احدا علمنا
ان فيهما حشرين احدهما عام والآخر
خاص وقال سبحانه وتعالى في موضع
آخر ربنا امتنا اثنتين واحييتنا
اثنتين فاعترفنا بذنوبنا فهل
الى خروج من سبيل وقال ايضا
في قصة عزير فاماته الله مائة عام
ثم بعثه وقال تعالى الم تر الى الذين خرجوا

رجعت

مسئلہ رجعت بھی کوئی امر عجیب و جدید و غریب نہیں کہ
شیعوں کو لاف و گزاف کیطرف نسبت کی جائے
بلکہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن پر ادلہ نقلیہ قائم ہیں اور
عقل بھی اسکی منکر نہیں شیعہ کہتے ہیں کہ جب ہم نے خدا
عالم کا یہ قول دیکھا کہ اسدن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ
کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتا تھا بلائینگے پھر وہ برابر
کھڑے کئے جائینگے اور یہ قول بھی دیکھا کہ ہم سب کو محشور
کرینگے اور کسی کو نہ چھوڑینگے تو ہمیں معلوم ہوا کہ حشر
دو قسم کا ہے ایک خاص دوسرے عام اور دوسرے مقام پر
خداوند عالم فرماتا ہے کہ وہ لوگ کہیں گے خداوندا تو نے
تو ہم کو دو دفعہ مارا اور دو ہی مرتبہ جلایا پھر ہم نے اپنے
گناہوں کا اعتراف کیا تو اب بھی اس عذاب سے نکلنے کی
کوئی سبیل ہے۔

اور عزیر کے قصہ میں فرماتا ہے کہ خداوند عالم نے انکو
سو برس کے لئے موت دی پھر اسکو زندہ کردیا اور فرمایا کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہے پس وہ لوٹ کر حضرت رسالتمآب کی خدمت میں آئے اور کہا کہ کیا میرے متعلق کوئی حکم
خدا آیا ہے حضرت نے فرمایا ہاں اور حکم سے انکو مطلع کیا۔ ملاحظہ ہو تفسیر ثعلبی تفسیر معالم التنزیل۔ در منثور
مسند احمد حنبل تفسیر کوشی۔ ترمذی۔ خصائص نسائی۔ دار قطنی۔ نزل الابرار بدخشانی۔ تذکرہ ابن جوزی
شرح بخاری عینی۔ ریاض النضرہ محب الطبری۔ بیہقی وغیرہ بیان ہے یہ مطلب خاص طور پر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ جو
... کتاب کیطرف سے مشرکوں کے سامنے صرف ایک اعلان کرنے کی قابل ثابت نہ ہو اور رسول نے حکم خدا

بن دينار ثم وهم الوف فقال لهم
الله موتوا ثم احياهم وقال النبي صلى الله عليه وآله
لم يجر في بني اسرائيل شيء الا ويكون
في امتي مثله حتى المسخ والخسف
والقذف وقال حذيفة والله ما ابعد
ان يمسخ الله كثيرا من هذه الامة
قردة وخنازير

ولعلك تقول اذا كان اعتقاد الشيعة
ان الله عز وجل يرد الاموات الى دار الدنيا
قبل الآخرة عند قيام القائم ليشتفي
المؤمنون كما زعمتم من الكافرين وينتقم
منهم كما فعل ببني اسرائيل فيما
ذكرتم حتى تتعلقون بقوله تعالى
ثم رددنا لكم الكرة عليهم وامددناكم
باموال وبنين وجعلناكم اكثر نفيرا
فقبح الله ومن يرى منهم ان يتوب مثل يزيد و
شمر وعبد الرحمن بن ملجم وامثالهم
ويرجعوا عن كفرهم وضلالهم ويصيروا

کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خوف موت
اپنے دیار سے نکلے درحالیکہ وہ ہزاروں تھے تو خداوند عالم نے
انسے کہا کہ تم مرجاؤ (وہ مر گئے) پھر اُسنے انکو زندہ کردیا
اور جناب رسالتمآب فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں کوئی شے
تھی مگر یہ کہ میری امت میں بھی اسکی مثل ہوگی یہانتک
کہ بنی اسرائیل کیطرح میری امت کے لوگ بھی مسخ
کیے جائینگے انکیطرح میری امت کے زمانے میں بھی زمین
زمین شق ہوجایا کریگی اور انکیطرح میری امت کی
پاکدامن عورتوں پر بھی زنا کی تہمت رکھی جائیگی - اور حذیفہ سے
منقول ہے کہ خدا کی قسم یہ بعید نہیں ہے کہ خداوند عالم اس امت کے
بہت سے لوگوں کو بندروں اور سوروں کی صورتوں پر مسخ کردے -
مولانا! شاید آپ کہیں کہ جب شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم
قیامت سے پہلے ظہور قائم کے وقت مردوں کو زندہ کرکے دنیا میں بلائیگا
تاکہ مومنین کافروں سے بدلہ لیکر خوش ہوں اور امام اُنسے مومنین کا انتقام
لیں جیسا کہ بقول شیعہ بنی اسرائیل کے ساتھ کیا گیا اور اس عقیدہ کی
غرض یہ ہو کہ شیعہ اس آیت کا مصداق ہو جائیں کہ پھر ہم تم کو انپر
غلبہ دینگے مال و اولاد سے تمہاری مدد کرینگے اور تمہاری تعداد کو
بہت بڑھا دینگے اگر یہی ہو تو پھر اسمیں کیا استبعاد ہے کہ یزید و شمر و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اسکو اسکا اہل نہ سمجھا بلکہ حضرت علی کو اسپر مقدم کیا ظاہر ہے کہ وہ کامل نیابت و خلافت
تھی کیونکر ہو سکتا ہے البتہ اگر خلافت الٰہیہ ہے مگر خدا سے غیر متعلق نیابت رسول ہے مگر رسول سے علیحدہ

فی تلک الحالة الی ظہور الامام فیجب علی
الشیعة حینئذ ورثیتہم والقطع
بالثواب لہم فہذا نقض مذہب الشیعة
قلنا ہذا الذی نقضت بہ وان کان
ممکنا عقلا لکن السمع الوارد عن الائمة
علیہم السلام بالقطع علیہم بالخلود
فی النار والتدین بلعنہم والبرائة منہم
الی آخر الزمان منع من الشك فی حالہم
واوجب القطع علی سوء اختیارہم
فجروا فہذا البانجری فرعون وہامان
وقارون فجری من قطع اللہ عز وجل
علی خلودہ فی النار ودل بالقطع علی
انہم لا یختارون ابدا الایمان فتکون داخلة
فیمن قال اللہ تعالی فی حقہم ولو اننا
نزلنا علیہم الملئکة وکلمہم الموتی وحشرنا
علیہم کل شئ قبلا ما کانوا لیؤمنوا
وفیمن قال اللہ تعالی فیہم ان شر الدواب
عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون
ولو علم اللہ فیہم خیرا لاسمعہم ولو
اسمعہم لتولوا وہم معرضون وفیمن
[illegible]

اس بلکہ ایسے لوگ توبہ کرلیں کفر وضلالت کو چھوڑ [illegible]
کے مطیع ہو جائیں اور اسوقت شیعوں انکی محبت اور [illegible]
انکے اجر وثواب کا یقین کرنا پڑیگا اور مذہب شیعہ کے خلاف [illegible]
ہم اسکے جواب میں یہ کہینگے کہ آپکا یہ ایراد عقلا ممکن [illegible]
پذیر ہو سکے (یعنی انکا ایمان لانا ممتنع ومحال عقلی نہیں [illegible]
جو احادیث ائمہ اطہار سے اس باب میں منقول ہیں کہ [illegible]
ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہینگے انپر لعن وتبرا قیامت تک [illegible]
وہ سب انکے حال میں شک وشبہ سے مانع اور اس حقیقت [illegible]
سبب ہیں کہ انہوں نے ایسے افعال کیے کہ فرعون [illegible]
وقارون اور ان لوگونکی طرح ہوگئے جنکے جہنم میں ہمیشہ [illegible]
رہنے پر خداوند عالم نے نص فرمادی اور اس امر پر [illegible]
دلیل قائم کردی ہے کہ وہ کبھی ہرگز ایمان نہ قبول کرینگے [illegible]
لہذا وہ ان لوگوں میں داخل ہیں جنکے متعلق خداوند عالم [illegible]
کہ اگر ہم انپر فرشتوں کو نازل کریں اور مردے باتیں کرنے [illegible]
اور پچھلے لوگوں کو زندہ کرکے انکے سامنے بلادیں تب بھی [illegible]
ایمان نہ لاوینگے اور فرماتا ہے کہ بدترین چوپائے خدا کے [illegible]
وہ ہیں جو بہرے گونگے ہیں کہ کچھ نہیں سمجھتے اگر خدا [illegible]
کچھ بھی خوبی سمجھتا تو انکو سناتا اور اگر انکو کچھ سنا[illegible]
تو وہ موہنہ پھیر کر چلدیں اور جن کے حق میں ابلیس سے
خطاب کرکے فرماتا ہے کہ میں تجھ سے اور [illegible]
لوگوں سے جہنم کو بھر دونگا جنہوں نے تیرا اتباع [illegible]

جهنم منك وممن تبعك منهم ا

وقوله وان عليك لعنتي الى يوم الدين

وقوله تبت يدا ابي لهب الى آخر السورة

وجواب آخر انه اذا رد الكافرين

في الرجعة لينتقم منهم لم يقبل لهم

توبة وجروا في ذلك مجرى فرعون لما

ادركه الغرق قال آمنت الى آخر الآية

فرد الله عليه ايمانه ولم ينفعه في

تلك الحال ندمه وكاهل الآخرة الذين

لا يقبل لهم توبة ولا ينفعهم ندم لانهم

كالملجئين اذ ذاك الى الفعل وهذا

الجواب صحيح عند الشيعة وقد جاءت

الآثار ظاهرة عن آل محمد ص حتى روي

عنهم في قوله سبحانه يوم ياتي بعض

آيات ربك لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن

آمنت من قبل او كسبت في ايمانها خيرا

قل انتظروا انا منتظرون فقالوا ان

هذه الآية هو القائم واذا ظهر لم تقبل

توبة المخالف

ان قلت على هذا الجواب يلزم اعداء الله

لیا ہے اور فرماتا ہے کہ تجھ پر قیامت تک میری
لعنت ہے اور فرماتا ہے کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ
جائیں الی آخرہ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم جب کافروں کو انتقام
کے لیے لوٹائیگا تو انکی توبہ قبول نہ فرمائیگا اور وہ فرعون
کی مثل ہو جائینگے کہ جب ڈوبنے لگا تو کہا کہ خداوندا
میں ایمان لے آیا الآیہ پس خداوند عالم نے اسکے ایمان کو
رد کر دیا اور اسوقت اسکی ندامت نے اسکو کوئی فائدہ
نہ دیا اور آخرت کے ان لوگوں کی طرح ہو جائینگے جنکی
توبہ مقبول نہوگی اور انکو ندامت کوئی فائدہ نہ دیگی اسلئے کہ
وہ اسوقت توبہ کرنے پر مجبور ہونگے (اور مجبوری کی توبہ بے
فائدہ ہے) اور یہ جواب شیعوں کے نزدیک ثابت ہے اسکے
متعلق اہلبیت سے بہت سی روایتیں وارد ہیں چنانچہ
اس آیت کے متعلق کہ جس دن تمہارے رب کی کوئی آیت
آئیگی تو کسی ایسے شخص کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا
یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی خوبی پیدا نہ کی تھی اسدن ایمان
لانا فائدہ نہ دیگا ای رسول تم کہدو کہ تم اسدن کے منتظر رہو
ہم بھی منتظر ہیں ائمہ اہلبیت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد
امام قائم ہیں جب آپ ظہور فرمائینگے مخالف کی توبہ کام نہ آئیگی
اگر آپ یہ کہینگے کہ اس جواب کی بنا پر لازم آتا ہے کہ خدا نے

لهم الهرج والمرج والطغيان لانهم اذا
كانوا يعتقدون على الكفر وانواع الضلال
وقد يئسوا من قبول التوبة لم يدعهم داع
الى الكف عما فى طباعهم ولما انزجروا عن
فعل القبيح يصلون به الى النفع
العاجل ومن وصف الله سبحانه باغراء
خلقه بالمعاصى واباحته لهم الذنوب
فقد اعظم الفرية عليه قلت ليس
الامر على ما ظننت اذ الداعى لهم الى
المعاصى ترتفع اذ ذاك ولا يحصل لهم
داع على وجه من الوجوه لانهم قد
علموا بما سلف لهم من العقاب الى وقت
الرجعة ويعلمون فى الحال انهم معذبون
على ما سبق لهم من العصيان وانهم ان
راموا فعل قبيح تزايد عليهم العقاب
بل يتوفر لهم داعى الطباع والخواطر
كلها الى اظهار الطاعة والانتقال عن
العصيان مضافا الى ان الزمنا
هذا السؤال لزم جميع اهل الاسلام
مثله فى اهل الآخرة وحالهم بطلان
توبتهم وكون توبتهم غير مقبولة منهم

و سرکشی کو جائز کر دیا اسلئے کہ وہ کفر اور طرح طرح کی گمراہی
پر قائم تھے اب اس صورت میں وہ قبول توبہ سے مایوس ہو گئے
لہذا انکی خواہشات کے کوئی روکنے والا نہ رہا اور فعل قبیح
سے باز نہ رہ سکے تاکہ نفع عاجل تک پہنچ سکتے اور جس نے
خداوند عالم کے متعلق یہ کہا کہ وہ مخلوق کو گناہوں کی ترغیب
دیتا ہے اور انکے لئے معاصی کو اسنے مباح کر دیا ہے اسنے
اسپر عظیم ترین افترا کیا۔

اسکے جواب میں میں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ
اس صورت میں گناہوں کے ارتکاب کا سبب مرتفع
ہوتا ہے اور بندوں کو کسی طریقہ سے بھی کوئی امر معاصی
کیطرف بلانیوالا لاحق نہیں ہو سکتا اسلئے کہ انہیں بھی
معلوم ہے کہ رجعت تک (عالم برزخ میں) انکے لئے کیا
عقاب ہے اور یہ بھی کہ سابقہ معاصی پر آخرت میں بھی عذاب
دیا جائیگا اور یہ کہ اگر انہوں نے مزید فعل قبیح کا قصد کیا
تو انپر اور زیادہ عقاب ہوگا اور اس صورت میں انکو
کوئی ایسی طمع نہیں ہو سکتی جو انکو ایسے امر کی طرف بلائے
جسکی وجہ سے انپر عقاب زیادہ ہو بلکہ انکے لئے بہت
زیادہ ایسے اسباب پیدا ہونگے جو انکی طبیعتوں اور دلوں کو
اظہار اطاعت اور ترک عصیان کیطرف بلائیں اسکے
ساتھ ساتھ یہ کہ اگر یہ سوال ہم پر لازم آتا ہے تو تمام
اہل اسلام اہل آخرت کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ انکی توبہ

فما اجاب الموحدون لمن الزمهم
ذلك فهو جوابنا بعينه ولنا فی الرجعة
زيادة ذكرناها فی كتابنا الاطوار
وانی لايكاد ينقضی تعجبی من الحبر
الجليل من ينسبه التعصب والتجاوز
وتجاوز الحدود فی التشدد علی الشيعة
فی مسئلة الرجعة ونحوها حتی استفدت
من صحيح مسلم ان هذا الامر موروث
من السلف قد روی مسلم فی صحيحه
فی اوائل الجزء الاول باسناده الی
الجراح بن مليح قال سمعت جابرا
يقول سبعون الف حديث عن ابی جعفر
عن النبی كلها فی الرجعة ثم ذكر مسلم
فی صحيحه باسناده الی محمد بن عمر الرازی
قال سمعت جريرا يقول لقيت جابر
بن يزيد الجعفی فلم اكتب عنه لانه
كان يؤمن بالرجعة وكذلك روی
مسلم فی الجزء المذكور باسناده
الی عبد الله بن مبارك انه يقول علی
رؤس الاشهاد دعو حديث عمر بن

باطل وغیر مقبول ہے لہذا اس مسئلہ میں اس سبب پر بھی لازم
آتا ہے پس جو تمام موحدین کا جواب ہے ہی ہمارا جواب۔ ہم نے
رجعت کے متعلق اپنی کتاب اطوار میں اس سے زیادہ بیان
کیا ہے اور مولانا نے مسئلہ رجعت وغیرہ میں جو شیعوں کو
تعصب لاف وگزاف اور تشدد میں حد سے بڑھ ہوا بتانے
کیطرف نسبت دیتی ہے میں اس سے ہی تعجب میں پڑا ہوا
تھا کہ مجھے صحیح مسلم کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ امر مولانا
کا موروثی ہے چنانچہ مسلم نے اپنی صحیح کے جزو اول کے
اوائل میں باسناد جراح بن ملیح روایت کی ہے کہ میں نے
جابر جعفی کو کہتے ہوئے سنا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے
جناب رسالتمآب سے ستر ہزار حدیثیں رجعت کے متعلق
نقل کی ہیں پھر مسلم نے صحیح میں باسناد محمد بن عمر رازی
ذکر کیا ہے کہ میں نے جریر کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے جابر سے
ملاقات کی لیکن کوئی حدیث نہیں لکھی اسلیئے کہ وہ رجعت
پر ایمان رکھتے تھے اور اسیطرح مسلم نے اپنی صحیح کے
جزو اول ہی میں باسناد عبد اللہ ابن مبارک لکھا ہے
وہ علی رؤس الاشہاد کہتے تھے کہ عمر بن ثابت کی حدیثیں
چھوڑ دو اسلئے کہ وہ سلف پر سب کرتے تھے۔

انظر ایها الحبر الجلیل کیف حرموا علی
انفسهم الانتفاع بروایة سبعین الف
حدیث عن النبی رواها ابو جعفر الذی
هو من اعیان اهل بیته الذین امرهم
النبی بالتمسک بهم مع اکثر
المسلمین او کلهم قد رووا لحیوة
الاموات فی الدنیا وهذا کتاب الله ینص
ذلک فی مواضع عدیدة منها الم
تر الی الذین خرجوا من دیارهم وهم
الوف حذر الموت فقال الله لهم
موتوا ثم احیاهم ومنها الآیة التی
تتضمن اصابة الصاعقة السبعین الذی
اختارهم موسی من قومه ومنها الآیة
التی تتضمن احیاء قتیل من قوم
موسی بذبح بقرة کذا وکذا ومنها
ما یتضمن احیاء عیسی للموتی و
ای فرق بین هذه القضایا وبین
ما رواه اهل البیت وشیعتهم من
الرجعة ای ذنب کان لجابر فی ذالک
حتی اسقطتم حدیثه وهل کان له
عنهم

مولانا ملاحظہ فرمائے کہ ان لوگوں نے اپنے اوپر کیونکر
ایسی ستر ہزار حدیثوں سے فائدہ اٹھانا کیونکر حرام کر لیا
جنکو امام محمد باقر علیہ السلام ایسے بزرگ نے نقل کیا تھا جو
اعیان اہلبیت میں سے تھے وہی اہلبیت جن سے تمسک
کرنیکا جناب رسالتمآب نے حکم دیا تھا۔ باوجودیکہ اکثر
یا کل مسلمین نے مردوں کے زندہ ہونے کی روایات کو نقل
کیا ہے اور قرآن بھی ہیں متعدد مقامات پر اسکا ذکر موجود ہے
انہیں سے یہ آیت ہے کہ کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جو
اپنے دیار سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے انسے خداوند عالم
نے فرمایا کہ مر جاؤ (وہ مر گئے) پھر خدا نے انکو زندہ کیا
اور وہ آیت ہے جسمیں ان ستر آدمیوں پر بجلی گرنے کا ذکر
ہے جنکو جناب موسے نے اپنی قوم میں سے پسند کیا تھا
اور وہ آیت ہے جسمیں ذبح شدہ گائے کے ذریعے
اس شخص کے زندہ کرنے کا قصہ ہے جسکو قوم موسیٰ نے قتل
کر دیا تھا اور اس گائے کا تمام تذکرہ بھی موجود ہے اور وہ آیت
ہے جسمیں حضرت عزیر کا قصہ ہے اور وہ آیتیں ہیں حضرت
عیسیٰ کے مردوں کو زندہ کرنیکا ذکر ہے اب آپ بتائیے
کہ ان قصیوں میں اور اس مضمون میں کیا فرق ہے جو
اہلبیت نے اور انکے شیعوں نے رجعت کے متعلق بیان
کیا ہے۔ جابر کا کیا گناہ تھا جسکی وجہ سے آپنے انکی

مع انكم تنقلون اخبارهم من
والرواة الذين كفر بعضهم بعضا
وسفك بعضهم دماء بعض
واستباحوا فيما بينهم المحارم وارتكبوا
العظائم ان هذا لتظاهر عظيم
بعداوة اهل بيت النبي ومعاندة
هائلة له فيما اوصى فيه باهل بيته
وتكذيب لانفسكم فيما تروون
في صحاحكم وعن رجالكم من الوصية
بالعترة ووجوب التلزم بهم و
التعظيم لهم وهل هذا هو الولاية
الصادقة التي كنت ايها الحبر الجليل
تدعي في خلال اسئلتك انها
لا توجد اليوم الا عند اهل السنة
والجماعة وهم عامة الامة وتدعى انها هي
الولاية التي يرتضيها اهل البيت
هيهات هيهات

واما مسئلة عرض النبي ص تراثه
عمه عباس وعلى قبل وفاته فصحيحه
لو كانت الرواية صحيحة وليس بينها

پاس اسوہ حسنہ اہلبیت نہ تھا حالانکہ آپ ایسے اصحاب
اور راویوں کی اخبار نقل کرتے ہیں جنمیں سے بعض نے بعض
کو کافر کہا، قتل کیا، حرام کاموں کو حلال سمجھ لیا اور بڑے
بڑے گناہوں کے مرتکب ہوئے (آپ حضرات اہلسنت کا)
یہ رویہ تو عداوت آل محمد کا عظیم مظاہرہ اور رسول سے
اس وصیت میں سخت عناد ہے جو آپ نے اہلبیت کے متعلق
فرمائی تھی اور آپ جو اپنی صحاح میں اپنے راویوں سے نقل
کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے اہلبیت کے لئے وصیت
فرمائی تھی ان سے تمسک اور انکی تعظیم کا حکم دیا تھا
اسکے متعلق اپنے آپ کو خود ہی جھوٹا کہنا ہے۔
مولانا! کیا یہ وہی محبت صادقہ ہے جسکے متعلق آپ
اپنے سوالات میں دعوے کرتے تھے کہ وہ آجکل صرف
اہلسنت ہی میں پائی جاتی ہے اور یہی وہ محبت ہے جسے
اہلبیت پسند کرتے ہیں افسوس صد افسوس!

میراث رسول

یہ مسئلہ کہ جناب رسالتمآب نے حضرت عباس اور
حضرت علی پر قبل وفات اپنی میراث پیش کی اگر روایت
صحیح ہے تو یہ بھی صحیح ہے لیکن اسکو آپ کے زیر تحقیق

مناسبة من وجوه اما اولا فلانا
لا نسلم انه من التراث الذي ذكر في
المقام ولذا ما اورده الرواة الا في الكافي
ولا في الوافي في كتاب الفرائض وانما
اورده الكليني في اصول الكافي في
كتاب الحجة في باب ما عند الائمة عليهم السلام
من سلاح رسول الله ومتاعه
وفي الوافي في ابواب خصائص
الحجج وفضائلهم في باب ٧٩ ما عندهم
من سلاح رسول الله ﷺ ومتاعه
وانما هو من ايات النبوة وعلائم
الرسالة وقد اخبر الله تعالى بمثله
في القرآن الكريم بقوله فقال لهم نبيهم
ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت
فيه سكينة من ربكم وبقية مما
ترك آل موسى وآل هارون وقد جاء
في الاخبار ان ذلك هو التابوت
الذي انزل الله لموسى فوضعته
فيه امه والقته في اليم فكان في بني
اسرائيل يتبركون به فلما حضر موسى
الوفاة وضع فيه الالواح ودرعه

اول تو یہ کہ وہ میراث جو رسول اللہ نے بخشی کی اس میراث
میں سے نہیں جسکا آپنے ذکر فرمایا ہے اسی لیے کافی
میں اور نہ وافی میں یہ روایت کتاب الفرائض میں نہیں
نقل کیگئی بلکہ علامہ کلینی نے تو اصول کافی کتاب الحجۃ
کے اس باب میں نقل کی ہے جسمیں ان چیزوں کا ذکر ہے
جو منجملہ سلاح و متاع رسول و ائمہ کے پاس ہوتی ہیں۔

اور وافی میں ابواب خصائص و فضائل ائمہ کے ذیل
میں باب ۷۹ میں مذکور ہے جسمیں اشیاء مذکورہ کا
تذکرہ ہے اور یہ سامان جو جناب رسالتمآب نے پیش
کیا تھا آیات نبوت و علامات رسالت میں سے تھا
اور اسکی مثل اشیاء کی خداوند عالم نے قرآن میں بھی
اس آیت میں خبر دی ہے کہ انکے ان کے نبی نے کہا
انکے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ
صندوق آجائیگا جسمیں تمہارے رب کا سکینہ اور
آل موسی و ہارون کے ترکہ کا بقیہ موجود ہے اور احادیث
میں ہے کہ یہ وہی تابوت تھا جو خدا نے حضرت موسی کے لیے
نازل فرمایا تھا اور آپ کی مادر گرامی نے آپ کو
اسمیں رکھکر دریا میں ڈالا تھا بنی اسرائیل اس سے
برکت چاہتے تھے جب حضرت موسی کا وقت وفات
آیا تو آپنے اسمیں تختیاں زرہ اور دیگر وہ آیات نبوت

وما كان عنده من آيات النبوة واودعه
يوشع وصيته فلم يزل التابوت بينهم حتى
استخفوا به وكان الصبيان يلعبون به في الطرقات
فلم يزل بنو اسرائيل في عز وشرف ما دام التابوت
عندهم فلما عملوا بالمعاصي واستخفوا بالتابوت
رفعه الله عنهم فلما سألوا النبي بعث الله
اليهم طالوت ملكا يقاتل معهم رد
عليهم التابوت ويشهد بذلك
ذيل الرواية الذي قطعه الحبر الجليل
وهذا اعظم فقال نعم بابي وامي
ذاك علي فولي قال (يعني علي) فنظرت
اليه حتى نزع خاتمه من اصبعه
فقال تختم بهذا في حيوتي قال فنظرت
الى الخاتم حين وضعته في اصبعي فتمنيت
من جميع ما ترك الخاتم ثم صاح
يا بلال علي بالمغفر والدرع والراية
والقميص وذي الفقار والسحاب والبرد
والابرق والقضيب قال فوالله
ما رأيتها قبل ساعتي تلك يعني
الابرق فجيء بشقة كادت تخطف

جو آپ کے پاس تھیں رکھیں اور اپنے وصی یوشع کی
سپرد کر دیا یہ تابوت بنی اسرائیل میں برابر رہا یہانتک
کہ انہوں نے اسکا استخفاف شروع کر دیا اور بچے اس
سے راستوں میں کھیلنے لگے جبتک تابوت انکے پاس
بعزت واحترام رہا بنی اسرائیل بھی بعزت وشرف رہے
جب انہوں نے معاصی کا ارتکاب اور تابوت کا استخفاف
کیا تو خدا نے اسکو انہیں سے اٹھا لیا جب ان لوگوں نے
نبی سے درخواست کی تو خدا نے طالوت کو بادشاہ بنا کر
انکے پاس بھیجا تاکہ وہ انکے ساتھ جہاد کریں اور تابوت
کو لوٹا دیا اور ہمارے اس بیان کا شاہد کہ اس میراث سے
آیات نبوت وعلامات رسالت مراد ہیں روایت کا باقی حصہ ہے
جسکو مولانا نے چھوڑ دیا ہے اور وہ یہ ہے۔
جب جناب رسالتمآب نے حضرت علی سے خطاب فرمایا تو
آپ نے عرض کیا کہ ہاں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں آپکے
احکام کی تعمیل کرونگا اور یہ چیزیں لونگا حضرت علی
فرماتے ہیں کہ میں حضرت کیطرف دیکھنے لگا یہانتک کہ
آپنے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکالی اور فرمایا کہ اسکو
میری زندگی ہی میں پہن لو جب مینے انگوٹھی کو انگلی میں
ڈالا تو اسکو دیکھا پس اسکے علاوہ جتنی چیزیں باقی رہی تھیں
ان سب کے بجائے اسی کو بہت سمجھا پھر حضرت نے آواز دی
علم قمیص - ذو الفقار - عمامہ سحاب

فقال یا علی ان جبرئیل اتانی بهما
وقال یا محمد اجعلها فی حلقة الدرع
واستذفر بها مکان المنطقة ثم دعا
بزوجی نعال عربیین جمیعاً احدهما
مخصوف والآخر غیر مخصوف والقمیصین
القمیص الذی اسری به والقمیص الذی
خرج فیه یوم احد والقلانس الثلاث
قلنسوة السفر وقلنسوة العیدین
والجمعة وقلنسوة کان یلبسها ویقعد
مع اصحابه ثم قال یا بلال علی
بالبغلتین الشهباء والدلدل
والناقتین العضباء والقصواء
والفرسین الجناح کانت توقف بباب
المسجد لحوائج رسول الله یبعث
الرجل فی حاجته فیرکبه فیرکضه فی
حاجة رسول الله وحیزوم وهو الذی
کان یقول اقدم یا حیزوم والحمار عفیر
فقال اقبضها فی حیاتی فذکر امیر المؤمنین
ان اول شیء من الدواب توفی عفیر
ساعة قبض رسول الله قطع خطامه

چادر۔ ابرق اور عصا لاؤ حضرت علی فرماتے ہیں کہ
قسم خدا کی میں نے اب تک اپنی آنکھوں سے ابرق نہ دیکھا
تھا کہ ایک ٹکڑا لایا گیا جس سے آنکھیں خیرہ کرتی تھیں
اور وہ ابرق جنت سے تھا فرمایا کہ ای علی جبرئیل اسکو میرے
پاس لائے تھے اور کہا تھا کہ ای محمد اسکو حلقہ زرہ میں رکھیے
اور پٹکے کی جگہ باندھیے پھر آپ نے عربی جوتوں کے دو جوڑے
جنمیں سے ایک پیوند زدہ تھا اور دوسرا سالم۔ دو قمیص
ایک وہ جسے آپ پہنکر معراج میں تشریف لیگئے تھے اور
دوسری وہ جسکو پہنکر جنگ احد کیلئے نکلے تھے۔ تین ٹوپیاں
ایک سفر کی۔ ایک عیدین و جمعہ کی اور ایک وہ جسکو آپ
پہنکر اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تھے یہ سب چیزیں منگائیں پھر
بلال سے فرمایا کہ دونوں خچر شہباء و دلدل دونوں ناقے
عضبا اور قصواء دو گھوڑے ایک جناح جو ضروریات
رسول کیلئے در مسجد پر کھڑا رہتا تھا اور جب آنحضرت کسی کو
اپنے کام کیلئے بھیجتے تھے تو اسپر سوار ہو کر جایا کرتا تھا
دوسرا حیزوم جسکو آپ حیزوم کہکر بلایا کرتے تھے اور عفیر
گدھا یہ سب چیزیں لاؤ اور مجھ سے فرمایا کہ انہیں میری
زندگی میں قبضہ کر لو آپ فرماتے ہیں کہ چوپایوں میں جو
سب سے پہلے مرا وہ عفیر تھا کہ اسنے آنحضرت کی قبض روح
کے وقت اپنا رسا تڑایا اور بھاگ کر بنی خطمہ کے کنویں

لقباء اخری بجنس فیها فکانت
قبره تمت الرواية التی سندها هكذا
محمد بن الحسين و علی بن محمد عن سهل
بن زياد عن محمد بن وليد شباب
الصيرفی عن ابان بن عثمان عن
ابی عبدالله عليه السلام ثم ذكر
الكلينی رواية اخری مرسلة بهذه
العبارة و روی ان امير المؤمنين ع
ان ذالك الحمار كلم رسول الله ص
فقال بابی انت وامی ان ابی حدثنی
عن جده عن ابيه انه كان مع
نوح فی السفينة فقام اليه نوح
فمسح على كفله ثم قال يخرج من
هذا الحمار حمار يركبه سيد المرسلين
وخاتمهم والحمد لله الذی جعلنی
ذالك الحمار انتهی
انظروا معاشر المنصفين ان
الروايتين المرسلة رواية مستقلة غير
مربوطة بحديث عرض النبی تراثه
لعمه عباس و علی فرضنا انها كذب
[illegible] لكن [illegible] جنبيد

گرا دیا اور وہی کنواں اسکی قبر ہو گیا۔ پوری روایت
یوں ہے جسکی سند اسطرح ہے محمد بن علی اور علی بن محمد
نے سہل بن زیاد سے انہوں نے محمد بن ولید شباب
صیرفی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے
امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ الخ
پھر علامہ کلینی نے ایک دوسری مرسلہ روایت نقل کی ہے
جو یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا
کہ اس گدھے نے جناب رسالتمآب سے کلام کیا
اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میرے
باپ نے اپنے دادا سے اور دادا نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے
کہ وہ حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں تھا پس حضرت
نوح کھڑے ہوئے اور اسکے پٹھے پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ
اسکے صلب سے ایک گدھا پیدا ہوگا جس پر سید الانبیاء
خاتم المرسلین سوار ہونگے خدا کا شکر ہے کہ خدا نے مجھے
ہی وہ قرار دیا انتہی۔

انصاف کرنیوالو! دیکھو کہ یہ روایت مرسلہ مستقل
حدیث ہے جو اس حدیث سے بالکل غیر مربوط ہے جسمیں
حضرت نے جناب عباس و حضرت علی پر اپنی میراث
پیش کی ہے اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ یہ روایت بالکل
جھوٹی مطلقاً غلط ہے تو ہو لیکن بہرحال اسکو حدیث

عن حدیث العرض فکیف یقول
هذا الحبر الجلیل ان حدیث العرض
لو صح لکان له شان جلیل الا ان الروایۃ
قد افسدہ افسادا بحدیث مغیرۃ عن
ابیہ عن جدہ عن نوح صاحب السفینۃ
التی استوت علی الجودی انتهی
وهل هذا الا لانه لما رای انه یظهر
من هذا الحدیث ان علیا اطوع لرسول
اللہ من جمیع قرابتہ وان اخذہ
علی میراث النبوۃ یکشف عن انه وصیہ
وخلیفتہ فاستشاط غضبا و
احمرت عیناہ من امتلاء الدم
فما تمیز بین الروایتین فحسب
ان الروایۃ الاخیرۃ جزء الروایۃ الاولی
فلم یجد بدا لما حسب ان ما یستفاد
من حدیث عرض النبی خلافۃ الولایۃ
الصادقۃ بالمعنی الصحیح الذی
یتضمن اهل البیت ولا توجد
الیوم الا عند اهل السنۃ والجماعۃ
هم ماتۃ الامۃ وهم اولی الناس باهل
[illegible]

میراث سے کوئی تعلق نہیں پھر مولوی عبدالقدیر کہتے
کہتے ہیں کہ اگر حدیث میراث صحیح ہے تو بہت بلند رتبہ
ہے لیکن اسکے راوی نے یہ کہکر اسکو بالکل خراب کر دیا
کہ مغیرہ نے اپنے باپ سے اسنے اپنے دادا سے اسنے
حضرت نوح سے نقل کیا ہے جو صاحب سفینہ تھے یعنی
سفینہ جو کوہ جودی پر جا کر رکا تھا انتہی ۔
ہو نہو یقینا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب مولانا نے دیکھا
کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی تمام
قرابت داروں سے زیادہ مطیع رسول تھے اور یہ کہ انکا
میراث نبوت لینا دلیل نیابت و خلافت ہے تو غصہ
میں آپے سے باہر ہو گئے آنکھیں خون سے سرخ ہو گئیں
دونوں روایتوں میں تمیز نہ کر سکے یہ سمجھ لیا کہ دوسری روایت
پہلی روایت کا جزء ہے اور جو جی میں آیا کہنے لگے یا یہ
سمجھا کہ جو کچھ حدیث میراث سے مستفاد ہوتا ہے وہ اس
یہی اور وہ صحیح محبت کے خلاف ہے جسکو اہلبیت پسند کرتے
ہیں جو آجکل اہلسنت ہی میں پائی جاتی ہے اور
وہی اہلبیت اور ائمہ سے محبت کرنے کے سبب سے
زیادہ مستحق ہیں ورنہ جسکے پاس تھوڑی سی بھی عقل
ہے وہ اگر کافی کی عبارت کو جو وافی کا ماخذ ہے
اور خود وافی کی عبارت کو دیکھے گا تو جان
لیگا کہ دونوں روایتیں جدا جدا مستقل ہیں

مسئلہ اذا نظر عبارۃ الکافی الذی
ھو ماخذ الوافی وکذا عبارۃ الوافی
یعلم انھما روایتان مستقلتان مضمون
احدیھما غیر مربوط بمضمون الاخری
عصمنا اللہ تعالی عن الزلل و
الخطاء انہ ولی العصمۃ

والترجع الی المقصود وبالجملۃ
لیس المراد بالتراث المال الذی
ینتقل قھرا الی الوارث من غیر
رضا من المورث والوارث بل المراد
دلائل النبوۃ وعلامتھا وما کان
من توابعھا واستعمال لفظ التراث
والمیراث والارث وما یشتق من
ھذہ المادۃ فی غیر المال المذکور کثیر
جدا حتی فی القرآن العظیم قال
عز من قائل اولئک ھم الوارثون
الذین یرثون الفردوس ھم فیھا
خالدون وقال واورثنا القوم
الذین کانوا یستضعفون یعنی
بنی اسرائیل فان القبط کانوا

اور ایک کو دوسرے کے مضمون سے کوئی ربط نہیں
خدا ہمیں لغزش وخطا سے بچاۓ کہ وہی بچانیوالا ہے

اب ہم اصل مقصد پر آتے ہیں غرض یہ ہے کہ میراث
سے مراد اس روایت میں وہ مال نہیں ہے جو قہرا
بغیر رضاۓ مورث ووارث وارث کیطرف منتقل ہوجاتا ہے
بلکہ دلائل وعلامات نبوت اور انکے توابع مراد ہیں
اور لفظ میراث۔ وارث۔ ارث اور اس مادہ کے
دیگر مشتقات کا استعمال میراث کے علاوہ دیگر
چیزوں میں بیشتر ہے یہانتک کہ قرآن مجید میں
موجود ہے خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہی سب
وہ وارث ہونیوالے ہیں جو فردوس کے وارث
ہونگے اور اسمیں ہمیشہ رہینگے۔ اور فرماتا ہے
کہ ہم نے ان لوگوں کو وارث بنایا جو کمزور
سمجھے جاتے تھے یعنے بنی اسرائیل اسلئے کہ
قبطی انکو کمزور سمجھتے تھے پس خداوند عالم نے
اُن کو وارث بنایا یعنے انکو قوت وغلبہ اور
تصرف کا حکم دیا۔ اور فرماتا ہے کہ زمین کے

ملکہم و حکم لہم بالتصرف وقال ان الارض یرثہا عبادی الصالحون والوارث من اسماء اللہ تعالیٰ یرث الخلائق ویبقی بعدھم وقد وصف نفسہ بذالک بقولہ یرث الارض ومن علیہا وفی الدعاء اللہم متعنی بسمعی وبصری واجعلہما الوارثین منی ای ابقہما صحیحین سلیمین الی وقت الموت فتکونان وارثین جمیع اعضائی وغیر ذالک من الاستعمالات لو سلم ان المراد بالتراث فی الحدیث ھو المال الذی لو مات مالکہ ینتقل قہرا الی ورثتہ فلیس ما یدل فی مذھب الشیعۃ علی عدم جواز حرمان صاحب المال ورثتہ فیجوز لہ فی حال حیوتہ وصحتہ ان ینتقل جمیع احوالہ الی اجنبی ویحرم ورثتہ

میرے نیک بندے ہونگے۔ اور وارث خدا کا نام ہے بایں معنی کہ وہ تمام مخلوق کا وارث ہوگا یعنی سب کے بعد تک رہے گا اور خود اسنے بھی اپنے آپ کو اس صفت سے متصف کیا ہے فرماتا ہے کہ خدا زمین کا اور اہل زمین کا وارث ہوگا اور دعا میں ہے کہ خداوندا مجھے میری سماعت و بصارت سے بہرہ مند فرما اور انکو میرا وارث قرار دے یعنی انکو موت کیوقت تک صحیح و سالم رکھ تاکہ وہ میرے تمام اعضا کی وارث ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس روایت میں میراث سے مراد وہی مال ہے تو اسکی کوئی دلیل نہیں کہ صاحب مال کا اپنے وارثوں کو محروم کردینا جائز نہیں بلکہ اسکے لئے جائز ہے کہ اپنی زندگی و صحت میں تمام مال کو کسی غیر کی طرف منتقل کردے اور وارثوں کو محروم کردے۔

ثم انہ فی المال الذی ینتقل قہرا الی الورثۃ قد قدم اللہ سبحانہ الدین والوصیۃ علی الارث فی آیات الارث قال فی الآیۃ الاولی من آیات الارث

پھر یہ کہ وہ مال جو قہرا وارثوں کیطرف منتقل ہوجاتا ہے اسکے معاملہ میں خدانے میراث پر قرضہ اور وصیت کو مقدم فرمایا ہے سورہ نساء میں ارشاد ہوتا ہے کہ خدا تم کو تمہاری اولاد کے

فی سورۃ النساء یوصیکم اللہ فی
اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین
فان کن نساء فوق اثنتین فلھن
ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف
ولابویہ لکل واحد منھما السدس
مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن
لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث
فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من
بعد وصیۃ یوصی بھا او دین
وفی الآیۃ الثانیہ ولکم نصف
ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن
ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما
ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین و
لھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان
لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ
توصون بھا او دین و ان کان رجل یورث
کلالۃ او امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد
منھما السدس فان کانوا اکثر من ذلک
فھم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ
یوصی بھا او دین غیر مضار وصیۃ

بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کے لیئے دو عورتوں
کی برابر حصہ ہے پھر اگر بیٹیاں دو یا دو سے
زائد ہوں تو متروکہ کا دو تہائی انکا ہے اور اگر
ایک ہی بیٹی ہو تو اسکا آدھا ہے۔ اور میت کے
ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیئے اگر میت کی کچھ
اولاد بھی ہو تو اُسکے ترکہ میں سے ایک ایک کو چھٹا ہے
اور اگر اسکے اولاد نہو اور ماں باپ ہی وارث ہوئے ہوں تو
ماں کے لیئے ترکہ میں سے چوتھائی ہے اور اگر اسکے بھائی
بہنیں بھی ہوں تو اسکی ماں کا چھٹا حصہ ہے یہ تقسیم
بعد تعمیل وصیت ہوگی جو متوفی کر گیا ہو اور بعد ادائے
قرض اور دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ
تمہاری ازواج جو کچھ چھوڑ جائیں اگر انکے کوئی
اولاد نہو تو آدھا تمہارا ہے اور اگر انکے کوئی
اولاد ہو تو انکے ترکہ کا چوتھائی تمہارے لیئے ہے بعد اس وصیت
تعمیل کے جو وہ کر گئی ہوں اور بعد ادائے قرض کے اور تمہارے ترکہ میں
سے اُنکے لیئے چوتھائی ہے اگر تمہارے کوئی اولاد نہو اور اگر
تمہارے کوئی اولاد ہو تو تمہارے متروکہ میں سے انکے لیئے آٹھواں
حصہ ہے بعد اس وصیت کی تعمیل کے جو تم نے کی ہو اور بعد ادائے قرض
اور اگر کسی مرد یا عورت کے وارث بھائی بہن ہوں اور اسکا کوئی مادری
بھائی یا بہن بھی ہو تو انمیں ہر ایک کے لیئے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ
اسکے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں وہ سب شریک ہیں بعد تعمیل

ولعل هذا المال كان بقدر دين
النبي وانجاز عداته او اقل كما يومي
الى الاقل قول ابن عباس الذي اسقطه
الحبر الجليل وهو قول عباس بعد
قوله كثير العيال قليل المال من
يطيقك انت تباري الخ فيجوز
للانسان اذا كان له دين يساوي ما
تركه ان يوصي الى احد ان يؤدي
دينه منه او من مال آخر واخذ ما
تركه بدله منه

وبعد اللتيا والتي لو كان ما حققته
في هذا السؤال حقيقا بالقبول
من ان الارث خلافة في الملك و
الحقوق ليس فيها الا للمورث ولا
للوارث اختيار الوارث يكون
خليفة في ملك الميت وحقوقه
رضي المورث او لا شاء الوارث او ابى
وهذه كتب التواريخ وسير الانبياء
تشهد ان للانبياء في المواريث
اسوة باممهم فيما توجب شرائعهم

وصیت کچھ ہو گیئی ہو یا ادائے قرض کے جسمیں اتنے کا مفروض تھا
وصیت خدا کی ہے اور اللہ جاننے والا بردبار ہے۔ اسکی
کہتے ہیں کہ شاید یہ مال جو جناب رسالتمآب نے حضرت عباس
و جناب امیر کے سامنے پیش فرمایا تھا رسول کے قرض اور
وعدوں کی برابر یا کم ہو جیسا کہ کمی ہی کیطرف قول ابن عباس
اشارہ ہے جسکو مولانا نے اپنے بیان میں ساقط کر دیا ہے اور وہ یہ
ابن عباس نے یہ کہکر کہ میں کثیر العیال اور قلیل المال ہوں عرض کیا
یا حضرت آپکا مقابلہ کون کر سکتا ہے آپ تو سخاوت میں ہوا سے
مقابلہ کرتے ہیں اور انسانکو جائز ہے کہ اگر اسپر اتنا قرضہ ہو جو اسکے ترکہ کے
برابر ہو تو کسی کو وصیت کر جائے کہ وہ اسکے ترکہ سے قرضہ ادا کر دے یا کسی
اور مال سے ادا کر دے اور اسکے بدلے میں اسکا ترکہ لیلے۔

اور بعد ان تمام و ندان شکن جوابات کے بھی جو ہم نے دئے اگر وہ جو ہم نے
بیان کیا ہے وہی قبول کر لیا جائے کہ ورثہ ملک و حقوق کی خلافت کا
نام ہے جسمیں مورث اور وارث کا کوئی اختیار نہیں وارث
ملک و حقوق میت میں اسکا جانشین ہو جاتا ہے خواہ
مورث پیش کرے یا نہ کرے اور وارث چاہے یا
انکار کر دے۔

اور کتب تواریخ و سیر انبیاء شاہد ہیں کہ
انبیاء کی شریعتوں کے بموجب میراث کے
متعلق امتوں کے لئے انکی ذاتوں میں نمونہ
عمل ہے تو اب شیعوں کو یہ کہنا چاہئے کہ

ورانحن معاشر الانبیاء لا نورث ما
ترکناہ صدقۃ یمکن ان یکون عن دمع
من حنفیۃ قوتی عن ملاح السفینۃ
التی خرقہا صاحب موسیٰ وکانت لمساکین
یعملون فی البحر
ثم ان من روایۃ العرض یستفاد
ان العباس من جہۃ عدم قدرتہ علی انجاز
عدات النبی وقضاء دیونہ ما قبل
ہذہ الوصیۃ ولیس یستفاد منہ
ان ردہ عرض النبی کان بخلاء او غفلۃ
من عظیم الشرف کما فہمہ المحبی الجلیل
ونحن نقبل ان عباس کان غنیا و
کان من اشرف قریش وانفذہم نظرا
الا انک قد اسقطت من الروایۃ
عذر سیدنا العباس حیث قال من
یطیقک وانت تباری الریح وبعد
عرضہ ثانیۃ للعباس قال شیخ

یہ روایت کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے
اور جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے ممکن ہے کہ رمع نے گم کر
پھوس سے کہ اس پھوس نے اس کشتی کے ملاح سے
نقل کی ہو جسکو حضرت موسیٰ کے ساتھی حضرت خضر
نے توڑ دیا تھا اور وہ کشتی ان غریب لوگوں کی تھی جو اس کے
ذریعہ سے سمندر میں اپنی روزی کمانے کیلئے کام کیا کرتے تھے
پھر یہ کہ اس روایت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت عباس نے
جناب رسالتمآب کے وعدوں کے ایفا اور قرضہ کی ادائگی
پر قادر نہ ہونے کیوجہ سے حضرت کی اس وصیت کو قبول نہیں کیا
یہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا کہ بخل کیوجہ سے اور شرف عظیم سے
غفلت کی بنا پر رد کر دیا جیسا کہ مولانا سمجھتے ہیں اور ہم تسلیم
کرتے ہیں کہ حضرت عباس نہایت متمول منجملہ اشراف قریش
اور ان سب سے زیادہ وسیع النظر تھے لیکن آپنے روایت سے
آپ کا عذر حذف کر دیا جہاں آپ نے فرمایا تھا کہ یا حضرت
آپ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے آپ تو ہوا سے مقابلہ
کرتے ہیں اور جب حضرت نے دوسری مرتبہ میراث
پیش فرمائی تو کہا کہ یا حضرت میں کثیر العیال قلیل المال

سلہ مولوی جار اللہ نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے اعتراض کے آخر میں جو کچھ ہرزہ سرائی کی تھی ان فقرات میں انکا طمنچہ و طعنہ
جواب ہے جسمیں بہت سے لطف اور نکات پوشیدہ ہیں جنمیں سے ایک یہ ضروری التوضیح ہے کہ لفظ رمع عمر کا الٹا ہوا ہے حدیث میں ہے کہ سب سے
سب سے پہلے مملوک کی شہادت کو رد کیا وہ رمع تھا اور جس نے سب سے پہلے فرائض میں عول کیا وہ بھی رمع تھا لہذا اس عبارت سے

كثير العيال قليل المال وانت تبادي
الريح فمال عباس وان كان كثيرا الا
انه عند معارضة الريح القوي على
كل شيء قليل جدا

ثم ان هذه المدائح التي ذكرتها ايها
الحبر الجليل لعباس وانها مقبولة
عند الشيعة بل وفوقها الا انها
منافية لما تروون في صحاحكم ومسانيدكم
من مخاصمته عليا في ميراث النبي
في خلافة عمر سيما بملاحظة الروايات
التي تروون من ان فاطمة بنت محمد
وعليا والعباس اذا حضروا عند
ابي بكر وطلبت فاطمة عليها السلام
ميراثها وقال ابو بكر لفاطمة ان النبي
لا يورث ان عليا والعباس قد
صدقاه في اعتذاره كما صدقته فاطمة
على حسب رواياتكم اما حضور
فاطمة والعباس عند ابي بكر ففي
صحيحي البخاري والمسلم كما ذكره الحميدي
عنهما واما حضور العباس وعلي عند

ہوں اور آپ ہوا سے مقابلہ کرتے ہیں اس لئے ظاہر
ہوا کہ حضرت عباس کا مال اگرچہ بہت تھا
مگر اس ہوا کے مقابلہ میں بہت کم تھا جو ہر چیز پر
زیادہ قوی ہے۔

پھر یہ کہ مولانا حضرت عباس کے فضائل جو
آپ نے بیان فرمائے ہیں شیعوں کے نزدیک
سب بلکہ اُنسے بھی زیادہ مقبول و مسلم ہیں لیکن آپکی صحاح
و مسانید کی روایات کے منافی ہیں۔ جنہیں یہ درج ہے
کہ آپ نے بزمانہ خلافت حضرت عمر میراث نبی
کے معاملہ میں حضرت علی سے مخاصمہ کیا خصوصاً
روایات کو دیکھتے ہوئے جو آپ حضرات اس مضمون
کی نقل کرتے ہیں کہ جب فاطمہ زہرا۔ حضرت علی اور
حضرت عباس ابوبکر کے پاس آئے اور جناب
فاطمہ زہرا نے اپنی میراث طلب کی اور ابوبکر نے جواب
دیا میراث نبی کسیکو نہیں پہنچتی تو حضرت علی اور حضرت
عباس نے اس عذر میں ابوبکر کی تصدیق کی جس طرح
جناب سیدہ نے بھی انکی تصدیق کی جیسا کہ آپکی روایتیں
موجود ہیں۔ ابوبکر کے پاس جناب سیدہ اور حضرت عباس
کا آنا تو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود ہے جیسا کہ حمیدی
نے بیان کیا ہے اور حضرت عباس و حضرت علی کے ابوبکر

بعد وفاة ابی بکر عند عمر فقد ذکره
الحمیدی فی المتفق علیه وحذف من
کلمات عمر استخفافاً بالعباس وعلیؑ وکلمات
عظیمة کلها موجودة فی صحیحی البخاری
ومسلم بالفاظها انهما رویا عن مالک
بن اوس حیث ذکر ارتفاع العباس
وعلی الی عمر فقال عمر للعباس وعلی
ما هذا لفظه فلما توفی رسول الله
قال ابو بکر انا ولی رسول الله فجئتما
تطلب انت میراثک من ابن اخیک
ویطلب هذا میراث امرأته من ابیها
قال ابو بکر قال رسول الله نحن
معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناه
صدقة فرأیتماه کاذباً آثماً غادراً خائناً
والله یعلم انه لصادق بار راشد
تابع للحق ثم توفی ابو بکر فقلت
انا ولی رسول الله وولی ابو بکر
فقبضتها سنتین من امارتی
اعمل فیها بما عمل رسول الله وما عمل
فیها ابو بکر فرأیتمانی کاذباً آثماً

عمر کے پاس آنے کو حمیدی نے حضرت متفق علیہ میں بیان
کیا ہے اور جو کلمات حضرت عمر نے حضرت عباس و
حضرت علی کے متعلق توہین آمیز استعمال فرمائے تھے
انکو حمیدی نے حذف کر دیا ہے لیکن صحیح بخاری و صحیح مسلم
میں تمام بلفظہ موجود ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم دونوں نے
مالک ابن اوس سے روایت کی ہے کہ جب مالک نے
یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عباس و حضرت علی عمر کے پاس میراث
رسول کا قضیہ لیگئے تو کہا ہے کہ حضرت عمر نے آپ دونوں
حضرات کو یہ جواب دیا کہ جب رسول نے وفات پائی تو
حضرت ابوبکر نے کہا میں ولی رسول ہوں پس تم دونوں آئے
کر (ای عباس) تم تو اپنی میراث یعنی اپنے بھتیجے کا ترکہ طلب
کرتے تھے اور یہ (علی) اپنی زوجہ کی میراث یعنی انکے باپ کا
ترکہ چاہتے تھے اسپر ابوبکر نے جواب دیا حدیث رسول ہی کہ ہم
گروہ انبیا کسیکو اپنا وارث نہیں بناتے ہیں اور جو ہم چھوڑیں
وہ صدقہ ہے تم دونوں نے اس قول میں ابوبکر کو جھوٹا
گنہگار۔ بے وفا اور خائن سمجھا خدا جانتا ہے کہ وہ سچے نیکوکار ہدایت
یافتہ اور تابع حق تھے پھر وہ مر گئے تو میں نے کہا کہ میں ولی رسول
و ولی ابی بکر ہوں اور دو برس سے ترکہ رسول کو لے رکھا ہے اسمیں
موافق عمل رسول و ابی بکر عمل کر رہا ہوں اور تم نے مجھ کو بھی
جھوٹا گنہگار بے وفا۔ خائن سمجھا اور خدا گواہ ہے کہ میں سچا

بار تابع للحق فولیتہما ثم جئت انت
وھذا و انتما جمیعا و امر کما واحد فقلتما
ادفعہا الینا فبذالک دفعتہا الیکما
فانشدکم اللہ ھل دفعتہا الیہما
بذالک قال الرھط نعم ثم اقبل علے
علی وعباس فقال انشدکما باللہ
ھل دفعتہا الیکما بذالک قالا نعم
قال فتلتمسان منی قضاء غیر ذلک
فوالذی باذنہ تقوم السماء والارض
لا اقضی فیہا قضاء غیر ذالک
فان عجزتما عنہا فادفعاھا الی فانی
اکفیکماھا ولست الان بصدد
کون الحدیث موضوعا ولم اجتری علے
ذالک لانہ منافی للولایۃ الصادقۃ
التی ہی تضیر اھل البیت حسب
اعتقاد المحب الجلیل و اما الاعتقاد
بان عمر الذی ھو حقیق بالجھل ارادہ
ان یفہم علیا والعباس الذین ھما اھل البیت
وقد ورد فیھما انا مدینۃ العلم و
علی بابہا الحکم الشرعی الالہی فلم

پھر اے عباس تم اور علی دونوں اور تم دونوں کا معاملہ ایک
ہی ہے یہ کہتے ہوئے آئے کہ ترکہ رسول ہمیں دیدو میں نے وہ
تمہیں دیدیا اسکے بعد خلافتمآب نے حاضرین سے مخاطب
ہو کر کہا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا میں نے
ترکۂ رسول انکو دیدیا ہے سب نے کہا ہاں اسکے بعد حضرت علی
و حضرت عباس سے یہی سوال کیا آپ نے یہی فرمایا کہ ہاں ہے
پھر کہا کہ کیا تم دونوں مجھ سے اسکے علاوہ کچھ اور فیصلہ چاہتے
ہو خدا کی قسم میں امیں اسکے سوا کچھ اور فیصلہ نہیں کر سکتا
اب اگر تم انتظام ترکۂ رسول سے قاصر ہو تو لاؤ مجھے دیدو میں
تم دونوں سے بہتر اسکا انتظام کر لونگا۔ مولانا امیں اسوقت
یہ ثابت کرنے کے تو درپے نہیں ہوں کہ حدیث جعلی ہے
ورنہ یہ جرأت کر سکتا ہوں اسلئے کہ ایسا کہنا اہلبیت
رسول کی اس سچی محبت کے منافی ہے جسکو آپ کے
عقیدہ کے مطابق اہلبیت پسند کرتے ہیں لیکن ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ کہ حضرت عمر جو جہل مرکب
تھے حضرت علی و حضرت عباس ایسے بزرگوں کو
جو اہلبیت رسول میں سے تھے اور حضرت علی کیلئے
حدیث رسول وارد ہو چکی تھی کہ میں شہر علم ہوں اور
اور علی اسکا دروازہ ۔حکم شرعی الہی سمجھانا چاہتے
تھے لیکن ان حضرات نے نہیں سمجھا اور اسپر

عمر بقوله لا اقضی فیها قضاء غیر ذالك فهذا هو الولاية الصادقة وباقی الامور المذکورة فی السؤال الخامس عشر وتمام السؤال السادس عشر امور مکرر فی کلام الحبر الجلیل ولکن لمزید تبصر قد لابد ان نذکر بعض الاحادیث

فی الجمع بین الصحاح الست عن عبد الله بن عباس قال ان رسول الله قال احبوا الله تعالی لما یغذوکم به من نعمه واحبونی لما هو اهله واحبوا اهل بیتی لحب الله تعالی واحبوا اهل بیتی لحبی قد روی الثعلبی فی تفسیر قوله تعالی لا اسئلکم اجرا الا المودة فی القربی باسناده الی جریر بن عبد الله البجلی قال سمعت رسول الله یقول من مات علی حب آل محمد مات شهیدا

انظر ایها الحبر الجلیل انه هذا

کر دیا کہ جاؤ میں اسکے علاوہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا یہ عقیدہ نبی وہ سچی محبت ہے (جسکا آپنے ذکر کیا ہے) اور باقی وہ امور جو پندرہویں سوال میں مذکور ہیں اور سولہویں سوال کے تمام امور آپ کے کلام میں مکرر ہیں (جنکے جواب مع دلیل سابق میں گذر چکے لہذا ہم تکرار نہیں کرتے) البتہ مزید تبصرہ کے لئے بعض احادیث ذکر کرتے ہیں۔

جمع بین الصحاح الستہ میں عبد اللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا تم خدا سے اسلئے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے بہرہ مند فرماتا ہے اور اسلئے کہ وہ محبت کی قابل ہے مجھ سے خداوند عالم کی محبت کیوجہ سے محبت کرو اور میرے اہلبیت سے میری محبت کیوجہ سے عـہ ثعلبی نے آیہ مودت کی تفسیر باسناد جریر بن عبد اللہ نقل ہے کہ میں نے جناب رسالتمآب کو فرماتے ہوئے سنا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص محبت اہلبیت پر مرا وہ شہید مرا۔

(مولانا! اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیے جو آپ ہی کے طریق سے

عـہ اس حدیث کو ثعلبی کے علاوہ دیگر علماء اہلسنت نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جناب امام اہلسنت

الحدیث المروی من طرقکم ولا تقل فی
السؤال السادس ان کتب الشیعہ
یقول والشیعی شہید ولو مات علی
فراشہ حتف انفہ ثم قال النبی الا
ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا
لہ الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا
الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا
مستکمل الایمان الا ومن مات علی حب
آل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ
ثم منکر ونکیر الا ومن مات علی حب
آل محمد زف الی الجنۃ فاکما تزف
العروس الی بیت زوجہا الا ومن
مات علی حب آل محمد جعل اللہ زوار
قبرہ الملائکۃ بالرحمۃ الا ومن مات
علی حب آل محمد مات علی السنۃ الا و
من مات علی بغض آل محمد جاء یوم
القیامۃ مکتوب بین عینیہ ایس من
رحمۃ اللہ الا ومن مات علی بغض
آل محمد لم یشم رائحۃ الجنۃ ودع
عنک ایہا الحبر الجلیل یقول
[illegible] کذا کنا

سے مری ہے اور سولہویں سوال میں جو آپنے کہا ہے
کہ کتب شیعہ کہتی ہیں کہ شیعہ شہید ہے اگرچہ
فرش پر پڑ کر مرے اسکو واپس لیجیے اور آئندہ ایسا
نہ کہیے) پھر آنحضرت نے فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ کہ جو
محبت اہلبیت پر مرا وہ مغفور مرا۔ آگاہ ہو جاؤ
کہ جو محبت اہلبیت پر مرا وہ تائب مرا۔ آگاہ ہو جاؤ
کہ جو محبت اہلبیت پر مرا وہ مومن کامل الایمان مرا۔
آگاہ ہو جاؤ کہ جو محبت اہلبیت پر مرا ملک الموت
ومنکر ونکیر اسکو جنت کی بشارت دینگے۔ آگاہ ہو جاؤ
کہ جو محبت اہلبیت پر مرا وہ جنت کیطرف اسطرح
آراستہ کرکے لیجایا جائیگا جسطرح دلہن شوہر کے گھر
آراستہ کرکے لیجائی جاتی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ جو محبت
اہلبیت پر مرا خدا فرشتوں کو اسکی قبر کا زائر قرار دیگا
آگاہ ہو جاؤ جو محبت اہلبیت پر مرا وہ سنت رسول پر مرا
آگاہ ہو جاؤ جو عداوت اہلبیت پر مرا وہ قیامت میں
اس حال سے اٹھے گا کہ اسکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ
رحمت خدا سے قطعاً مایوس ہے۔ خبردار ہو جاؤ جو عداوت
اہلبیت پر مرا وہ خوشبوے جنت نہ سونگھ سکیگا۔
مولانا (جبکہ آپ ہی کے علما یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں تو)
اب یہ کہنا چھوڑ دیجیے کہ امام محمد باقر ایسا کہتے ہیں امام
جعفر صادق نے ایسا فرمایا خدا کی کونسی کتاب میں لکھا ہے

وفی ای کتاب الله یکون هذا و
رد

واما مسئلة النسیئ الذی هو
زیادة فی الکفر المراد به تاخیر الشهر
الحرام عما رتبه الله سبحانه او تاخیر حرمة الشهر
الحرام الی شهر آخر وتحلیل المقاتلة فی ذالک الشهر
الحرام وکا یقولون هذا الشهر کسائر الاشهر
نقاتل فیه ونترک القتال فی شهر آخر وکونه
زیادة فی الکفر لانه بعد الکفر بالله بواسطة
الکفر بالرسول تبدیل احکام الله
المقررة عنده المکتوب فی کتبه العالیة
قبل خلق هذا العالم
وانما المعلوم انه کان عند العرب قبل
الاسلام النظام القمری الذی علیه
بناء حساب السنین التی هی اثنی عشر
شهرا ومنها اربعة حرم وانه کان عندهم
شتاء وصیف الذی ینطق به
القرآن فی قوله عز من قائل رحلة الشتاء
والصیف وربیع وخریف ولکن
النسیئ ماخوذ من ملة ابراهیم و

نسئی

نسئی جو کفر میں زیادتی کا سبب ہے اس سے مراد محترم
مہینوں کو خدا کی قرار دادہ ترتیب سے آگے بڑھا دینا ہے
یا کسی ایک محترم مہینہ کی حرمت کو کسی اور مہینہ کی طرف
بڑھا دینا اور اس محترم مہینہ میں جدال و قتال کو
حلال سمجھنا۔ اور جو لوگ ایسا کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے
کہ یہ مہینہ بھی مثل دوسرے مہینوں کے ہے لہذا ہم اسمیں
جدال و قتال کرینگے اور دوسرے مہینہ میں ترک کرینگے
اور اسکے کفر میں زیادتی کا سبب ہونیکی وجہ یہ ہے کہ وہ بذریعہ
کفر بالرسول کفر باللہ ہے اور اسکے بعد ان احکام میں تغیر و
تبدل جو اس عالم کی خلقت کے قبل سے خدا کے نزدیک مقرر
اور کتب عالیہ الہیہ میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہ معلوم ہی ہے کہ عرب
میں قبل اسلام نظام قمری تھا جس پر سال کے بارہ مہینوں کے
حساب کا مدار تھا اور انھیں سے چار مہینے محترم تھے اور
آپکے یہاں جاڑا و گرمی دونوں موسم تھے جسکا ذکر خداوند
عالم کے قول رحلۃ الشتاء والصیف میں بھی ہے
اور ربیع و خریف دونوں فصلیں بھی تھیں لیکن نسئی
قوم حضرت ابراہیم و اسمعیل سے ماخوذ ہے کہ یہ لوگ
بہت زیادہ جنگ و غارت کیا کرتے تھے اکثر اوقات

فربما كان يشق عليهم ان يمكثوا ثلثة اشهر متوالية لا يغزون فكانوا يؤخرون تحريم المحرم الى صفر فيحرمونه ويستحلون المحرم فيمكثون بذالك زمانا ثم يزول التحريم الى المحرم ولا يفعلون ذالك الا فى ذى الحجه

پس وہ محرم کی حرمت کو آگے بڑھا کر صفر میں کر دیتے تھے اسمیں جدال و قتال کو حرام اور محرم میں حلال سمجھتے تھے اور اسی حال پر ایک عرصہ تک رہتے پھر تحریم و حرمت محرم ہی میں آجاتی تھی اور جدال و قتال ماہ ذی الحجہ تک ہی کرتے تھے۔

قال الفراء والذى كان يقوم به رجل من كنانة يقال نعيم بن ثعلبة وكان رئيس الموسم فيقول انا الذى لا اعاب ولا اخاب ولا يرد لى قضاء فيقولون نعم صدقت انسئنا شهرا واخر عنا حرمة المحرم واجعلها فى صفر واحل المحرم فيفعل ذالك والذى كان نساها حين جاء الاسلام جنادة ابن عوف ابن امية الكنانى قال ابن عباس واول من سن النسئ عمرو بن يحيى بن قمعه بن خندف وقال ابن اسلم رجل من بنى كنانة يقال له القلمس كان يقول انى قد نسأت المحرم العام صفرا فاذا كان العام القائل قضينا

فراء نے بیان کیا ہے کہ نسی بنی کنانہ کا ایک شخص نعیم بن ثعلبہ کہا کرتا تھا وہ رئیس موسم حج تھا اور کہا کرتا تھا کہ مجھپر کوئی عیب نہیں لگا سکتا میں اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہو سکتا میرے اوپر حکم خدا وارد نہیں ہو سکتا لوگ کہا کرتے تھے کہ بیشک آپ سچے ہیں ہمارے لئے ایک مہینہ ہیں نسی کر دیجئے محرم کی حرمت کو ہٹا کر ماہ صفر میں قرار دیدیجئے اور محرم کو ہمارے لئے حلال کر دیجئے وہ ایسا ہی کر دیتا تھا اور اسلام کے آنے کے بعد جس نے حرمت محرم کو ہٹا کر صفر میں قرار دیا وہ جنادہ بن عوف ابن امیہ کنانی تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جسنے نسی کو ایجاد کیا وہ عمرو بن یحیی بن قمعہ بن خندف تھا اور ابن اسلم کہتے ہیں کہ بنی کنانہ میں سے وہ شخص تھا جسکو قلمس کہتے تھے وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے اس سال میں محرم کی حرمت کو آگے بڑھا دیا ہے (اور چونکہ محرم بھی محرم حرمت جدال و قتال کر

ومنا ناسئ الشهر القلمس

وقال الكميت

ونحن الناسئون على معد
شهورهم الحلال نجعلها حراما

وقال امامكم الرازي في تفسيره الكبير النسئ مصدر كالنذير والنكير ومعناه التاخير والمراد منه تاخيرهم حرمة الشهر الحرام وغيرها من الاشهر القمرية عما رتبها الله تعالى فان العرب علموا انهم لو رتبوا حسابهم على السنة القمرية فانه يقع حجهم تارة في الصيف وتارة في الشتاء وكان يشق عليهم الاسفار ولم ينتفعوا بها في المرابحات والتجارات لان سائر الناس من سائر البلاد ما كانوا يحضرون الا في الاوقات اللائقة الموافقة فعلموا ان بناء الامر على رعاية السنة القمرية يخل بمصالح الدنيا فتركوا ذلك واعتبروا السنة الشمسية ولما كانت السنة الشمسية زائدة

آئندہ سال آئیگا تو ہم اسکی تلافی کرلینگے اور دو محرم قرار دیکر انکو محترم کرلینگے بنی کنانہ کا ایک شاعر کہتا ہے ع

ہم ہی میں سے قلمس ہے — جسنے نسئی ایجاد کی ہے

اور کمیت کا قول ہے۔

ہم بنی معد کے مقابلہ کیلئے نسئی کرتے ہیں — اور حلال مہینونکو حرام قرار دیتے ہیں

اور آپکے امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ نسئی مصدر ہے نذیر اور نکیر کیطرح اسکے معنی تاخیر ہیں اور یہاں پر اس سے مراد قمری مہینوں میں سے محترم مہینوں یا دوسرے مہینوں کا اس ترتیب سے آگے بڑھا دینا ہے جو خدا نے انکے لئے قرار دی ہے اسلئے کہ عرب یہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ اپنا حساب قمری سال کے مطابق رکھینگے تو کبھی انکا حج جاڑے میں ہوگا کبھی گرمیوں میں اور اس حالت میں انپر سفر گراں گزرتے تھے اور تجارت وغیرہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے اسلئے کہ دوسرے لوگ دیگر بلاد سے مناسب و عمدہ اوقات میں آتے تھے اس بنا پر انہوں نے یہ طے کیا کہ حساب کی بنا قمری سال کے موافق قرار دینا انکی دنیوی مصالح میں مخل ہوگا لہذا انہوں نے اسکو چھوڑ کر شمسی سال پر بنا رکھی اور چونکہ شمسی سال ایک معینہ مقدار پر قمری سال سے زیادہ ہو جاتا تھا اسلئے انکو لوندھ لگانا پڑا اور اس لوندھ سے دو باتیں پیدا ہو گئیں ایک تو یہ کہ چونکہ شمسی سال میں زیادتی ہو جاتی تھی اسلئے کوئی سال تیرہ مہینہ کا ہو جاتا تھا

احتاجوا الی الکبیسة وحصل لهم
بسبب تلک الکبیسة امران احدهما
انهم کانوا یجعلون بعض السنین
ثلاثة عشر شهرا بسبب اجتماع
تلک الزیادات الثانی انه کان
ینتقل الحج من بعض الشهور القمریة
الی غیره فکان الحج یقع فی بعض
السنین فی ذی الحجة وبعده فی المحرم
وبعده فی صفر وهکذا فی الدور
حتی ینتهی بعد مدة مخصوصة مرة
اخری الی ذی الحجة فحصل بسبب
الکبیسة هذان الامران الزیادة فی
عدة الشهور وتاخیر الحرمة الحاصلة
لشهر الی شهر اخر
ثم قال والحاصل ان بناء العبادات
علی السنة القمریة یخل بمصالح الدنیا
وبناؤها علی السنة الشمسیة یفید
رعایة مصالح الدنیا والله تعالی امرهم
من وقت ابراهیم واسمعیل ببناء
الامر علی رعایة القمریة فهم ترکوا امر الله
فی رعایة السنة القمریة واعتبروا

اسکے بعد محرم میں اسکے بعد صفر میں واقع ہو جاتا تھا اور پھر
لوٹ پھیر میں پھر ذی الحجہ میں آجاتا تھا غرض یہ دو امر
لوندہ کی وجہ سے حاصل ہوئے ایک مہینوں کے شمار میں
زیادتی دوسرے محترم مہینہ کی حرمت کا آگے بڑھ جانا
امام رازی کہتے ہیں کہ الحاصل عبادات کی بنا قمری سال
پر قرار دینا مصالح دنیا میں مخل اور شمسی سال پر قرار دینا
مفید تھا اور خداوند عالم نے زمانہ حضرت ابراہیم
واسماعیل سے انکو یہ حکم دیا تھا کہ وہ عبادات
سال قمری پر بنا رکھیں مگر انہوں نے مصالح
دنیا کا لحاظ کر کے قمری سال کے متعلق
حکم خدا چھوڑ کر شمسی سال کا اعتبار کیا
اور حج کو محترم مہینوں کے علاوہ غیر ماہ میں
بجا لائے اسلیئے خداوند عالم نے انپر عیب
لگایا اور نسیء کو سبب زیادتی کفر قرار دیا۔
اور اسکی وجہ یہ تھی کہ خداوند عالم نے محترم
مہینہ میں حج کرنے کا حکم دیا تھا اور انہوں
نے لوندہ کیوجہ سے غیر محترم میں کیا اور
اپنے معتقدین ومتوسلین سے کہا کہ جو ہم کرتے
ہیں وہ واجب ہے اور حج کا قمری مہینوں ہی کے
حساب سے بجا لانا واجب نہیں اور یہ حکم
خدا سے دیدہ و دانستہ انکار تھا اسکی اطاعت

السنة الشمسية رعاية لمصالح
الدنيا واوقعوا الحج في شهر آخر سوى
الاشهر الحرم فلهذا السبب عاب
الله عليهم وجعله سببا لزيادة
كفرهم وانما كان سببا لزيادة الكفر
لان الله تعالى امرهم بايقاع الحج في الاشهر
الحرام ثم انهم بسبب هذه الكبيسة
اوقعوه في غير هذه الاشهر وذكروا
لاتباعهم ان هذا الذي عملناه
هو الواجب وان الايقاع في الشهور
القمرية غير واجب فكان هذا انكارا منهم
لحكم الله مع العلم به وتمردا عن طاعته
وذالك يوجب الكفر باجماع المسلمين
فثبت ان عملهم في ذالك النسيء
يوجب زيادة في الكفر قال واما
الحساب الذي تعرف به مقادير الزيادات
الحاصلة بسبب تلك الكبائس
فمذكورة في الزيجات ثم ذكر الامام
الرازي ما اوردناه قبل قوله ثم قال
الرازي قال ابو احمد واكثر العلماء

سے سرکشی تھی اور یہ باجماع اہل اسلام موجب
کفر ہے پس ثابت ہو گیا کہ انکا نسی کو کام
میں لانا موجب زیادتی کفر تھا۔

امام رازی کہتے ہیں کہ وہ حساب جس سے ان زیادتیوں کی
مقدار معلوم ہوتی ہے جو اس لوند کیوجہ سے
حاصل ہوتی ہیں وہ کتب اہل النجوم میں مذکور ہے

پھر انہوں نے واحدی اور اکثر علماء کا قول
لکھا ہے یہ کہ تاخیر ایک ہی مہینہ کے ساتھ
نہ تھی بلکہ تمام مہینوں میں حاصل

واحد بل كان ذالك حاصلاً
فيكل الشهور ثم قال هذا هو الصحيح
على ما قررناه وقال ما تفقوا انه صلى
الله عليه وآله لما اراد ان يحج حجة
الوداع عاد الحج الى شهر ذي الحجة
في نفس الامر فقال ع الا ان الزمان
قد استدار كهيئة يوم خلق الله
السموات والارض السنة انتهى
شهى اراد ان الاشهر الحرام رجعت
الى مواضعها انتهى واما ما ذكره
الحبر الجليل من انه قد ذكر في الوافي
في الكتاب الخامس في صفحة ٤٥ ان
حساب الشهور كان عند الائمة
روميا فليس في الوافي منه عين ولا
اثر ونحن نذكر عبارة الوافي في
تلك الصفحة ٤٥ يرويه يعني
كتاب الفقيه للصدوق وكتاب
التهذيب للشيخ عبد الله بن
سنان عن ابي عبد الله ع انه قال ان زوال
الشمس في النصف من حزيران على
نصف قدم وفي النصف من تموز على

ہوتی تھی۔
امام رازی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے جیسا کہ ہم نے
بیان کیا ہے اور علماء نے اتفاقاً بیان کیا ہے
کہ جب جناب رسالتمآب نے حجۃ الوداع کا ارادہ کیا
تو حج ذی الحجہ میں آ گیا تھا جو حج کا واقعی زمانہ
ہے آپ نے فرمایا کہ اب زمانہ گھوم کر اسی ہیئت پر
آ گیا جس پر اسکو خداوند عالم نے روز آفرینش
آسمان و زمین پیدا کیا تھا اس سے آپکی مراد
یہ تھی کہ محترم مہینے اپنے مقام پر آ گئے انتہی۔
اور مولانا نے یہ جو بیان کیا ہے کہ وافی کی
کتاب پنجم صفحہ ۴۵ پر یہ مذکور ہے کہ ائمہ کے
نزدیک مہینے رومی حساب کے مطابق تھے
اسکے متعلق یہ ہے کہ وافی میں یہ مضمون قطعاً
مطلقاً نہیں۔ اور یہ جو عبارت اسکے
مذکورہ صفحہ پر ہے وہ یہ ہے کہ صدوق علیہ الرحمہ
نے من لا یحضر میں اور شیخ نے تہذیب میں
عبد اللہ بن سنان سے جناب امام جعفر
صادق علیہ السلام کا ارشاد نقل کیا ہے کہ
آپ نے فرمایا ہے یہ آفتاب نصف ماہ حزیران
میں نصف قدم نصف ماہ تموز میں ڈیڑھ
قدم نصف ماہ آب میں ڈھائی قدم

على قدم ونصف وفى النصف من
آب على قدمين ونصف فى النصف
من ايلول على ثلثة اقدام ونصف
وفى النصف من التشرين الاول
على خمسة ونصف فى النصف
من التشرين الاخر على سبعة ونصف
وفى النصف من كانون الاول على
تسعة ونصف وفى النصف من
كانون الاخر على سبعة ونصف
وفى النصف من شباط على خمسة
ونصف فى النصف من اذار على
ثلثة ونصف فى النصف من
نيسان على قدمين وفى النصف
من ايار على قدم ونصف وفى النصف
من حزيران على نصف قدم
وقد ذكر هذا الحديث فى باب معرفة
الزوال ومعلوم لكل احد ان للشهور
العربية الهلالية لا مدخلية اصلا
فى معرفة الزوال الا اذا انطبق عليها
شهر من الشهور الشمسية وكان
ابوعبدالله صلعم يريد بيان اختلاف

نصف ماہ ایلول میں ساڑھے تین قدم نصف
ماہ تشرین اول میں ساڑھے پانچ قدم نصف
ماہ تشرین آخر میں ساڑھے سات قدم نصف
ماہ کانون اول میں ساڑھے نو قدم نصف
ماہ کانون آخر میں ساڑھے سات قدم نصف
ماہ شباط میں ساڑھے پانچ قدم نصف ماہ آزار
میں ساڑھے تین قدم نصف ماہ نیسان میں
دو قدم نصف ماہ ایار میں ڈیڑھ قدم اور
نصف ماہ حزیران میں نصف قدم اپنے
مقام سے ہٹ جاتا ہے۔

اور صاحب وافی نے اس حدیث کو معرفت زوال
آفتاب کے باب میں ذکر فرمایا ہے اور یہ ہر شخص کو
معلوم ہے کہ عربی قمری مہینوں کو اصلاً زوال
میں کوئی مدخلیت نہیں لیکن جبکہ انسے کوئی شمسی
مہینہ مطابق ہوجائے اور آنحضرت یہ بیان
فرمانا چاہتے تھے کہ زمانوں کے اختلاف کے ساتھ

الظل الباقی عند الزوال بحسب
الامکنة وقد عرفت انه لا معنی
لتبیانه بالشهور الهلالیة و هذا
لا یدل علی ان حساب الشهور عند
الائمة کان رومیا فی جمیع الامور
فلا وجه للاعتراض علیه بقوله
ما وجه اتخاذ الائمة حساب الروم و
شهورهم وسنیهم وحساب العرب
وتاریخ الهجرة کان عربیا
واما قوله وسنو عمر النبی ص عدت علی
وفق نظام الشمسی الی اخر ما قال
فالذی عندی فی هذا الباب ان فقهاء
الشیعة فی کتاب النکاح اختلفوا
فی تحدید اقصی الحمل فقیل تسعة
اشهر وقیل عشرة وتمام ما قیل
فیه عند الشیعة سنة و مستند
الکل مفهوم الروایات و یمکن حملها

ساتھ زوال کے وقت سایہ آفتاب میں کیا
فرق ہوتا ہے اور یہ آپکو معلوم ہے کہ قمری مہینوں سے
اس مطلب کو ادا کرنا بے معنی تھا اور یہ امر
اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ائمہ کے نزدیک
تمام کاموں میں مہینوں کا حساب حساب رومی کے
مطابق تھا لہذا اس اعتراض کی کوئی وجہ
نہیں ہے کہ ائمہ نے رومی حساب اور رومی سنین
و شہور کو کیوں اختیار کیا حالانکہ عرب کا حساب
اور ہجرت کی تاریخ عربی تھی۔
اور مولانا کا یہ اعتراض کہ جناب رسالتمآب کی عمر کا
حساب شیعوں میں نظام شمسی کے مطابق ہے الخ
اس مسئلہ میں میں یہ کہتا ہوں کہ فقہاء شیعہ نے کتاب
النکاح میں زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی تحدید
کے متعلق اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں نو ماہ ہے
بعض کہتے ہیں دس ماہ اور زیادہ سے زیادہ ایک
سال کا قول ہے اور ان سب اقوال کی بنا مفہوم
روایات پر ہے اور ان سب روایات کو عورتوں کی

ف غالباً ناظرین اس روباہانہ تخیل سے غافل نہونگے کہ موسی جار اللہ نے احادیث و روایات شیعہ کو مسلم
توڑ موڑ کر بیجا اعتراض کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی سعی ناکام کرکے اہل
سنیت دی ہے اور یہ اس فرقہ کا کہنہ مشق طرز عمل ہے اسی بنا پر موسی جار اللہ نے بھی اسکو اپنے انداز
میں کئی جگہ اختیار کیا ہے ۱۲ مترجم

على اختلاف عادات النساء فان بعضهن
تلد لتسعة وبعضهن لعشرة و
قد يتفق نادرا بلوغ سنة و تنفق
الشيعة على انه لا يزيد على السنة
مع انهم رووا ان النبي حملت به
امه ايام التشريق في ذي الحجة و
اتفقوا على انه ولد في شهر ربيع الاول
فاقل ما يكون لبثه في بطن امه
سنة و ثلثة اشهر و ما نقل احد
من العلماء ان ذالك من خصائصه
وهذا اشكال قوى على الشيعة
واجابوا عنه انه قد اشتهر ان اهل
الجاهلية كانوا اذا اضطروا الى الحرب
في شهر الحرم انسوها اى حرموا
شهرا بعدها واوقعوا فيها
لفعل الحج وسموا الاسماء ما بتلك
الاسماء فانزل الله تعالى انما النسئ
زيادة في الكفر وقد اتفق حمل امه
في ايام التشريق بذالك الاصطلاح
فيندفع الاشكال الوارد على اتفاقهم
على ان الحمل لا يزيد على السنة

عادت کے اختلاف پر حمل کیا جا سکتا ہے اسلئے کہ
بعض کا وضع حمل نو ماہ میں بعض کا دس ماہ میں
اور کبھی اتفاقاً شاذ و نادر ایک سال میں ہوتا ہے
اور اسپر تمام علماء شیعہ کا اتفاق ہے کہ ایک سال سے
زیادہ مدت کبھی نہیں ہوتی اور پھر یہ بھی روایت کرتے
ہیں کہ آپ کی مادر گرامی آپ کے ساتھ ماہ ذی الحجہ
ایام تشریق میں حاملہ ہوئیں تھیں اور اسپر بھی سب کا
اتفاق ہے کہ آپ ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے
یعنی کم سے کم ایک سال تین ماہ بطن مادر میں رہے
اور یہ بھی کسی عالم نے نہیں بیان کیا کہ خصائص نبی
میں سے تھا (ایکطرف اسپر اتفاق کہ انتہاء مدت حمل
ایک سال دوسری طرف اسپر اتفاق کہ آپ ایک سال
تین ماہ حمل میں رہے اور پھر یہ کہ یہ امر خصائص نبی میں سے
بھی نہیں ہے یہ ہوئی شاید اعتراض کی صورت اور سطحی
نگاہ میں) یہ اشکال شیعہ پر زبردست معلوم ہوتا ہے لیکن
اسکا جواب علماء شیعہ نے یہ دیا ہے کہ یہ مشہور (جسکو ہم اوپر
پیچھے بیان بھی کیا جائیگا) ہے کہ اہل جاہلیت جب محترم
مہینوں میں جنگ و جدل پر مجبور ہوتے تھے تو نسی کر لیتے تھے یعنی
بعد کے مہینوں کو محترم قرار دیتے تھے (یہی اس شعر کا مطلب ہے
جو پیچھے نقل کیا گیا) انہیں مہینوں میں وہ حج بجا لاتے اور
انکے وہی نام رکھ لیتے تھے تب خدا نے یہ آیت نازل فرمائی

ولكن بعد ان ولد في الثاني عشر او
السابع عشر من ربيع الاول فمدت
سنوة عمره صلى وفق الاشهر القمرية
المتداولة عند العرب

فقول الحبر الجليل و سنوة عمر النبي عدت
على وفق نظام النسئ الى اخره ان
كان المراد به ما ذكرنا فنحن نلتزم به
ولا غبار عليه وان كان المراد به معنى
اخر غير ما ذكرنا فنحن لا ندري صحته
ولا سقمه فلابد من البيان حتى
نتكلم عليه

واما اهل السنة والجماعة فهم مستريحون
من الاشكال لان اكثر الحمل عند
الشافعية اربع سنين و خمس عند مالك
وسنتان عند ابي حنيفة وقيل قد ولد
الشافعي في اربع سنين يوم وفاة
ابي حنيفة ومالك في ثلث سنين

وفي كتاب تشريح الابدان لمنصور
بن محمد عن الشيخ الرئيس ابن سينا
انه ولد في اربع سنين

ثم قال العلامة منصور بن محمد حدثني بعض

ولنسی زیادتی کفر کا سبب ہے اب سنئے کہ اتفاق سے نسئی باب
و اصطلاح کے مطابق ذی الحجہ ایام تشریق میں اتفاق سے
آپ کا حمل قائم ہوا لیکن جب آپ بارہ یا سترہ ربیع الاول کو
پیدا ہوئے تو آپکی عمر کا حساب قمری مہینوں کے مطابق ہوا جو عرب میں
متداول تھے۔ لہذا اب علماء شیعہ کے اس اتفاقی قول پر
کوئی اعتراض نہ رہا کہ مدت حمل ایکسال سے بڑھ نہیں سکتی
پس اگر مولانا کے اس اعتراض سے کہ رسول کی عمر کا حساب
نظام نسئی کے مطابق تھا یہی ہے جو ہمنے بیان کی تو ہم مانتے ہیں
لیکن کوئی اعتراض لازم نہیں آتا اور اگر اسکے کچھ اور معنی ہیں
تو انکی صحت و سقم کو ہم نہیں جانتے مولانا کو تشریح کرنی چاہئے
تاکہ ہم جواب دیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اہلسنت اس اعتراض سے بالکل ہی آسودہ
ہیں اسلئے کہ فرقہ شافعیہ کے نزدیک مدت حمل زیادہ سے
زیادہ چار برس ہے مالک کے نزدیک پانچ سال ابو حنیفہ
کے نزدیک دو برس اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام شافعی
روز مرگ ابو حنیفہ چار سال میں پیدا ہوئے اور مالک
تین سال میں۔

اور کتاب تشریح الابدان مصنفہ منصور بن محمد میں قانون شیخ
سے منقول ہے کہ شیخ الرئیس بن سینا چار برس میں پیدا ہوئے

پھر منصور کہتے ہیں مجھ سے بعض ثقات نے بیان کیا

الى ان ابنه وادّى من ولد بعد اربع سنين وقد نبت اسنانه ويقال ان الشافعي ولد كذالك انتهى

کہیں نے اس شخص کو دیکھا جو چار سال میں پیدا ہوا تھا اور اسکے دانت نکلے ہوئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شافعی بھی اسیطرح پیدا ہوئے انتہی

حج رسول

۱۸ السؤال الثامن عشر حج النبی بعد الهجرة حجة واحدة ولقول الامام الباقر والامام الصادق قد حج النبی بمكة مع قومه حجات كلها مستترة لاجل النسئ وهل كان يحضر في مواسم الحج مع الناس فسؤال عجيب وارد على ما تخيله لا على الشيعة وانا اذكر لك الاخبار المأثورة عن اهل البيت كي يتضح عندك حقيقة الحال

اٹھارواں سوال یہ ہے کہ جناب رسالتمآب نے ہجرت کے بعد ایک مرتبہ حج کیا اور امام محمد باقر و جعفر صادق علیہما السلام فرماتے ہیں کہ آپ نے مکہ میں اپنی قوم کے ساتھ بہت سے حج کیے جو تمام نسی کی وجہ سے پوشیدہ رکھے آیا آپ مواسم حج میں لوگوں کے ساتھ تشریف لاتے تھے یہ عجیب و غریب سوال ہے جو مولانا تخیل پر وارد ہوتا ہے نہ شیعو پر۔
ہم آپ سے چند احادیث اہلبیت بیان کرتے ہیں تا کہ حقیقت حال آپ پر واضح ہو جائے۔

في الكافي عدة من اصحابنا عن احمد بن محمد عن محمد بن يحيى عن غياث بن ابراهيم عن جعفر عليه السلام قال لم يحج النبي بعد قدومه المدينة الا واحدة وقد حج بمكة مع قومه حجات ومثله في التهذيب

اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت نے مدینہ آنے کے بعد صرف ایک حج کیا اور مکہ میں قوم کے ساتھ کئی حج کیے اسیطرح کی روایت تہذیب میں بھی ہے۔

في الكافي والتهذيب ايضا احمد بن محمد عن الحسن بن علي عن عيسى الفراء عن عبد الله بن ابي يعفور عن ابي عبد الله

نیز کافی و تہذیب میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالتمآب نے دس حج مستتر فرمائے کہ ان سب میں آپ مقام مازمین پر ہو کر گزرتے اور اُتر کر ضروریات سے فارغ ہوتے تھے۔

قال حج رسول الله عشر حجات مستترا
فی کلها یمر بالمأزمین فینزل فیبول
وفی التهذیب واعتمر ص تسع عمر و
لم یحج حجة الوداع الا وقبلها حج
وفی الکافی احمد بن محمد عن الحسن بن
علی عن یونس بن یعقوب عن عمر بن
یزید عن ابی عبد الله ع قال حج رسول
الله ص عشرین حجة وفی التهذیب مثله
وفی الکافی عدة من اصحابنا عن سهل
بن زیاد عن ابن ابی نجران عن العلاء
بن رزین عن عمر بن یزید قال قلت
لابی عبد الله ع اجج رسول الله غیر
حجة الوداع قال نعم عشرین حجة
وفی الکافی سهل عن ابن فضال عن
عیسی الفراء عن ابن ابی یعفور عن
ابی عبد الله ع قال حج رسول الله ص عشرین
حجة مستترة فی کلها یمر بالمأزمین
فینزل فیبول وفی التهذیب تادة عن
الحسنا عن الحسن بن محمد عن یونس
بن یعقوب واخی عن ابن عیسی
عن ابی فضال عن یونس عن اسلم

تہذیب میں ہے کہ حضرت نو عمرے بجالائے اور
حجۃ الوداع سے قبل بھی حج کیا۔

کافی میں عمر بن یزید سے منقول ہے کہ میں نے جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیا رسول
اللہ نے حجۃ الوداع کے علاوہ بھی کوئی حج کیا فرمایا ہاں
بیس حج۔

کافی میں ایک دوسرے طریقہ سے امام جعفر صادق ع
سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب نے بیس حج مستترا
فرمائے کہ ان سب میں مقام مازمین پر گزرتے اور
اتر کر ضروریات سے فارغ ہوتے تھے۔

اور تہذیب میں دو طریقے سے یہ روایت وارد
ہے کہ عامر بن واثلہ سے پوچھا گیا جناب
رسالتمآب نے کتنی مرتبہ حج فرمایا کہا دس مرتبہ
کیا تم نے حجۃ الوداع نہیں سنا حجۃ الوداع تو

المکی من ابن عامر بن واثلة انه قیل
له کم حج رسول الله ص قال عشرا اما تسمع
حجة الوداع فهل تکون حجة الوداع
الا وقد حج قبل ذالک

اسیوقت ہو سکتا ہے جبکہ اس سے قبل بھی حج کئے ہوں۔

وعامر هذا هو من اصحاب النبی ص لعله
من حیوته ثمان سنین وصحب من
الائمة ع اربعة

اور یہ عامر حضرت کے اصحاب میں سے ہیں کہ آٹھ برس آپ کی صحبت اٹھائی اور آپ کے بعد چار اماموں کے ساتھ رہے۔

وهذه الروایات کما تری لاتقید فیها
ولا اشعار بکون الاستتار لاجل
النسیئ کما ذکره الحبر الجلیل ولفظ
مستترا ومستسرا علی اختلاف
النسخ انما یکون فی روایتین وبناء
علی کون لفظ الروایة مستترا بناء
علی کونه حالا لرسول الله ومستسرة
بناء علی کونه حالا للحجة یمکن ان یکون بمعنی الاستخفاء
وان یکون بمعنی الاستخفاف ای اقل العمل فی
ذالک الزمان فلا یلزم من قول الباقر ع ولا
الصادق ع کون حجة ص حج نسیئ
نعم بعض المتاخرین من الشیعة قال
وطریق الجمع بین العشر والعشرین
ان محل العشر علی عدد العشرین

ان روایات سے جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں یہ مطلب نہیں نکلتا کہ حضرت کے حجوں کا استتار نسیئ کی وجہ سے تھا جیسا کہ مولانا بیان کرتے ہیں اور بعض نسخوں میں لفظ "مستتر" اور بعض میں "مستسر" دو روایتوں میں ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ لفظ رسول کا حال کی بنا پر "مستترا" ہے یا حجہ کا حال ہونے کی بنا پر "مستترة" ہے تو استخفاء کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے یعنی یہ کہ آنحضرت نے پوشیدہ حج فرمائے اور بمعنی استخفاف بھی یعنی اسقدر مختصر ارکان و افعال کے ساتھ حج بجالائے جسقدر کہ اس زمانہ میں ممکن تھا لہذا امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے حج نسیئ فرمایا۔ ہاں بعض متاخرین علماء شیعہ نے یہ کہا ہے کہ بعض روایات میں دس حج وارد ہیں اور بعض میں بیس ان دونوں قولوں میں جمع کا یہ طریقہ ہے کہ دس کو

علی ما یعم ما قبلها و ما بعدها واما
السبب فی استتاره او استسراره
علی اختلاف الروایتین فلعله ما قبل
انه کان لاجل النسئ فان قریشا اخروا
وقت الحج کما اشیر الیه بقوله سبحانه
انما النسئ زیادة فی الکفر فلم یمکن
للنبی ان یخالفهم فیستتر بحجه
و یستسره انتهی

ومن هنا توهم الحبر الجلیل ونسب
الی الامام الباقر والصادق انهما
قالا قد حج النبی بمکة مع قومه حجات
عشرین حجة کلها مستترة لاجل النسئ
ثم لا افهم من کلام الحبر الجلیل
(وهل کان یحضر فی مواسم الحج مع
الناس) معنی محصلا تفرض انه

ان حجوں پر حمل کیا جاوے جو آپ نے بعد بعثت فرمائے
اور بیس کو دونوں طرح کے حجوں پر اور استتار یا استسرار
جو کچھ بھی ہے اسکی وجہ شاید یہی ہو کہ النسی کی
وجہ سے ہوا اسلئے کہ قریش نے نسی کر کے حج کے وقت
کو آگے بڑھا دیا تھا جسکیطرف خداوند عالم کے
اس قول کا اشارہ ہے کہ نسی کفر میں زیادتی کا سبب
ہے اور حضرت سے اسوقت انکی مخالفت ممکن نہ تھی
لہذا بطور استتار یا استسرار حج فرمائے۔

غالباً یہیں سے مولانا کو یہ وہم ہوا اور امام محمد باقرؑ و
امام جعفر صادقؑ کیطرف اس قول کی نسبت دے رہے
ہیں کہ جناب رسالتمآب نے مکہ میں اپنی قوم کے ساتھ
بیس حج فرمائے جو سب اسلئے پوشیدہ طریقہ سے کئے
کہ آپ انکو حساب نسی کے مطابق بجا لائے تھے۔
اور مولانا نے یہ جو پوچھا ہے کہ جناب رسالتمآب موسم حج میں
لوگوں کے ساتھ تشریف لاتے تھے یا نہیں اسکے معنی ہماری

ه یہ مقام بھی انہیں مقامات میں سے ہے جہاں موسیٰ جار اللہ نے ایک مٹھی خاک مشرق سے اور ایک مغرب سے لیکر اعتراض کی
عمارت تیار کرنی چاہی اور شدھوا ائمہ شیعہ پر موٹر توڑ کر ایراد کر دینے کی سعی کیا کی ہے کہاں علماء کا ایک احتمال اور کہاں
یہ کہ دیدہ دلیری سے اسکو معصوم کا قول قرار دیدیا یعنی یہ کہ شیعہ اپنے منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم ہی نہیں رکھتے یوں تو
انہوں نے بلکہ انکے پیشواؤں نے تو قرآن میں قطع و برید کرنے سے دریغ نہیں کی جسکے متعدد واقعے پیچھے گزر چکے یہاں صرف
یہ کہنا ہے کہ شاید یہ عمل امیر معاویہ کے رسوائے زمانہ فرزند یزید کی محبت صادقہ کا نتیجہ ہے اسلئے کہ اسکا بھی یہ شعر
مشہور ہے ~ ما قال ربک ویل للذی شربا ۔ بل قال ربک ویل للمصلینا ۱۲ مترجم

حضورا ضيا مع الناس او لم يحضر
فاى مفسدة يترتب على حضوره
وعدم حضوره

واما السؤال التاسع عشر حج ابو بكر
وعلى امير المؤمنين مع الناس فى
السنة التاسعة وتقول كتب الشيعة
ان حج التاسعة كان فى ذى القعدة فى
فى دور النسئ وكيف يصح ذالك
والكتاب سماه بيوم الحج الاكبر
فالذى الان ببالى فى جوابه ان هذا
مذكور فى كتب الشيعة ولكن عن
طريق اهل السنة والجماعة قال فى
مجمع البيان فى تفسير قوله تعالى براءة
من الله ورسوله الى الذين عاهدتم
من المشركين فسيحوا فى الارض اربعة
اشهر الى اخر الاية واختلف فى هذه
الاشهر الاربعة فقيل كان ابتداءها
يوم النحر الى العاشر من شهر ربيع الاخر
عن مجاهد ومحمد بن كعب القرظى و
هو المروى عن ابى عبد الله وقيل انما
اجلهم الاشهر الاربعة من شوال

سمجھ میں نہیں آئے ہم فرض کرتے ہیں کہ تشریف لاتے
تھے یا نہیں تشریف لاتے تھے لیکن آپ کے آنے یا نہ آنے
سے کیا اعتراض لازم آتا ہے۔

حج ابوبکر و حضرت علی

انیسویں سوال میں مولانا کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت
علی نے سنہ ۹ ہجری میں لوگوں کے ساتھ حج کیا اور شیعوں کی
کتابیں کہتی ہیں کہ اس سال کا حج ذیقعدہ میں ہوا تھا جبکہ
نسئی کا دورہ تھا یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن مجید
اسکو حج اکبر کہتا ہے۔

میرے ذہن میں اسوقت اسکا یہ جواب ہے کہ یہ مضمون کتب
شیعہ میں ضرور مذکور ہے لیکن انکا قول نہیں بلکہ اہلسنت
سے منقول ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں جہاں سورہ برات
کی اس آیت کی تفسیر ہے کہ خدا اور رسول اس عہد سے بری
ہیں جو تم نے مشرکین سے کیا تھا پس ای مشرکو چار مہینے
ملک میں چلو پھرو الآیہ وہاں فرماتے ہیں کہ ان چار مہینوں
کے متعلق اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ انکی ابتدا از
ذی الحجہ سے اور انتہا ۱۰ ربیع الثانی یہ مجاہد اور
محمد بن کعب قرظی کا قول ہے اور یہی امام جعفر صادقؑ
سے منقول ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ خدا نے انکو چار ماہ کی مہلت
دی تھی یعنی شوال سے آخر محرم تک اسلئے کہ یہ آیت

الی آخر المحرم لان هذه الآیة نزلت
فی شوال من ابن عباس والزهری
قال الفراء کانت المدة الی آخر المحرم
لانه کان فیهم من کانت مدته خمسین
لیلة وهو من لم یکن له عهد من
النبی فجعل الله له ذلک و قیل ان من
کان له عهد من النبی اکثر من اربعة
اشهر حط الی اربعة اشهر ومن کان
له عهد اقل منها رفع الیها عن
الحسن و ابن اسحق وقیل کان ابتداء
الاشهر الاربعة یوم النحر لعشرین
من ذی القعدة الی عشرین من ربیع
الاول لان الحج فی تلک السنة کان
فی ذالک الوقت ثم صار فی السنة
الثانیة فی ذی الحجة وفیها حجة الوداع
وکان سبب ذالک النسیء الذی
کانوا یفعلونه فی الجاهلیة علی ما سیاتی
بیانه عن الجبائی انظر ایها المنصف
کیف یسند صاحب مجمع البیان کون
حجة التاسعة فی ذی القعدة فی دور
النسیء الی الجبائی والحبر الجلیل قد

شوال میں نازل ہوئی تھی یہ ابن عباس اور زہری سے
منقول ہے۔

فراء کا قول ہے کہ انکی مدت آخر محرم تک تھی اسلئے کہ
مشرکین میں ایسے شخص بھی تھے جنکے نزدیک محترم مہینوں
کی مدت پچاس راتیں تھیں اور یہ وہ لوگ تھے جنکو رسول
سے عہد امان حاصل نہ تھا پس خداوند عالم نے ان لوگوں کے
لئے یہ مدت مقرر کردی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جن لوگوں کو
رسول سے عہد امان حاصل تھا وہ چار ماہ سے زیادہ کی مدت
سمجھتے تھے پس خداوند عالم نے اس آیت کے ذریعے اس مدت کو
کم کردیا اور جن لوگوں کو عہد امان حاصل نہ تھا وہ کم سمجھتے تھے
اُنکے لئے اس آیت کے ذریعہ سے مدت کو بڑھا دیا یہ قول حسن
اور ابن اسحاق سے منقول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چار
ماہ کی ابتدا ۲۰ ماہ ذی القعدہ روز قربانی سے اور انتہا ۲۰ ربیع الاول
تک تھی اسلئے کہ اس سال حج ۲۰ ذی قعدہ کو ہی ہوا تھا پھر
اگلے سال ذی الحجہ میں ہوا اور اسی سال حجۃ الوداع ہوا اور اسکا سبب
نسی تھا جسکو لوگ زمانہ جاہلیت میں عمل میں لاتے تھے جیسا کہ
اسکا بیان عنقریب جبائی کے مقابلہ سے نقل کیا جائیگا
ارباب انصاف غور فرمائیں کہ صاحب مجمع البیان سنہ ۹
کے حج کے نسی کی وجہ سے ذی القعدہ میں ہونے کو جبائی
سے نقل کرتے ہیں۔
اور موسیٰ جار اللہ نے یہ تو دیکھ لیا کہ یہ مضمون کتب

نظروا في كتب الشيعة ولم ينظروا
الى ان المروي عنه ذالك هو من
اهل السنة والجماعة

شیعہ میں ہے اور یہ نہ دیکھا کہ شیعوں نے اسکو اہل سنت
سے بطور نقل قول ذکر کیا ہے

وليس في كلام الشيعة في تفسير
يوم الحج الاكبر ما يدل على ما ذكره
الحبر الجليل بل يدل على خلاف
ما ذكره قال في مجمع البيان في تفسير
قوله تعالى واذان من الله ورسوله
الى الناس يوم الحج الاكبر الى اخره
فيه ثلاثة اقوال احدها انه يوم
عرفة عن عمر وسعيد بن المسيب
وعطاء وطاوس ومجاهد وروي
ذالك عن علي ع ورواه مسور بن مخرمة
عن النبي ص قال عطاء الحج الاكبر الذي
فيه الوقوف والحج الاصغر الذي ليس
فيه الوقوف وهو العمرة وثانيها
انه يوم النحر عن علي ع وابن عباس وسعيد
بن جبير وابن زيد والنخعي ومجاهد
والشعبي والسدي وهو المروي عن
ابي عبد الله ورواه ابن ابي اوفى عن
النبي قال الحسن وسمي الحج الاكبر

اور علماء شیعہ کے اقوال میں تفسیر یوم حج اکبر کے متعلق جو
کچھ وارد ہے وہ مولانا کے قول پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اسکے
برعکس مطلب پر دلالت کرتا ہے۔
مجمع البیان میں جہاں اس آیت کی تفسیر ہے کہ اللہ اور
اسکے رسول کیطرف سے حج اکبر کے دن تمام آدمیوں کیلئے
اعلان کیا جاتا ہے وہاں فرماتے ہیں کہ اسمیں تین قول
ہیں ایک یہ کہ یوم حج اکبر عرفہ کا دن ہے اور یہ عمر۔ سعید بن
مسیب۔ عطاء۔ طاوس اور مجاہد سے منقول ہے یہی حضرت
علی سے مروی ہے اور اسی کو مسور بن مخرمہ نے جناب
رسالتمآب سے نقل کیا ہے۔ عطاء نے کہا ہے کہ حج اکبر وہ ہے
جسمیں عرفات میں وقوف ہو اور حج اصغر وہ ہے جسمیں
ایسا نہو اسکو عمرہ کہتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ قربانی کا
دن ہے اور یہ حضرت علی۔ ابن عباس۔ سعید بن جبیر
ابن زید۔ نخعی۔ مجاہد۔ شعبی اور سدی سے مروی ہے
اور یہی امام جعفر صادق ع سے مروی ہے اور ابن ابی اوفی
نے اسکو جناب رسالتمآب سے نقل کیا ہے۔

حسن کہتے ہیں حج اکبر کو حج اکبر اسلئے کہتے ہیں کہ مشرکین

لانہ حج فیہ المشرکون والمسلمون
ولم یحج بعدھا مشرک وثالثھا
انہ اسم جمیع ایام الحج عن مجاھد
ایضا وسفیان فمعناہ ایام الحج
کما یقال یوم الجمل ویوم صفین
ویوم بعاث یراد بہ الحین والزمان
لان کل حرب من ھذہ الحروب
دامت ایاما انتھی
انظر ایھا المنصف ان المروی عن علی وعن
ابی عبد اللہ لا یتجاوز عن کونہ یوم
عرفۃ او یوم النحر
واما السؤال الاخیر لم ار بین علماء
الشیعۃ ولا بین اولاد الشیعۃ
لا فی العراق ولا فی الایران من یحفظ
القران ولا من یقیمہ الاقامۃ بلسانہ
ولا من یعرف وجوہ القرآن اللغویۃ

و مسلمین دونوں نے یہ حج کیا تھا اور اسکے بعد کسی مشرک نے
حج نہیں کیا۔ اور تیسرے یہ کہ یہ تمام ایام حج کا نام ہے
اور یہ مجاہد اور سفیان سے منقول ہے لہذا اسکے معنی یہ ہیں
کہ تمام "حجوں کے دن" جیسا کہ یوم جمل۔ یوم صفین اور
یوم بعاث کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد وقت و زمانہ ہوتی
ہے اسلئے کہ ان لڑائیوں سے ہر لڑائی کئی کئی دن رہی
مگر ایک یوم کا اطلاق ہوتا ہے اسیطرح ایام حج پر بھی
انتہی۔

مولانا غور فرمائے کہ جو کچھ حضرت علی اور امام جعفر صادق
سے منقول ہے وہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یوم عرفہ یا یوم
نحر کو حج اکبر کہتے ہیں۔ ع

حفظ قران

اب بیسواں سوال رہا مولانا لکھتے ہیں کہ میں نے
علماء شیعہ و اولاد شیعہ میں نہ عراق میں اور نہ ایران میں
نہ کوئی حافظ قران دیکھا اور نہ کوئی ایسا شخص جو اسکو
کامل طریقہ پر پڑھ سکے اور اسکی وجوہ لغت و قرأت کو جانتا ہو

ع معانی الاخبار و علل الشرائع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حج کا نام حج اکبر اسلئے
رکھا گیا کہ اس سال میں اجازت عام تھی مسلمین و مشرکین سب نے حج کیا اسکے بعد خدا نے مشرکوں کو حج سے منع فرما دیا
معانی الاخبار و تفسیر عیاشی میں آنحضرت ہی سے متعدد حدیثوں میں منقول ہے کہ یوم حج اکبر سے قربانی کا دن مراد ہے اور
حج اصغر سے عمرہ تفسیر عیاشی میں آنحضرت ہی سے منقول ہے کہ حج اکبر سے مراد ہے عرفہ کے دن عرفات میں ٹھہرنا اور
پھر جمرات پر آکر کنکریاں پھینکنا اور حج اصغر سے مراد عمرہ۔ خلاصہ۔ ۱۲ مترجم

ولا داعيه

فجوابه ان عدم رؤيتك لا يكون
دليلا على العدم والحال انك ما رأيت
اشياء كثيرة وهو لا يدل على عدم
وجودها وانا رأيت بحمد الله في
العراق والايران من كان يحفظ القرآن
كله وانا حافظه من سورة القصص
الى آخر القرآن بل رأيت رجلا اعمى
اسمه عبود من اولاد الايرانيين
المتولد بكربلاء يقدر على ارائة
كل كلمة اردتها من القرآن ورأيت
رجلا فاضلا نبيلا اسمه الشيخ
محمد الطالقاني كان حافظا فليس
الامر كما ذكره الحبر الجليل

وان كنت في ريب مما ذكرنا فانظر
الى تاليفات الشيعة في الحفاظ القرآن
من الشيعة من القرن الاول الى هذه
القرن الرابع عشر وعليك بمطالعة
كتاب تذكرة الحفاظ من تاليفات
بعض الاجلة من العلماء

واما قوله ما السبب في ذلك هل

اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کا نہ دیکھنا کسی شے کے عدم کی
تو دلیل نہیں ہو سکتا آپ نے تو بہت سی چیزیں نہیں
دیکھیں اور یہ نہ دیکھنا انکے عدم کی دلیل نہیں۔ اور
میں نے بحمد اللہ عراق میں بھی اور ایران میں بھی بہت سے
ایسے شیعہ دیکھے ہیں جنہیں پورا قرآن حفظ ہے اور مجھے
بھی سورہ قصص سے لیکر آخر تک قرآن حفظ ہے بلکہ
میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جنکا نام عبود ہے
وہ ایرانی النسل ہیں اور کربلا میں پیدا ہوئے
آپ جو کلمہ چاہیں وہ آپکو قرآن میں دکھا سکتے ہیں
اور میں نے ایک فاضل جلیل شیخ محمد طالقانی نامی کو حافظ
قرآن دیکھا لہذا جو آپ کہتے ہیں وہ صحیح نہیں
اگر آپ کو یقین نہ آئے تو شیعوں کی وہ تالیفات
ملاحظہ فرمائیے جنمیں انہوں نے ان حفاظ قرآن کا
تذکرہ کیا ہے جو پہلی صدی سے لیکر اس چودہویں
صدی تک ہوئے آپ پر لازم ہے کہ کتاب تذکرۃ الحفاظ
کا مطالعہ فرمائیں جو ایک عالم جلیل کی تالیف ہے۔

اور آپ نے یہ جو کہا ہے کہ قرآن حفظ نہونے کا کیا

هذا انتهى عقيدة الشيعة في القرآن
الى آخر ما قال الحبر الجليل فكلامه
نشاء من حمق قلب الحبر الجليل و
من الولاية الصادقة لاهل البيت
التي لا توجد الا عند اهل السنة
والجماعة

وقد عرفت ما بذكر الشيعة واهل السنة
والجماعة في حق القرآن فلا نعيده
ولنذكر نبذا من حفاظ الشيعة من
عهد النبي صلى الله عليه وآله وسلم
الى زماننا هذا القرن الرابع عشر لتعلم
ان الامر ليس كما ذكره الحبر الجليل

الحفاظ في المائة الاولى

ابي بن كعب الانصاري

ابن عبد البر في الاستيعاب كان احد
فقهاء الصحابة واقرءهم لكتاب الله
روى عن النبي صلعم انه قال اقرء امتي ابي

سبب کیا یہ شیعوں کے اس عقیدہ و انتظام کا نتیجہ
جو وہ قرآن کے متعلق رکھتے ہیں کہ علی کا قرآن قائم
آل محمد کے پاس ہے الخ یہ کلام آپکے دہن سے ابیت
ہی جل کر نکلا ہے اور اہلبیت سے اس سچی محبت پر مبنی
ہے جو اہلسنت ہی میں پائی جا سکتی ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا کہ قرآن کے متعلق شیعہ
کیا کہتے ہیں اور سنی کیا۔ لہذا اسکے اعادہ کی ضرورت
نہیں البتہ ہم بعض اُن شیعہ حفاظ قرآن کا ذکر
کرتے ہیں جو عہد رسول سے اس زمانہ (چودہویں صدی)
تک ہوئے تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ واقعہ وہ نہیں جو آپنے بی

پہلی صدی کے حفاظ

ابی بن کعب انصاری۔ ابن عبد البر نے استیعاب
میں لکھا ہے کہ یہ فقہائے صحابہ میں سے تھے تمام صحابہ
سے بہتر قرآن پڑھتے تھے[عہ] جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے
کہ میری امت میں سب سے بہتر قاری قرآن اُبی ہیں

عہ اس زمانہ میں تو قرآن دیکھکر بھی پڑھا جا سکتا ہے اسلئے کہ قرآن لکھے ہوئے چھپے ہوئے موجود ہیں لیکن اس زمانہ
میں ظاہر ہے کہ وہی شخص قرآن پڑھ سکتا تھا جسے حفظ یاد ہو یا کوئی حافظ بتاتا جا رہا ہو اسلئے کہ قرآن لکھے ہوئے نہ تھے لیکن
اگر کوئی شخص کسی کے بتانے سے پڑھ رہا ہو تو اسے قاری قرآن نہ کہیں گے بلکہ وہ متعلم قرآن کہلاتا ہے خصوصا
مقام مدح میں تفضیل کے صیغہ کا تو اسپر اطلاق ہو ہی نہیں سکتا ۱۲ مترجم

روی عنه انه قال له امرت ان اقرء
عليك القرآن او اعرض عليك القرآن
قال الله سماني لك قال نعم فجعل ابي
يبكي وقال فيه ايضا وروينا عن عمر
من وجوه اقضانا علي واقرئنا ابي
ابن حجر في الاصابة كان عمر يسميه سيد
المسلمين ويقول اقرئنا ابي وورد
ذالك عن النبي ايضا واخرج الائمة
احاديثه في صحاحهم وعده مسروق
في الستة من اصحاب الفتيا وروي عنه
من الصحابة عمر وكان يسئله عن النوازل
ويتحاكم اليه في المعضلات
الدميري في حيوة الحيوان من جمع القرآن
حفظا على عهد رسول الله ابي بن كعب
ومعاذ بن جبل وابو زيد الانصاري
وابو الدرداء وزيد بن ثابت وعثمان
بن عفان وتميم الداري وعبادة بن
الصامت وابو ايوب الانصاري
العلامة السيد علي خان المدني في
الدرجات الرفيعة في طبقات الشيعة
روي عن ابي قال مررت عشية يوم

منقول ہے کہ آنحضرت نے ابی سے فرمایا کہ مجھے خداوند عالم
نے حکم دیا ہے کہ تمہیں قرآن سکھاؤں اور قرآن تم پر
پیش کروں ابی نے کہا کہ کیا خداوند عالم نے آپ سے میرا
نام لیا ہے فرمایا ہاں یہ سنکر ابی رونے لگے اسی کتاب میں
حضرت عمر کا قول مروی ہے کہ ہم میں بہترین فیصلہ کرنے والے
علی اور بہترین قاری قرآن ابی ہیں ابن حجر نے اصابہ میں
لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ابی کا نام سید المسلمین رکھا تھا
اور کہا کرتے تھے کہ وہ ہم سب سے بہتر قاری قرآن ہیں یہی
جناب رسولخدا سے بھی منقول ہے ائمہ حدیث نے ابی کی
احادیث کو اپنی صحاح میں نقل کیا ہے اور مسروق نے انکا شمار
چھ بڑے اہل فتوی میں کیا ہے مسروق ہی سے روایت ہے
کہ حضرت عمر انسے روایا نقل کیا کرتے مسائل مشکلہ میں
ان سے مدد اور پیچیدہ معاملات میں مشورہ لیتے تھے۔ دمیری
نے حیواۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جسنے زمانہ رسول میں قرآن کو
حفظ کرکے جمع کیا وہ ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ ابو
زید انصاری۔ ابو درداء۔ زید بن ثابت۔ عثمان بن عفان
تمیم داری۔ عبادہ بن صامت اور ابو ایوب انصاری
ہیں۔
علامہ سید علیخان مدنی نے کتاب درجات رفیعہ فی
طبقات الشیعہ میں ابی سے روایت کی ہے کہ میں
روز سقیفہ کی شام کو حلقہ انصار کے پاس ہوکر گزرا

السقيفة مغلقة الا انصاف ثم قالوا لي
من اين مجيئك قلت من عند اهل
بيت رسول الله قالوا كيف تركتهم
وما حالهم قلت و كيف تكون حال
قوم كان بيتهم الى اليوم مهبط جبرئيل
ومنزل رسول رب العالمين وقد
زال اليوم ذالك وذهب حكمهم عنهم
ثم بكى أبي وبكى الحاضرون

قال السيد المرتضى فى كتاب فصول
مختاره عن كتاب العيون و المحاسن
تصنيف استاذه الشيخ المفيد
ان أبي بن كعب نادى في مسجد النبي
الا هلك اهل العقدة والله ما اسى
عليهم وانما اسى على من يضلون من
بعد فقيل يا صاحب رسول الله من
هؤلاء اهل العقدة وما عقدتهم
قال قوم تعاقدوا بينهم ان مات
رسول الله لم يورثوا احدا من
اهل بيته ولا يولوهم مقامه

ابو الفداء فى تاريخه ص ۱۵۶ فى كيفية
بيعة الناس لابيبكر اتال الناس عليه

انہوں نے مجھ سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو میں نے کہا
اہلبیت رسول کے پاس سے انہوں نے کہا انکو تم نے
کس حال میں چھوڑا انکا کیا حال ہے میں نے کہا ان لوگوں
کا حال کیا پوچھتے ہو جنکا گھر آجتک مقام جبرئیل اور منزل
رسول تھا اور آج سے نہ رہا اُنسے حکومت چھین لیگئی پھر
ابی رونے لگے اور تمام حضار بھی۔ سید مرتضی نے کتاب
مقبول مختار میں اپنے استاد شیخ مفید کی کتاب
العیون والمحاسن سے نقل کیا ہے کہ ابی بن کعب نے
مسجد رسول میں آواز دی کہ آگاہ ہوجاؤ کہ عہد کرنیوالے
ہلاک ہوگئے اور بخدا مجھے انکا غم نہیں بلکہ ان لوگوں کا
غم ہے جن کو وہ اب گمراہ کرینگے اُنسے کہا گیا کہ ای صحابی
رسول وہ عہد کرنیوالے کون ہیں اور انکا عہد کیا ہے کہا
وہ لوگ جنہوں نے باہم یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر رسول
مرگئے تو آپ کے اہلبیت میں سے کسیکو نہ میراث رسول
دینگے نہ مسند رسول۔

تاریخ ابو الفداء مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۶ میں بسلسلہ کیفیت
بیعت ابوبکر ہے کہ سوائے بنی ہاشم کی ایک جماعت

يبايعونه خلا جماعة من بني هاشم والزبير وعتبة بن ابي لهب و خالد بن سعيد بن العاص والمقداد بن عمرو و سلمان الفارسي وابي ذر و عمار بن ياسر والبراء بن عازب و ابي بن كعب و مالوا مع علي بن ابي طالب

اور زبیر۔ عقبہ۔ خالد۔ مقداد۔ سلمان۔ ابوذر۔ عمار۔ براء اور ابی بن کعب کے سب لوگ بیعت ابوبکر کرنے پر آمادہ ہوگئے اور یہ سب لوگ حضرت علی کیطرف مائل تھے۔

ابن الاثیر فی الکامل و ابن ابی الحدید فی شرح النہج ان سلمان والزبیر والانصار کان هواهم ان یبایعوا علیا بعد النبی النسائی فی سننه مطبوع کانپور ص ۱۵۳ یروی عن قیس بن عباده بینا انا فی المسجد فی الصف المقدم فجذبنی رجل من خلفی فنحانی وقام مقامی فوالله ما عقلت صلوتی فلما انصرفت اذا هو ابی بن کعب فقال یا فتی لا یسؤك ان هذا عهد من النبی الینا ان نلیه ثم استقبل القبلة فقال هلك اهل العقد و رب الكعبة ثلثا ثم قال والله ما آسی علیهم ولكن آسی علی من اضلوا قلت ما تعنی باهل العقد قال الامراء

ابن اثیر نے تاریخ کامل میں اور ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ سلمان۔ زبیر اور جملہ انصار کی خواہش یہ تھی کہ بعد رسول حضرت علی کی بیعت کریں۔ سنن نسائی مطبوعہ کانپور ص ۱۵۳ میں قیس بن عبادہ سے منقول ہے کہ ہم مسجد رسول کی پہلی صف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے مجھے پیچھے سے کھینچکر ہٹادیا اور خود میری جگہ پر کھڑا ہوگیا اسوقت بخدا مجھے اپنی نماز کا بھی ہوش نہ رہا جب میں نے مڑکر دیکھا تو وہ ابی بن کعب تھے کہنے لگے کہ ای جوان یہ بات تمہیں ناگوار نہونی چاہئے یہ رسول نے ہی ہم سے فرمایا ہے کہ ہم (ایسے اہل علم وفضل صف اول ہیں) آپکے قریب کھڑے ہوں یہ کہکر قبلہ رخ بیٹھے اور تین مرتبہ کہا کہ خدا کی قسم اہل عقد ہلاک ہوگئے پھر کہا کہ مجھے انکا غم نہیں بلکہ ان لوگونکا افسوس ہے جنکو وہ گمراہ کرینگے میں نے کہا کہ اہل عقد کون کہا یہی امراء۔

كنز العمال عن ابي اسامة ومحمد بن ابراهيم
التيمي قال مر عمر بن الخطاب برجل وهو
يقرء والسابقون الاولون من المهاجرين
والانصار والذين اتبعوهم باحسان
فوقف عمر فقال انصرف فانصرف الرجل
فقال من اقرئك هذا قال اقرءنيها ابي
بن كعب قال فانطلق اليه فانطلقنا
اليه فقال يا ابا المنذر اخبرني هذا انك
اقرئتنيه هذه الاية قال صدق تلقيتها
من في رسول الله فقال عمر انت تلقيتها
من في محمد رسول الله قال في الثالثة
قال وهو غضبان نعم والله لقد انزلها
الله على جبرئيل وانزلها جبرئيل على قلب محمد
ولم يستامر فيها الخطاب ولا ابنه فخرج عمر رافعا يديه
وهو يقول الله اكبر الله اكبر
وعن ابن جريج عن عمرو بن دينار قال سمعت
بجالة التميمي قال وجد عمر بن الخطاب
مصحفا في حجر غلام في المسجد فيه
النبي اولى بالمومنين من انفسهم وهو
ابو هم فقال احككها يا غلام فقال
والله لا احكها وهي في مصحف

کنز العمال میں ہے کہ عمر بن خطاب ایک شخص کے
پاس ہو کر گزرے جو یہ آیت پڑھ رہا تھا اور
مہاجرین وانصار میں سے سب سے پہلے ایمان
کیطرف بڑھنے والے اور وہ لوگ جنہوں نے
نیکی میں انکی پیروی کی خدا اُنسے راضی ہو گیا
الآیہ حضرت عمر کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ میری طرف
متوجہ ہو وہ متوجہ ہوا آپ نے کہا تجھے یہ آیت
کس نے پڑھائی ہے کہا ابی نے کہا اُنکے پاس
چلو راوی کہتا ہے کہ ہم سب ابی کے پاس گئے
حضرت عمر نے انسے کہا کہ اے ابی کیا تم نے انکو
یہ آیت پڑھائی ہے ابی نے کہا یہ سچ کہتا ہے
میں نے اسکو رسول کے دہن اقدس سے اسیطرح سنا
ہے حضرت عمر نے دو مرتبہ ابی سے کہا کہ کیا تم نے
دہن رسول سے اسکو سنا ہے اور ہر مرتبہ ابی نے
کہا کہ ہاں سنا ہے تیسری مرتبہ پوچھا تو غضبناک
ہو کر کہا کہ ہاں قسم خدا کی اس آیت کو خدا نے جبرئیل
پر اور جبرئیل نے قلب رسول پر نازل کیا اور خطاب
اور اُسکے بیٹے سے کوئی مشورہ نہیں کیا پس حضرت
عمر منہ اٹھا کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے چلدیئے
اور بجالہ تمیمی سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے مسجد رسول
میں ایک لڑکے کی گود میں ایک قرآن دیکھا جسمیں

ابی بن کعب فانطلقوا الی ابی فقال لہ
انی اشغلنی القرآن و شغلک الصفق
بالاسواق

یہ آیت تھی کہ نبی مومنین کے نفوس سے انکا زیادہ مختار ہے اور وہ انکا باپ ہے آپ نے کہا کہ اسے چھیل دے اسنے کہا بخدا میں اسکو چھیلو نگا یہ تو مصحف ابی میں موجود ہے یہ سب لوگ ابی کے پاس پہنچے انہوں نے کہا (ای عمر تمہیں قرآن سے کیا واسطہ میں قرآن میں مشغول رہتا تھا اور تم بازاروں کے اندر کسب و تجارت میں - ابی کا حضرت عمر کے متعلق یہی قول دوسری روایت میں حسن سے نقل کیا ہے -

عن الحسن ان عمر بن الخطاب رد علی
ابی بن کعب قرائۃ آیۃ فقال لقد سمعتھا
من رسول اللہ صلعم وانت یلھیک یا
عمر الصفق بالبقیع فقال عمر صدقت

عن ابی ادریس الخولانی ان ابی
بن کعب قال لعمر واللہ یا عمر انک
لتعلم انی کنت احضر و تغیبون
و ادنی و تحجبون و یصنع بی و یصنع بی

ابی ادریس خولانی سے نقل کیا ہے کہ ابی نے حضرت عمر سے کہا بخدا ای عمر تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں قرآن سیکھنے کے لئے رسول کے پاس حاضر رہتا تھا اور تم غائب - مجھے حضرت قریب بلایا کرتے تھے اور تمہیں روک دیتے تھے اور مجھے اچھی طرح تعلیم قرآن دیا کرتے تھے - اور ابن عباس سے روایت ہے کہ میں مدینہ کی ایک سڑک پر قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا کہ پیچھے سے مجھے آواز آئی ای ابن عباس جس طریقہ سے تم یہ آیت پڑھ رہے ہو اسکی سند بیان کرو کہ تمہیں یہ طریقہ کسنے بتلایا ہے میں ملتفت ہوا تو وہ حضرت عمر تھے مینے کہا یہ طریقہ مجھے ابی نے بتایا ہے انہوں نے اپنے غلام سے کہا کہ جاؤ اور ابی سے کہو کہ کیا تم نے یہ آیت ابن عباس کو اسطرح پڑھائی ہے پس میں اور غلام ابی کیطرف روانہ ہوئے ابھی دروازہ ہی پر کھڑے تھے کہ حضرت عمر بھی آگئے ابی سے اجازت لیکر اندر پہنچے جبکہ انکی لونڈی اُن کے سر میں کنگھی کر رہی تھی

عن ابن عباس قال بینا انا اقرء آیۃ
من کتاب اللہ فی سکۃ من سکک
المدینۃ اذ سمعت صوتا من خلفی
اتبع یا ابن عباس اتبع یا ابن عباس
(یعنی اسند) فالتفت فاذا عمر
بن الخطاب فقلت اتبعک علی ابی بن
کعب فقال لمولی اذھب الی ابی فقل
انت اقرئتہ ھذہ الآیۃ فانطلقنا
الی ابی فانا لبالباب اذ جاء عمر فاستاذن
فاذن لہ فدخلنا علی ابی وجاریتہ

فنادی راسه حلة جی فطرح لعمر و
سادة من ادم فجلس علیها وابی
مقبل بوجهه الی الحائط وظهره الی
عمر فقال ما یرانا هذا شیئا ثم اقبل
ابی علیه بوجهه فقال مرحبا یا
امیر المومنین ازائراً جئت او طالب
حاجة فقال لا بل طالب حاجة علی م
تقنط الناس یا ابی فقال ذه نها
آیة فیها شدة فقال ابی انی تلقیت
القرآن ممن تلقاه جبرئیل وهو رطب
فصفق عمر وقام هو یقول واللہ
ما انت بمنته ولا انا بصابر واللہ ما
انت بمنته وما انا بصابر

ابی نے انکے لیے چمڑے کا تکیہ ڈالدیا وہ بیٹھ گئے مگر
ابی دیوار کیطرف رخ کیے بیٹھے تھے اور کمر حضرت عمر کی
طرف تھی۔ حضرت عمر کہنے لگے کہ ابی تو ہمیں بالکل
دیکھتے ہی نہیں تب ابی نے اپنا رخ انکی طرف کیا اور
کہنے لگے کہ ای امیر المومنین خوش آمدید کہیے آپ ملاقات
کے لیے آئے ہیں یا کسی کام سے کہا کام سے اور وہ
یہ کہ تم لوگونکو کیوں مایوس کرتے ہو اس آیت میں تو بڑی
سختی ہے ابی نے کہا کہ میں نے قرآن اس سے حاصل
کیا ہے جس نے جبرئیل سے بالکل اسیطرح لیا ہے جیسا کہ
خدا نے بھیجا۔ پس حضرت عمر نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور
دو مرتبہ کہا کہ ای ابی واللہ تم باز نہ آؤ گے اور مجھ سے
صبر نہ ہو سکے گا۔

مقداد بن عمرو

الحدیث المتفق علیه بین الفریقین
ان اللہ عز وجل امرنی بحب اربعة
من اصحابی واخبرنی انه یحبهم فقیل
یا رسول اللہ من هم قال علی والمقداد
وسلمان وابو ذر فی کتاب اعجاز القرآن
للعلامة الشیخ مصطفی الصادق
افقة المسلمین فی الامصار فاخذ

مقداد بن عمرو فریقین کی متفق علیہ حدیث ہے
کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا۔ خداوند عالم نے مجھے
میرے اصحاب میں سے چار شخصونکی محبت کا حکم دیا ہے
اور خبر دی ہے کہ وہ بھی انکو دوست رکھتا ہے پوچھا گیا
کون کون فرمایا علی۔ مقداد۔ سلمان اور ابوذر۔
کتاب اعجاز قرآن مصنفہ علامہ شیخ مصطفی صادق
میں ہے کہ مسلمان شہروں میں متفرق ہو گئے اور ہر
شہر والوں نے اس شخص سے قرآن سیکھنا شروع کر دیا جو

اهل كل مصر عن رجل من بقية القراء
فاهل دمشق وحمص اخذوا عن
المقداد بن الاسود وفي الاستيعاب
روى حماد بن مسلمة عن ثابت عن انس
ان النبي صلعم سمع رجلا يقرء ويرفع
صوته بالقران فقال اواب وسمع
اخر يرفع صوته فقال مراء فنظرنا فاذا
الاول المقداد بن عمر ابوحاتم
السجستاني في كتاب الزينة ان
اول اسم ظهر في الاسلام على عهد
رسول الله صلعم هو الشيعة وكان هذا
لقب اربعة من الصحابة وهم ابوذر و
سلمان الفارسي والمقداد بن الاسود
وعمار بن الياسر الى اوان الصفين
فاشتهر بين موالي علي بن ابيطالب
ابن ابي الحديد في شرح النهج في الجزء
الاول ص ٧٤ في ترجمة براء بن عازب
فلم اشك اكابد ما في نفسي ورايت في
الليل المقداد وسلمان واباذر و
عبادة بن الصامت وابوالهيثم بن التيهان
وحذيفة وعمارا [illegible]

قاریان قرآن میں سے باقی رہگیا تھا پس اہل دمشق و حمص نے
مقداد سے قرآن سیکھا۔
استیعاب میں ہے کہ جناب رسالتمآب نے سنا کہ
ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے آپ نے
فرمایا کہ یہ شخص خلوص سے پڑھ رہا ہے اور ایک دوسرے
شخص کو بھی سنا کہ بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے فرمایا
یہ ریاکار ہے راوی کہتا ہے ہم نے دیکھا تو پہلے شخص مقداد
تھے۔ ابوحاتم سجستانی نے بیان کیا ہے کہ پہلا نام
جو اسلام میں بزمانہ رسول ظاہر ہوا وہ شیعہ ہے اور یہ
زمانہ صفین تک چار آدمیوں کا لقب تھا ابوذر سلمان
مقداد اور عمار۔ اسکے بعد محبان علی میں مشہور ہوگیا۔

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر ج ا ص ۷۴
میں بسلسلہ حالات براء بن عازب انکا قول منقول ہے
کہ میں برابر غم و غصہ کھاتا رہا اور رات کے وقت میں نے
مقداد۔ سلمان۔ ابوذر۔ عبادہ۔ بن تیہان۔ حذیفہ اور
عمار کو دیکھا کہ امر خلافت کو پھر مشورہ مہاجرین پر
رکھنا چاہتے تھے (کہ شاید انکے مشورہ سے خلافت [illegible]

والامر شوری بین المهاجرین

وفی صحیح مسلم عن همام بن الحرث ان رجلاً جعل یمدح عثمان فعمد المقداد فجثی علی رکبتیه وکان رجلاً ضخماً فجعل یحثو فی وجهه الحصباء فقال له عثمان ما شانک قال ان رسول الله قال اذا رأیتم المداحین فاحثوا فی وجوههم التراب

علی تک پہنچ جائے)

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان کی مدح کرنی شروع کی مقداد بڑھے اور گھٹنوں کے بل بیٹھے ازبسکہ قوی ہیکل آدمی تھے اسکے مُنہ پر کنکریاں مارنے لگے حضرت عثمان نے کہا کیہ کیا کر رہے ہو کہا رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جب تم پیشہ ور اور جھوٹی مدح کرنیوالونکو دیکھو تو اُن کے مُنہ پر خاک ڈالو۔

عبادہ بن صامت الانصاری

فی الاستیعاب عن طریق محمد بن کعب القرظی عدہ من الخمسۃ من الانصار الذین جمعوا القرآن حفظاً

الدمیری فی حیوۃ الحیوان عدہ ممن جمع القرآن حفظاً علی عہد رسول اللہ

ابن حجر فی الاصابۃ روی ابن سعد فی ترجمۃ من طریق محمد بن کعب القرظی ممن جمع القرآن فی عہد النبی کذا اورده البخاری فی التاریخ من وجه اخر عن محمد بن کعب وزاد فکتب یزید بن ابی سفیان الی عمر قد احتاج

عبادہ بن صامت انصاری۔

استیعاب میں ہے کہ محمد بن کعب نے انکو ان پانچ انصار میں سے شمار کیا ہے جنہوں نے قرآن حفظ کر کے جمع کیا تھا

یہی دمیری نے حیوۃ الحیوان میں ابن حجر نے اصابہ میں اور بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ بخاری نے یہ اور لکھا ہے کہ یزید بن ابی سفیان نے حضرت عمر کو لکھا کہ اہل شام کو معلم قرآن و فقہ کی ضرورت ہے انہوں نے معاذ۔ عبادہ اور ابو درداء کو بھیجدیا چنانچہ عبادہ نے فلسطین میں قیام کیا۔ اُنکے معاویہ کے ساتھ بہت سے واقعات ہوئے انہوں نے معاویہ پر بہت سی چیزوں میں اعتراض و طعن کیا بعض میں معاویہ نے اُنسے خود کہا کہ یہاں شام میں نہ رہو مدینہ

اهل الشام الى من يعلمهم القرآن و
يفقههم فارسل معاذ و عبادة
وابا الدرداء فاقام عبادة بفلسطين
ولعبادة قصص مع معوية وانكاره
عليه اشياء وفي بعضها رجوع
معوية له وفي بعضها شكواه الى
عثمان منه تدل على قوته في دين الله
وقيامه بالمعروف وفي العقد الفريد
لابن عبد ربه لما قدم عمرو بن العاص
على معوية واقام معه في شان علي
بعد ان جعل له مصر طعمة قال
له ان بارضك رجلا له شرف و
اسم والله ان قام معك استهوى
بقلوب الناس وهو عبادة ابن
الصامت فارسل اليه معوية فلما اتاه
وسع له بينه وبين عمرو بن العاص
فجلس بينهما فحمد الله معوية واثنى
عليه وذكر فضل عبادة وسابقته
وذكر فضل عثمان وما ناله وحض
عبادة على القيام معه فقال عبادة
قد سمعت ما قلت اتدريان لما

چلے جاؤ اور بعض کی حضرت عثمان سے شکایت کی اور یہ
امر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دین میں بہت راسخ
اور امر بالمعروف میں بہایت ثابت قدم تھے ۔

عقد فرید مصنفہ ابن عبد ربہ میں ہے کہ جب امیر معاویہ
نے کھانے اور اڑانے کے لئے عمرو عاص کو مصر دیدیا
اور وہ انکے پاس آکر انکے ساتھ امیر المومنین حضرت
علی کے مقابلے کے لئے کھڑا ہوا تو اُسنے معاویہ سے
کہا کہ تمہارے ملک میں ایک ایسا شریف اور نامور
آدمی ہے کہ بخدا اگر وہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے تو
اسکی وجہ سے سب لوگوں کے دلونکو تم اپنی طرف مائل
کرلوگے اور وہ عبادہ ہیں معاویہ نے اُنکو بلوایا جب آئے
تو اپنے اور عمرو عاص کے درمیان وسیع جگہ بیٹھنے کیلئے
دی وہ بیٹھے معاویہ نے خدا کی حمد و ثنا کی عبادہ کے
فضل و سبقت اسلامی کا بیان حضرت عثمان کے فضل
و مظلومیت کا ذکر اور عبادہ کو اپنی معیت پر آمادہ کیا
انہوں نے کہا کہ جو تمنے کہا مینے سُن لیا کیا تم دونوں
جانتے ہو کہ میں تمہارے درمیان میں کیوں بیٹھا ہوں

جلست بینکما قال انعم لفضلک
وسابقتک وشرفک قال لا واللہ
ما جلست بینکما لذلک و ما کنت
لاجلس بینکما فی مکانکما ولکن
بینا نحن نسیر مع رسول اللہ اذ
نظر الیکما تسیران وانتما تتحدثان
فقال لنا اذا رایتموهما اجتمعا ففرقوا
بینهما فانهما لا یجتمعان علی خیر
ابدا وانی انهیکما عن اجتماعکما
ابن حجر فی الاصابۃ اورد ابن عساکر
فی ترجمتہ اخبارا لہ مع معویۃ تدل
علی انہ عاش بعد ولایۃ معویۃ
الخلافۃ وبذلک جزم الهیثم بن
عدی وقیل انہ عاش الی سنۃ خمس
واربعین
حذیفۃ بن الیمان صاحب سر رسول اللہ
فی الاتقان للسیوطی مطبوع دہلی
ص ۱۰۲ عبید فی کتاب القرأۃ عدہ

دونوں نے کہا ہاں جانتے ہیں تم اپنے فضل سبقت
اور شرف کیوجہ سے بیٹھے ہو کہا لا واللہ میں اسلئے نہیں
بیٹھا اور نہ میں تمہارے درمیان تمہاری جگہ پر بیٹھنا
چاہتا تھا لیکن وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ ایکمرتبہ رسول اللہ
کے ساتھ جا رہے تھے کہ آنحضرت نے تم دونوں کو دیکھا
جبکہ تم باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ
جب تم ان دونوں کو مجتمع دیکھو تو جدا جدا کر دینا اسلئے
کہ یہ دونوں کبھی خیر پر مجتمع نہیں ہو سکتے لہذا میں تمہیں
مجتمع ہونے سے منع کرتا ہوں۔
ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ ابن عساکر نے ان کے
حالات میں معاویہ کے ساتھ انکے بہت سے واقعات کو
نقل کیا ہے جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ خلافت معاویہ
کے بعد تک زندہ رہے یہی ہیثم بن عدی کی رائے ہے
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۴۵ھ تک زندہ رہے

حذیفہ بن یمانؓ۔ اتقان مصنفہ سیوطی مطبوعہ
دہلی کے صفحہ ۱۰۲ پر ہے کہ عبید نے کتاب القرأۃ
میں انکو حفاظ قرآن میں سے شمار کیا ہے استیعاب

ؔ حضرت حذیفہ رازدار رسول مشہور تھے اسلئے کہ یہ حضرتؐ کے ان خاص صحابہ میں سے تھے جنکو آپ نے منافقین
کے نام بتا دئے تھے حضرت عمر حذیفہ سے پوچھا کرتے تھے کہ میرا نام بھی فہرست منافقین میں ہے
یا نہیں آپ کچھ جواب نہیں دیتے تھے ۱۲ مترجم

من الحفاظ في الاستيعاب روى
عنه قال قال رسول الله صلعم ان ولّوا
عليا فهاديا مهديا وقد تقدم
ما يدل على ميله الى علي بن ابي طالب
في ترجمة مقداد

میں انس سے رسول کی یہ حدیث منقول ہے کہ اگر لوگ علی کو
خلیفہ بنائینگے تو علی ہدایت کرنیوالے اور ہدایت یافتہ
ہیں حالات حضرت مقداد میں یہ بیان کیا جا چکا ہے
کہ یہ حضرت علی کے دوستدار تھے۔

محمد بن ابي حذيفة

ابن حجر في الاصابة جزء ٣ ص ٢٧٤
اخرج يعقوب بن سفيان في تاريخه
من طريق ابن المبارك عن حرملة
بن عمران عن عبد العزيز بن عبد الله
السلمي حدثني ابي قال كنت مع عقبة
بن عامر قريبا من المنبر فخرج ابن ابي
حذيفة فخطب الناس ثم قرء عليهم
سورة وكان قارئا فقال عقبة صدق
رسول الله صلعم ليقرءن القران اناس
لا يجاوز تراقيهم فسمعه ابن ابي
حذيفة فقال انك ان كنت صادقا
انك لمنهم

محمد بن ابی حذیفہ ابن حجر نے اصابہ ج ۳ صفحہ ۲۷۴
میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن ابی حذیفہ نے لوگوں
کے سامنے خطبہ پڑھا اور قران کی ایک سورت بھی
اور یہ قاری قران تھے عقبہ نے کہا رسول اللہ نے سچ
فرمایا تھا کہ کچھ ایسے لوگ بھی قران پڑھینگے جنکی گردنوں
سے وہ آگے نہ بڑھیگا ابن ابی حذیفہ نے بھی یہ سن لیا
کہنے لگے کہ اگر تو سچا ہے تو تو ہی ایسے لوگوں میں سے ہے

في الاستيعاب كان
محمد بن ابي حذيفة اشد تأليبا على
عثمان لما قاموا على عثمان كان محمد
بن ابي حذيفة احد من اعان عليه

استیعاب میں ہے کہ یہ حضرت عثمان کے خلاف
بہت کچھ سعی کیا کرتے تھے جب لوگ عثمان کے قتل کو
کھڑے ہوئے تو یہ بھی انکے معاونین میں سے تھے
اور اہل مصر کو حضرت عثمان سے بہت کچھ بگاڑا اور

والب وحرض اهل مصر فی الاضنام

ذکر ابو عمرو الکندی فی امراء مصر ان

عبد اللہ بن سعد امیر المصر لعثمان

کان توجہ الی عثمان لما قام الناس علیہ

فطلب امراء الامصار فتوجہ الیہ

وذالک فی رجب سنہ خمس وثلثین

واستناب عقبۃ بن العامر وفی نسخۃ

ابن مالک فوثب محمد بن ابی حذیفہ

علی عقبہ فاخرجہ من مصر وذالک

فی شوال منہا ودعا الی خلع عثمان

واسعر البلاد وحرض الناس علی عثمان

ثم جہز ابن ابی حذیفۃ القوم

الذین ثاروا علی عثمان وحاصروہ

الی ان کان من قتلہ ما کان فیہ ایضا

ذکر خلیفۃ بن خیاط فی تاریخہ ان علیا

لما ولی الخلافہ قد اقر محمد بن ابی حذیفہ

علی امرۃ مصر

انکے خلاف ترغیب دی۔ اصابہ میں اسکے متعلق

کئی واقعات خاص طور پر مذکور ہیں۔ اور تاریخ

خلیفہ بن خیاط کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ

حضرت علی نے اپنی خلافت کے زمانہ میں انکو

حکومت مصر پر برقرار رکھا۔

علقمہ بن قیس

للذھبی فی طبقات القراء علی ما فی

الاتقان مطبوع دھلی ص ۱۰۴

قد قرء علی ابی جماعۃ من الصحابۃ

علقمہ بن قیس

اتقان سیوطی مطبوعہ دہلی

صفحہ ۱۰۴ میں ذہبی کی کتاب طبقات قراء سے

منقول ہے کہ ابی کے سامنے بہت سے صحابہ

نے قران پڑھا اور پھر انسے تابعین نے حاصل کیا

ولخذ عنهم خلق من التابعين
فممن كان بالكوفة علقمة في رجال
الكشي ددي يحيى الحماني قال حدثنا
شريك عن منصور قال قلت
لابراهيم اشهد علقمة صفين
قال نعم وحضب سيفه ثم قال و
كان علقمة فقيها في دينه قارئ
لكتاب الله عالما بالفرائض
شهد صفين واصيبت احدى
رجليه ففرح منها وفي رجال الطوسي
وخلاصة العلامة الحلي انه شهد في
صفين

ابو ايوب الانصاري

للدميري في حيوة الحيوان انه احد من
حفظوا القران على عهد رسول الله
وفي اسد الغابة ج ۲ ص ۱۰۶ عن طريق
محمد بن كعب القرظي انه ممن حفظ
القران على عهد رسول الله
وفي الاستيعاب انه نادى اتقوا الله
عباد الله في اهل بيت نبيكم وردوا
اليهم حقهم الذي جعل الله لهم

انہی میں سے کوفہ میں علقمہ تھے۔

رجال کشی میں منصور سے منقول ہے کہ میں نے ابراہیم
سے پوچھا آیا علقمہ صفین میں تھے کہا ہاں تھے
اور اپنی تلوار کو خوارج کے خون سے رنگین کیا پھر کہا
کہ وہ فقیہ مذہب قاری قران۔ عالم فرائض مجاہد
صفین تھے اُن کے پیر میں ضرب آئی تو بہت
خوش ہوئے۔ رجال طوسی و خلاصہ علامہ حلی
میں ہے کہ وہ جنگ صفین میں تھے۔

ابو ایوب انصاری۔ دمیری نے حیوۃ الحیوان
میں لکھا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ایک بزرگ
تھے جنہوں نے زمانہ رسول میں قران حفظ کیا تھا
اور یہی اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۱۰۶ میں ہے۔ استیعاب
میں ہے کہ انہوں نے لوگونکو آواز دی کہ اے بندگان خدا
اہلبیت رسول کے متعلق خدا سے ڈرو اور انکا وہ حق
جو خدا نے انہی کے لئے مقرر کیا ہے انہیں واپس دیدو
اسلئے کہ ہمارے دوسرے بھائیوں کیطرح تم نے بھی
اکثر مقامات اور بہ نشتر جمعوں میں رسول کو یہ فرماتے

فقد سمعتم مثل ما سمع اخواننا فی مقام
بعد مقام لنبینا و مجلس بعد مجلس
یقول اهلبیتی ائمتکم بعدی و یومی الی
علی و یقول هذا امیر المؤمنین قاتل
الکفرۃ مخذول من خذله منصور
من نصره فتوبوا الی الله من ظلمکم
ان الله تواب رحیم و لا تتولوا عنه
مدبرین و لا تتولوا عنه معرضین و
ایضاً فی الاستیعاب قال ابن الکلبی
و ابن اسحٰق شهد ابو ایوب مع
علی رضی الله عنه الجمل و الصفین
و کان علی مقدمته یوم النهروان و قال
ایضاً کان ابو ایوب الانصاری مع
علی رضی الله عنه فی حروبه کلها

میثم التمار

الکشی فی رجاله عن حمزۃ بن میثم
قال خرج ابی الی العمرۃ فحدثنی قال
فاستأذنت علی ام سلمه فضربت
بینی و بینها خدرا فقالت لی انت
میثم فقلت انا میثم فقالت کثیراً
ما رایت الحسین بن علی یذکرک قلت

ہوئے سنا ہے کہ میرے اہلبیت میرے بعد تمہارے
امام ہیں اور آپ حضرت علی کیطرف اشارہ فرما کر
کہتے تھے کہ یہ امیر المؤمنین اور قاتل کفار ہیں جو
انکو چھوڑ دیگا خدا اُسے چھوڑ دیگا اور جو اُنکی مدد
کریگا خدا اسکی مدد کریگا اپنے ظلم سے توبہ کرو کہ خدا
توبہ قبول کرنیوالا ہے اور علی سے انحراف و روگردانی
نہ کرو۔ استیعاب ہی میں ہے ابو ایوب جنگ جمل
و صفین میں حضرت علی کے ساتھ اور جنگ نہروان
میں آپکے مقدمۃ الجیش تھے اور اسی کتاب میں یہ
بھی ہے کہ آپ حضرت علی کے ساتھ تمام غزوات
میں تھے۔

میثم تمار۔ بنا بر روایت رجال کشی حمزہ بن میثم
بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے
عمرہ کے لئے جاتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے اُمّ المومنین
حضرت اُم سلمہ حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ
نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈالدیا اور کہا کہ
تم میثم ہو میں نے کہا ہاں فرمایا میں نے حسین بن
علی کو تمہیں بہت یاد کرتے ہوئے دیکھا ہے میں نے کہا

اين هو قالت خرج في غنم له انفا
قلت انا والله اكثر ذكره فاقرئيه
السلام فاني مبادر فقالت يا جاريه
اخرجي فادهنيه فخرجت فدهنت
لحيتي فقلت انا والله لئن دهنتها
تخضبن فيكم بالدماء فخرجنا فاذا
ابن عباس جالس فقلت يا ابن عباس
سلني عما شئت من تفسير القرآن
فاني قرأت تنزيله على امير المؤمنين
وعلمني تاويله وقاتله عبيد الله
ابن زياد في الاصابة جزو ۳ صفحه ۵۰۵
كان ذالك يعني قتله قبل مقدم
الحسين العراق بعشرة ايام
قال الحافظ ابن منده من طريق
الحرث بن حصيرة حدثني محمد بن
حمير الازدي قال اني لشاهد ميثما
حين اخرجه ابن زياد فقطع يديه
ورجله فقال سلوني احدثكم فان
خليلي لخبرني انه سيقطع لساني
فما كان الا وشيكا حتى خرج شرطي
فقطع لسانه

آنحضرت کہاں ہیں فرمایا ابھی اپنی بکریاں دیکھنے چلے
گئے ہیں میں نے کہا واللہ میں بھی حضرت کو بہت
یاد کرتا ہوں آپ میرا اُنسے سلام کہدیں اسلیئے کہ
مجھے جانے کی جلدی ہے آپ نے لونڈی کو حکم دیا کہ اگر
میری داڑھی پر روغن اور خوشبو وغیرہ ملدے اُسنے
تعمیل کی میں نے کہا قسم خدا کی اگر آپ نے میری
داڑھی پر روغن و خوشبو ملی ہے تو یہ آپ ہی کی حمایت میں
خون سے خضاب دار ہو گی غرض ہم وہاں سے باہر آئے تو دیکھا
کہ ابن عباس بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا اے ابن عباس مجھ سے تفسیر
قرآن کے متعلق جو چاہو پوچھ لو اسلیئے کہ میں نے علم تنزیل قرآن
حضرت علی سے حاصل کیا ہے اور آپ نے مجھے تاویل قرآن بتائی
ہے اور میثم تمار کا قاتل عبید اللہ بن زیاد تھا۔ اصابہ ج ۳ صفحہ ۵۰۵
میں ہے کہ قتل میثم امام حسین کے وارد عراق ہونے سے دس روز قبل ہوا
حافظ ابن مندہ نے محمد بن حمیر ازدی سے نقل کیا ہے
کہ جب ابن زیاد نے میثم کو بلوایا تو میں دیکھ رہا تھا کہ اسنے
آپ کے دونوں ہاتھوں اور ایک پیر کو کاٹا آپ نے فرمایا
کہ تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھ لو میں جواب دونگا
اسلیئے کہ میرے خلیل نے مجھے خبر دی ہے کہ اب عنقریب
میری زبان کاٹ ڈالی جائیگی۔ فوراً ہی ابن زیاد کا
ایک سپاہی نکلا اور آپ کی زبان کاٹ لی۔

قال الحافظ ابن حجر ان قوله فی الروایة خلیلی یرید علی بن ابیطالب

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ خلیل سے اس قول میں انکی مراد علی ابن ابیطالب تھے۔

بریر بن حضیر الہمدانی

ابصار العین فی انصار الحسین مطبوع نجف ص ۷۰ العلامة الشهیر الشیخ محمد السماوی کان بریر شیخا تابعیا ناسکا قارئا للقرآن من شیوخ القراء ومن اصحاب امیر المؤمنین وکان من اشراف اهل الکوفة من الهمدانیین وهو خال ابی اسحٰق الهمدانی السبیعی

بریر ہمدانی۔ ابصار العین فی انصار الحسین مطبوعہ نجف صفحہ مصنفہ علامہ زماں شیخ محمد سماوی میں ہے کہ بریر شیخ تابعی عابد زاہد قاری قرآن منجملہ شیوخ قراء و اصحاب امیر المومنین ہمدانیوں میں سے منجملہ اشراف کوفہ اور ابو اسحٰق ہمدانی سبیعی کے ماموں تھے

فی رجال الکشی بریر بن حضیر الهمدانی وکان یقال له سید القراء

رجال کشی میں ہے کہ انکو سید القراء کہتے تھے۔

محمد بن جریر الطبری فی واقعة کربلاء خرج یزید بن معقل من بنی عمیرة بن ربیعة وهو حلیف لبنی سلمة من عبد القیس فقال یا بریر بن حضیر کیف تری الله صنع بك قال صنع الله لی خیرا وصنع الله بك شرا قال کذبت

محمد بن جریر طبری نے بسلسلۂ واقعہ کربلا لکھا ہے کہ یزید بن معقل حلیف بنی سلمہ نے نکل کر بریر سے کہا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہا میرے ساتھ بہت اچھا کیا اور تیرے ساتھ بہت برا کیا کہا تم جھوٹ بولتے ہو آج سے پہلے تو تم جھوٹے نہ تھے کہا تمہیں یاد ہے کہ میں تمہارے ساتھ بنی لوذان میں جا رہا تھا اور تم کہہ رہے تھے کہ عثمان نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا معاویہ ضال مضل ہے اور

ع یہ وہی بزرگ ہیں جنکی تقریظ و تاریخ آخر کتاب میں درج ہے ۱۲ مترجم

وقيل اليوم ما كنت كذابا هل تذكر و
اما انا اما شيك في بني لوذان انت
تقول ان عثمان بن عفان كان على
نفسه مسرفا وان معوية بن ابي
سفيان ضال مضل وان امام الهدى
والحق علي بن ابيطالب فقال برير اشهد
ان هذا رايي وقولي فقال يزيد بن
معقل فاني اشهد انك من الضالين
فقال له برير ابن خضير هل لك ان
اباهلك ولندع الله ان يلعن
الكاذب وان يقتل المبطل ثم
اخرج فلا بارزك قال فخرجا فرفعا
ايديهما الى الله يدعوانه ان يلعن
الكاذب وان يقتل المحق المبطل
ثم برز كل واحد منهما لصاحبه
فاختلفا ضربتين فضرب يزيد
بن معقل برير بن خضير ضربة خفيفة
لم تضره شيئا وضرب برير بن خضير
ضربة قدت المغفر
وبلغت الدماغ فخر فكانما
[illegible]

امام ہدایت و حق امیر المومنین حضرت علی ہیں بریر نے کہا
میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی میری رائے اور یہی میرا قول ہے
یزید نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو فرمایا کیا
یہ ممکن ہے کہ میں تم سے مباہلہ کروں اور ہم خدا سے دعا
کریں کہ وہ جھوٹے باطل پرست پر لعنت کرے پھر میدان
میں نکلکر آتا کہ میں تجھ سے جنگ کروں راوی کہتا ہے
کہ یہ دونوں نکلے اور خدا کیطرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی
کہ جھوٹے پر لعنت کرے اور حق پرست باطل پرست کو
قتل کردے پھر ایک نے دوسرے پر حملہ کیا ایک ایک
ضرب لگائی یزید نے وار کیا تو ہلکی سی ضرب پڑی جس
سے بریر کو کچھ نقصان نہ پہنچا اور بریر نے تلوار ماری تو
مغفر کو کاٹکر دماغ پر پہنچی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔

حنظلہ بن اسعد الشامی

ابصار العین فی انصار الحسین
کان حنظلۃ بن اسعد الشامی
وجہا من وجوہ الشیعۃ ذا لسن
وفصاحۃ شجاعا قارئا ونادی
فی اصحاب عمر بن سعد یا قوم انی
اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب مثل
داب قوم نوح وعاد وثمود و
الذین من بعدہم وما اللہ یرید
ظلما للعباد یا قوم انی اخاف علیکم
یوم التناد یوم تولون مدبرین
مالکم من اللہ من عاصم ومن
یضلل اللہ فمالہ من ہاد یا قوم
لا تقتلوا حسینا فیسحتکم بعذاب
وقد خاب من افتری ۔

حنظلہ ابن اسعد شامی۔ ابصار العین فی انصار الحسین میں ہے کہ یہ اشراف شیعہ میں سے تھے صاحب لسان و فصاحت شجاع۔ قاری قرآن۔ انہوں نے لشکر عمر سعد کو آواز دی کہ ای قوم میں تمہارے متعلق ایسے عذاب سے ڈرتا ہوں جیسا پہلی امتوں مثلاً قوم نوح و عاد و ثمود اور انکے بعد کی قوموں پر نازل ہوا خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا چاہتا میں تمہارے متعلق روز قیامت سے ڈرتا ہوں جسدن تم الٹے پاؤں لوٹا دیے جاؤ گے اور عذاب خدا سے تمہیں کوئی بچانیوالا نہو گا جس سے خدا توفیق ہدایت سلب کرے اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا ای قوم! تم حسین کو قتل نہ کرو کہ اس سے خدا تم پر اپنا عذاب نازل کر کے تمہارے بیخ و بن اکھاڑ دیگا اور افترا کرنے والا ناکام ہے۔

عبد الرحمن بن عبد رب الانصاری

فی اسد الغابۃ جزء ۳ ص ۳۰۷ قال
ابو ایوب الانصاری و ابو عمرۃ بن
عمرو بن محصن وابو زینب و
سہل بن حنیف وخزیمۃ بن ثابت
وعبد اللہ ابن ثابت الانصاری

عبد الرحمن بن عبد رب انصاری

اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۰۷ میں ہے کہ یہ ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے رسول کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ خبردار ہو جاؤ خدا میرا ولی ہے اور میں مومنین کا۔ آگاہ ہو جاؤ جسکا میں مولی ہوں اسکے علی بھی مولی ہیں خداوندا جو علی سے محبت رکھے تو اس

وحبشی بن قتادہ السلولی و عبید بن عازب الانصاری و نعمان بن عجلان الانصاری و ثابت بن ودیعۃ الانصاری و ابو فضالۃ الانصاری و عبد الرحمن بن عبد رب الانصاری نشھد انا سمعنا رسول اللہ صلعم یقول الا ان اللہ عز وجل ولیی و انا ولی المومنین الا فمن کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ واحب من احبہ و ابغض من ابغضہ واعن من اعانہ

سے محبت رکھ جو اُنسے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ جو اُنسے دوستی رکھے تو اسکو اپنا دوست قرار دے جو اُنسے بغض رکھے تو اُس سے عداوت رکھ اور جو انکی مدد کرے تو اسکی اعانت فرما۔

ابصار العین للعلامۃ الشیخ محمد السماوی

ان علی بن ابی طالب ھو الذی علم عبد الرحمن ھذا القرآن و رباہ

ابصار العین میں ہے کہ حضرت علی نے انکو تعلیم قرآن دی اور انکی پرورش کی تھی۔

الطبری عدہ ممن استشھد بین یدی الحسین بن علی بن ابی طالب بکربلاء یوم عاشورا

طبری نے انکا شمار شہدار کربلا میں کیا ہے۔

کنانہ بن عتیق التغلبی

ابصار العین کان کنانۃ بطلاً من ابطال الکوفۃ و عابداً من عبادھا و قارئاً من قراءھا جاء الی الحسین

کنانہ بن عتیق تغلبی۔ ابصار العین میں ہے کہ یہ کوفہ کے بہادروں میں سے ایک بہادر اور وہاں کے عابدوں اور قاریان قران میں سے تھے کربلا میں سید الشہدار کے سامنے قتل ہوئے۔

في الطفه وقتل بين يديه

نافع بن هلال الجملي

ابصار العين كان نافع سيدا
شريفا سريا شجاعا وكان قارئا
كاتبا من حملة الحديث من اصحاب
امير المؤمنين وحضر معه حروبه الثلث
في العراق وقد استشهد يوم عاشورا
ويقول في رجزه انا الجملي انا على دين علي

واضح التركي

ابصار العين ص ٨٥ كان واضح
غلاما تركيا شجاعا قارئا
المجلسي ثم خرج غلام تركي كان
للحسين وكان قارئا للقرآن فجعل
يقاتل ويرتجز ويقول

البحر من طعني وضربي يصطلي
والجو من سهمي ونبلي يمتلي
اذا حسامي في يميني ينجلي
ينشق قلب الحاسد المبجل

فقتل جماعة ثم سقط صريعا فجاء
الحسين فبكى ووضع خده على خده
ففتح عينيه فرأى الحسين فتبسم ثم

نافع بن ہلال جملی - ابصار العین میں ہے
کہ یہ سردار شریف - سخی - شجاع - قاری قرآن -
کاتب اور منجملہ اصحاب امیر المومنین حاملین
حدیث میں سے تھے آپ کے ساتھ عراق کی
تینوں لڑائیوں میں رہے اور روز عاشورا
کربلا میں شہید ہوئے اپنے رجز میں کہتے تھے کہ
میں جملی ہوں میں دین علی پر ہوں -

واضح ترکی - ابصار العین صفحہ ۸۵ پر ہے
کہ یہ شجاع اور قاری قرآن تھے - علامہ مجلسی تحریر
فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا ایک ترکی
غلام میدان میں آیا جو قاری قرآن تھا اور لڑنے
لڑنا اور اسطرح رجز پڑھنا شروع کیا -

دریا میری آتش نیزہ بازی و شمشیر زنی سے گرم ہو جاتا ہے
اور فضا میری تیر زنی و پیکاں اندازی سے مملو
جب میری تلوار میرے ہاتھ میں عریاں ہوتی ہے
تو حاسد کثیر الحسد کا دل شق ہو جاتا ہے

واضح نے ایک جماعت کو قتل کیا گھوڑے سے نیچے گرے
سید الشہداء تشریف لائے گریہ فرمایا اپنا رخسارہ
واضح کے رخسار پر رکھا انہوں نے آنکھیں کھولیں
اور مسکراتے ہوئے واصل رحمت خدا ہوئے -

ام المؤمنین ام سلمہ

فی الاتقان ان عبید فی کتاب القرائۃ
عدھا من الحفاظ فی تاریخ الطبری
انھا قالت لعلی بن ابیطالب یا امیر المؤمنین
لولا ان اعصی اللہ عز وجل وانک
لا تقبلہ منی لخرجت معک تعنی
الی حرب البصرۃ) وھذا ابنی عمرو
واللہ لھو اعز علی من نفسی یخرج
معک فیشھد مشاھدک و
ھی التی نھت عائشۃ عن الخروج الی حرب
علی بن ابیطالب فما انتھت فی الصواعق
المحرقۃ لابن حجر اخرج البغوی فی معجمہ
عن حدیث انس ان النبی ص قال استاذن
ملک القطر ربہ ان یزورنی فاذن لہ
وکان فی یوم ام سلمۃ فقال رسول اللہ
یا ام سلمۃ احفظی علینا الباب لا
یدخل احد فبینا ھی علی الباب
اذ دخل الحسین فاقتحم فوثب
علی رسول اللہ فجعل رسول اللہ
یلثمہ ویقبلہ فقال لہ الملک اتحبہ

ام المومنین ام سلمہ اتقان سیوطی میں ہے
کہ عبید نے کتاب القرائۃ میں آپکو حفاظ قران
میں سے شمار کیا ہے تاریخ طبری میں ہے کہ آپ نے
حضرت علی سے فرمایا کہ ای علی اگر عورتوں کے لئے
جہاد نا جائز نہوتا اور تم میرے جہاد کو قبیح نہ سمجھتے
تو میں تمہارے ساتھ جنگ جمل میں چلتی - البتہ یہ
میرا فرزند عمرو جو مجھے جان سے زیادہ پیارا ہے تمہارے
ساتھ رہے گا - آپ نے حضرت عائشہ کو حضرت
علی سے لڑنے سے روکا تھا مگر وہ نہ مانیں -

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ابو حاتم نے اپنی صحیح میں
احمد نے - عبد بن حمید نے - ملا علی متقی نے -
ترمذی نے اور زیادۃ المسند میں ابن احمد نے
اس روایت کو کئی کئی طرح سے تفصیلات کے ساتھ
نقل کیا کہ رسول اللہ کے پاس فرشتہ ایک مٹی لایا اور
خبر دی کہ یہ مقتل حسین کی خاک ہے جب یہ خون تازہ ہو جائے
تو سمجھ لیجئے کہ آپکا فرزند حسین شہید ہو گیا آپنے وہ خاک
حضرت ام سلمہ کو دی انہوں نے اسکو شیشہ میں رکھا
روز عاشورہ وہ خون تازہ کیطرح سرخ ہوئی اور
ام سلمہ نے جناب رسالتمآب کو گریہ کناں خاک آلود

خواب میں دیکھا (باختلاف الفاظ)

قال نعم قال ان امتك ستقتله
وان شئت اريتك المكان الذي يقتل
به فقال بيده فجاء بسهلة وتراب احمر فاخذته
ام سلمة فجعلته في ثوبها قال ثابت
كنا نقول انها كربلاء واخرجه ايضا
ابو حاتم في صحيحه وروى احمد نحوه
وروى عبد بن حميد وابن احمد نحوه ايضا
لكن فيه ان الملك جبرئيل فان صح
فهما واقعتان وزاد الثاني ايضا انه
شمها وقال ريح كرب وبلاء والسهلة
بكسر اوله رمل خشن ليس بالدقاق
الناعم وفي رواية الملا اي ملا على المتقي
وابن احمد في زيادة المسند قالت
ثم ناولني كفا من تراب احمر وقال ان
هذا من تربة الارض التي يقتل عليها
فمتى صار دما فاعلمي انه قد قتل
قالت ام سلمة فوضعته في قارورة
عندي وكنت اقول ان يوما يتحول فيه
دما ليوم عظيم
وفي رواية عنها فاصبته يوم قتل
الحسين وقد صار دما في

ثم قال يعني جبرئيل الا اريك تربة
مقتله فجاء بحصيات فجعلهن رسول الله
في قارورة قالت ام سلمة فلما كانت ليلة
قتل الحسين سمعت قائلاً يقول

ايها القاتلون جهلاً حسينا
ابشروا بالعذاب والتذليل
قد لعنتم على لسان ابن داود
وموسى وحامل الانجيل

قال فبكيت وفتحت القارورة فاذا
الحصيات قد جرت دماً وفي الصواعق
ايضاً اخرج الترمذي ان ام سلمة
رأت النبي باكياً وبراسه ولحيته
التراب فسئلته فقال قتل الحسين
آنفاً

عبد الله بن عباس ترجمان القرآن
الذهبي في طبقات القراء قد قرء
على جماعة من الصحابة منهم ابن
عباس العلامة السيد حسن
صدر في تاسيس الشيعة الكرام
لفنون الاسلام عده من شيوخ

عبد اللہ بن عباس ترجمان قرآن۔ ذہبی نے
طبقات قراء میں لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ابی کے
سامنے قرآن پڑھا انہیں سے ابن عباس بھی ہیں
علامہ سید حسن صدر نے کتاب تاسیس الشیعۃ الکرام
لفنون الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ ان شیوخ قراء
میں سے تھے جو قرأت قرآن میں مرجع تھے انہوں نے

القرائۃ عن امیر المؤمنین و ابی
بن کعب فی الاستیعاب لابن
عبد البر روینا من وجوہ عن سعید
بن جبیر عن ابن عباس قال توفی
رسول اللہ صلعم وانا ابن عشر سنین
وقد قرأت المحکم یعنی المفصل

السید مرتضی الزبیدی فی شرح
احیاء العلوم اخرج ابو نعیم فی
الحلیۃ من روایۃ یونس بن بکیر
حدثنا ابو حمزۃ الثمالی عن ابی صالح
لقد رایت عن ابن عباس مجلسا
لو ان جمیع قریش فخرت بہ لکان
لہا فخر لقد رایت الناس اجتمعوا
حتی ضاق بہم الطریق فما کان
احد یقدر علی ان یجیئ ولا یذہب
قال فدخلت علیہ فاخبرتہ بمکانہم
علی بابہ فقال ضع لی وضوء قال
فتوضاء وجلس وقال اخرج
فقل لہم من کان یرید ان یسئل
عن القرآن وحروفہ فلیدخل فخرجت

استیعاب میں ہے کہ آپ نے فرمایا جب جناب
رسالتمآب نے رحلت فرمائی تھی میں دس برس کا
تھا اور سورۂ محمد سے آخر تک قرآن یاد
کر لیا تھا۔

سید مرتضی زبیدی نے کتاب احیاء العلوم
میں ابو صالح سے نقل کیا ہے کہ میں نے
ابن عباس کی مجلس علم و قرآن ایسی
دیکھی کہ اگر اس پر تمام قریش فخر کریں
تو بجا ہے۔ میں نے دیکھا لوگوں کا اسقدر
ہجوم ہے کہ راستہ تنگ اور آمد و رفت
ناممکن ہے میں نے جاکر آپ کو خبر دی کہ در
دولت پر اسقدر مجمع ہے فرمایا وضو کے لئے
پانی لاؤ پھر وضو کر کے بیٹھے اور فرمایا کہ جاؤ
ان لوگوں سے کہدو کہ جو قرآن اور اسکے حروف
کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہو وہ
آجائے میں نے جاکر انھیں آواز دی وہ
اندر آگئے یہانتک کہ تمام مکان اور حجرہ
بھر گیا اور جس جس چیز کا ان لوگوں نے سوال کیا

عہ الوضوء بالفتح الماء الذی یتوضأ بہ ۱۲ منجد

نادیتہم فدخلوا حتی ملئوا البیت و
الحجرۃ فما سئلوہ عن شئ الا اخبرہم
عنہ وزادہم ثم قال اخوانکم فخرجوا
ثم قال اخرج فقل من اراد ان یسئل
عن تفسیر القرآن و تاویلہ فلیدخل
قال فخرجت فاذنتہم فدخلوا حتی
ملئوا البیت والحجرۃ فما سئلوہ عن شئ
الا اخبرہم بہ وزادہم ثم قال اخوانکم
فخرجوا فی الاستیعاب شہد عبد اللہ
بن عباس مع علی الجمل و الصفین و
النہروان

فی صحیح البخاری باب قول المریض
قوموا عنی عن عبید اللہ بن عبد اللہ
عن ابن عباس قال لما حضر رسول اللہ
و فی البیت رجال فیہم عمر بن الخطاب
قال النبی ص ھلم اکتب لکم کتابا لا تضلوا
بعدہ فقال عمر ان النبی ص قد غلب
علیہ الوجع و عندکم القرآن حسبنا
کتاب اللہ فاختلف اھل البیت
فاختصموا منہم من یقول قربوا
یکتب لکم النبی ص کتابا لن تضلوا بعدہ

آپ نے اسکا کافی و وافی جواب دیا۔ اسکے
بعد اُنسے کہا کہ تمہارے اور بھائی بھی دروازے
پر کھڑے ہیں یہ سنکر وہ لوگ چلے گئے۔ مجھ سے
فرمایا کہ جاؤ جو اور لوگ کھڑے ہیں اُنسے کہو
کہ جو تفسیر و تاویل قرآن کے متعلق کچھ پوچھنا
چاہتا ہو وہ آجائے میں نے جاکر ان لوگوں کو
آنے کی اجازت دی وہ آکر گھر اور حجرہ میں
بھر گئے جس نے جو سوال کیا اسکا کافی و شافی جواب دیا
پھر اُنسے بھی کہا کہ تمہارے اور بھائی بھی دروازہ
پر کھڑے ہیں (اور اسیطرح سلسلہ چلتا رہا)
استیعاب میں ہے کہ آپ جنگ جمل و صفین و نہروان
میں حضرت علی کے ہمراہ تھے۔ صحیح بخاری میں حدیث
قرطاس کو مفصل نقل کرتے ہوئے جسطرح کہ وہ سابق
میں بیان کیگئی۔ عبید اللہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس
کہا کرتے تھے بڑی مصیبت وہ مصیبت تھی جو اصحاب
کے اختلاف اور شور و غوغا کیوجہ سے رسول کے اور
اس امر کے درمیان حائل و مانع ہوگئی کہ آپ اُن کے
لئے وہ کتبہ تحریر فرمائیں۔

ومنہم من يقول ما قال عمر فلما اكثروا

اللغط والاختلاف عند النبی قال النبی

قوموا عنی قال عبید اللہ فکان ابن

عباس یقول ان الرزیۃ کل الرزیۃ ما

حال بین رسول اللہ و بین ان

یکتب لہم ذالک الکتاب من اختلافہم

ولغطہم الدمیری فی حیوۃ الحیوان

و عن ابن عباس عن رسول اللہ

من سب علیا فقد سبنی ومن

سبنی فقد سب اللہ ومن سب

اللہ کبہ اللہ علی منخریہ فی النار

ابوالاسود الدئلی

نقیب السادۃ المصریہ السید

محمد علی البلاوی فی کتاب التعریف

بالنبی والقرآن الشریف لما دخل غیر

العرب فی الاسلام من الفرس وغیرہم

ونشاء اللحن علی الالسنۃ خیف

علی القرآن ان یلحن فی قرائتہ فطلب

زیاد بن ابیہ و کان امیر العراق الی

ابی الاسود الدئلی وھو من کبار التابعین

المتقین للقرائۃ ان یضع للناس

دمیری حیوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس

نے جناب رسالت مآب سے روایت کی ہے

کہ جس نے علی کو برا کہا اُسنے مجھے بُرا کہا جس نے

مجھے بُرا کہا اُسنے خدا کو بُرا کہا اور جس نے خدا کو

برا کہا اسکو خدا منہ کے بھل جہنم میں ڈالدیگا

ابوالاسود دئلی

سید محمد علی بلادی نقیب السادات

مصر کتاب التعریف بالنبی والقرآن الشریف میں

لکھتے ہیں کہ ابوالاسود دئلی جو کبار تابعین اور

بہترین قاریان قرآن میں سے تھے انہوں نے قرآن

کے کلمات کے آخر میں اعراب لگائے اسطرح

فتح کے لئے حرف کے اوپر ایک نقطہ زیر کے لئے

نیچے ایک نقطہ پیش کے لئے برابر میں ایک نقطہ

اور تنوین کیلئے دو نقطے

علامات تضبط قرائتهم فشكل اواخر
الكلمات من المصحف الشريف و
جعل الفتحة نقطة فوق الحرف و
الكسرة نقطة تحته والضمة نقطة
الى جانبه وجعل علامة الحرف المنون
نقطتين ابن حجر في الاصابة قال
ابن سعد استخلفه ابن عباس على
البصرة فاقره علي وعن ابي العباس
المبرد قال اول من وضع العربية
ونقط المصاحف ابو الاسود وقد سئل
ابو الاسود عمن نهج له الطريق
قال تلقيته عن علي بن ابي طالب
بغية الوعاة في طبقات النحاة
للسيوطي كان من سادات التابعين
ومن اكمل الرجال رايا واسدهم عقلا
شيعيا شاعرا سريع الجواب ثقة في
حديثه وصحب علي بن ابي طالب وشهد معه
الصفين العسقلاني في الاصابة
قال المرزباني هاجر ابو الاسود الى
البصرة في خلافة عمر وولاه علي
البصرة خلافة لابن عباس كان

ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ ابن عباس جب
خود جنگ صفین میں گئے تھے تو انکو اپنی جگہ پر حاکم
بصرہ مقرر کر گئے تھے اور حضرت علی نے بھی انکو
اس جگہ پر برقرار رکھا تھا۔ ابو العباس مبرد کہتے
ہیں جس نے سب سے پہلے قواعد عربی کو وضع کیا اور
قرآن پر نقطے لگائے وہ ابو الاسود ہیں اُنسے کسی نے
پوچھا کہ تمکو اعراب نقط کا یہ طریقہ کسنے بتایا کہا میں نے
حضرت علی سے سیکھا۔ بغیۃ الوعاۃ سیوطی میں ہے کہ
یہ سادات تابعین میں سے تھے انکی رائے بہت کامل
اور عقل بہت صائب تھی یہ شیعہ۔ شاعر حاضر الجواب
ثقۃ الحدیث مصاحب حضرت علی اور جنگ صفین
میں آپ کے ساتھ تھے۔
عسقلانی نے اصابہ میں لکھا ہے کہ ابو الاسود خلافت
حضرت عمر کے زمانہ میں ہجرت کرکے بصرہ چلے گئے
تھے اور حضرت علی نے ابن عباس کی جگہ پر انکو والی
بصرہ مقرر کیا تھا اور یہ علوی المذہب تھے

علوی المذهب وقال ایضا
ابو الاسود معدود فی طبقات
من الناس هو فی کلها مقدم
کان معدودا فی التابعین والفقهاء
والشعراء والمحدثین والاشراف
والفرسان والامراء والدهاة و
الحاضری الجواب والشیعه

انکا لوگوں کے ہر طبقہ میں شمار تھا اور وہ ہر طبقہ
میں اول تھے جن طبقوں میں انکا شمار تھا وہ یہ ہیں
طبقہ تابعین - طبقہ فقہاء - طبقہ شعراء طبقہ
محدثین - طبقہ اشراف - طبقہ فرسان
طبقہ امراء - طبقہ مدبرین وماہرین - طبقہ
حاضر جوابان - طبقہ شیعہ

ابو عبد الرحمن السلمی

ابن حجر فی الصواعق ط م ص ۷۶
انه (ای علیا) احد من جمع القرآن
وعرضه علی رسول الله وعرض
علیه ابو الاسود الدئلی وابو
عبد الرحمن السلمی وعبد الرحمن
ابن ابی لیلی فی الاستیعاب ط
حیدر اباد الجزء الاول ص ۲۹
واما ابو عبد الرحمن السلمی فالصحیح
انه کان مع علی رض العلامة السید
حسن الصدر فی تاسیس الشیعه
الکرام لفنون الاسلام قرء
ابو عبد الرحمن السلمی علی امیر المومنین
کما فی مجمع البیان وطبقات القراء

ابو عبد الرحمن سلمی

صواعق محرقہ مطبوعہ مصر
صفحہ ۷۶ مصنفہ ابن حجر میں ہے کہ حضرت علی ان
لوگوں میں سے تھے جنہوں نے قرآن کو جمع کیا اور
رسول کے سامنے پیش کیا اور آپ کے سامنے
ابو اسود دئلی - ابو عبد الرحمن سلمی - اور عبد الرحمن بن
ابی لیلی نے پیش کیا -
استیعاب مطبوعہ حیدر آباد ج ۱ صفحہ ۲۹ میں ہے
کہ بنا بر قول صحیح یہ حضرت علی کے ساتھیوں میں سے تھے -

علامہ سید حسن الصدر نے کتاب تاسیس الشیعہ میں
لکھا ہے کہ ابو عبد الرحمن نے حضرت علی کو قرآن
پڑھ کر سنایا جیسا کہ مجمع البیان اور طبقات قراء
میں ہے

وفی رجال البرقی فی خواص علی ع من مضر ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب السلمی

اور رجال برقی میں ہے کہ قبیلہ بنی مضر میں جو لوگ حضرت علی کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے ابو عبد الرحمن بھی تھے۔

ابو زید ثابت بن زید الانصاری

ابن عبد البر قال الخزرجیون منا اربعۃ قرؤا القرآن علی عہد رسول اللہ لم یقرأ غیرہم وعدو الرابع اباذید ثابت بن زید

ابو زید ثابت بن زید انصاری۔ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ خزرجیوں کا قول ہے کہ ہم میں سے چار آدمیوں نے رسول کو قران پڑھکر سنایا انکے علاوہ کسی نے نہیں سنایا اور وہ انمیں سے چوتھا ابو زید کو شمار کرتے ہیں۔

العلامۃ الحلی فی خلاصۃ الرجال ہو (ای ابو زید) احد الستۃ الذین جمعوا القرآن علی عہد رسول اللہ) وعدہ من القسم الاول (ای الممدوحین) فی الاستیعاب انہ شیعی

علامہ علی نے خلاصۃ الرجال میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ ان چھ لوگوں میں سے تھے جنہوں نے رسول کے زمانہ میں قران جمع کیا تھا اور انکو قسم اول یعنی ممدوحین میں شمار کیا ہے۔ اور استیعاب میں ہے کہ یہ شیعہ تھے۔

عبد الرحمن بن ابزی الخزاعی

ابن حجر العسقلانی روی عن خلیفۃ بن خیاط ویعقوب بن سفیان والبخاری والترمذی) انہ صحابی وقال (ای عبد الرحمن) شہدنا مع علی ممن بایع بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ ثمان مائۃ نفس بصفین فقتل

عبد الرحمن بن ابزی خزاعی۔ ابن حجر عسقلانی نے متعدد ثقات و ائمہ اہلسنت سے نقل کیا ہے کہ آپ صحابی رسول تھے اور آپ نے کہا کہ حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں ہم آٹھ سو آدمی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی پس ہم میں سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) آدمی قتل ہو گئے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر نے جب ایک

...ملاقاة وسكون نفسا في تحجير ان عمر بن الخطاب عند امره نافع بن عبد الحارث الخزاعي ان يتوجه الى المدينة لعارضة امره ان يخلف عبد الرحمن معللا بانه قارى لكتاب الله عالم بالفرائض ابو يعلى انى وجدته اقرئهم لكتاب الله و افقههم في دين الله

دیتی کام ہے نافع خزاعی کو مدینہ جانے کا حکم دیا ... بھی فرمائش کی کہ وہ عبدالرحمن خزاعی کو خلیفہ ... اسلئے کہ وہ قاری قرآن اور عالم احکام ہیں۔

ابو یعلی کا قول ہے کہ میں نے عبدالرحمن کو بہترین قاری قرآن اور دین خدا میں بڑا فقیہ پایا۔

عبید بن نضلة الخزاعی

الذهبي في طبقات القراء انه من الذين قرؤا على ابي بن كعب و اخذ عنهم خلق من التابعين ذكر ذالك في الاتقان مطبوع دهلی ص ١٠٤

عبید بن نضلہ خزاعی۔ ذہبی نے طبقات القراء میں بیان کیا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ابی بن کعب کو قرآن سنایا اور انسے بہت سے تابعین نے حاصل کیا۔ یہی اتقان مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۴ میں ہے

شيخ الطائفة الطوسي في كتاب الرجال قيل للاعمش على من قرأت قال على يحيى بن وثاب ويحيى قرأ على عبيد بن نضلة كان يقرأ كل يوم اية فختم من القرآن في سبع واربعين سنة وانه كان يروي عن علي ع

شیخ طوسی نے کتاب الرجال میں لکھا ہے کہ اعمش سے کہا گیا تم نے قرآن کسکو سنایا ہے کہا یحیی بن وثاب کو اور یحیی نے عبید ابن نضلہ کو اسطرح کہ ہر روز ایک آیت سنایا کرتے تھے اور سینتالیس سال میں قرآن سنا کر فارغ ہوئے اور عبید حضرت علی علیہ السلام سے روایات نقل کرتے تھے۔

زاذان ابو عمرو الفارسی الکندی

ابن حجر في تقريب التهذيب صدوق

زاذان ابو عمرو الفارسی الکندی ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ زاذان بڑے سچے

يونس وفيه شيعية العلامة الحلي
في الخلاصة عده من خواص علي ع
الشيخ ابو علي في منتهى المقال بنقل
عن الخرائج والجرائح روى سعد الخفاف
عن زاذان ابي عمرو قال قلت له
يا زاذان انك لتقرء القرآن فتحسن
قرائته فعلى من قرات فتبسم ثم
قال ان امير المومنين مر بي وانا
انشد الشعر وكان لي حلق حسن
فاعجبه صوتي فقال يا زاذان فهلا
بالقرآن قلت يا امير المومنين فكيف
لي بالقرآن فوالله ما اقرء منه الا
بقدر ما اصلي به قال فادن مني
فدنوت منه فتكلم في اذني بكلام
ما عرفته ولا علمت ما يقول ثم قال
افتح فاك فتفل في في فوالله ما
زالت قدمي من عنده حتى حفظت
القرآن باعرابه وهمزه وما احتجت ان
اسئل عنه احدا بعد موقفي ذلك
قال سعد فقصصت قصة زاذان
على ابي جعفر ع قال صدق زاذان ان

تھے احادیث مرسلہ نقل کرتے تھے اور مذہب شیعہ
رکھتے تھے۔ علامہ حلی نے خلاصہ میں آپکو خواص حضرت علی
میں سے شمار کیا ہے۔ شیخ ابو علی نے منتہی المقال میں
کتاب الخرائج والجرائح سے نقل کرکے لکھا ہے کہ سعد
کہتے ہیں میں نے زاذان سے کہا آپ قرآن بہت خوب
پڑھتے ہیں آپ نے کس سے سیکھا ہے یہ سنکر زاذان
ہنسے اور کہا کہ میں ایک شعر پڑھ رہا تھا حضرت علی
ادھر سے گزرے چونکہ میری آواز بہت اچھی ہے
آپ کو پسند آئی فرمایا ای زاذان تم قرآن کیوں نہیں
پڑھتے میں نے کہا یا حضرت قرآن کیسے پڑھوں
قرآن تو میں نے اتنا ہی پڑھا ہے جتنا نماز میں پڑھتا
ہوں فرمایا میرے قریب آؤ میں قریب گیا آپنے میرے
کان میں کچھ کہا جسے میں کچھ نہ سمجھا کہ آپ کیا کہہ رہے
ہیں پھر فرمایا کہ منہ کھولو (میں نے منہ کھولا) آپ نے
میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا پس قسم ہے خدا کی
میں ابھی وہاں سے ہٹا نہیں تھا کہ قرآن مع تمام اعراب
وغیرہ کے مجھے حفظ یاد ہو گیا اور اسکے بعد سے آجتک
کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوئی سعد کہتے ہیں کہ
میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے زاذان کا
بیان کیا آپ نے فرمایا کہ زاذان سچ کہتے تھے امیر المومنین
نے انکے کان میں اسم اعظم کے ساتھ دعا کی تھی جو

امیر المومنین دعا لزاذان بالاسم الاعظم الذی لا یرد.

کبھی رد نہیں ہوتا۔

زر بن جبیش الاسدی

کنیتہ ابو مریم او ابو مطرف ابن عبد البر فی الاستیعاب فی حاشیۃ الاصابۃ مطبوع مصر جز ۱ ص ۵۰۸ کان عالما بالقرآن قارئا فاضلا الذہبی فی الطبقات عدہ من التابعین الذین قرءوا القرآن علی الصحابۃ کذا فی الاتقان ط دہلی ص ۱۰۴

زر بن جبیش الاسدی۔ انکی کنیت ابو مریم یا ابو مطرف ہے استیعاب مصنفہ ابن عبد البر جو اصابہ مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۵۰۸ میں ہے کہ زر عالم و قاری قرآن اور فاضل تھے ذہبی نے طبقات میں انکو ان تابعین میں سے شمار کیا ہے جنہوں نے صحابہ کو قرآن سنایا تھا یہی اتقان سیوطی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۴ پر ہے۔

العسقلانی فی الاصابۃ قال عاصم کان من اعرب الناس و کان ابن مسعود یسئلہ عن العربیۃ و قال ایضا کان ابو وائل عثمانیا و زر علویا و کان مصلاہما فی مسجد واحد

عسقلانی نے اصابہ میں لکھا ہے کہ بقول عاصم سب سے زیادہ عربی داں تھے اور ابن مسعود انسے علوم عربیہ کے متعلق کچھ پوچھا کرتے تھے ابو وائل عثمانی اور زر علوی تھے ان دونوں کے مصلے ایک مسجد میں تھے۔

عبد الرحمن بن ابی لیلی الانصاری

ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ عدہ من خواص علی و قال انہ رای علیا احد من جمع القرآن و عرضہ علی رسول اللہ ص و عرض علیہ ابو الاسود الدئلی و ابو عبد الرحمن السلمی و عبد الرحمن

ابن حجر مکی نے انکو صواعق محرقہ میں خواص حضرت علی (ع) سے شمار کیا ہے اور ابن حجر کا قول جو ابو عبد الرحمان سلمی کے حال میں گذرا وہ انسے بھی متعلق ہے۔ علامہ حلی نے خلاصۃ الرجال میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ اصحاب امیر المومنین میں سے تھے غزوات میں آپ کے ساتھ

ابن ابی لیلی العلامۃ الحلی فی خلاصۃ
الرجال ہو من اصحاب علیؑ شہد معہ
ضربہ الحجاج حتی اسود کتفاہ
علی سب علیؑ

سعید بن المسیب القرشی

ولد فی خلافۃ عمر سنۃ ۱۵ ابن شہر آشوب
فی مناقبہ رباہ علی امیر المومنین

العلامۃ السید حسن الصدر
وصحبہ ولم یفارقہ وشہد معہ حروبہ
فی البحار جز ۱۱ ص ۴۲ انہ فی آخر عمرہ
صار من خواص اصحاب علی بن الحسین
بن علی بن ابی طالب وروی عن البزنطی
ذکر عند الرضاؑ القاسم بن محمد
خال ابیہ وسعید بن المسیب فقال
کانا علی ہذا الامر

سعید بن جبیر الاسدی الکوفی اعلم التابعین
وفی کتاب التعریف بالنبی والقرآن الشریف
طبع مصر کان یقرء القرآن علی حرفین
الذہبی فی الطبقات علی ما فی الاتقان
ط دہلی ص ۱۰۴ انہ قرء القرآن
علی ابی بن کعب العلامۃ السید محسن

دیتے تھے حجاج نے اُنسے کہا کہ حضرت علی کو برا کہیں
لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا اسپر اسنے انکو اتنا مارا کہ
انکے دونوں شانے سیاہ ہو گئے۔

سعید بن مسیب قرشی ۱۵ھ میں بزمانہ خلافت
حضرت عمر پیدا ہوئے بقول ابن شہر آشوب انکو
حضرت علی نے پرورش کیا علامہ سید حسن صدر لکھتے
ہیں کہ یہ برابر حضرت کی صحبت میں رہے جدا نہیں ہوئے
اور آپ کے غزوات میں آپ کے ہمراہ تھے بحار الانوار
ج ۱۱ صفحہ ۴۲ پر ہے کہ یہ آخر عمر میں منجملہ خواص علی بن
الحسین بن علی ابن ابیطالب ہو گئے۔
بزنطی سے مروی ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے
سامنے قاسم بن محمد کا جو آپکے پدر بزرگوار کے ماموں تھے
اور سعید بن مسیب کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا کہ وہ
دونوں محب اہلبیت تھے

سعید بن جبیر اسدی کوفی اعلم التابعین
کتاب التعریف بالنبی والقرآن الشریف مطبوعہ مصر
صفحہ ۶۶ میں ہے کہ یہ قرآن کو دو طرف سے پڑھ سکتے تھے
اتقان سیوطی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۴ میں بحوالہ طبقات
ذہبی لکھا ہے کہ انہوں نے ابی بن کعب کو قرآن سنایا تھا
علامہ سید محسن عرجی نے کتاب الرجال میں لکھا ہے

العمری فی کتاب الرجال قرأ القرآن کلہ
فی بیت الحرام وکان من خواص علی بن الحسین
بن علی بن ابیطالب وروی عن الامام جعفر الصادق
ان سبب قتل الحجاج له لا علی هذا
الامر وکان مستقیما

الدمیری فی حیوة الحیوان روی عن عمر بن
عبد العزیز انه رای الحجاج فی المنام بعد موته
وهو جیفة منتنة فقال ما فعل اللہ بک قال
قتلنی بکل قتیل قتلة قتلة الا سعید بن جبیر
فانه قتلنی به سبعین قتلة ثم قال فان قیل
ما الحکمة فی ان اللہ قتل الحجاج بکل قتیل
قتلة قتلة واحدة الا سعید بن جبیر وهو
(یعنی الحجاج) قد قتل عبد اللہ بن الزبیر
وهو صحابی و سعید بن جبیر تابعی والصحابی
افضل من التابعی فالجواب ان الحکمة
فی ذالک ان الحجاج لما قتل عبد اللہ بن الزبیر
کان نظراؤه فی العلم کثیرة کابن عمر
وانس بن مالک وغیرهما من الصحابة
ولما قتل سعید بن جبیر لم یکن له
نظیر فی العلم فی وقته وذکر غیر واحد
من المصنفین ان الحسن البصری

کہ انہوں نے خانہ کعبہ میں ایک رکعت کے اندر پورا قرآن
پڑھا یہ خواص امام زین العابدین میں سے تھے امام
جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حجاج نے انکو
اسی سبب سے قتل کیا کہ امام زین العابدین کے خواص میں
سے تھے اور یہ مستقیم العقیدہ تھے۔

دمیری نے حیوۃ الحیوان میں عمر بن عبد العزیز کے متعلق
لکھا ہے کہ اسنے حجاج کے مرنے کے بعد اسکو خواب میں
بدبودار مردار کیطرح دیکھا پوچھا خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا
کر دیا کہا کہ خدا نے مجھکو ہر اس شخص کی عوض جسکو میں نے
قتل کیا تھا ایکمرتبہ قتل کیا سوائے سعید بن جبیر کے کہ انکی
عوض میں ستر مرتبہ قتل کیا دمیری کہتے ہیں کہ اسمیں کیا
حکمت ہے کہ خداوند عالم نے سوائے سعید کے ہر
مقتول کے بدلے میں ایکمرتبہ قتل کیا حالانکہ حجاج نے
عبد اللہ بن زبیر کو بھی قتل کیا تھا جو صحابی رسول تھے
اور سعید تابعی اور صحابی تابعی سے افضل ہوتا ہے اسکا
جواب یہ ہے کہ حجاج نے جب عبد اللہ بن زبیر کو قتل کیا
تھا تو عبد اللہ ایسے بہت سے اہل علم موجود تھے مثلاً ابن
عمر اور انس وغیرہ مگر جب سعید کو قتل کیا تو انکی مثل
علم میں اسوقت کوئی نہ تھا۔ اور ایک سے زیادہ اہل
انصاف نے بیان کیا ہے کہ حسن بصری کو جب خبر قتل

...بلغ قتل سعيد بن جبير قال
...والله لقد مات سعيد بن جبير
...وما واهل الارض من مشرقها
...الى مغربها محتاجون لعلمه فمن هذا
...معنى ضوعف العذاب على الحجاج
...قتله وقد قتل رحمه الله فى شعبان
سنة ٩٤

الحفاظ فى المائة الثانية

...بن الحسن ابن ابى ساره
الرواسى الكوفى
...احد الائمة فى القران ذكره
...عمر الدانى فى طبقات القراء وروى
...حروف عن ابى عمرو وهو معدود
...الناقلين عنه وسمع الاعمش
...وهو من جملة الكوفيين وله اختيار
فى القراءة تروى عنه كذا فى تاسيس
الشيعة الكرام لفنون الاسلام
...السيد حسن الصدر العاملى

...طى

...السيوطى فى بغية الوعاة فى
...النحاة له كتاب ... معانى القران

سعید معلوم ہوئی تو کہنے لگے سعید انتقال کر گئے
اور اہل ارض مشرق سے مغرب تک انکے علم کے
محتاج ہیں اسلئے حجاج کو انکے قتل کا عذاب المضاعف
دیا گیا یہ شعبان ۹۴ھ میں قتل کئے گئے

دوسری صدی کے حفاظ

محمد بن حسن بن ابی سارہ رواسی کوفی۔
یہ منجملہ ائمہ قران تھے۔ ابو عمر دانی نے انکا ذکر طبقات
القراء میں کیا ہے انہوں نے قرات کے طریقوں کو ابی عمرو
سے نقل کیا ہے انکا شمار انسے روایات نقل کرنیوالوں
میں تھا اعمش سے روایات سنیں یہ منجملہ اہل کوفہ تھے
انکی ایک مستقل قرات ہے جو انسے نقل کیجاتی ہے
یہی تاسیس الشیعہ مصنفہ علامہ سید حسن صدر میں ہے

سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ میں کہا ہے
کہ انکی تصنیفات یہ کتابیں ہیں۔ کتاب معانی القران۔

الصغير الوقف والابتداء الكبير

الوقف والابتداء الصغير

قال النجاشي ولمحمد هذا كتاب

الوقف والابتداء وكتاب الهمز وكتاب

اعراب القران

طاوس اليماني

عده الذهبي في طبقات القراء من

التابعين الحفاظ قال العلامة السيد

حسن الصدر في تاسيس الشيعه

هو امام القراء بمكة وفي الشيعه و

فنون الاسلام كان منقطعا الى

علي بن الحسين السجاد وابن قتيبه

في كتاب المعارف عده من الشيعه

حيث قال الشيعه الحارث الاعور

وصعصعة بن صوحان والاصبغ

بن نباتة وعطية العوفي وطاوس

والاعمش

فرزدق الشاعر

قال عطاء الدمشقي في كتاب المنتخب

في تاريخ اداب العرب ولد الفرزدق

في خلافة عمر بن الخطاب سنة ۲۴ م واتى

کتاب الصغیر - کتاب الوقف والابتدار الکبیر - کتاب
الوقف والابتدار الصغیر اور بنابر قول نجاشی یہ ہیں کتاب
الوقف والابتدار - کتاب الہمز - کتاب اعراب القران

طاوس یمانی - ذہبی نے طبقات القرا میں انکو
تابعین حفاظ میں سے شمار کیا ہے - علامہ سید حسن صدر نے
تاسیس الشیعہ میں فرمایا ہے کہ یہ مکہ میں امام قرات تھے
کتاب الشیعہ وفنون الاسلام میں ہے کہ یہ امام
زین العابدین علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے
تھے -

ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں انکا شمار شیعوں
میں کیا ہے جہاں یہ کہا ہے کہ شیعہ یہ لوگ ہیں -
حارث اعور - صعصعہ - اصبغ - عطیہ - طاوس
اور اعمش

فرزدق شاعر - عطاء دمشقی نے منتخب میں
لکھا ہے کہ یہ زمانہ خلافت دوم سنہ ۲۴ھ میں پیدا
ہوئے ان کے باپ غالب بعد واقعہ جمل حضرت
علی ابن ابیطالب کے پاس انکو بصرہ لائے اور عرض

بدا ابو غالب بعد وقعة الجمل الى
امير المومنين على بن ابيطالب بالبصرة
فقال ان ابنى هٰذا من شعراء مضر
فاسمع منه قال علمه القران فكان
ذالك فى نفس الفرزدق فقيد نفسه
فى وقت والى ان لا يحل قيده حتى
يحفظ القران وحفظه قال السيد
المرتضى فى كتاب الغرر والدرر كان
الفرزدق شيعيا مائلا الى بنى هاشم

ال اعين بن سنسن منهم زرارة
وحمران وبكير ابناء اعين وابو غالب
الزرارى المشهور قال السيد مهدى
الطباطبائى المشتهر ببحر العلوم فى
الفوائد الرجالية ال اعين اكبر بيت
بالكوفة من شيعة اهل البيت و
اعظمهم شانا واكثرهم رجالا واعيانا
واطولهم مدة وزمانا ادرك اولهم
السجاد والباقر والصادق وبقى
اخرهم الى اوائل الغيبة الكبرى
وكان فيهم العلماء والفقهاء والقراء
والادباء ورواة الحديث قال العلامة

کیا کہ میرا یہ بیٹا شعرائے مضر میں سے ہے اس سے آپ
شعر سنئے آپ نے فرمایا اسکو قران پڑھاؤ یہ بات فرزدق
کے دل میں بیٹھ گئی اُسیوقت اپنے بیڑی ڈال لی
اور قسم کھائی کہ اسے بغیر قران حفظ کئے نہ کھولونگا
چنانچہ قران یاد کر لیا سید مرتضی نے کتاب الدرر والغرر
میں لکھا ہے کہ یہ شیعہ اور بنی ہاشم کے گرویدہ تھے

آل اعین بن سنسن

انہیں سے زرارہ حمران
اور بکیر اعین کے بیٹے اور ابو غالب زراری مشہور حافظ
قران تھے۔ سید مہدی طباطبائی بحر العلوم نے فوائد
رجالیہ میں فرمایا ہے کہ اعین کا خاندان کوفہ میں منجملہ
شیعہ بہت بڑا عظیم الشان کثیر التعداد بہت سے
جلیل القدر افراد پر مشتمل طویل عرصہ سے تھا انہیں
سے پہلے لوگوں نے امام زین العابدین۔ امام باقر
اور امام جعفر صادقؑ کا زمانہ دیکھا اور باقی لوگ امام
عصر کی غیبت کبرے تک رہے انہیں علماء۔ فقہاء۔
قاریان قران۔ ادباء اور راویان حدیث ہوئے۔

علامہ حلی نے خلاصہ میں لسلسلہ حالات زرارہ تحریر فرمایا ہے

الحلی فی الخلاصۃ فی ترجمۃ زرارۃ شیخ من اصحابنا فی زمانہ ومتقدمھم وکان فقیھا قارئا متکلما شاعرا ادیبا قد اجتمعت فیہ خصال الفضل والدین ثقۃ صادق فیما یرویہ

وفی ترجمۃ حمران کان من اکابر مشائخ الشیعۃ المفضلین الذین لا یشک فیہم وکان احد حملۃ القرآن ومن یعدہ یذکر اسمہ فی کتب القراءات وروی انہ قرء علی ابی جعفر محمد بن علی ع

قال السیوطی فی الاتقان الحاکم فی المستدرک من طریق حمران بن اعین عن ابی الاسود الدائلی عن ابی ذر قال جاء اعرابی الی رسول اللہ فقال یا نبیء اللہ قال لست بنبیء اللہ ولکن نبی اللہ

قال الذہبی حدیث منکر وحمران رافضی

محمد بن عبد اللہ الطیار

فی کتاب منتہی المقال عن حمزۃ الطیار قال سئلنی ابو عبد اللہ عن قرءۃ القرآن فقلت ما انا بذلک فقال لکن ابوک فانہ سئلنی عن الفرائض فقلت ما انا

کہ ہمارے علماء میں سے اپنے زمانہ کے استاد اور ان سب سے بڑھکر تھے۔ فقیہ۔ قاری قرآن متکلم شاعر ادیب۔ مجمع الخصائل فضل و دین ثقہ اور صادق الحدیث تھے۔

حمران کے حال میں لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے بڑے بڑے اساتذہ اور صاحبان فضل میں سے تھے جنکے حق میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں یہ حاملین قرآن اور ان لوگوں میں سے تھے جنکے نام کتب قرأت میں شمار اور ذکر کیے جاتے ہیں مروی ہے کہ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو قرآن سنایا سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ حاکم مستدرک میں بطریق حمران بن اعین نقل کرتے ہیں کہ ایک اعرابی جناب رسالتمآب کی خدمت میں آیا اور کہا یا نبیء اللہ (ابنیر او غاص) فرمایا میں نبیء اللہ نہیں ہوں بلکہ نبی اللہ ہوں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اسلیے کہ حمران رافضی ہیں

محمد بن عبد اللہ الطیار۔ کتاب منتہی المقال میں حمزہ بن محمد بن عبد اللہ طیار سے منقول ہے کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرأت قرآن کے متعلق مجھ سے سوال کیا میں نے کہا یا حضرت میں اس علم سے واقف نہیں فرمایا تمہارے باپ تو عالم قرأت تھے پھر مجھ سے

ذلك فقال لكن ابوك قال ثم قال ان
رجلا من قريش كان لي صديقا و
عالما قارئا فاجتمع هو وابوك عند
ابي جعفر فقال ليقل كل منكما على صاحبه
وليسئل كل منكما صاحبه ففعلا فقال
القرشي لابي جعفر قد علمت ما اردت
اردت ان تعلمني ان في اصحابك
مثل هذا قال ع هو ذاك فكيف رأيته

يحيى بن وثاب

في الاتقان ط دهلي ص ١٠٥ تجرد
قوم واعتنوا بضبط القرآن اتم عناية
حتى صاروا ائمة يقتدى بهم ويرحل
اليهم ثم عد يحيى بن وثاب من التابعين
القراء بالكوفة قال الطوسي في رجاله
قيل للاعمش على من قرأت قال على يحيى
بن وثاب ويحيى بن وثاب قرأ على عبيد بن
نضلة كان يقرأ كل يوم آية ففرغ من
القرآن في سبع واربعين سنة ويحيى
بن وثاب كان مستقيما وذكر الاعمش
انه كان اذا صلى كانه يخاطب احدا وكذا
... في الخلاصة

فرائض کے متعلق سوال کیا میں نے عرض کیا یا
حضرت میں علم فرائض بھی نہیں جانتا فرمایا
تمہارے باپ تو عالم فرائض تھے پھر فرمایا کہ قریش
میں سے ایک شخص ہمارا دوست عالم وقاری قرآن
تھا وہ اور تمہارے باپ ایک مرتبہ ہمارے پدر بزرگوار امام
محمد باقر علیہ السلام کے پاس جمع ہوئے آپ نے فرمایا کہ
تم میں سے ہر ایک دوسرے سے علمی گفتگو اور کچھ سوال
کرے وہ دونوں تعمیل حکم قریشی نے آنحضرت سے کہا کہ میں آپکا
مقصد سمجھ گیا آپ یہ مجھے بتانا چاہتے ہیں کہ آپکے اصحاب میں ایسے
جلیل القدر لوگ ہیں فرمایا ہاں پھر تمنے انکو کیسا پایا۔

یحیی ابن وثاب۔ اتقان سیوطی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۵
میں ہے کہ کچھ لوگ ضبط وحفظ قرآن میں منہمک ہو گئے اور
پوری مشقت ومحنت صرف کی یہانتک کہ وہ قابل اقتدا ور
رجوع امام ہو گئے۔ پھر سیوطی نے یحیی بن وثاب کو کوفہ کے
قاریان تابعین میں سے شمار کیا ہے۔ طوسی نے اپنی کتاب رجال
میں لکھا ہے کہ اعمش سے پوچھا گیا تمنے قرآن کسکو سنایا کہا
یحیی کو اور یحیی نے عبید بن نضلہ کو اسطرح کہ ہر روز ایک
آیت پڑھتے تھے اور سینتالیس برس میں فارغ ہوئے یحیی مرد
مستقیم المذہب تھے۔ اعمش نے بیان کیا ہے کہ جب وہ نماز
پڑھتے تھے تو (بوجہ خلوص وخشوع) ایسے معلوم ہوتے تھے کہ
کسی سے باتیں کر رہے ہیں یہی علامہ نے خلاصہ میں لکھا ہے

زید بن علی بن الحسین

قال ابن عنبہ فی عمدۃ الطالب المطبوع
ببمبئی ص ۱۱۲ فی ترجمۃ محمد بن یحییٰ بن زید بن
کان یحفظ القرآن وکذا آبائہ الی امیر المؤمنین
علی بن ابی طالب وھذہ فضیلۃ حسنۃ

قال الشیخ الطوسی فی ترجمۃ عمر بن
موسی الوجیہی لہ کتاب قراءۃ زید بن
علی اخبرنا احمد بن عبدون عن ابی بکر
الدوری عن ابی بکر محمد بن عمر بن سالم
الجعابی قال حدثنی ابو عبداللہ محمد
بن سلیمان بن محبوب من اھل الکوفۃ
قال حدثنی ابراھیم بن مسکین ابو اسحٰق
الھروی کتبت منہ فی الحربیہ سنۃ ۲۶۱ قال
حدثنی محمد بن کھمش ابوبکر الفزاری
قال حدثنی عمر بن موسی الوجیہی قال ھذہ
القراءۃ سمعتھا عن زید بن علی بن الحسین
قال وسمعت زید بن علی یقول ھذہ
قراءۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب قال
وما رایت اعلم بکتاب اللہ وناسخہ و
منسوخہ ومشکلہ واعرابہ منہ قال
العلامۃ ابن شھر اشوب فی معالم العلماء

زید بن علی بن الحسین

عمدۃ الطالب مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱۲ مصنفہ ابن عنبہ میں بسلسلہ حالات محمد بن
یحییٰ بن زید لکھا ہے کہ یہ بھی اور ان کے باپ دادا بھی
امیر المومنین تک تمام حافظ قران تھے۔

شیخ طوسی نے حالات عمر بن موسی وجیہی میں لکھا ہے
کہ قرات زید کے متعلق انکی ایک کتاب ہے اور ثقات
ومعتبرین سے نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر عمر بن موسی
نے کہا کہ اس قرات کو میں نے زید بن علی بن الحسین
سے سنا ہے اور یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ یہ امیر المومنین
کی قرات ہے اور عمر کہتے ہیں کہ میں نے کتاب خدا
اور اُسکے ناسخ ومنسوخ ومشکلات واعراب کا جاننے
والا زید سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔

علامہ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں لکھا ہے

عمر بن موسی الوحیدی زیدی له کتاب
قرائة زید عن ابیه عن امیر المومنین
(الوجیهی والوجهی والوحیدی من اختلاف
النسخ)

کمیت بن زید بن الاسدی الشاعر

قال العالم الشهیر فی الاقطار المصریه
الاستاذ محمد کان فی الکمیت عشر خصال
لم تکن فی شاعر کان خطیب بنی اسد و
فقیه الشیعه وحافظ القران وکان کاتبا
حسن الخط وکان نسابا وکان جدلیا و هو اول
من ناظر فی التشیع مجاهرا بذلک
وکان رامیا لم یکن فی بنی اسد ارمی منه
وکان فارسا وکان شجاعا وکان سخیا دینا
کذا فی نسمة السحر فیمن تشیع وشعر

عاصم بن ابی النجود بهدلة الکوفی

قال الشیخ عبد الجلیل الرازی فی نقض
الفضائح والعلامة القاضی نور الله
الشوستری فی مجالس المومنین انه
شیعی قال العلامة السید حسن
الصدر فی الشیعه وفنون الاسلام

کہ عمر بن موسی وحیدی کی قرأت زید کے متعلق ایک کتاب
ہے جسمیں وہ قواعد ومسائل قرأت ہیں جو زید نے حضرت
علی سے نقل کئے ہیں بعض نسخوں میں عمر وجیہی ہے بعض
میں وجہی بعض میں وحیدی۔

کمیت بن زید اسدی شاعر۔ مصر کے مشہور
عالم استاد محمد کہتے ہیں کہ کمیت میں دس خصلتیں ایسی
تھیں جو کسی شاعر میں نہ تھیں وہ بنی اسد کے خطیب۔
شیعوں کے فقیہ۔ حافظ قران۔ کاتب خوشخط۔ علام نسب
دین میں بہت مناظرہ ومباحثہ کرنیوالے اور پہلے وہ شخص
جنہوں نے تشیع میں کھلم کھلا مناظرہ کیا۔ ایسے تیرانداز
کہ بنی اسد میں اُنسے بڑھکر کوئی تیرانداز نہ تھا۔ شہسوار،
بہادر اور سخی دیندار تھے اور یہی کتاب نسمة السحر میں ہے

عاصم بن ابی النجود بہدلة الکوفی شیخ عبد الجلیل
رازی نے کتاب نقض الفضائح میں اور علامہ قاضی
نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے
کہ یہ شیعہ تھے علامہ سید حسن صدر نے تاسیس الشیعہ میں
فرمایا ہے کہ یہ پیشوائے شیعیان تھے انہوں نے ابی عبدالرحمن
سلمی کو قران سنایا اور ابی عبدالرحمن نے حضرت علی کو
سنایا تھا اسی لئے عاصم کی قرأت ہمارے علماء کو تمام

عبد الرحمن السلمی القاری علی علی ولدنا کا قرأ اللہ عاصم لحمہ القرآن الی عثمان بن عفان

قراتوں سے زیادہ محبوب تھی۔

ابو اسحق عمرو بن عبد اللہ السبیعی الہمدانی

ابو اسحق عمرو بن عبد اللہ سبیعی ہمدانی۔

روی محمد بن جعفر المؤدب علی ما فی بحار الانوار جزء ۱۱ ص ۳۳ نخبۃ المقال ص ۲۷ منتہی المقال ص ۲۳۷ ان ابا اسحق صلی اربعین سنۃ بوضوء العتمۃ صلاۃ الغداۃ وکان یختم القرآن فی کل لیلۃ ولم یکن فی زمانہ اعبد منہ ولا اوثق فی الحدیث عند الخاص والعام وکان من ثقات علی بن الحسین ولد فی لیلۃ قبض فیہا امیر المؤمنین وقبض ولہ ۹۰ سنۃ

بحار الانوار ۱۱ صفحہ ۳۳ نخبۃ المقال صفحہ ۲۷ اور منتہی المقال صفحہ ۲۳۷ میں محمد بن جعفر مؤدب سے مروی ہے کہ ابو اسحق نے چالیس سال تک نماز صبح نماز عشا کے وضو سے پڑھی اور ہر رات میں قرآن ختم کرتے تھے انکے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی عابد اور خاص و عام کے نزدیک حدیث میں ثقہ نہ تھا یہ امام رابع کے معتمدین میں سے تھے شب وفات علی بن ابیطالب میں پیدا ہوئے اور نوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

قال ابن خلکان من اعیان التابعین رأی علیا وکان یقول صعدنی ابی حتی رایت علی بن ابیطالب یخطب وھو ابیض الراس واللحیۃ وکان کثیر الروایۃ ولد لثلث سنین بقین من خلافۃ عثمان

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ابو اسحاق اعیان تابعین میں سے تھے انہوں نے حضرت علی کو دیکھا تھا اور کہا کرتے تھے کہ مجھے میرے باپ نے بلند کیا یہاں تک کہ میں نے آنحضرت کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے ابو اسحاق کثیر الروایہ تھے خلافت عثمان سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔

یحیی بن یعمر التابعی

یحیی بن یعمر تابعی۔ تاسیس الشیعہ میں ہے کہ یہ شیعوں کے علماء قراء میں سے ایک بزرگ تھے

الشيعة في علم القرآن قال ابن خلكان
هو احد قراء البصرة وعنه اخذ
عبد الله بن اسحق القراءة وكان عالما
بالقرآن الكريم والنحو ولغات العرب واخذ
النحو عن ابي الاسود الدوئلي والذهبي
في طبقات القراء عده من التابعين

الحسين ذو الدمعة ابن زيد الشهيد

في عمدة الطالب في انساب آل ابي طالب هو
من اصحاب الصادق جعفر بن محمد
قتل ابوه وهو صغير فرباه جعفر بن محمد

ابان بن تغلب

قال السيوطي في بغية الوعاة في
طبقات النحاة قال ياقوت كان قاريا
فقيها لغويا اماميا ثقة عظيم المنزلة
جليل القدر روى عن علي بن الحسين
وابي جعفر وابي عبد الله وسمع من
العرب وصنف غريب القرآن وغيره
وقال الداني هو ربعي كوفي نحوي يكنى
ابا اميمة اخذ القراءة عن عاصم
بن ابي النجود وطلحة بن مطرف وسليمان
الاعمش وهو احد الثلثة الذين

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ قرا بصرہ میں سے
تھے انسے عبد اللہ بن اسحاق نے علم قرأت حاصل
کیا تھا یہ عالم قران ونحو ولغت عرب تھے علم
نحو ابو الاسود دئلی سے حاصل کیا تھا۔ ذہبی نے
طبقات القرا میں انکو تابعین میں سے شمار کیا ہے۔

حسین ذو الدمعہ ابن زید شہید عمدۃ الطالب
میں ہے کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب
میں سے تھے انکے باپ انکے کمسنی کے زمانہ میں
قتل کردیے گئے تھے اور انکو آپ ہی نے پالا تھا۔

ابان بن تغلب سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں
یاقوت سے نقل کیا ہے کہ یہ قاری قران۔ فقیہ۔ عالم
لغت۔ امامی۔ ثقہ۔ عظیم المرتبت اور جلیل القدر تھے
انہوں نے امام زین العابدین۔ امام محمد باقر اور امام
جعفر صادق علیہم السلام سے احادیث نقل کی تھیں
علماء عرب سے لغات سنی تھیں کتاب غریب القران
وغیرہ تصنیف کی۔ دانی کہتے ہیں کہ یہ ربعی کوفی
نحوی تھے عاصم۔ طلحہ بن مطرف اور سلیمان اعمش
سے علم قرأت حاصل کیا تھا اور ان تین لوگوں میں
سے تھے جنہوں نے عاصم کے سامنے قران ختم کیا
تھا۔ شیخ طوسی نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ یہ

ختموا عليه القرآن قال الشيخ
الطوسي في فهرسته كان قاريا
فقيها لغويا ثم قال ولابان قراءة
مفردة اخبرنا بها احمد بن محمد بن
موسى قال حدثنا احمد بن محمد بن
سعيد قال حدثنا ابوبكر محمد بن يوسف
الرازي المقري بالقادسية سنة
احدى وثمانين ومائتين قال حدثنا
ابونعيم الفضل بن عبدالله بن عياش
بن سعد الازدي الطالقاني ساكن
سواد البصرة سنة ٢٥٥ بالري قال
حدثنا محمد بن موسى بن ابي مريم
صاحب اللؤلؤ قال سمعت ابان بن تغلب
وما احد اقرء منه يقرء القرآن من
اوله الى آخره وذكر القراءة ذكر ابن
النديم في فهرسته له من الكتب
معاني القرآن لطيف كتاب القراءة
كتاب من الاصول في الرواية على
مذهب الشيعة

قاری فقیہ لغوی تھے اور انکی مستقل قرات تھی
جسکے متعلق علمائے ثقات و معتبرین کے سلسلے
احمد بن محمد بن موسی نے ہم سے بیان کیا کہ انسے بہتر
کوئی شخص قران کو از اول تا آخر نہیں پڑھ سکتا تھا
اسکے بعد شیخ نے انکی قرات کا مفصل بیان
لکھا ہے۔ ابن ندیم اپنی فہرست میں کہتے ہیں کہ کتاب
معانی القران۔ کتاب القرأت۔ کتاب اصول روایت
بنا بر مذہب شیعہ انکی تصانیف میں سے ہیں۔

ابن شهر اشوب في معالم العلماء ابان
بن تغلب بن رباح لقي السجاد والباقر

ابن شہر اشوب نے معالم العلماء میں لکھا ہے کہ انہوں
نے امام زین العابدین امام محمد باقر اور امام جعفر صادق

والصادق صنف الغريب في القرآن وهذبه عبد الرحمن بن محمد الازدي الكوفي بعده فجمع منه ومن كتاب الكليني وابي روق بن عطية بن الحرث فجعل كتابا واحدا باقوالهم وله قرائة مفردة واصل

علیہم السلام سے ملاقات کی اور کتاب الغریب فی القرآن لکھی جسکو عبد الرحمن بن ازدی کوفی نے انکے بعد مرتب کیا اور اس سے نیز کتاب کلینی وکتاب ابی روق بن عطیہ سے مضامین جمع کرکے انکے اقوال کی ایک کتاب بنالی انکی قرائت مستقل تھی اور روایت میں بھی انکی ایک کتاب ہے۔

محمد بن علي الاردبيلي في جامع الرواة انه من وجوه القراء لغوي سمع العرب وحكى عنهم وكان مقدما فيكل فن من العلم في القرآن والفقه والحديث والادب واللغة والنحو وله كتب وله قرائة مفردة مشهورة عند القراء

محمد بن علی اردبیلی نے جامع الرواۃ میں لکھا ہے کہ یہ بڑے قاریوں میں سے تھے عالم لغت تھے انہوں نے عرب سے لغات سنیں اور نقل کیں یہ علم کے ہر فن قرآن فقہ۔ حدیث۔ ادب۔ لغت اور نحو میں پیشرو تھے انکی قرائت مستقل اور قاریوں میں مشہور تھی۔

اعمش الكوفي

قد تقدم ان ابن قتيبة في كتاب المعارف عده من الشيعة قال الذهبي في ميزان الاعتدال في ذيل حالات عبد الرحمن بن ابي حاتم محمد بن ادريس الرازي ومما ذكره ولو ذكره ابو الفضل السليماني

اعمش کوفی

پیچھے بیان ہوچکا ہے کہ ابن قتیبہ نے انکو شیعوں میں سے شمار کیا ہے۔ ذہبی نے بسلسلہ حالات عبد الرحمن بن ابی حاتم کتاب میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ اگر ابو الفضل سلیمان نے عبد الرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی کا ذکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا اسلئے کہ انہوں نے یہ بہت برا کیا کہ محدثین میں سے ان شیعوں کے نام بیان کئے ہیں جو حضرت علی کو حضرت عثمان پر مقدم کرتے ہیں یعنی

الشیعة من المحدثین الذین یقدمون
علیاً علی عثمان الاعمش النعمان بن
الثابت شعبة بن الحجاج عبد الرزاق
عبد الله بن موسی عبد الرحمن بن
ابی حاتم قال العلامة السید حسن
الصدر فی تاسیس الشیعة الکرام
لفنون الاسلام اما القراء بالکوفة
قرء علیه ابان بن تغلب و حمزة احد
السبعة وقد نص علماء اهل السنة
علی تشیع الاعمش وقال الشهید
الثانی فی حاشیة خلاصة الرجال
اصحابنا ترکوا ذکره لقد کان حریاً بالاثبات لاستقامته
وفضله وقد ذکره اهل السنة فی
کتبهم واثنوا علیه مع اعترافهم بتشیعه
وقال المحقق البهبهانی یظهر من
روایاته کونه من الشیعة وانه منقطع
الیهم مخلصاً مع کونه فاضلاً نبیلاً
وقال المحقق محمد باقر الداماد فی الرواشح
معروف بالفضل والثقة والجلالة والتشیع
والاستقامة والعامة ایضاً اثنوا علیه و
مطبقون علی فضله و ثقته معترفون

اعمش۔ نعمان بن ثابت۔ شعبہ بن حجاج۔ عبد الرزاق۔
عبد اللہ بن موسیٰ۔ عبد الرحمن بن ابی حاتم۔ علامہ
سید حسن صدر نے تاسیس الشیعہ میں لکھا ہے کہ اعمش کوفہ
میں امام قرات تھے انکو ابان بن تغلب نے اور حمزہ نے جو
بزرگ نے قرآن پڑھکر سنایا جو سات مشہور قاریوں میں
سے تھے علماء اہلسنت نے اعمش کے شیعہ ہونے پر نص
کی ہے۔ شہید ثانی نے حاشیہ خلاصۃ الرجال میں لکھا ہے
کہ ہمارے علماء نے انکا ذکر چھوڑ دیا یہ مذہب میں بہت
مستقیم اور بافضل ہونے کیوجہ سے قابل ذکر تھے اہلسنت
نے اپنی کتابوں میں انکا ذکر کیا ہے اور بہت تعریف
کی ہے حالانکہ انکو انکے شیعہ ہونے کا اعتراف ہے
محقق بہبہانی فرماتے ہیں کہ انکی روایات سے انکا شیعہ
ہونا اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ائمہ طاہرین کے خاص
مخلص تھے اسی کے ساتھ یہ کہ فاضل نبیل
بھی تھے۔ محقق محمد باقر داماد نے رواشح میں تحریر فرمایا
ہے کہ یہ فضل۔ اعتبار جلالت۔ تشیع اور استقامت
میں مشہور تھے عامہ بھی انکے مداح، انکے فضل و اعتبار
پر متفق، انکی جلالت کے معترف ہیں حالانکہ انکو ان کے
شیعہ ہونے کا بھی اعتراف ہے۔ منصور دوانیقی عباسی
نے آپ سے پوچھا کہ فضیلت علی میں تم کو کتنی حدیثیں یاد
ہیں فرمایا دس ہزار جیسا کہ امالی شیخ میں مسطور ہے

بحلاله مع اعتى افهم بتشيعه سئل المنصور الدوانيقي ابو جعفر العباسي كم تحفظ من حديث في فضائل علي فقال عشرة الاف حديث كما في امالي الشيخ الطوسي وقال الامام ابراهيم بن محمد البيهقي في باب مساوي والثقات من كتاب المحاسن والمساوي قيل دخل ابو حنيفة على الاعمش يوما فاطال جلوسه فقال لعلي ثقلت عليك قال واني لاستثقلك وانت في منزلك فكيف وانت عندي ج ۲ من الجزء الثاني المطبوع بمصر

امام بیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی کے باب مساوی الثقات میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ ایک دن اعمش کے پاس آئے اور بہت دیر بیٹھے کہنے لگے کہ شاید میں تم پر گراں ہو رہا ہوں فرمایا کہ تم مجھ پر اسوقت ہی گراں تھے جب اپنے گھر تھے چہ جائیکہ میرے گھر ج ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر۔

سليمان بن خالد الدهقان

العلامة في الخلاصة ثقة صاحب قرآن النجاشي في رجاله كان قاريا فقيها وجيها روي عن ابي جعفر وابي عبد الله وفي منتهى المقال مات في حيوة ابي عبد الله فتوجع لفقده ودعا لولده واوصى بهم اصحابه

سلیمان بن خالد دہقان علامہ نے خلاصہ میں انکو ثقہ صاحب قرآن کہا ہے۔ نجاشی نے رجال میں انکو قاری فقیہ وجیہ کہا ہے اور یہ کہ یہ امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایات نقل کرتے تھے منتہی المقال میں ہے کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی زندگی میں وفات پا گئے آپکو بڑا صدمہ ہوا انکی اولاد کیلئے آپنے دعا اور اپنے اصحاب سے انکے متعلق وصیت فرمائی۔

عبد الله بن ابي يعفور

في الخلاصة ثقة ثقة جليل في اصحابنا

عبد اللہ ابن ابی یعفور خلاصہ میں ہے کہ یہ نہایت ثقہ ہمارے علماء میں جلیل القدر۔ امام جعفر صادق ع

کے نزدیک صاحب عزت اور قاری قران تھے مسجد کوفہ میں قران پڑھا کرتے تھے۔

ابوعمرو بن العلاء یہ سات مشہور قاریوں میں سے ایک بزرگ اور اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں سے تھے ابوعبداللہ برقی نے کتاب المحاسن میں روایت کی ہے کہ آنحضرت نے انسے فرمایا کہ ای ابوعمرو دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ میں ہے جو تقیہ نہیں کرتا اسکا دین محفوظ نہیں رہ سکتا صاحب تاسیس الشیعہ نے انکو قراء شیعہ میں سے شمار کیا ہے

حمزہ بن حبیب زیات کوفی یہ سات مشہور قاریوں میں سے ایک بزرگ تھے ابن ندیم نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ کتاب القرائت حمزہ کی تصنیف ہی یہ سات مشہور قاریوں اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ کتاب تاسیس الشیعہ میں ہے کہ شیخ شہید محمد بن مکی کے قلم سے لکھا ہوا شیخ جمال الدین بن حداد حلی سے منقول یہ پایا گیا کہ کسائی نے حمزہ کو قران سنایا اور حمزہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو آپ نے اپنے پدر بزرگوار کو آپنے اپنے پدر بزرگوار کو اسیطرح امیر المومنین تک۔ میں کہتا ہوں کہ حمزہ نے اعمش اور حمران بن اعین کو قران سنایا اور یہ دونوں بھی شیوخ شیعہ میں سے تھے انتھی میں کہتا ہوں کہ تفسیر مجمع البیان

کریم علی ابیعبداللہ کان قارئا یقرء فی مسجد الکوفہ

ابوعمرو بن العلاء

احد القراء السبعة من اصحاب الصادق روی ابوعبداللہ البرقی فی کتاب المحاسن انہ قال ابوعبداللہ الصادق یا اباعمرو تسعة اعشار الدین فی التقیہ ولا دین لمن لا تقیة لہ فی تاسیس الشیعة الکرام عدہ من قراء الشیعة

حمزة بن حبیب الزیات الکوفی

احد القراء السبعة قال ابن الندیم فی فہرستہ کتاب القرائہ لحمزة بن حبیب وھو احد السبعة من اصحاب الصادق فی تاسیس الشیعة وفنون الاسلام وجد بخط الشیخ الشہید محمد بن علی الشیخ جمال الدین بن الحداد ما صورتہ قرء الکسائی القرآن علی حمزة و حمزة علی ابیعبداللہ الصادق وقرء علی ابیہ وقرء علی ابیہ وقرء علی ابیہ علی امیر المومنین قلت وحمزة علی الاعمش ایضا وعلی حمران ابن اعین وھما من شیوخ

الشیعہ ایضا انتھی قلت یستفاد من الطبرسی فی تفسیرہ المسمی بمجمع البیان ذلک ایضا حیث قال و اما حمزہ فقرء علی جعفر بن محمد الصادق وقرء ایضا علی الاعمش سلیمان ابن مھران وقرء الاعمش علی یحیی بن وثاب وھو قرء علی علقمۃ و مسروق والاسود بن یزید و قرؤا علی عبد اللہ بن مسعود وقرء حمزہ علی حمران بن اعین ایضا وھو قرء علی ابو الاسود الدئلی وھو قرء علی علی بن ابیطالب

طبرسی سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

قال الحافظ المیرزا محمود التبریزی فی جواھر القران قال سلیم سمعت حمزہ یقول ولدت سنہ ثمانین و احکمت القران ولی خمس عشر سنہ ثم قال عنہ اخذ ابو الحسن الکسائی القرائۃ واما حمزہ فھو قرء علی امام المتقین وفخر العالمین جعفر بن محمد علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ علی بن الحسین علی ابیہ الحسین بن علی ابیہ امیر المومنین علی بن ابیطالب

حافظ میرزا محمود تبریزی نے جواہر القران میں خود حمزہ ہی کا قول نقل کیا ہے کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور پندرہ برس کی عمر میں قران خوب یاد کر لیا پھر کہتے ہیں کہ حمزہ سے ابو الحسن کسائی نے قرأت سیکھی اور خود حمزہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو قران سنایا تھا آپ نے امام محمد باقر علیہ السلام کو آپ نے امام زین العابدین علیہ السلام کو اسیطرح حضرت علی تک

یعقوب الاحمر

من اصحاب الصادق فی وسائل الشیعۃ للحر العاملی عن یعقوب الاحمر قال قلت لابیعبداللہ جعلت فداک انی کنت قد قرأت القرآن فیقلت منی فادع اللہ عزوجل ان یعلمنیہ قال فکانہ فزع لذلک ثم قال علمک اللہ ھو وایانا جمیعا

والیضا عن یعقوب الاحمر قال قلت لابیعبداللہ ان علیّ دینا کثیرا وقد دخلنی ما کاد القرآن فیفلت منی فقال ابو عبداللہ القرآن القرآن

یعقوب احمر یہ اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں سے تھے وسائل الشیعہ مصنفہ حر عاملی میں خود یعقوب ہی سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں میں نے قرآن پڑھا تھا لیکن بھول گیا آپ خدا سے دعا فرمائے کہ وہ مجھے علم قرآن عطا فرمائے آپ بہت محزون ہوئے اور دعا فرمائی کہ خدا تمہیں اور ہمیں سب کو علم قرآن عطا فرمائے

دوسری روایت یوں نقل کی ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا حضرت مجھ پر قرضہ بہت ہے اسکی پریشانی سے ایسا عارضہ پیدا ہو گیا ہے کہ قرآن بھول جاتا ہوں فرمایا خدا تمہیں علم قرآن عطا فرمائے۔

اسحق بن عمار

فی الوسائل عن اسحق بن عمار عن ابیعبداللہ قال قلت جعلت فداک انی احفظ القرآن علی ظہر قلبی فاقرأہ علی ظہر قلبی او انظر فی المصحف قال فقال لی بل اقرأہ وانظر فی المصحف فھو افضل اما علمت ان النظر فی المصحف عبادہ

اسحق بن عمار۔ یہ وسائل میں خود اسحاق ہی سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا حضرت مجھے قرآن زبانی یاد ہے آیا زبانی ہی پڑھا کروں یا دیکھکر فرمایا کہ دیکھکر پڑھا کرو اسلئے کہ یہ افضل ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ قرآن پر نظر کرنا بھی عبادت ہے۔

ثعلبۃ بن میمون

ثعلبہ بن میمون۔ یہ اصحاب امام جعفر صادق و امام

من اصحاب الصادق والکاظم قال العلامۃ
الحلی فی الخلاصۃ کان وجیہا فی
اصحابنا قارئا فقیہا نحویا لغویا
راویۃ وکان حسن العمل کثیر العبادۃ
والزہد وکان فاضلا متقدما
معدودا فی العلماء والفضلاء
الاجلۃ فی ہذہ العصابۃ

موسی کاظم علیہما السلام میں سے تھے۔ علامہ حلی نے
خلاصہ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ ہمارے علماء میں نہایت
باوجاہت قاری قرآن۔ فقیہ۔ نحوی۔ لغوی۔ کثیر الروایۃ
خوش عمل۔ بڑے عابد و زاہد۔ فاضل متقدی اور شیعوں
کے علماء و فضلاء اجلہ میں محسوب تھے۔

حصین بن مخارق ابو جنادہ السلولی
قال ابن الندیم فی فہرستہ من الشیعۃ
المتقدمین ولہ من الکتب کتاب
التفسیر کتاب جامع العلوم والنجاشی
عد فی رجالہ من کتبہ کتاب القراءات

حصین بن مخارق ابو جنادہ سلولی۔ ابن
ندیم نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ یہ متقدمین شیعہ
میں سے تھے انکی تصانیف میں سے کتاب التفسیر
اور کتاب جامع العلوم ہیں اور نجاشی نے رجال میں
انکی مصنفات میں کتاب القراءات کو بھی شمار کیا ہے۔

ابراہیم بن ابی البلاد
من اصحاب الصادق والکاظم و
الرضاء قال العلامۃ فی الخلاصۃ
ہو وابوہ احد القراء کان یتحقق
بامرنا ہذا (یعنی کان شیعیا) قال
النجاشی کان ثقۃ قارئا ادیبا
روی عن ابی عبد اللہ وابی
الحسن الرضاء وعمر دہرا وکان
للرضاء الیہ رسالۃ واثنی علیہ

ابراہیم بن ابی البلاد یہ اصحاب امام جعفر صادق
و امام موسی کاظم و امام علی رضا علیہم السلام میں سے
تھے علامہ نے خلاصہ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ اور انکے
پدر بزرگوار مشہور قاریوں میں سے ہیں اور یہ محقق شیعہ تھے
نجاشی نے لکھا ہے کہ ثقہ، قاری اور ادیب تھے
امام جعفر صادق اور امام علی رضا علیہما السلام
سے روایت کرتے تھے ایک عرصہ تک زندہ رہے
امام ثامن کا انکے پاس ایک مکتوب مقدس آیا تھا
جسمیں آنحضرت نے انکی بہت مدح فرمائی تھی۔

ابن داحه

في تاسيس الشيعة الكرام الامام في كل العلوم العربية المقرى البصري روى منه ابو عثمان الجاحظ وقد حكى قصة الجاحظ في كتاب الحيوان في باب ذكر الديان وقال كان ابن داحه رافضيا المقرى حافظ القران

ابن داحه تاسیس الشیعه میں ہے کہ یہ تمام علوم کے امام اور قاری بصره ابو عثمان جاحظ نے روایات نقل کی تھیں انکا قصہ جاحظ نے کتاب الحیوان کے باب ذکر الدیان میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ رافضی اور قاری وحافظ قران تھے۔

يحيى بن ابراهيم بن ابي البلاد

في الخلاصة ثقة هو وابوه احد القراء وكان يتحقق بامرنا هذا

یحیی بن ابراہیم بن ابی البلاد۔ خلاصہ میں ہے کہ یہ اور انکے باپ ثقہ تھے اور یہ قاری قران وشیعہ تھے

معاذ بن مسلم ابي سارة الكوفي

في يتيمة الدهر فيمن تشيع وتشيع كان يعد من القراء وائمة النحو وعاش زمانا طويلا حتى مات اولاده واولاد اولادهم وهو باق وكان من كبار الشيعة

معاذ بن مسلم ابی ساره کوفی۔ یتیمۃ الدہر میں ہے کہ انکا شمار قراء اور ائمہ نحو میں تھا یہ اتنی مدت تک زندہ رہے کہ انکی اولاد اور اولاد الاولاد بھی انکے سامنے مری یہ کبار شیعہ میں سے تھے۔

في بغية الوعاة كان معاذ شيعيا مات سنة ۱۸۷ وقيل سنة ۱۹۰ ببغداد وفي تذكرة اليعموري معاذ بن مسلم بن رجا مولى القعقاع بن شور روى جعفر الصادق وله كتاب في النحو مات وقد عاش ۱۵۰ سنة وقال ابن النجار

بغیۃ الوعاۃ میں ہے کہ معاذ شیعہ تھے ۱۸۷ھ اور بعض اقوال کی بنا پر ۱۹۰ھ میں بمقام بغداد انتقال کیا تذکرہ یغموری میں معاذ بن مسلم سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے تھے نحو میں انکی بہت سی کتابیں ہیں ایک سو پچاس برس زندہ رہے۔ ابن نجار نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے

في تاريخ البغداد كان من اعيان النحاة اخذ عند ابو الحسن الكسائي وغيرهم وصنف كتبا في النحو وروى الحديث عن جعفر الصادق وعطأ بن السائب

کہ یہ بڑے نحویوں میں سے تھے انہوں نے ابو الحسن کسائی سے علم نحو حاصل کیا تھا نحو میں بہت سی کتابیں لکھیں اور روایات امام جعفر صادق ؑ اور عطاء بن سائب سے نقل کرتے تھے۔

الحفاظ في المأة الثالثة

تیسری صدی کے حفاظ

هشام بن محمد بن السائب الكلبي

قال ابن خلكان كان من الحفاظ المشاهير قال الذهبي حفظ القرآن في ثلثة ايام قال السمعاني في ترجمة محمد بن السائب في كتاب الانساب ابنه هشام ذو نسب عال وفي التشيع غال قال الذهبي في ميزان الاعتدال قال ابن عساكر رافضي ليس بثقة

ہشام بن محمد بن سائب کلبی۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ مشہور حفاظ میں سے تھے بقول ذہبی انہوں نے تین دن میں قرآن حفظ کیا سمعانی نے کتاب الانساب میں بسلسلۂ حالات محمد بن سائب لکھا ہے کہ انکے بیٹے ہشام بلند نسب اور پکے شیعہ تھے ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ ابن عساکر یہ رافضی اور غیر ثقہ تھے۔

قال العلامة الحلي في الخلاصة كان مختصا بمذهبنا قال اعتللت علة عظيمة نسيت فيها علمي فجلست الى جعفر بن محمد فسقاني العلم في كاس فعاد الي علمي وكان ابو عبد الله يقربه ويدنيه في كتاب الشيعة وفنون الاسلام كان من اصحاب الامام الباقر

علامہ حلی نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہ خالص شیعہ تھے یہ کہتے تھے کہ میں ایک مرض میں مبتلا ہوا جسکی وجہ سے سب علم بھول گیا ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا آپ نے مجھے ایک پیالہ پلایا پس میرا تمام علم عود کر آیا آنحضرت انکو بہت زیادہ مرتبہ تقرب عنایت فرماتے تھے تاسیس الشیعہ میں ہے کہ یہ اصحاب امام محمد باقر ؑ میں سے تھے۔

يحيى بن الحسين ذو الدمعة

في عمدة الطالب كان يحفظ القرآن وكذا آبائه الى امير المومنين على ابن ابيطالب

یحیی ابن حسین ذوالدمعہ۔ عمدۃ الطالب میں ہے کہ انکے آبار کو امیر المومنین علیہ السلام تک قرآن حفظ تھا

الحسن الزاهد ابن يحيى بن الحسين ذو الدمعة

في عمدة الطالب كان يحفظ القرآن

حسن زاہد ابن یحیی بن حسین ذوالدمعہ

کتاب مذکور میں ہے کہ یہ حافظ قرآن تھے

ابو جعفر محمد بن سعدان بن المبارك الكوفي

ابن النديم في فهرسته كان معلما للعامه واحد القراء بقرائة حمزة ثم اختار لنفسه بغدادي المولد كوفي المذهب السيوطي في بغية الوعاة اخذ ابن سعدان القراءات من اهل مكه والمدينه والشام والكوفه والبصره ونظر في الاختلاف وكان ذا علم بالعربية قال الداني في طبقات القراء اخذ القرائة عرضا عن سليم بن عيسى عن حمزة وعن يحيى بن المبارك اليزيدي عن ابي عمرو وعن اسحق بن محمد المسيبي

ابو جعفر محمد بن سعدان بن المبارک کوفی

ابن ندیم نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ یہ عامہ کے معلم اور ان قاریوں میں سے تھے جو قرأت حمزہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے پھر اپنی مستقل قرائت مقرر کرلی یہ بغدادی المولد اور شیعہ۔ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اہل مکہ و مدینہ و شام و کوفہ و بصرہ سے قرائتیں سیکھیں اور سب کے اختلافات میں غور و خوض کیا یہ صاحب علم عربی تھے۔ دآنی نے کتاب طبقات القراء میں لکھا ہے کہ انہوں نے سلیم بن عیسی سے قرائت سیکھی تھی اور سلیم نے حمزہ سے اور انہوں نے یحیی بن مبارک یزدی سے بھی حاصل کی تھی اور یحیی نے ابی عمرو سے اور انہوں نے اسحاق بن محمد مسیبی

عن نافع وعن معلی بن منصور عن
ابی بکر بن عاصم روی عنه القرائة
محمد بن احمد بن واصل وهو من اجل
اصحابنا وانبهم له فی الشیعة وفنون
الاسلام هو امام کامل مؤلف
الجامع والشجر وغیرهما له اختیار
فی القرائة موافق للمشهور صنف
فی العربیة والقراءات

محمد بن الحسن الزاهد

فی عمدة الطالب انه کان یحفظ القران

محمد بن الحسن القرشی البزاز

قال ابو غالب الزراری فی رسالته
فی مشیخته جدتی ام ابی فاطمة
بنت جعفر بن محمد بن الحسن القرشی
البزاز مولی بنی مخزوم وقد روی
محمد بن الحسن الحدیث وکان احد
حفاظ القران وقد نقلنا عنه قرائته
وکانت منزلته فیها

الحسین بن محمد بن الحسن الزاهد

عمدة الطالب کان یحفظ القران
وکذا آباؤه الی امیر المؤمنین علی

سے بھی قرأت حاصل کی تھی اور انہوں نے نافع سے اور
انہوں نے معلی بن منصور سے بھی حاصل کی تھی اور معلی
ابوبکر بن عاصم سے ابو جعفر سے محمد بن احمد بن واصل نے
قرائت نقل کی جو انکے اجلہ و معتبرین اصحاب میں سے تھے۔
تاسیس الشیعہ میں ہے کہ یہ امام کامل، کتاب الجامع اور کتاب
الشجر کے مصنف اور قرأت میں مستقل مسلک رکھتے تھے جو
مشہور کے موافق تھا علوم عربیہ اور قرارات میں بہت سی
کتابیں لکھیں۔

محمد بن زاہد۔ عمدۃ الطالب میں ہے کہ یہ حافظ قرآن تھے

محمد بن حسن قریشی بزاز۔ ابو غالب زراری نے
اس رسالہ میں جو انہوں نے اپنے اساتذہ کے حالات
میں لکھا ہے بیان کیا ہے کہ میری دادی فاطمہ بنت جعفر
بن محمد بن حسن قریشی بزاز ہیں اور محمد بن حسن راوی حدیث
اور حافظ قرآن تھے ہم نے انسے قرائت کو نقل کیا ہے
اور علم قرائت میں انکا بڑا مرتبہ ہے۔

حسین بن محمد بن حسن زاہد۔ عمدۃ الطالب
میں ہے کہ یہ اور انکے آباء حضرت علی تک حافظ قرآن تھے

علی بن محمد بن زید الحسینی
عمدة الطالب الشیخ المسن حافظ
القران

علی بن محمد بن زید حسینی۔ عمدۃ الطالب میں ہے کہ یہ شیخ بزرگ اور حافظ قران تھے۔

محمد بن الحسین بن محمد بن الحسن الزاهد
ابن عینیه کان حافظا للقران

محمد بن حسین بن محمد بن حسن زاہد

ابو طالب حمزة بن محمد بن الحسین
بن محمد بن الحسن الزاهد
ابن عینیه کان حافظا للقران

ابو طالب حمزہ بن محمد بن حسین بن محمد بن حسن زاہد

یحیی بن ابیطالب حمزة
ابن عینیة کان حافظا للقران

یحیی بن ابیطالب حمزہ۔ ابن عینیہ نے ان سب کو حافظ قران لکھا ہے۔

ابو المکارم محمد بن یحیی الزیدی
الحسینی
ابن عینیه فی کتاب عمدة الطالب کان
یحفظ القران وکذا ابائه الی امیر المومنین
علی علیه السلام

ابو المکارم محمد بن یحیی الزیدی الحسینی۔ ابن عینیہ نے کتاب عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ یہ اور ان کے آبا حضرت علی تک سب حافظ قران تھے

الحفاظ فی المائة الرابعة

چوتھی صدی کے حفاظ

ابو سهیل احمد بن محمد بن عبد الله
بن زیاد القطان البغدادی
قال یاقوت الحموی احد الشیوخ
الفضلاء المقدمین سمع الحدیث
ورواه وکان ثقة جید العربیة

ابو سہیل احمد بن محمد البغدادی۔ یاقوت حموی نے بیان کیا ہے کہ یہ شیوخ فضلاء متقدمین میں سے تھے انہوں نے احادیث سنیں بھی اور نقل بھی کیں یہ ثقہ اور علوم میں جید الاستعداد تھے۔

بالعلوم وسمع كثيرا من كتب الادب
عن بشر بن موسى الاسدي ومحمد بن
يونس الكديمي وابي العيناء وثعلب
والمبرد وغيرهم ولقى السكري ابا سعيد
وسمع عليه اشعار اللصوص من
صنعه وسمع منه الخالع ابو عبد الله
الشاعر وفلج في اخر عمره وكان ينزل
بدار القطن من غربي بغداد دار السلام
قال الخالع وكانت بضاعة ابي سهل جيدة
في العلم وكان يحفظ القران ويعرف القراءة
ويرويها ويطلع على قطعة من اللغة
ويعرف النحو ويحفظ الشعر ويقوله
وكان يتشيع على مذهب الامامية
ويتظاهر به

بشر بن موسی اسدی۔ محمد بن یونس کدیمی۔ ابو العینا
ثعلب۔ مبرد وغیرہ سے بہت سی ادبی کتابیں سنیں
انہوں نے سکری ابو سعید سے ملاقات کی اور انکو
اپنے اشعار لصوص سنائے اور خالع ابو عبد اللہ
شاعر نے بھی اُنسے بہت سی ادبی کتابیں سنیں یہ آخر
عمر میں مفلوج ہو گئے دار القطن میں رہتے تھے خالع
کہتے تھے کہ ابو سہل علم میں جید الاستعداد حافظ
قران۔ عارف و راوی قراءات واقف لغت۔
عالم نحو۔ حافظ اشعار۔ خود شاعر اور کھلے ہوئے
شیعہ تھے۔

ابن خالويه الهمداني

السيوطي في بغية الوعاة هو امام
اللغة والعربية وغيرهما من العلوم الادبية
دخل بغداد طالبا للعلم سنة ٣١٤ وقرء
القران على ابن مجاهد والنحو والادب
على ابن دريد ونفطويه وابي بكر ابن
الانباري وابي عمر الزاهد قال

ابن خالویہ الہمدانی۔ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ
میں لکھا ہے کہ یہ لغت و عربیت اور دیگر علوم ادبیہ
کے عالم تھے ۳۱۴ھ میں بغرض تحصیل علم بغداد آئے
ابن مجاہد سے قران پڑھا اور علم نحو و ادب ابن
درید۔ نفطویہ ابو بکر انباری اور ابو عمر زاہد سے
حاصل کیا۔
ابو عمر دانی نے طبقات القرا میں لکھا ہے کہ

ابو عمر الدانی فی طبقات القراء عالم
بالعربیۃ حافظ اللغۃ بصیر بالقراءۃ
ثقۃ مشہور قال الیافعی فی مرآۃ الجنان
لہ ایضا کتاب لطیف سماہ کتاب
الآل وذکر فی اولہ تفصیل معانی
الآل ثم ذکر فیہ الائمۃ الاثنی عشر من
آل محمد علیہم السلام قال العلامۃ
السید حسن الصدر فی الشیعۃ
وفنون الاسلام قد نص الشیوخ
علی تشیعہ وفی ریاض العلماء لملا
عبداللہ افندی ابن خالویہ یطلق
علی جماعۃ منہم الشیخ ابو عبداللہ
الحسن السنی الشافعی یروی من
الشافعی بواسطتین وہو صاحب
کتاب المطارقۃ ویطلق علی ابی عبداللہ
الحسین بن احمد بن خالویہ الہمدانی النحوی
الشیعی الامامی الساکن بحلب من
علماء الامامیۃ والمعاصر لصاحب بن عباد
ونظرائہ وقد یطلق علی الشیخ ابی
الحسن علی بن محمد بن یوسف بن مہجود
الفارسی المعروف بابن خالویہ الشیعی

یہ عالم عربی ۔ حافظ لغت واقف قرائت اور مشہور
ثقہ تھے یافعی نے مرآۃ الجنان میں لکھا ہے کہ
ایک لطیف کتاب موسوم بہ کتاب الآل ہے اسکے
اول میں انہوں نے معانی آل کی تفصیل لکھی ہے
اور اسکے بعد ائمہ اثنا عشر آل محمد کا ذکر کیا ہے

علامہ سید حسن صدر نے کتاب تاسیس الشیعہ میں
لکھا ہے کہ علماء نے انکے تشیع پر نص فرمائی ہے

ریاض العلماء مصنفہ ملا عبداللہ میں ہے کہ
لفظ ابن خالویہ کا اطلاق ایک جماعت پر ہوتا ہے
جنمیں سے شیخ ابو عبداللہ حسن سنی شافعی ہیں
جو امام شافعی سے دو واسطوں کے ساتھ روایت
نقل کرتے ہیں ۔ کتاب المطارقہ انہی کی تصنیف
ہے ۔ اور ابو عبداللہ الحسین بن احمد بن خالویہ
ہمدانی پر اطلاق ہوتا ہے جو نحوی شیعہ امامی
ساکن حلب منجملہ علماء امامیہ ابن عباد
ایسے لوگوں کے مصاحب ہیں اور کبھی اس لفظ
کا اطلاق شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف بن مہجور
فارسی پر بھی ہوتا ہے جو ابن خالویہ شیعی امامی
مشہور ہیں ۔

الامامی ایضا

الحفاظ فی المائۃ الخامسۃ

الشیخ عبد السلام البصری

فی الجنات الثمانیۃ السید محمد باقر الحسینی
الخلخالی الموجود فی کتبخانہ الامام
الثامن ابی الحسن الرضاء کان صدوقا
عالما فاضلا عارفا سمحا سخیا امامی
المذھب قاریًا للقران توفی سنۃ ۴۰۵
ودفن مقبرہ الشونیزیہ عند ابی
علی الفارسی

السید الرضی الموسوی

جامع النھج البلاغہ

قال ابن الجوزی فی ترجمۃ الشیخ ابی اسحاق ابراہیم
بن احمد بن محمد الطبری الفقیہ المالکی
قرء علیہ الشریف الرضی القران وھو
شاب حدث فقال یوما من الایام ایش النقیب
این مقامک فقال فی دار ابی بباب
محول فقال مثلک لا یقیم بدار ابیہ
وقد نحلتک داری بالکرخ المعروف
بدار البرکۃ فامتنع الرضی من قبولھا
وقال لا اقبل من ابی قط شیئا

پانچویں صدی کے حفاظ

شیخ عبد السلام بصری

شیخ عبد السلام بصری ۔ کتاب جنات الثمانیہ
میں سید محمد باقر حسینی خلخالی کی تصنیف اور کتبخانہ
امام رضا علیہ السلام میں موجود ہے لکھا ہے کہ یہ بڑے
صادق اللہجہ عالم فاضل عارف ۔ سخی ۔ فیاض ۔
شیعہ مذہب تھے قاری قران تھے ۴۰۵ھ میں وفات پائی
اور مقبرۂ شونیزیہ میں قبر ابو علی فارسی کے نزدیک
دفن کیئے گئے ۔

سید رضی موسوی جامع نہج البلاغہ ۔

ابن جوزی نے شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد
بن محمد طبری فقیہ مالکی کے حالات میں لکھا ہے
کہ انسے شریف رضی قران پڑھا کرتے تھے جبکہ یہ
نوجوان تھے ایکروز شیخ نے شریف سے کہا کہاں
رہتے ہو فرمایا دروازہ محول پر اپنے باپ کے گھر میں
کہا کہ تم ایسے آدمی کو اپنے باپ کے گھر نہیں رہنا
چاہیے تم کو میں نے اپنا گھر دیا جو کرخ میں دار البرکۃ
مشہور ہے آپ نے اسکو قبول نہیں کیا اور فرمایا
کہ میں اپنے باپ کا بھی احسان اٹھا نہیں سکتا کہا
کہ میرا حق تم پر تمہارے باپ سے زائد ہے اسلئے کہ مینے

فقال ان حق علیك اعظم من
حق ابیك لانی حفظتك کلام اللہ
فقبلها قال الحاج میرزا حسین
النوری فی مستدرك الوسائل
کان الرضی قد حفظ القران بعد
ان جاوز الثلثین سنة فی مدة
یسیرة عمدة الطالب کان قد حفظ
القران علی الکبر فوهب له معلمه
الذی علمه القران دارا یسکنها
فامتنع والید وقال انا لا اقبل
برا لابی فکیف اقبل برك فقال ان
حقی علیك اعظم من حق ابیك
وتوسل الیه فقبل منه

ابو اسحق ابراهیم بن سعد
بن الطیب الرفاعی

قال السیوطی فی بغیة الوعاة کان
ضریرا قدم واسط فتلقن القران
من عبد الغفار الحصینی ثم اتی
الی بغداد فصحب السیرافی وقرء
علیه شرحه علی الکتاب وسمع منه
کتب اللغة والدواوین وعاد الی

تمہیں قرآن پڑھایا ہے تب آپ نے قبول کیا۔

حاج میرزا حسین نوری نے مستدرک الوسائل
میں لکھا ہے کہ انہوں نے تیس برس کی عمر کے
بعد تھوڑی سی مدت میں قرآن حفظ کر لیا تھا

عمدۃ الطالب میں ہے کہ یہ بڑے ہوکر حافظ قرآن
ہوئے تھے انکے استاد قرآن نے انکو رہنے کیلئے
گھر دیا تو انہوں نے عذر کیا اور فرمایا کہ جب
میں اپنے باپ کا احسان ہی نہیں اٹھا سکتا تو
آپکا کیسے اٹھاؤں استاد نے کہا کہ میرا حق تمپر
تمہارے باپ سے زیادہ ہے انہوں نے یہ ذریعہ اختیار
کیا تب آپ نے گھر قبول فرمایا۔

ابو اسحٰق ابراہیم بن سعد بن طیب رفاعی۔

سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ یہ نابینا
تھے واسط آئے اور عبد الغفار حسینی سے
قرآن پڑھا پھر بغداد آئے یہاں سیرافی
کے پاس رہے اور اُنسے انکی وہ شرح پڑھی جو
انہوں نے سیبویہ کی الکتاب پر لکھی ہے بہت
سی لغت کی کتابیں اور دیوان سنے وہاں سے پھر
واسط آئے اور جامع مسجد میں مسند استادی پر

واسط فجلس بالجامع صدر يقرئ
الناس ثم نزل الى زبيد وهناك
تكون الرافضة والعلويون فنسب
الى مذهبهم ومقت وجفاه الناس
ومات سنة ٤٠١ ولم يخرج مع جنازته
الا رجلان مع غروب الشمس و
هما ابو الفتح بن مختار النحوي وابو
غالب بن بشران قال ابو الفتح
وما صدقنا ان نسلم خوف ان
نقتل والعجب ان هذا الرجل
مع ما هو عليه من الفضل كانت
هذه حاله ومات بعد وفاته بيوم
رجل من حشو العامة فاغلق البلد
لاجله ولم يوصل الى جنازته من
كثرة الزحام

الشيخ منتجب الدين ابو طالب
يحيى بن علي بن محمد الاسترابادي
منتجب الدين في فهرسته عالم متبحر
حافظ له كتاب الافادة وكتاب القرائة

ابن نجار الكوفي ابو الحسين محمد

بن جعفر بن محمد بن الهرون بن

بیٹھکر لوگوں کو پڑھانے لگے پھر زبید آئے وہاں کچھ
رافضی اور علوی رہتے تھے یہ انہی کی طرف منسوب
کردیے گئے جسکی وجہ سے ان کے لوگ دشمن ہوگئے
انپر بڑے ظلم کیے سنہ ۴۰۱ھ میں انکا انتقال ہوا تو
جنازہ بعد مغرب اٹھا جسکے ساتھ کل دو آدمی
ابو الفتح بن مختار نحوی اور ابو غالب بن بشران
تھے ابو الفتح نے کہا کہ اسوقت ہمیں قتل سے
محفوظ رہنے پر اطمینان نہیں اس شخص پر تعجب ہے
کہ باوجود اس علم وفضل کے اپنے مذہب کو اسقدر
ظاہر کرتا تھا انکی وفات حسرت آیات کے
ایک روز بعد ایک بازاری سنی مرگیا تو تمام
شہر میں اسکی وجہ سے تمام شہر کا کاروبار بند کردیا گیا
اور اسقدر انبوہ کثیر تھا کہ جنازہ تک پہنچا نہ جاتا
تھا۔

شیخ منتجب الدین ابو طالب یحییٰ بن علی بن محمد استرآبادی۔

منتجب الدین نے اپنی
فہرست میں لکھا ہے کہ یہ عالم متبحر حافظ قرآن
اور کتاب الافادہ و کتاب القرائۃ کے مصنف تھے

ابن النجار الکوفی یعنی ابو الحسین محمد بن جعفر بن
محمد بن ہارون بن فرقۃ التمیمی۔

فرقۃ التمیمی

وهو علی ما ذکره العلامة السید حسن
الصدر غیر ابن النجار السنی محمد بن
محمد بن محمود الحسن بن النجار صاحب
کتابی التحصیل والذیل علی تاریخ بغداد
کان ثقة من مجودی القران علی ما ذکره
الیاقوت الحموی

محمد بن سلمة بن ارتبیل ابو جعفر
الیشکری

قال العلامة الحلی فی خلاصة
جلیل من اصحابنا الکوفیین عظیم
القدر فقیه قار لغوی راویة

ابو طاهر محمد بن علی بن جاك التیمی

فی الخلاصة ثقة قلیل الحدیث ذکره ابو العباس
من اهل القران فاضل

الشیخ عبد الجبار بن عبد الله
الرازی

فی کتاب الاجازات من بحار الانوار
للمجلسی ذکر ان الشیخ ابو علی الحسن
بن الحسین بن حاجب الکلبی سمع
کتاب نهایة الاحکام للشیخ الطوسی

علامہ سید حسن صدر نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ ابن نجار
سنی کے علاوہ تھے جسکا نام و نسب یہ تھا محمد بن
محمد بن محمود بن حسن بن نجار اور جسکی تصنیف یہ دو
کتابیں تھیں کتاب التحصیل اور کتاب الذیل علی
تاریخ بغداد ابن نجار کوفی بنا بر تحریر یاقوت حموی ثقہ
تھے اور بہت خوب قران پڑھتے تھے۔

محمد بن سلمہ بن ارتبیل ابو جعفر الیشکری

علامہ حلی نے خلاصہ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ ہمارے علمائے
کوفہ میں سے مرد جلیل القدر عظیم المرتبت فقیہ قاری
لغوی اور کثیر الروایۃ تھے۔

ابو طاہر محمد بن علی بن جاک التیمی۔ علامہ
میں ہے کہ یہ ثقہ قلیل الحدیث تھے یہی ابو العباس نے
بیان کیا ہے اور یہ منجملہ اہل قران اور فاضل تھے

شیخ عبد الجبار بن عبد اللہ رازی۔ کتاب
الاجازات بحار الانوار مجلسی میں ہے کہ شیخ ابو علی حسن
بن حسین بن حاجب کلینی نے شیخ طوسی کی کتاب
نہایت الاحکام ابو عبد اللہ حسین بن ابی سہل زینو آبادی
کی مجلس علم میں سُنی انہوں نے شیخ رشید الدین علی بن
زیرک قمی اور سید ابو ہاشم مجتبی بن حمزہ حسینی کے یہاں

علی السید ابی عبد اللہ الحسین بن ابی سہل
الزینوابادی وھو سمع علی الشیخ
رشید الدین علی بن زیرک القمی علی السید
ابی ھاشم مجتبی بن حمزة الحسینی
وھما سمعاہ علی المفید عبد الجبار
بن عبد اللہ القاری الرازی

اور ان دونوں نے مفید عبد الجبار بن عبد اللہ
قاری رازی کی مجلس میں۔

ابو علی الحسن بن الحسین بن حاجب الکلبی

فی کتاب اجازات البحار الشیخ العفیف
الزاھد القاری قرء علیه کتاب نھایة
الطوسی السید ابو المکارم بن زھرة
الحسینی

ابو علی حسن بن حسین بن حاجب کلبی کتاب
الاجازات بحار الانوار میں ہے کہ یہ شیخ عفیف زاہد
قاری تھے۔ سید ابو المکارم بن زہرہ حسینی نے ان کو
طوسی کی کتاب الاحکام انکو سنائی۔

الحفاظ فی المائة السادسة

چھٹی صدی کے حفاظ

باوع بن دباس النحوی

السیوطی فی بغیة الوعاة المطبوعة
فی مصر ص ۲۳۶ عدہ من الحفاظ و
کذلک العلامة السید حسن الصدر
فی تاسیس الشیعة الکرام لفنون
الاسلام وکذالک المجلسی فی
اجازات البحار

باوع بن دباس نحوی۔ بغیة الوعاة سیوطی
مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۶ میں انکا شمار منجملہ حفاظ ہے
اور اسیطرح علامہ صدر نے تاسیس الشیعہ میں اور علامہ
مجلسی نے بحار میں لکھا ہے۔

الآمر باحکام اللہ الخلیفة

نسمة السحر فیمن تشیع وشعر عدہ

خلیفہ آمر باحکام اللہ۔ نسمة السحر میں انکا
شمار شیعوں میں ہے۔ مقریزی نے خطط میں لکھا ہے

من الشیعة قال المقریزی فی الخطط

انه ولد یوم الثلاثا ثالث عشر المحرم

سنة ۴۹۰ وبویع بالخلافة یوم مات ابوه وهو

طفل له من العمر خمس سنین وشهر

وایام یوم الثلثا سابع عشر صفر

سنة ۴۹۵ احضره الافضل بن امیر الجیوش

وبایع له ونصبه مکان ابیه ونعته

بالامر باحکام الله وقد قتل یوم

الثلاثا رابع عشر ذی القعدة سنة ۵۲۴

وکان اسمر شدید السمرة یحفظ

القرآن ویکتب خطا ضعیفا

کہ روز سہ شنبہ ۱۳ محرم سنہ ۴۹۰ھ میں پیدا ہوئے

انکی بیعت انکے والد کے انتقال کے دن کی گئی

یہ پانچ برس چھ ماہ کچھ دنوں کے تھے سہ شنبہ

صفر کی ۱۷ تاریخ اور سنہ ۴۹۵ھ تھا انکو افضل بن

امیر الجیوش نے بلایا انکی بیعت کی انکے باپ کی

مسند پر بٹھایا اور آمر باحکام اللہ انکی صفت

(لقب) قرار دی سہ شنبہ ۱۴ ذی العقدہ سنہ ۵۲۴ھ کو

قتل کئے گئے گندم گوں کھلا ہوا انکا رنگ تھا

حافظ قرآن تھے خط کچا تھا۔

الامیر زید بن الامیر عبد الله ذو بخشی

السید اکبر حسین فی کتاب تاریخ زیدیه

ذکر انه ولد سنة ۶۶۲ ولما بلغ عمره اربعین

سنین واربعة اشهر واربعة ایام

انطلق الی المدرسة ولما بلغ تسع سنین

صار حافظا للقرآن

امیر زید بن امیر عبد اللہ ذو بخش

سید اکبر حسین نے تاریخ زیدیہ میں بیان کیا ہے کہ یہ سنہ ۶۶۲ھ میں پیدا

ہوئے جب چار برس چار ماہ چار دن کے ہوئے

تو مدرسہ میں داخل ہوئے نو برس کی عمر میں حافظ

قرآن ہو گئے۔

الحکیم ناصر خسرو العلوی

له کتاب الرحلة الفارسیة المطبوع

فی برلین فی مطبعة الکاویانی موجود

فی مکتبة الامام الثامن بارض الطوس

حکیم ناصر خسرو علوی

انکی تصنیف سے فارسی میں کتاب الرحلہ ہے جو برلن مطبعہ کاویانی میں

چھپی ہے اور امام رضا علیہ السلام کے کتبخانہ کے

اندر طوس میں موجود ہے اسکے اندر اپنے حالات میں

يذكر فيه حمد المصنف انه ولد سنة ۲۹۴
وفى مدة قليلة حفظ القرآن والحديث والادب

ابو الحسين احمد بن المنير العاملى الطرابلسى
الشامى

ابن خلكان حفظ القرآن وتعلم اللغة والادب
وقال الشعر وقدم دمشق فسكنها
وكان رافضيا كثير الهجاء وقال فى ترجمة
محمد بن نصر الخالدى كان هو وابن منير
شاعرى الشام فى ذالك العصر و
كان ابن منير ينسب الى التحامل على الصحابة
ويميل الى التشيع فكتب اليه الخالدى
وقد بلغه انه هجاه

ابن منير هجوت منى حبرا
افاد الورى صوابه
ولم يضيق بذالك صدرى
فان لى اسوة الصحابة

شرف الدين

هو ابو القاسم فضل بن يحيى بن ابى على
بن عبد الله نقيب حلب ابن جعفر
بن ابى تراب زيد بن جعفر بن ابراهيم
بن ابى ابراهيم محمد الحرانى بن احمد الحجازى

لکھتے ہیں کہ ۳۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور تھوڑی سی مدت
میں قرآن و حدیث و ادب کو حفظ کر لیا۔

ابو الحسین احمد بن منیر عاملی طرابلسی شامی

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ انہوں نے قرآن حفظ کیا
اور علم لغت و ادب سیکھا شعر بھی کہتے تھے دمشق
میں آکر رہنے لگے تھے رافضی تھے ہجو میں بہت کہتے
تھے۔ اور محمد بن نصر خالدی کے حالات میں لکھا ہے
کہ یہ اور ابن منیر دونوں اس زمانہ کے شامی شاعر تھے
ابن منیر کے متعلق کہا جاتا تھا کہ صحابہ پر طعن کرتے اور
تشیع کیطرف مائل ہیں خالد کو یہ خبر ملی تھی کہ ابن منیر نے
انکی ہجو کہی ہے تو انہوں نے لکھکر بھیجا کہ ؎

ای ابن منیر تمنے میرے بہترین و عمدہ عقیدہ کی مذمت کی ہے وہ عقیدہ
جسکو ساری دنیا درست و صحیح کہتی ہے
اس سے مجھے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی
اسلئے کہ میں صحابہ کا تابع ہوں

شرف الدین۔ ابو القاسم فضل بن یحیی بن
ابی علی بن عبد اللہ نقیب حلب بن جعفر بن ابی تراب
زید بن جعفر بن ابراہیم بن ابی ابراہیم محمد حرانی بن
احمد حجازی ابن محمد بن حسین بن اسحاق مؤتمن بن
امام جعفر صادق علیہ السلام عمدۃ الطالبین میں ہے

ابن محمد بن الحسين بن اسحٰق المؤتمن ابن الامام جعفر الصادق

کہ یہ سید عالم حافظ قران تھے

عمدة الطالب هو السيد العالم حافظ كتاب الله

صدر الحفاظ ابو العلاء حسن بن احمد بن الحسن بن محمد بن سهل بن سلمة العطار الهمداني

صدر الحفاظ ابو العلاء حسن بن احمد بن حسن بن محمد بن سہل بن سلمہ عطار ہمدانی۔

الشيخ منتجب الدين في فهرسته علامة في علم الحديث والقرائة كان من اصحابنا وله تصانيف في الاخبار والقرائة منها كتاب الهادي في معرفة المقاطع والمبادي شاهدته وقرأته عليه

شیخ منتجب الدین نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ یہ حدیث و قرأت کے علامہ ہمارے علماء میں سے تھے اخبار و قرائت میں انکی بہت سی تصانیف ہیں منجملہ ایک کتاب الہادی بھی ہے جسکو میں نے دیکھا اور انکے سامنے پڑھا ہے۔

السيوطي في بغية الوعاة كان اماما في النحو واللغة وعلوم القرآن والحديث والادب والزهد وحسن الطريقة والتمسك بالسنن قرء القرآن بالروايات ببغداد على البارع الحسين بن دباس وبواسط واصبهان وسمع من ابي على الحداد وابي القاسم بن بيان وجماعة وبخراسان عن ابي عبد الله العزاوي وحدث وسمع منه الكبار و

سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ یہ نحو لغت علم قران و حدیث ادب اور زہد کے امام تھے سنتوں پر خوب عمل اور انکے ساتھ تمسک کرتے تھے قران کو مع روایات قرائت کے بغداد میں حسین بن دباس کو پڑھکر سنایا اور واسط و اصفہان میں ابی علی حداد ابو القاسم ابن بیان اور ایک جماعت محدثین سے اور خراسان میں ابی عبد اللہ غزاری سے روایات سنیں اور بیان کیں انسے بڑے بڑے علماء و حفاظ نے روایات سنیں

والحفاظ وانقطع الى اقراء القرآن و
الحديث الى آخر عمره وكان بلوغا على
حفاظ عصره في الانساب والتواريخ
والرجال وله تصانيف في انواع العلوم وكان
يحفظ الجمهرة

محمد بن احمد بن حمدان الخباز البلدي

الثعالبي في يتيمة الدهر في شعراء العصر
من عجيب امره انه كان اميا وشعره
كله ملح وتحف وغرر وطرف ولا يخلو
مقطوعة من معنى حسن او مثل
سائر كان حافظا للقرآن مقتبسا منه
في شعره وكان يتشيع ويتمثل في شعره
بمذهبه وفي تتمة السحر فيمن تشيع
وشعر نحوه

رشيد الدين محمد بن علي بن شهر آشوب
بن ابي نصر بن ابي الجيش السروي المازندراني

صلاح الدين الصفدي في الوافي بالوفيات
محمد بن علي بن شهر آشوب الثانية

سين مهملة ابو جعفر السروي
المازندراني رشيد الدين الشيعي
احد شيوخ الشيعة حفظ اكثر

یہ آخر عمر تک قرآن و حدیث کی تعلیم میں مصروف و منہمک
رہے اپنے زمانہ کے حفاظ میں انساب و تواریخ و علم
رجال میں سب سے زیادہ ماہر تھے مختلف علوم میں
انکی بہت سی تصانیف ہیں یہ ابن درید کی کتاب جمہرہ
کے حافظ تھے۔

محمد بن احمد بن حمدان خباز بلدی ثعلبی نے
یتیمۃ الدہر میں لکھا ہے کہ انکی عجیب بات یہ
تھی کہ ان پڑھ تھے مگر ان کے شعر تمام ملیح عمدہ
بے مثل اور اعلیٰ ہوتے تھے ایک قطعہ بھی اچھے
معنی یا مثل مشہور سے خالی نہ ہوتا تھا حافظ
قرآن تھے قرآن سے اپنے اشعار میں اقتباس
کرتے مذہب شیعہ رکھتے اور اپنے اشعار میں
اپنا مذہب بیان کرتے تھے۔ تتمۃ السحر میں بھی
یہی ہے۔

رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی
صلاح الدین صفدی نے وافی میں لکھا ہے کہ
آشوب سین سے ہے نہ شین سے ابو جعفر سروی
مازندرانی رشید الدین شیعی منجملہ شیوخ شیعہ تھے
آٹھ سال کی عمر میں قرآن کا زیادہ حصہ یاد کرلیا
تھا علم اصول شیعہ میں انتہا کو پہنچے ہوئے
تھے ان کے پاس شہروں سے طلاب علوم آتے تھے

القرآن ولد ثمان سنين و بلغ النهاية
في اصول الشيعة كان يرحل اليه من
البلاد ثم تقدم في علم القرآن والغريب
والنحو و وعظ على المنبر ايام المقتفى
ببغداد و اعجبه و خلع عليه و كان
بهي المنظر حسن الوجه و الشيبة
صدوق اللهجة مليح المحاورة واسع
العلم كثير الخشوع والعبادة والتهجد
لا يكون الا على وضوء واثنى عليه
ابن ابي طي في تاريخه ثناء كثيراً توفي
سنة ۵۸۸ھ

پھر یہ علم قرآن وغریب و نحو میں بڑھے زمانہ
مقتفی میں بغداد میں منبر پر وعظ کیا جو
مقتفی کو پسند آیا انکو خلعت دیا یہ خوش منظر
خوبرو ضعیفی میں بھی خوبصورت۔ صادق اللہجہ
خوش کلام۔ وسیع العلم۔ کثیر الخشوع۔
بڑے عابد اور تہجد گذار ہمیشہ باوضو رہتے تھے
ابن ابی طے نے اپنی تاریخ میں انکی بہت تعریف
کی ہے ۵۸۸ھ میں انتقال کیا۔

مجد الدين محمد بن يعقوب
الفيروزابادي صاحب القاموس
في كتاب البلغة في تراجم ائمة النحو
واللغة ذكر مثل ذلك في عدة مؤلفاته
ايضاً

مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس نے کتاب
بلغہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور انکی تالیفات
گنائی ہیں۔

شمس الدين محمد بن علي بن احمد الداودي
المالكي تلميذ
السيوطي في كتاب طبقات المفسرين

شمس الدین مالکی تلمیذ۔ سیوطی نے
کتاب طبقات المفسرین میں لکھا ہے کہ یہ
شیوخ شیعہ میں سے تھے علم حدیث میں مشغول ہوئے
راویان حدیث سے ملاقات کی پھر علم فقہ حاصل
کیا اور اپنے مذہب کی فقہ میں انتہا کو پہنچ گئے
علم اصول کے بھی ماہر ہوگئے یہاں تک کہ مرجع

محمد بن علي بن شهر آشوب بن ابي
نصر ابو جعفر السروي المازندراني
رشيد الدين احد شيوخ الشيعة

اشتغل بالحدیث ولقی الرجال ثم تفقه
وبلغ النہایۃ فی فقہ اھل مذھبہ
ونبغ فی الاصول حتی صار رحلۃ ثم
تقدم فی علم القرآن والقراءت والتفسیر
والنحو وکان امام عصرہ وواحد
دھرہ احسن الجمع والتالیف
وغلب علیہ علم القرآن والحدیث
وھو عند الشیعۃ کالخطیب
البغدادی لاھل السنۃ فی تصانیفہ
وتعلیقات الحدیث ورجالہ ومراسیلہ
ومتفقہ ومتفرقہ الی غیر ذالک
من انواعہ واسع العلم کثیر الفنون
مات فی شعبان سنۃ ۵۸۸

پھر علم قرآن - قرات - تفسیر اور نحو میں بڑھے اپنے
زمانہ کے امام اور یکتائے روزگار تھے خوب تصنیف
وتالیف کی ان میں علم قرآن وحدیث غالب
تھا یہ تصنیفات اور علم حدیث کے اعتبار
سے شیعوں میں ایسے تھے جیسے اہلسنت میں خطیب
بغدادی وسیع العلم کثیر الفنون تھے شعبان
۵۸۸ھ میں وفات پائی۔

الحفاظ فی المائۃ السابعۃ

ساتویں صدی کے حفاظ

شرف الاشراف بنت السید علی بن طاؤس

قال والدھا فی کتاب سعد السعود
وقفت مصحفا علی ابنتی الحافظۃ
لکتاب اللہ المجید شرف الاشراف
حفظتہ وعمرھا اثنتا عشر سنۃ

شرف الاشراف بنت سید علی بن طاوس

آپ کے والد نے کتاب سعد السعود میں لکھا ہے
کہ میں نے اپنی بیٹی شرف الاشراف کے لئے قرآن
وقف کر دیا جو حافظہ قرآن تھیں اور بارہ سال کی
عمر میں قرآن حفظ کیا تھا۔

فاطمہ بنت السید علی بن طاوس

فاطمہ بنت سید علی بن طاوس - انکے لئے بھی

في كتاب سعد السعود وقفت مصحفا فاما جزاء على ابنتي الحافظ للقرآن الكريم فاطمة حفظته وعمرها دون التسع سنين

السيد عبد الكريم بن احمد بن طاوس الملقب بغياث الدين المكنى بابي المظفر

ابن داود هو بحاله غياث الدين الفقيه النسابة النحوي العروضي الزاهد العابد ابو المظفر قدس الله روحه انتهت رياسة السادات وذوي النواميس اليه وكان اوحد زمانه حائري المولد حلي المنشاء بغدادي التحصيل كاظمي الخاتمة ولد في شعبان سنة ٦٩٣ وتوفي في شوال سنة ٦٩٣ وكان عمره خمسا واربعين سنين واياما كنت قرينه طفلين الى ان توفي ما رأيت قبله ولا بعده كخلقه وجميل قاعدته وحلو معاشرته ثانيا ولا لذكائه وقوة حافظته مماثلا ما دخل في ذهنه شيء قط فنساه حفظ القرآن في مدة يسيرة وله احدى عشر

سید علی بن طاوس علیہ الرحمہ نے شرف الاولاد کی طرح لکھا ہے اور یہ کہ انہوں نے ۹ سال سے کم عمر میں قرآن حفظ کیا۔

سید عبد الکریم بن احمد بن طاوس۔

غیاث الدین لقب ابو جعفر کنیت ابن داود نے اپنی رجال میں لکھا ہے کہ غیاث الدین فقیہ علامہ۔ نسب نحوی عروضی زاہد عابد ابو المظفر قدس اللہ روحہ مالک ریاست سادات و اشراف اپنے زمانہ کے یکتا حائری المولد تھے حلہ میں پرورش پائی بغداد میں تحصیل علوم کی کاظمین میں وفات پائی شعبان ۶۴۸ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۶۹۳ھ میں انتقال فرمایا جبکہ ۴۵ سال کچھ دن کا سن تھا۔ میں بچپن سے انکی وفات تک انکا ساتھی رہا میں نے نہ انسے پہلے اور نہ انکے بعد میں انکے خلق، باقاعدگی اور خوش معاشرتی میں انکا ثانی اور انکی ذکاوت وقوت حافظہ میں انکا مثل نہیں دیکھا جو چیز انکے ذہن میں آجاتی تھی اسے بھولتے نہیں تھے تھوڑی سی مدت میں قرآن یاد کرلیا جبکہ ۱۱ سال کا سن تھا لکھنا سیکھا تو چالیس دن میں اس علم سے بے نیاز ہوگئے جبکہ چا

سنۃ واشتغل بالکتابۃ واستغنی
عن المعلم فی اربعین یوما وعمرہ
اذ ذاک اربع سنین

الحفاظ فی المائۃ الثامنۃ

عبد اللہ بن محمد بن ھرون الطائی
الاندلسی الطولشی
السیوطی فی بغیۃ الوعاۃ ولد سنۃ ۶۰۳
واخذ النحو عن الدباج والشلوبین
ولازم خال امہ عصام بن خلصہ
وقرء القران علی جدہ لامہ محمد بن
القادم المعافری وسمع من ابی
القاسم بن بقی وغیرہ وھو من
اھل بیت علم وجلالۃ برع فی النحو
واللغۃ وسائر علوم الادب والتواریخ
ولہ نظم ونثر کثیر وکان شدید التشیع

علاء الدین الکندی علی بن المظفر
الوداعی

صلاح الدین الصفدی فی تاریخہ
قال ابن شاکر فی فوات الوفیات
الادیب البارع المقری المحدث الکاتب
المنشی علاء الدین الکندی کاتب ابن وداعۃ

سال کی عمر تھی۔

آٹھویں صدی کے حفاظ

عبد اللہ بن محمد بن ہارون طائی اندلسی طولشی
سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں لکھا ہے کہ یہ سنہ ۶۰۳ میں
پیدا ہوئے علم نحو دباج اور شلوبین سے حاصل کیا
اپنی ماں کے ماموں عصام بن خلصہ کے ساتھ
رہے قران اپنے نانا محمد بن قادم معافری سے سنا
ابو القاسم بن بقی وغیرہ سے روایات سنیں یہ خانوادہ
علم وجلالت سے تھے۔ نحو۔ لغت دیگر علوم اور
تواریخ میں فائق وماہر تھے نظم ونثر دونوں میں
انکا بہت سا کلام ہے یہ بڑے سخت شیعہ تھے۔

علاؤ الدین کندی علی بن مظفر وداعی۔
صلاح الدین صفدی نے اپنی تاریخ میں فوات الوفیات
سے ابن شاکر کا قول نقل کیاہے کہ ادیب ماہر قاری
محدث کاتب منشی علاؤ الدین کندی ابن وداعہ
کے کاتب المعروف بہ وداعی سنہ ۶۴۰ میں پیدا
ہوئے اور سنہ ۷۱۶ میں وفات پائی ساتوں قرائتیں

المعروف بالوجاعي ولد في سنة ٦٦٤ وتوفي سنة ٧٢٦ تلا بالسبع على القاسم الاندلسي وطلب الحديث ونسخ الاجزاء وسمع من الخشوعي والكفرطائي والصدر البكري وعثمان بن الخطيب القرافه والنقيب ابن ابي الحسن وابن عبد الدائم وغيره ونظر في العربية وحفظ كثيرا من اشعار العرب وهو صاحب التذكرة الكندية المعروفة بالسمساطية في خمسين مجلد فيها عدة فنون وكان شيعيا

قاسم اندلسی سے حاصل کیں علم حدیث بھی حاصل کیا اور حدیث میں بہت سے اجزاء لکھے خشوعی، کفرطائی۔ صدر بکری۔ عثمان بن خطیب قرافہ۔ نقیب ابن ابی الحسن۔ ابن عبد الدائم وغیرہ سے روایات سنیں علوم عربیہ سے بہت غور و خوض کیا بہت سے اشعار عرب یاد کیے۔ کتاب تذکرہ کندیہ معروف بہ سمساطیہ پچاس جلدوں میں لکھی جسمیں بہت سے فنون ہیں یہ شیعہ تھے

السيد يوسف بن ناصر بن الحماد الحسيني لقبه جمال الدين وكنيته ابو المحاسن

في البحار في كتاب الاجازات جمال الدين احمد بن محمد بن حداد الحلي ذكر في اجازة الشهيد محمد بن مكي قرأت القرآن على السيد جمال الدين ابي المحاسن يوسف بن ناصر بن حماد الحسيني الغروي بروايته عن ابي بكر عاصم بن ابي النجود ابن بهدلة الخياط الكوفي برواية راويه ابي بكر وحفص بن سليمان بن مغيرة البزاز الكوفي وبرواية الكسائي وراويه

سید یوسف بن ناصر بن حماد حسنی جمال الدین لقب ابو المحاسن کنیت۔ بحار الانوار کتاب الاجازات میں ہے کہ جمال الدین احمد بن محمد بن حداد حلی نے جو اجازہ شہید محمد بن مکی کو دیا ہے اسمیں لکھا ہے کہ میں نے قران سید جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن ناصر بن حماد حسنی غروی سے ابوبکر عاصم بن ابی النجود ابن بہدلہ خیاط کوفی اور کسائی کی روایات قرائت کے مطابق پڑھا اور خود انہوں نے عاصم و کسائی دونوں کے دو دو راویوں کی روایات کے ذریعہ سے انکی روایات کے مطابق پڑھا تھا اور انکا قول ہے

وقال قرأت بهما القرآن الكريم فلمن فاتحة الى خاتمة على السيد رضي الدين ابي عبد الله الديري وابي الحرث الليث بن غالب البغدادي

الشيخ جمال الدين احمد بن محمد بن حداد الحلي

قد تقدم انه ذكر في اجازته للشهيد محمد بن مكي قرأت القران على السيد جمال الدين الى آخره

الشهيد محمد بن مكي الجبعي العاملي

بحار الانوار في كتاب الاجازات قد ذكر جمال الدين احمد بن محمد بن حداد الحلي في اجازته للشهيد محمد بن مكي قد اجزت الحافظ المجود المجيد معجز القرآن المجدد ما درس من دروس الحفاظ القدماء كثر الله في القراء المجودين مثله بحق سيدنا محمد النبي وسلم من اقتفى من الله بهدیه وسلك من عترته محجة واتبع سبيله

الحفاظ في المائة التاسعة

الحافظ الطاهر الاصبهاني

العلامة الشيخ محسن الشهير بآقا بزرگ ...

کرمیں نے ان دونوں کی روایات کے مطابق سید رضی الدین ابی عبد اللہ دوری اور ابی الحرث لیث بن غالب بغدادی سے از اول تا آخر قرآن پڑھا۔

شیخ جمال الدین احمد بن محمد بن حداد حلی۔

اوپر بیان ہو چکا کہ انہوں نے اس اجازہ میں جو شہید محمد بن مکی کو دیا ہے لکھا ہے کہ میں نے سید جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن ناصر الدین سے قرآن پڑھا۔

شہید محمد بن مکی جبعی عاملی۔ بحار الانوار کتاب الاجازات میں ہے کہ جمال الدین نے انکو جو اجازہ دیا ہے (جنکا ذکر اوپر سے ہوتا چلا آرہا ہے) اس میں لکھا ہے کہ میں ایسے شخص کو اجازہ دیتا ہوں جو حافظ قرآن ماہر تجوید معجزہ قرآن کو ثابت کرنیوالا حفاظ متقدمین کے جو آثار مٹ گئے ہیں انکی تجدید کرنیوالا ہے خداوند عالم قاریان باکمال میں اسکے امثال بہت سے پیدا کرے آمین بحق محمد و آلہ و اتباعہ

نویں صدی کے حفاظ

حافظ طاہر اصفہانی۔ علامہ شیخ محسن معروف بہ آقا بزرگ طہرانی ساکن سامرا کتاب احیاء الداثر میں لکھتے ہیں ... بعض کتاب تجوید ... انکو فخر الدین حافظ

في كتاب احياء الداثر المعبر عنه في بعض كتب التجويد بفخر الدين حافظ طاهر الاصبهاني القاري له رسالة في التجويد فارسية اولها باب المد والقصر ثم باب الادغام هكذا

طاہر اصفہانی قاری کہا گیا ہے علم تجوید میں انکی ایک فارسی کتاب ہے جسکا پہلا باب باب المد والقصر دوسرا باب الادغام ہے وعلی ہذا القیاس

الشيخ محمد بن محمد بن مساعد بن عياش العاملي الجزيني

شیخ محمد بن محمد بن مساعد بن عیاش عاملی جزینی۔

الحر العاملي في امل الامل كان فاضلا قاريا صالحا له كتاب مقتل الحسين وكتاب الادعية الماثورة من المعاصرين للشهيد الثاني

حر عاملی امل آمل میں فرماتے ہیں کہ یہ فاضل قاری صالح تھے انکی تصنیف سے ایک کتاب مقتل الحسین ہے اور ایک وہ کتاب جسمیں وہ دعائیں ہیں جو شہید ثانی کے معاصرین سے منقول ہیں۔

الحافظ شاه ملا قاری محمد بن الحافظ لطف الله الاصبهاني

حافظ شاہ ملا قاری محمد بن حافظ لطف اللہ اصفہانی۔

في كتاب احياء الداثر ذكر الاب والابن وانهما حافظان للقران وفي مكتبة النجف الاشرف المؤسسة للحاج علي محمد النجف آبادي الاصبهاني مجموعة يذكر فيها محمد الشهير بشاه ملا الحافظ القاري ابن لطف الله الحافظ الاصبهاني

کتاب احیار الداثر میں ان دونوں باپ بیٹوں کا تذکرہ ہے اور یہ کہ دونوں حافظ قرآن تھے کتب خانہ نجف اشرف قائم کردہ حاج علی محمد نجف آبادی اصفہانی میں ایک کتاب ہے جسمیں لکھا ہے محمد معروف بہ شاہ ملا حافظ قاری ابن لطف اللہ حافظ اصفہانی۔

الشيخ مظفر الحافظ

شیخ مظفر حافظ۔ انکا حال عنقریب آئیگا۔

وسیاتی ذکرہ و ترجمتہ

الحفاظ فی المأۃ العاشرۃ

الشیخ عبداللہ الحافظ

العلامۃ الشیخ محسن النجفی بشہیر
آقابزرگ فی کتاب البدور الباہرۃ فی
تراجم من بعد العاشرۃ الشیخ جعفر
الحافظ ابن الشیخ عبداللہ الحافظ
ابن مظفر الحافظ النجفی المولد والمسکن
رأیت فی نسخۃ من فرحۃ الغری کتبہا
الشیخ عبداللہ الحافظ لنفسہ و
کتب ولدہ بخطہ علی ظہر النسخۃ تملکہ
لہ فی سنۃ ۱۰۳۸ ویظہر من العبارۃ والخط
واللقب ان الوالد والولد من الفضلاء
والادباء الحفاظ فی عصرہما

الشیخ جعفر الحافظ

قد تقدم فی ترجمۃ السابق انہ من الحفاظ

الشیخ عبدالسلام بن محمد الحر العاملی
کان عالما عظیم الشان جلیل القدر
زاہدا عابدا ورعا فقیہا محدثا
ثقۃ لم یکن لہ نظیر فی زمانہ فی الزہد
والعبادۃ ...

دسویں صدی کے حفاظ

شیخ عبداللہ الحافظ۔ آقا بزرگ ممدوح کتاب
بدور باہرہ میں انکے بیٹے کے حال میں تحریر فرماتے ہیں
کہ حافظ شیخ جعفر بن حافظ عبداللہ بن حافظ
ابن مظفر نجف میں پیدا ہوئے اور نجف ہی میں
رہے میں نے کتاب فرحۃ الغری کا ایک نسخہ دیکھا
جسکو شیخ عبداللہ نے اپنے لئے لکھا تھا اور انکے
فرزند نے اسکی پشت پر لکھا تھا کہ میری ملکیت میں
یہ نسخہ ۱۰۳۸ میں آئی اور عبارت وخط ولقب سے یہ معلوم
ہوتا تھا کہ باپ بیٹے دونوں اپنے اپنے زمانہ کے
فضلاء و ادباء و حفاظ میں سے تھے۔

شیخ جعفر حافظ۔ اوپر بیان ہوا کہ یہ حفاظ
میں سے تھے۔

شیخ عبدالسلام بن محمد حر عاملی۔ یہ عالم
عظیم الشان جلیل القدر زاہد عابد متقی فقیہ محدث
ثقہ تھے انکے زمانہ میں زہد وعبادت میں انکا مثل
نہ تھا، اپنے باپ، اپنے بھائی شیخ حسن بن شہید ثانی
عاملی اور سید محمد بن ابوالحسن عاملی وغیرہ سے پڑھا

علی وعلی الشیخ حسن بن الشهید
الثانی العاملی وعلی السید محمد بن ابی
الحسن العاملی وغیرهم له رسائل منها
ارشاد المنصف البصیر الی طریق
الجمع بین اخبار التقصیر ورسالة
فی المفطرات ورسالة فی الجمعة وغیر ذالک
من الرسائل والفوائد المفردة کان
ماهرا فی الفقه والعربیة قرأت علیه
وکان عمری نحو عشر سنین وکان حسن
التقریر جدا حافظا للمسائل والنکت
کف بصره وهو فی سن الثمانین فحفظ
القرآن فی ذالک الوقت ثم عمر حتی جاوز
التسعین ولما توفی رثیته بقصیدة
طویلة هذا ما ذکره الشیخ الحر العاملی
فی کتاب امل الآمل

انکا ایک رسالہ ارشاد المنصف ہے جسکے اندر
احادیث تقصیر میں جمع کا طریقہ بیان کیا ہے
اسیطرح رسالہ مفطرات رسالہ جمع وغیرہ وغیرہ
بہت سے رسائل وافادات ہیں یہ ماہر فقہ وعلوم
عربیہ تھے میں نے دس سال کی عمر میں انسے پڑھا
نہایت خوش تقریر اور حافظ مسائل ونکات
علمیہ تھے اسّی سال کی عمر میں نابینا ہوگئے تھے
اسوقت قرآن یاد کیا نوّے سال تک زندہ رہے
جب انتقال فرمایا تو میں نے انکا بہت بڑا مرثیہ
کہا یہ ہے جو کچھ شیخ حر عاملی نے کتاب امل آمل
میں شیخ عبد السلام رح کے متعلق بیان کیا ہے۔

الحاج محمد رضا ابن الحاج محب علی السبزواری

قال العلامة الشیخ محسن الطهرانی
الساکن بسامراء فی کتاب البدور
الباهرة فی المائة بعد العاشرة انه
کان حافظا یقرء فی الروضة المطهرة

حاج محمد رضا ابن حاج محب علی سبزواری

آقا بزرگ طہرانی نے کتاب بدور باہرہ میں لکھا ہے
کہ یہ حافظ قرآن تھے اور روضہ مطہرہ رضویہ میں
قرائت عاصم کے مطابق قرآن پڑھا کرتے تھے۔

الرضویة علی قرائة عاصم

حسن بن علی بن الحسین بن النعمی الحسینی

قال العلامة الشیخ علی من آل کاشف الغطاء فی الحصون المنیعة فی طبقات الشیعة حسن بن علی بن حسن بن محمد بن حسن بن عبد الرحمن بن یحیی بن محمد بن حسن بن عبد الرحمن بن یحیی بن محمد بن عیسی نعمی حسینی من فضلاء الزمان وادبائه وعلمائه وشعرائه ولد بصنعاء وبها نشاء وقرء القرآن واخذ عن والده علوما جمة وقویت همته فی طلب العلم وله نظم فاخر

حسن بن علی بن حسن نعمی حسنی

علامہ شیخ علی آل کاشف الغطائی حصون منیعہ میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ فضلاء و ادباء و علماء و شعراء زمانہ میں سے تھے صنعاء میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے اور قرآن پڑھا اپنے والد ماجد سے بہت سے علوم حاصل کئے طلب علم میں نہایت قوی الہمۃ تھے انکی نہایت عمدہ نظمیں ہیں

الحفاظ فی المائة الحادی عشر

اسحٰق بن یوسف الصنعانی

نسمة السحر یمن تشیع وشعر فی ذیل ترجمة یوسف بن یحیی بن حسین بن المؤید باللہ بن منصور باللہ قاسم بن محمد بن علی الصنعانی حکی عن

گیارہویں صدی کے حفاظ

اسحٰق بن یوسف صنعانی

نسمۃ السحر میں انکے والد یوسف بن یحیی کے حالات میں انکی یہ عبارت مرقوم ہے۔ تحقیق کہ بے وفا زمانہ نے بد عہد نصیب نے ڈس لینے والی راتوں نے اور ان دنوں نے کہ جو ایک دن اور ایک ساعت کے لیئے بھی خوشی نہیں ہونے دیتے مجھ کو ماہ جمادی

ولجد العاثر والليالي اللئيمة والايام
التي ما لذت يوما ولا ساعة فجعتني
في شهر جمادى بما كان بهجة فرحي و
انسي وما فاتبرت غصني الناضر
وفقأت من انسان الناظر فجعتني
بسليلي واخرست بناوها غليلي و
ذهبت بولدي هلاله واطفأت
من كوكبي الزاهر ذباله......
وكان قد بلغ من السنين عشرا
وقارب هلاله ان يكون بدرا وحفظ
من القران الى المدثر فامسى بالتراب
مدثرا فاعجب لبقائي بزعمي بعده
ولا تسل عن دم قلبي وعيني كما
جرى فعند الله احتسب ولدي
بسوددي ومن يلاحظ وعن ودي
وكانت ليلة الاربعاء الرابع عشر
من جمادى الاولى سنة اربع عشر
ومائة والف فهي الليلة المنحوسة
عندي ولا شك ولا خلاف وان
كان الثواب بقدر المصاب فمن
ذي المنن فما ثوابي في مصيبتي الدائمة

میں اس کے غم میں مبتلا کیا جو میری فرحت و
انس کی بحالی کا باعث ہی جو یاد خواہاں تھا
یعنی میری تر و تازہ شاخ ٹوٹ گئی میری تپلی سے
بینائی جاتی رہی مجھے میرے فرزند کے رنج میں
مبتلا کیا اپنی آگ سے میری آتش غم و حزن کو
بھڑکایا میرے کمسن فرزند کو چھین لیا میرے
نجم تاباں کی چمک کو بجھا دیا حالانکہ وہ ابھی
دسویں ہی برس میں تھا یعنی ہلال تھا جو ماہ
کامل ہونے کے قریب تھا سورۂ مدثر تک اُس نے
قرآن یاد کر لیا تھا کہ خاک کی چادر اوڑھ لی میرے
خیال میں اسکے بعد میرا زندہ رہنا تعجب ہے حالانکہ
میرے قلب و چشم سے بہنے والے خونیں اشک
نہیں تھمتے میں سمجھتا ہوں کہ وہ میرا سردار لیکر خدا
کے پاس چلا گیا اور میری امید و توقعات کو توڑ
گیا یہ واقعہ چہار شنبہ ۱۴ جمادی الاولی سنہ ۱۱۱۴
کی رات میں ہوا جو بیشک میرے نہایت منحوس
ثابت ہوئی اگر خدا کیطرف سے ثواب بقدر مصیبت
ملتا ہے تو میری اس دائمی مصیبت پر میری جزا
جنت ہے۔

العلامة الشيخ سليمان بن عبد الله البحريني

الشيخ عبد الله بن صالح البحراني يذكر في تذكرته كان هذا الشيخ اعجوبة في الحفظ والدقة وسرعة الانتقال في الجوابات والمناظرات وطلاقة اللسان لم ار مثله قط وكان ثقة في النقل ضابطا امام عصره وحيد دهره اذعنت له جميع العلماء واقر بفضله جميع الحكماء كان جامعا لجميع العلوم حسن التقرير عجيب التحرير خطيبا شاعرا مفوها وكان في غاية الانصاف وكان اعظم علومه الحديث والرجال والتواريخ

الشيخ يوسف البحراني في لؤلؤة البحرين انه ذكر الشيخ سليمان كان مولده في ليلة النصف من شهر رمضان من السنة الخامسة والسبعين بعد الالف بطالع العطارد

علامہ شیخ سلیمان بن عبد اللہ بحرینی۔

شیخ عبد اللہ نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ نہایت عجیب الحافظہ حاضر جواب ماہر مناظرہ طلیق اللسان تھے میں نے ان کا مثل مطلقا نہیں دیکھا روایت میں معتبر و مستند تھے امام عصر و یکتائے دہر تھے اسلئے کہ انکے سامنے علماء سر بہ تسلیم اور حکما انکے معترف فضل تھے جامع علوم۔ خوش تقریر۔ عجیب التحریر خطیب۔ شاعر بلیغ الکلام تھے نہایت منصف بھی تھے اور حدیث و رجال و تواریخ میں مہارت عظیمہ تھی

سنین تقریبا واشتهرت شرعت
فی کسب العلوم ولی عشر سنین
ولم ازل مشتغلا بالتحصیل الی
هذا الاوان وهو العام التاسع
التسعون والالف

الحافظ السید محمد رضا

السید محمود الحافظ التبریزی
یذکر فی تذکرته العالم الحافظ
السید محمد رضا وهو قرء علی
ابیه الحافظ الامجد النبیل الاوحد
السید محمد

حافظ سید محمد رضا۔ سید محمود حافظ تبریزی
اپنے تذکرہ میں تحریر کرتے ہیں کہ عالم حافظ سید
محمد رضا نے اپنے باپ حافظ امجد نبیل اوحد
سید محمد سے پڑھا۔

الحافظ السید عبد الفتاح

السید محمود الحافظ التبریزی قال
فی تذکرته الحافظ الفاضل البارع
الکامل العارف بمعارف التنزیل
صاحب الورع والصلاح السید
عبد الفتاح وهو قرء علی عمه العالم
الحافظ السید محمد رضاء

حافظ سید عبد الفتاح۔ سید محمود ذکور
الصدر نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے حافظ
فاضل بارع کامل عارف معارف تنزیل
صاحب ورع وصلاح سید عبد الفتاح
نے اپنے چچا حافظ سید محمد رضا سے پڑھا

المولوی سید همایون بخت
بن غلام احمد خان بن تاج
محمود خان

مولوی سید ہمایوں بخت بن غلام
احمد خاں بن تاج محمود خاں

العلامۃ السید علی نقی اللکھنوی ذکر فی تذکرۃ ان السید اکبر حسین ذکر فی کتاب تاریخ الزیدیہ انہ کان حافظا للقرآن

سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب لکھنوی تذکرۃ الحفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید اکبر حسین نے تاریخ زیدیہ میں لکھا ہے کہ یہ حافظ قرآن تھے۔

السید عنایت اللہ

العلامۃ السید علی نقی اللکھنوی فی تذکرۃ ان المولوی عبدالحکیم السیالکوٹی ذکر فی تاریخ العلماء انہ کان طبیبا حاذقا حافظا للقرآن

سید عنایت اللہ۔ تذکرۃ الحفاظ میں تاریخ العلماء مصنفہ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی سے منقول ہے کہ یہ طبیب حاذق حافظ قرآن تھے۔

الحفاظ فی المائۃ الثانیۃ عشرۃ

بارہویں صدی کے حفاظ

الحافظ السید مھدی بن السید عبدالفتاح

الحافظ السید محمود التبریزی فی تذکرۃ الزاھد العابد العامل الحافظ التقی الآقا السید مھدی جعلہ اللہ من رفقاء جدہ الحسین سبط النبی وھو قرء علی ابیہ السید عبد الفتاح

حافظ سید مہدی بن سید عبدالفتاح

حافظ سید محمود تبریزی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ زاہد عابد عامل حافظ متقی آقا سید مہدی نے اپنے والد ماجد سے پڑھا۔

الحافظ السید محمد التبریزی

حافظ سید محمد تبریزی۔ میرزا محمود حافظ تبریزی

عہ اس کتاب کے چند حوالے آیندہ بھی آنیوالے ہیں ۱۲ مترجم

الميرزا محمود الحافظ التبريزي الذي سياتي ذكره ذكر في سند قرائته انی قرأت القرآن علی سیدی وسندی ووالدی هو العالم المؤید الفاضل المسدد الحافظ المجد الحاج السید محمد حشره الله تعالی مع جده الامجد وهو قرء علی والده الماجد الزاهد العابد الحافظ التقی الآقا السید محمد مهدی

نے جن کا ذکر آئندہ ہوگا اپنی قرائت کی سند میں بیان کیا ہے کہ میں نے سید سند والد ماجد عالم مؤید فاضل مسدد حافظ ممجد حاج سید محمد سے قرآن پڑھا اور انہوں نے اپنے والد ماجد زاہد عابد حافظ متقی آقا سید محمد مہدی سے۔

الميرزا محمود الحافظ التبريزي

قال سلطان العلماء صاحب خزائن القرآن فی علوم الفرقان مخزن الآیات فی کشف الکلمات الباهرات مخازن التحف الناصریة فی قرائة الائمة الاثنا عشریة جواهر القرآن فی علوم الفرقان بالعربیة حل الجواهر بالفارسیة خلاصة کتاب جواهر القرآن ذکر فی جواهر القرآن اما سند قرائة المؤلف فاعلم انی قرأت بها علی سیدی وسندی وهو العالم المؤید الی آخر ما نقلنا

میرزا محمود حافظ تبریزی

سلطان العلماء فرماتے ہیں کہ انکی تصنیف سے حسب ذیل کتابیں ہیں خزائن القرآن۔ مخزن الآیات۔ مخازن التحف جواہر القرآن عربی۔ حل جواہر فارسی۔ خلاصہ جواہر جواہر القرآن میں آپ خود لکھتے ہیں کہ میری قرائت کی سند یہ ہے کہ میں نے سید سند والد ماجد عالم مؤید الخ (جیسا کہ اوپر بیان ہوا)

الحاج ملا علی بن المیرزا خلیل الطهرانی

قال العلامة الشیخ علی آل کاشف الغطاء فی کتاب الحصون المنیعة فی طبقات الشیعة کان رحمه الله اوحدیا فی علم الرجال مولعا بالعبادة حافظا لتمام الصحیفة الکاملة و کثیر من الادعیة و کان یطیل القنوت فی الصلوٰة و کلما یعترض بعض المؤمنون یجیب من طال قنوته طال وقوفه بین یدی ربه و کان مواظبا علی ان یصلی نافلة المغرب بصورة صلوٰة جعفر الطیار و کان حافظا لکلام الله المجید

نواب میرزا ابر علیخان

العلامة السید علی نقی اللکھنوی ذکر فی تذکرة الحفاظ انه کان حافظا للقرآن

الحافظ ولی محمد، العلامة حافظ امداد علی صاحب

الحافظ عابد علی، الحافظ الشیخ محمد علیصاحب

البنارسی، الحافظ محمد حسن

حاج ملا علی بن میرزا خلیل طہرانی۔ علامہ شیخ علی آل کاشف الغطاء حصون منیعہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ علم رجال میں یکتا عبادت کے گرویدہ تمام صحیفہ کاملہ و نیز دیگر ادعیہ کے حافظ تھے نماز میں قنوت کو بہت طول دیتے تھے یا مومنین میں سے کوئی معترض ہوتا تو فرماتے کہ جو قنوت زیادہ دیر تک پڑھے گا وہ حساب کے لئے خدا کے سامنے تھوڑی دیر تک کھڑا رہے گا نافلہ مغرب کو پابندی کے ساتھ نماز جعفر طیار کی صورت میں پڑھا کرتے تھے حافظ قرآن تھے۔

نواب میرزا ابر علیخاں

علامہ سید علی نقی صاحب لکھنوی تذکرۃ الحفاظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حافظ قرآن تھے

حافظ ولی محمد۔ حاج حافظ امداد علی صاحب
حافظ عابد علی۔ حافظ شیخ محمد علی صاحب
بنارسی۔ حافظ محمد حسن۔ حافظ

الحافظ مفتی انوار علی صاحب
ابن الحکیم مظفر حسین صاحب
الحافظ المیرزا حیدر بیگ
الحافظ خیرات علی
الحافظ محمد سبحان اللہ صاحب
الحافظ غلام رضاء
الحافظ المیرزا محمد تقی خان صاحب
الفیض آبادی
الحافظ فیض اللہ الحافظ
ولی محمد
ہٰؤلاء کلہم الحفظۃ الکرام مذکورۃ
فی تذکرۃ الحفاظ للعلامۃ السید
علی نقی اللکھنوی

الحفاظ فی المأۃ الثالثۃ عشر

السید محمد حسن علیخان صاحب
الشاہزادہ ابن میر محمد نصیر خان
بہادر عالی والی حیدرآباد سندھ
القاری الحافظ جعفر علی صاحب
جارچوی
مذکوران فی تذکرۃ الحفاظ
للعلامۃ اللکھنوی انہما کانا حافظین

مفتی انوار علی صاحب۔ ابن حکیم
مظفر حسین صاحب۔ حافظ میرزا
حیدر بیگ۔ حافظ خیرات علی۔ حافظ
محمد سبحان اللہ صاحب۔ حافظ غلام رضا
حافظ میرزا محمد تقی خاں صاحب فیض آبادی
حافظ فیض اللہ۔ حافظ ولی محمد۔ ان
تمام حضرات حفاظ کا تذکرہ کتاب تذکرۃ حفاظ
میں ہے۔

تیرہویں صدی کے حفاظ

سید محمد حسن علیخاں شاہزادہ ابن میر محمد
نصیر خاں بہادر والی حیدرآباد سندھ۔
حافظ قاری جعفر علی صاحب جارچوی
ان دونوں حضرات کا تذکرہ بھی کتاب تذکرۃ
الحفاظ میں ہے۔

للقرآن

الحاج المیرزا محمد حسین الشہرستانی

المتولد فی کرمنشاہ ایران سنۃ ۱۲۵٦
القاطن بکربلاء صاحب کتاب
غایۃ المسئول فی علم الاصول
ذکر فی کشکول زوائد الفوائد
انہ فی اثنا اشتغالی بعلم الفقہ
والاصول حفظت القرآن الکریم
وتوفی سنہ ۱۳۱۵

الشیخ صالح النجفی

الشیخ محمد بہاؤ الدین صدر الشیعۃ
فی کتاب الفوائد البہائیۃ مطبوع
ایران ض ۶ من الاخیار المقدسین
المخلصین للائمۃ المعصومین
الطاہرین حافظ القرآن العظیم
المبین ومن الزہاد والعباد
والعلم بالسداد لہ قصیدۃ فی
مدح النبی ص عارض بہا قصیدۃ
بانت سعاد للکمیت اولہا
مالی ولی کید بہا مبتول

حاج میرزا محمد حسین شہرستانی ۔ بمقام
کرمان شاہ ایران ۱۲۵٦ سنہ میں پیدا ہوئے کربلا
کو وطن بنالیا تھا کتاب غایۃ المسئول علم اصول
میں انہی کی ہے اپنی کشکول زوائد الفوائد میں
فرماتے ہیں کہ میں نے اثنائے تحصیل فقہ واصول
میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا ۱۳۱۵ سنہ میں انتقال
فرمایا۔

شیخ صالح نجفی ۔ کتاب فوائد بہائیہ
مطبوعہ ایران صفحہ ۶۰ میں شیخ محمد بہاؤ الدین
صدر الشیعہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ اخیار
مقدسین اور مخلصین ائمہ طاہرین میں سے تھے
حافظ قرآن اور منجملہ اہل زہد وعبادت وعلم
وسداد تھے جناب رسالتمآب کی مدح
میں ایک قصیدہ لکھا تھا جسکا کمیت کے
قصیدہ "بانت سعاد" سے مقابلہ کیا تھا
وہ یہاں سے شروع ہوتا ہے۔

مالی ولی کید بہا مبتول الخ

وذم بصارم لحظها مسطول الشکو
وتمنعنی فاشکر فعالها
وتمیل بی فامیل حیث تمیل

الشیخ محمد حسین مروة العاملی

مجلة العرفان بصیداء الشام
برج ۴ ص ۵۶ المشتهر بالحافظ
احفظ حفاظ عصره توفی سنة ۱۳۲۶

الشیخ حسین بصیر الحلی

الحصون المنیعة فی طبقات الشیعة
ولد فی الحلة الفیحاء سنة ۱۲۹۶ ونشأ
بین ادبائها وتخرج علی السماع و
نظم شعرا ملیحا فصیحا وکان
یعبر عنه ببشار الفیحاء وکان
عالی النفس قوی الحافظة سریع
البدیهة وحفظ القرآن وهو
ابن ثلث عشر سنة ثم قرء العربیة
وغیرها علی السید محمد القزوینی
وکان قد جمع دیوان شعره علی
عهد حیوته وکان یحسن الاستعارة

شیخ محمد حسین مروۃ العاملی - مجلۂ عرفان
صیدا و شام مجریہ ماہ چہارم صفحہ ۵۶ میں ہے کہ
یہ حافظ مشہور تھے اپنے زمانہ کے بہترین حفاظ
میں سے تھے سنہ ۱۳۲۶ میں انتقال کیا۔

شیخ حسین بصیر حلی - حصون منیعہ میں
ہے کہ بمقام حلہ سنہ ۱۲۹۶ میں پیدا ہوئے وہاں
کے ادباء میں پرورش پائی احادیث و روایات
سنکر مرتبۂ استادی پر فائز ہوئے بہت عمدہ
و فصیح شعر کہے انکو بشار فیحاء[۵] کہتے تھے
عالی نفس - قوی الحافظہ - بدیہہ گو تھے تیرہ سال
کی عمر میں قرآن حفظ کیا پھر علوم عربیہ وغیرہ
سید محمد قزوینی سے پڑھے اپنا دیوان اشعار
اپنی زندگی ہی میں جمع کر لیا تھا استعارات
خوب استعمال کرتے تھے آغاز جوانی ہی میں
انتقال کر گئے تھے اگر زندہ رہتے تو بڑے بلند شان اور
علم ادب میں بہت با فہم ہوتے نجف میں لاکر دفن

[۵] یعنی حلہ ۱۲ مترجم

وماتَ یافعاً سنہ ۱۳۲۹ ولو عاش
قلیلاً لکان لہ شان کبیر وشعر
کثیر فی علم الادب ونقل بعد
وفاتہ الی النجف الاشرف ودفن
فی الغری

الحافظ کفایت صاحب
واعظ مدرسۃ الواعظین

الحافظ فیاض حسین صاحب
صدر مدرس لمدرسۃ منصبیہ میرٹھ

الحافظ شمس العلماء مولانا
عباس حسین

الحافظ صادق حسین صاحب

الحافظ السید غلام حسین

الحافظ مہدی حسن صاحب

المولوی حکیم فرمان علی صاحب

کل ھؤلاء حفظۃ القرآن الشریف
علی ما ذکرہ العلامۃ اللکھنوی
فی تذکرۃ الحفاظ باسانیدھا

الحافظ الآقا سید مہدی
الشیرازی الساکن فی النجف الاشرف

والحافظ الآقا میرزا عبد المطلب

کئے گئے۔

مولانا حافظ کفایت حسین صاحب
دامت برکاتہ واعظ مدرسۃ الواعظین
مولانا حافظ فیاض حسین صاحب مرحوم
صدر مدرس مدرسہ منصبیہ میرٹھ
شمس العلماء مولانا حافظ سید عباس حسین صاحب
اعلی اللہ مقامہ (جارچوی ناظم دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی
علیگڑھ) حافظ صادق حسین صاحب۔
حافظ سید غلام حسین صاحب۔
حافظ مہدی حسن صاحب۔
مولانا حافظ حکیم سید فرمان علی صاحب
مرحوم (مترجم ومحشی قرآن) ان تمام حضرات حفاظ
قرآن کا تذکرہ کتاب تذکرۃ الحفاظ میں مفصل ہے

حافظ آقا سید مہدی شیرازی ساکن
نجف اشرف۔
حافظ آقا میرزا عبد المطلب شیرازی

ودم بصلام لحظها مطلول اشكو
وتمنعنى واشكر فعالها
وتميل بى فاميل حيث تميل

الشيخ محمد حسين مروة العاملى

مجلة العرفان بصيداء الشام
بر ج ۴ ص ۵۶ المشتهر بالحافظ
احفظ حفاظ عصره توفى سنة ۱۳۲۶

الشيخ حسين بصير الحلى

الحصون المنيعه فى طبقات الشيعه
ولد فى الحلة الفيحاء سنة ۱۲۹۶ ونشأ
بين ادبائها وتخرج على السماع و
نظم شعر اطيعا فصيحا وكان
يعبر عنه ببشار الفيحاء وكان
عالى النفس قوى الحافظة سريع
البديهه وحفظ القرآن وهو
ابن ثلث عشر سنة ثم قرء العربية
وغيرها على السيد محمد القزوينى
وكان قد جمع ديوان شعره على
عهد حيوته وكان يحسن الاستعارة

شیخ محمد حسین مروۃ العاملی

مجلہ عرفان صیداء شام مجریہ ماہ چہارم صفحہ ۵۶ میں ہے کہ یہ حافظ مشہور تھے اپنے زمانہ کے بہترین حفاظ میں سے تھے سنہ ۱۳۲۶ میں انتقال کیا۔

شیخ حسین بصیر حلی

حصون منیعہ میں ہے کہ بمقام حلہ سنہ ۱۲۹۶ میں پیدا ہوے وہاں کے ادبا میں پرورش پائی احادیث و روایات سنکر مرتبہ استادی پر فائز ہوئے بہت عمدہ و فصیح شعر کہے انکو بشار فیحا^[۵] کہتے تھے عالی نفس۔ قوی الحافظہ۔ بدیہہ گو تھے تیرہ سال کی عمر میں قران حفظ کیا پھر علوم عربیہ وغیرہ سید محمد قزوینی سے پڑھے اپنا دیوان اشعار اپنی زندگی ہی میں جمع کر لیا تھا استعارات خوب استعمال کرتے تھے آغاز جوانی ہی میں انتقال کر گئے تھے اگر زندہ رہتے تو بڑے بلند شان اور علم ادب میں بہت با فہم ہوتے نجف میں لاکر دفن

---

۵ یعنی حلہ ۱۲ مترجم

ومات یافعاً سنۃ ۱۳۲۹ ولو عاش
قلیلا لکان لہ شان کبیر وشعر
کثیر فی علم الادب ونقل بعد
وفاتہ الی النجف الاشرف ودفن
فی الغری

الحافظ کفایت صاحب
واعظ مدرسۃ الواعظین

الحافظ فیاض حسین صاحب
صدر مدرس لمدرسۃ منصبیۃ میرٹھ

الحافظ شمس العلماء مولانا
عباس حسین

الحافظ صادق حسین صاحب

الحافظ السید غلام حسین

الحافظ مہدی حسن صاحب

المولوی حکیم فرمان علی صاحب
کل ھؤلاء حفظۃ القرآن الشریف
علی ماذکرہ العلامۃ اللکھنوی
فی تذکرۃ الحفاظ باسانیدھا

الحافظ الآقا سید مہدی
الشیرازی الساکن فی النجف الاشرف
والحافظ الآقا میرزا عبد المطلب

کئے گئے۔

مولانا حافظ کفایت حسین صاحب
دامت برکاتہ واعظ مدرسۃ الواعظین
مولانا حافظ فیاض حسین صاحب مرحوم
صدر مدرس مدرسہ منصبیہ میرٹھ
شمس العلماء مولانا حافظ سید عباس حسین صاحب
اعلی اللہ مقامہ (جارچوی ناظم دینیات شیعہ مسلم یونیورسٹی
علیگڈھ) حافظ صادق حسین صاحب۔
حافظ سید غلام حسین صاحب۔
حافظ مہدی حسن صاحب۔
مولانا حافظ حکیم سید فرمان علی صاحب
مرحوم (مترجم ومحشی قرآن) ان تمام حضرات حفاظ
قرآن کا تذکرہ کتاب تذکرۃ الحفاظ میں مفصل ہے

حافظ آغا سید مہدی شیرازی ساکن
نجف اشرف۔
حافظ آقا میرزا عبد المطلب شیرازی

الشیرازی الساکن فی النجف العلامان
البلوعان التقیان النقیان یعلم
ذالک منی ہما کل من جثی معہما فی النجف
والعلامۃ اللکھنوی کان مخالطا
لہما مدۃ اقامتہ فی النجف الاشرف
ذکرہما فی تذکرتہ

ثم انک ایہا الحبر الجلیل ان لم
تصدق ماذکرتہ فی ہذا الباب
مما کان من طریق الشیعۃ
فاکتف بما رواہ اہل السنۃ والجماعۃ
فی حفظۃ الشیعۃ ودع عنک
الوہل الباطل من انتظار الشیعۃ
لظہور امامہم الغائب واتیانہ
بما ہو القرآن النازل من السماء
لیحفظوہا حینئذ وانی وان
کنت متی ما فی صدد رہذہ الورقات

ساکن نجف اشرف یہ دونوں حضرات عالم کامل
پرہیزگار و پاکباز ہیں جسکا اندازہ ہر وہ شخص
کر سکتا ہے جو اُنکے ساتھ نجف میں رہا علامہ
لکھنوی صاحب تذکرۃ الحفاظ اپنے زمانہ قیام
نجف اشرف میں اُنسے ربط ضبط رکھتے تھے
اور تذکرۃ الحفاظ میں انکا ذکر بھی کیا ہے۔ [ع۵]

مولانا! اگر آپ حفظ قران کے مسئلہ میں ان خبروں کو
نہیں مانتے ہیں جو ہم نے شیعوں کے حوالوں سے
درج کی ہیں تو خیر انہی روایات پر اکتفا کیجیے جو اہلسنت
نے شیعہ حفاظ قران کے متعلق نقل کی ہیں اور
اس خیال باطل کو چھوڑ دیجیے کہ شیعہ اس انتظار
میں ہیں کہ امام غائب ظاہر ہوں اور اس اصلی
قران کو لائیں جو آسمان سے نازل ہوا تھا تب
اسکو یاد کریں۔ اگرچہ میں نے ابتداء جوابات
میں یہ التزام کر لیا تھا کہ ہر روایت نقل کرونگا
آپ کے یہاں سے کرونگا لیکن یہ مجبوری ہے کہ

ع۵ والد علام مدظلہ العالی نے کتاب تذکرہ بے بہا فی تاریخ العلما تصنیف فرمائی ہے جسمیں صدہا علماء و مجتہدین ہند
کے حالات درج فرمائے ہیں یہ کتاب عرصہ ہوا طبع ہو چکی غالبا اب قریب ختم ہے اسکے متعلق یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ آپ نے
موضوع میں نئی کتاب اور مؤلف علام کے غیر معمولی ریاض و عرق ریزی کا نتیجہ ہے افسوس کہ باوجود کوشش کے یہ ہمارے پاس نجف میں نہ
پہنچ سکی ورنہ میں بھی مایہ پر حفاظ کی غیر معمولی تعداد کا اضافہ کر دیتا البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ جن حفاظ ہند کا تذکرہ کشف الاشتباہ میں کیا گیا
ان سے اکثر کے مفصل حالات تاریخ العلماء میں ہیں ۲ تمہ نمبر ۵ اور وہ بھی اس باب میں بکثرت اور منصف انسان کیلئے تسکین دہ و اطمینان بخش ہیں

ان لا اذكر رواية الا من طريق اهل
السنة والجماعة الا ان الاضطرار
الجئني الى ذالك فانك اذا انكرت
المحسوسات الوجود اليوم فانا اضطر
حينئذ ان اصيح الى كل من له
عين ان يحكم بيني وبينك ان
هذا الزمان يوم

آپ جب ایسے محسوسات کا انکار کرتے ہیں جیسے ان کا
وجود تو میں اس صورت میں ہر آنکھوں والے کو پکارتا
ہوں کہ وہ اگر میرے آپکے درمیان انصاف کرے
کہ اسوقت دن ہے۔

واما مسئلة اتحاد العالم الاسلامي
فقد اصدقك انها اليوم اي سهل
غاية السهولة لان العصابة التي
كان اليه الخلافة والامامة بيدهم
قد فضوا اليوم هذا الامر وعميدهم
قد نفي عن نفسه ذالك و
تبرء عنه تفطنا منهم
بمفاسده ومعائبه ونزلوا
انفسهم عن ان يكون بيدهم
واختيارهم تلك المرتبة
الجسيمة لعدم تمكنهم
من القيام بلوازمه
فيمكن في هذا الوقت اتحادهم
وصيرورتهم يدا واحدة على

رہا اہل اسلام کے اتحاد کا مسئلہ اسکے متعلق میں
آپکی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ اسوقت نہایت سہل
و آسان ہے اسلئے کہ خلیفہ و امام بنانا جن لوگوں
(ترکوں) کے اختیار میں تھا انہوں نے اسے چھوڑ دیا
ان کا رئیس و سردار اس سے بے تعلق و بے واسطہ
ہو گیا ہے اسلئے کہ وہ لوگ اس خلیفہ سازی
و امام بازی کے مفاسد و معائب کو سمجھ
گئے ہیں اور انہوں نے اپنے نفسوں کو اس
قابل نہیں سمجھا کہ یہ مرتبہ عظیمہ ان کے
اختیار میں رہے اسلئے کہ وہ اس کے فرائض
کی انجام دہی پر قادر نہ تھے لہذا
اسوقت ممکن ہے کہ وہ سب اپنے علاوہ
کسی اور پر اتحاد و اتفاق کر لیں اور اتحاد
تو ہو گیا یا عنقریب ہو جائے گا اسلئے کہ

من سواهم واعلم حصل
الاتحاد او يحصل قريبا
انشاء الله وعلامات التوحد
والتحابب بين امراء الاسلام
وملوكهم لاتحد واصلاح
شئونهم ومنازعاتهم
بانفسهم من دون تداخل
الاجانب مما يقرب هذا
المقصد العظيم
انشاء الله الحكيم
فی ۲۳ شهر جمادی الاولی
سنه ۱۳۵۴
عبد الحسين الرشتی
۱۳۵۴

شاہان و ملوک اسلام میں اتحاد و اتفاق
کی علامات (یعنی باہمی معاہدات وغیرہ) ظاہر
ہیں۔ اور انکا بغیر کسی غیر کی مداخلت کے
خود ہی اپنے حالات و منازعات کی اصلاح
کرنا ایسا امر ہے جو عنقریب مقصد اتحاد
و اتفاق کو پورا کردے گا انشاء اللہ تعالیٰ
۲۰ جمادی ثانیہ
سنہ ۱۳۵۶

عہ ان تمام فقرات کا تعلق ممالک اسلامیہ کی سیاسات اور وہاں کے حالات سے ہے ۱۲ مترجم

خاتمۂ کتاب

از مترجم

الحمد للہ تعالیٰ وتقدّس۔ والصّلوٰۃ والسّلام علی محمّد ذی العز الاقعس
وآلہ الذین انارو امناہج العرفان کالصبح اذا تنفّس

امّا بعد

بغرض احقاق حق و ابطال باطل، بنظرِ خدمت دین وملت، بقصد ترقی ادارۂ دائرۃ الاشاعۃ
یہ کتاب ناظرین باتمکین ومومنین بالیقین کی خدمت میں حاضر ہے دعا ہے اور انشاء اللہ مقبول
دعا ہے کہ خداوند عالم اسکو نظر کرم سے منظور فرما کر مقبول خاص وعام اور مصنف ومترجم کے
لئے باعث فلاح دارین خصوصاً توشۂ آخرت قرار دے آمین ثم آمین بحق محمد وآلہ الطاہرین۔

خداوند عالم کا شکر اور ہزار ہزار شکر ہے کہ دائرۃ الاشاعۃ کی آواز ہندوستان ہی میں
محدود نہ رہی بلکہ عراق عرب کے مقدس مقامات میں بھی صحیح معنی کے ساتھ پہنچی اور انشاء
اللہ تعالیٰ بہت جلد ایران کی علمی فضاؤں میں بھی گونج جائے گی، مجھ ایسے نااہل پر
خداوند عالم نے جو تفضلات فرمائے وہ اسی کی شایان شاں ہیں، ظاہر ہے کہ تصنیف
وتالیف مجھ ایسے تہی دست وبے سواد آدمی کا کام نہیں لیکن خداوند عالم کو اپنے دین کا
نام چلانا ہے اور اسکے لئے اسنے کچھ ہستیاں نامزد فرمائی ہیں انہی کی فہرست کے حصہ پائین
میں میرا نام بھی ثبت فرما دیا ہے اب نظم قدرت کو غلط کون کہے اسلئے اس ادارہ کا وجود ہے
اور چھوٹی بڑی معمولی وغیر معمولی اور خدا جانے اچھی یا بُری کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں
جنکو اصطلاح حاضر میں خدمات دینیہ، مساعی مذہبیہ، مجاہدات ملیہ کہتے ہیں جنکی وجہ سے

دائرۃ الاشاعت ایسا بے سروسامان وغیر مطمئن ادارہ بظاہر صرف ایک ہی شخص کے
قلم اور ایک ہی شخص کی قوم پر اور بہ باطن بفضل خدا پر تکیہ کئے ہوئے زندہ بلکہ نمایاں طور پر زندہ ہے
اس سلسلہ میں ایک امر کا مجھے اعتراف اور ایک امر پر ناز ہے اعتراف اسکا ہے کہ جسطرح
یہ ادارہ تمام اداروں کا خادم اسیطرح میں بھی ارباب قلم و اہل تصنیف کے سامنے ہیچ بلکہ
عرض کر چکا ہوں کہ علمی مشاغل کے لئے نامناسب صرف اقدس باری ہی اپنی تائید اور محض
تائید سے یہ خدمات انجام دلاتا ہے جو اگرچہ نہایت حقیر ہیں مگر میری فہم و استعداد سے دور
اور ناز اس امر پر ہے کہ وہ باوجود عملہ ادارہ کے بے سروسامانی کے اسکا ہاتھ تھامے رہتا ہے
اور ایسے ثروت پسند زمانہ میں کہ جب مال و دولت کی تھیلیوں کے منہ کھولکر اپنی ذاتی ترویج
پر فریفتگی کا بازار گرم ہے مجھے یہ توفیق دے رکھی ہے کہ علمیات کے ذریعہ سے تا امکان اسکے
دین و مذہب کی ترویج کر رہا ہوں اور ان دونوں ترویجوں میں وہی فرق ہے جو علم و مال میں۔

نجف اشرف میں رہکر جہاں تصنیف و تالیف اور حرکت قلم کے لیے بڑی مشکل کے ساتھ زیادہ
سے زیادہ تعطیلات کے ایام ہی مل سکتے ہیں تھوڑی سی مدت میں اتنی بڑی ضخیم کتاب تیار کر لینا
اسکا چھپ بھی جانا اشتہار بھی اسقدر ہونا کہ اخبارات میں سلسلۂ اشتہار کے علاوہ اردو و عربی
کے دو مستقل اشتہار ہندوستان و ایران و عرب تین ملکوں میں شائع کئے گئے ایسے امور جسقدر پر از دقت
و اشکال ہیں اس سے باخبر و قدرداں حضرات ہی واقف ہیں خصوصاً اسلئے کہ میں یہاں سے اسکے
اجزا کو ترتیب دیکر بھیجتا رہا اور وہاں دائرۃ الاشاعۃ میں اسکے تمام کام میری غیبت میں انجام
پائے جبکہ میری موجودگی ہی میں پریس والوں نے مثلاً میری کتاب اثبات العجاب کے دوسرے
اڈیشن میں اپنے مذاق مذہب کے مطابق یہ ترمیم کر دی کہ جہاں امام حسین۔ امام زین العابدین
جناب زینب۔ حضرت عباس۔ حضرت علی اکبر ایسے نام آئے سب کے اوپر رضؓ بنا دیا تو اب
اسمیں جتنے بھی تغیرات ہو جائیں کم ہیں لہذا میں وسیع النظر اور عالی ظرف ناظرین سے اسمقام
پر ملتمس عفو ہوں ع والعذر عند کرام الناس مقبول۔ بلکہ امید واثق ہے کہ مذکورہ

مشکلات پر نظر فرماتے ہوئے وہ حضرات دائرۃ الاشاعت پر مزید نگاہ التفات
یعنی بس صرف یہ کہ اسکی کتابوں کو خود خرید کر۔ دوسروں تک پہنچا کر بلکہ غیر مذاہب
میں تقسیم کر کے اسکی حوصلہ افزائی فرمائیں گے اپنے جذباتِ ملی و عالی ہمتی کا ثبوت
دینگے اور اسکے نیز اسکے عملہ کے لئے دعائے خیر کرینگے۔

قلت وقت اور کثرت کار کی وجہ سے کشف الاشتباہ رحمتوں کا مرکز اور عجلتونکی
اماجگاہ بنگئی مگر پھر بھی ترجمہ کو عام فہم اور سلیس رکھنے کی کوشش کی گئی ہے حواشی کا
اضافہ بھی کیا گیا ہے جسکو اگرچہ میں نے بہت جستجو سے لکھا ہے لیکن افسوس کہ اس
جستجو میں مجھے یہاں کے جلیل و وسیع کتب خانوں سے فائدہ اٹھانے کی مطلق مہلت نہ
مل سکی بلکہ حاشیہ پر صرف وہ چیزیں ہیں جو فوراً دماغ نے پیدا کیں یا وہ حوالے جو پہلے سے
مسودات میں محفوظ تھے اور مسودات ہمراہ اسلئے بہت سی حسرتیں دل کی دل ہی میں رہگئیں
خصوصاً یہ کہ ایسی کتاب کے لئے جسکو عرب و ایران و ہندوستان تمام ممالک میں شایع
کرنے کے لئے چھاپا گیا ہو اسکے حواشی کو بھی کتاب کیطرح اردو و عربی دونوں زبانوں میں
ہونا چاہئے لیکن اسقدر طوالت سر وقت میرے حالات و امکانات سے قطعاً باہر تھی
البتہ دوسرے ایڈیشن میں یہ تمنائیں انشاء اللہ ضرور پوری ہو جائیں گی اسوقت تو اسکا
ایک جزء لکھتے وقت مجھے یہ بھی خبر نہیں رہی کہ اس سے پہلے جزء کے حواشی میں کیا لکھ چکا ہوں
جسکو اس سے قبل قلم برداشتہ لکھتے ہی دائرۃ الاشاعت میں بھیجدیا ہے اور کہاں پر کس چیز
کی تکرار کا احتمال ہے لیکن جس کے دین کی یہ خدمت ہے اور جن کے آثار کا یہ اظہار ہے وہ
اسکے محاسن کے ضامن اور اسکی حدود کے حافظ ہیں۔ اب میں آخر میں تقریظ و تاریخ کو
درج کر کے آپ حضرات سے التماس دعا کے بعد کتاب کو ختم کرتا ہوں وما توفیقی الا باللہ العلی
العظیم والسلام خیر ختام۔ خادم الملۃ

السید محمد مجتبیٰ حسین عین اللاذی نوگانوی از نجف اشرف
۲۰ جمادی ثانیہ ۱۳۵۶ھ سہ شنبہ

التقريظ والتاريخ

لفريد الدهر و وحيد العصر سحبان الاوان و مجمع مصاقع الزمان
استاد الادباء الفحول في بحر المعقول والمنقول الذي ليس في العرب والعجم
مساوي له الشيخ محمد السماوي لا زالت حياض علومه مترعة
وشموس فيوضه مشرقة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله . والصلوة والسلام على محمد رسول الله . وآله الطاهرين آل الله +
وبعد فان الرجل الذي عرف بموسى جار الله + قد اشتبهت عليه مسائل
احتاج فيها الى كشف الاشتباه + فسأل عنها ولما اخذ الله عز وجل على
العلماء ان يبينوا العلم + لدى الشك المدلهم + ويدفعوا الشبه عمن عرته +
ويزيلوا الوساوس عمن اعتورته + وينيروا طرق الهدى لئلا يقع احد في
هوة الردى + تصدى العلامة بحر الشريعة + وبدر الشيعة + المتفنن في العلوم
الواقف على السر المكتوم + المتمسك بحجزة اهل البيت + المشرف بانوارهم
اشراق الزجاجة بالزيت + الورع الزكي الذكي الصفي الشيخ عبد الحسين
نجل السعيد الشيخ عيسى الرشتي النجفي + مد الله ظله + وكثر في المسلمين
فضله + فاجرى قلمه على تلك الشبه فكشفها + وعمد الى تلك الشكوك النواجم
فكسفها + ببراهين قوية + مقتبسة من الكتاب والسنة النبوية + و
حجج قطعية + مستخرجة من الادلة العقلية + مبينة لتلك الشبه الموسوية
بالفاظ عذاب + ومعان رقاق وعبارات هي عين الصواب + داعية للوفاق
بين المسلمين + والوئام بين المختلفين + في مسائل الدين وسمى ذالك الكتاب

كشف الاشتباه + في اجوبة موسى جار الله + ولما رأى ذالك الكتاب

السيد السند الجليل + ذو الشرف والفضل المستطيل + العالم الأوّاه +

السيد محمد مجتبى نوگانوی سلمه الله + ترجمه الى اللغة الهندية + و

زينه بالحواشي البيانية + حرصا منه على نشر العلم بين الامم + واظهارا لفضل

في العرب والعجم + ثم عزم على طبع الاصل والترجمة والحواشي باختيار

هيئة دائرة الاشاعة + التي غرضها ومغزاها + اظهار الحق والنشر له

والاذاعة + مع جمع الكلمة بين الفرق المسلمة فلله درها ما اكرم غرضها ومغزاها +

فعلى الله تعالى ثوابها وجزاها + ولما طالعت الاصل ورأيت الترجمة

معروضة للطبع قلت مورخا

يا كتابا صادعا بالهدى + كم فيه قرت لنبي الدين عين

لله من صنعه قاصدا + ان يظهر الحق الى الحبانبين

قد كشف الشبهة عن اهلها + بحجة كاشفة كل دين

وميز الحق فتاريخه + (وميز كشف الاشتباه الحسين) سنة ۱۳۵۶

حرره المذنب ذو المساوي

محمد ابن الشيخ طاهر السماوي

تاریخ طبع

از نتائج افکار

فخر الشعراء و بدر العلماء زین الاماثل یم الفضائل حسان ہند مولانا السید محمد عادل صاحب عادل

صدر الافاضل دام فضله الباسل لکھنوی مدرس مدرسه سلطان المدارس لکھنؤ

ربانا اشرف المخلوق انساں کو بنایا ہے - مگر نور بصیرت ہی نہو دل میں تو پھر کیا ہے

نظر ہو اور نظر میں جلوہ نور الہی ہو
تو پھر خواہش دیدار لاحاصل تمنا ہے

نگاہ معرفت سے دیکھنے والو یہ روشن ہے
کہ عالم کے قلم کی روشنائی کا شرف کیا ہے

قلم بھی وہ کہ جسکی ہر کشش ابطال باطل میں
دلیل حق ہے مثل حجت اعجاز عیسیٰ ہے

خدا کا شکر دشمن غرق ہے بحر ندامت میں
سر مغرور باطل خم ہے خاموشی پہ سکتا ہے

نجف کی سرزمیں پر باب شہر علم احمد ہے
گماں کرتا تھا مسجد پر کہ محراب کلیسا ہے

یہاں گوشہ نشیں بھی فارس میدان علمی ہے
فقیر باب اہلبیت وجہ رشک دارا ہے

بہار گلشن علم و عمل آغائے رشتی کو
یقیناً ناخدائے دین حق کہیے تو زیبا ہے

وہ آخر کسطرح خاموش رہتے طعن بیجا پر
دئے مسکت جواب ایسے کہ خود دشمن کو سکتا ہے

کیا اک خادم اسلام نے پھر ترجمہ اسکا
جو تصنیفات و تالیفات سے اک ذوق رکھتا ہے

فراغت سرزمین ہند سے کرکے نجف آیا
ابھی کچھ اکتساب فیض اس مرکز سے کرنا ہے

وہیں پر شہرہ آفاق تھا علم و ہنر اسکا
نجف میں آگیا یہ اور سونے پر سہاگا ہے

وہی سید محمد مجتبیٰ سب جسکو کہتے ہیں
زباں بھی جسکی لاثانی قلم بھی جسکا یکتا ہے

خدا دے دو جہاں اسکو جزائے خیر دے عادل
جو پہلو میں دل درد آشنائے قوم رکھتا ہے

تجھے فکر سنہ تاریخ آخر بے سبب کیوں ہے
کہ سال طبع خود مرغوب حق سے آشکارا ہے
۱۳۵۶ھ

کتبہ احقر الزمن السید نفیس حسن نقوی امروہی

جواہر بے بہا

ہر دو حصہ

دس معرکۃ الآرا مضامین کا مجموعہ جنہیں سے ہر ایک معلومات و تحقیقات کا
خزانہ اور مناظرہ و ذاکری کا معلم ہے علمی مواد کے ساتھ ادبی رنگ
اور زبان کی لطافت و شستگی اس کتاب کی مایہ ناز خوبی ہے مختصر فہرست مضامین
ملاحظہ ہو (۱) غم حسین عـ ۲ عـ ۳ اس میں عقل و نقل سے عزاداری اور گریہ و
بکا کے مراتب ثابت کیے گئے ہیں (۲) مصیبت حسین کا دنیا پر اثر - اس کی
معنویت خود عنوان سے ظاہر ہے (۳) ہادی عالم ولادت ختمی مرتبت پر فلسفیانہ
اور سبق آموز بحث (۴) خطبۂ غرا علی مرتضیٰ کے مشہور خطبۂ غرا کا ترجمہ جو مواعظ
و نصائح کا مخزن ہے۔ ساتھ ساتھ مولف کتاب کی تمہید جس
میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ چونکہ آپ مناطقہ میں افضل تھے اس لیے
مستحق امامت بھی تھے (۵) امامت اپنے اصلی لباس میں عـ ۲ عـ ۳
عـ ۴ اس میں امامت پر استدلالی و مناظرانہ بحث کی گئی ہے یہ وہ مضامین
ہیں جو "در نجف" "صراط" "شیعہ" "سرفراز" میں شائع ہو کر مقبولیت عامہ
حاصل کر چکے ہیں اب ان کو کتابی صورت میں لایا گیا ہے۔

قیمت حصہ اول ۶/ حصہ دوم تین آنہ ۳/

پتہ

مدیر شیعہ دائرۃ الاشاعت نوگانوہ

ضلع مراد آباد (یوپی)

صحت نامہ کشف الاشتباہ

صفحہ	سطر	صحیح مضمون	صفحہ	سطر	صحیح مضمون	صفحہ	سطر	صحیح مضمون
۸	۱	سولہ۱۲ سال	۳۵	۱۸	........قاتلہ	۶۳	۱	وانا اُدلت
〃	۸	تیرہ سال	۳۶	۱۹	اذا اقتتل	۶۸	۷	التقۃ بینہم
〃	۱۷	وَلَدُہٗ حاشیۂ	۳۷	۲	قتال میں کوئی مصلحت	〃	۱۸	فی ملۃ من جحد بھا
۹	۸	فقہاً واصولاً	۳۸	۸	وہ واجب (یا مستحب) کا	۶۹	۲	ھشیمہ
۱۰	۱۲	ادقّ واتقن	〃	۹	قرار پاتا	〃	۷	فود تمہم وافتتحت
۱۳	۹	ملک روس	〃	۱۰	کا بجالانیوالا اسکے ترک کرنیوالا	〃	۱۰	حرلیمیں کاشتکار
۱۴	۱۲	امامۃ لیست	۳۹	۱۹-۲۰	الشافعی الجز السادس	۷۰	۲	واخوہ
〃	۱۹-۲۰	وہ نفاق میں رسول سے دشمنی رکھتے ہیں اور اسلام کو نقصان پہنچانے میں تمام	۴۱	۱۳	آنکی پارہ جگر	〃	۵	وینکت
			۴۳	۶	بینہما وتج	〃	۷	تفرے صحیحہ رسول کو
۱۲	۱۸	واللاعن علی المؤمنین فی قلبہ مرض	۴۶	۱	المؤمن بما ھو	〃	۱۲	مہمی بینہم
۲۲	۱۰	مغفلاً	〃	۶	وھتکہ	۷۱	۸	غیر شریکو
۲۵	۲۱	کرنی چاہتے چاہیے اولادِ رسول	〃	۱۲-۱۳	بل فی کتبہم	۷۲	۵	وابلھا
۲۶	۶	یقتال	〃	۱۵	کما سنوضحہ بالدلیل	〃	۱۴	وقال وادلو
۲۸	۷	الحضرمیۃ	〃	۱۶	بعضا علینا الانتقال	〃	۱۹	اتاقہ اوانابہ
〃	۸	تقبّل	〃	۱۹	نعم فی کتب	۷۳	۱۹-۲۰	آیا ایسی تقریر
〃	۹	بن حدیج	۴۷	۸	مشتملۃ علی	۷۵	۱	تستنتج
〃	۱۴	اعدہ ولد اولبنی	〃	۹	بقدر الوسع	〃	۱۱	یشھدون ویصححون ان
۳۱	۱۶	سخت احتجاج کیا	〃	۱۱	لحدیث مصافحۃ	۷۷	۱۷	اور ہلاکو
۳۳	۸	فی الخلافۃ وقال من لم یبایع لعلی فی الخلافۃ فھو	۵۱	۱۱	قد دفناہ	۷۸	۱۴	التقریب العسقلانی فی موقفیاتہ
			〃	۱۶-۱۷	تکفین کرنا اور انکے جنازہ پر نماز			
۳۵	۶	فی المقتتلین	۵۲	۲۵	یصنع الحدیث	〃	۱۴	ما الظنہم

صفحہ	سطر	عبارت	صفحہ	سطر	عبارت	صفحہ	سطر	عبارت
۸۴	۱۱	لایجوز الا	۱۱۳	۱۹	فیہ بشئ	۱۸۶	۸	الجمعہ عشیدہ رحم
۸۶	۱۳	دائمہ صنیعہ	۱۲۳	"	وانہ کان	۱۸۷	۷	نے اثنا او نقل
۸۷	۲۱	لا یمد مسئل	۱۲۸	۲	توبہ کو توالو نکی توبہ	۱۸۶	۲-۱	تاکہ کوئی سمجھنے والا [illegible] اولاد امام حسن ہی [illegible]
۸۸	۲	ولما فقال انی	۱۳۲	۱۴	افاثبتہا			
"	۵	بغیر ما	۱۳۶	۱۱	فتترک الفریضہ	"	۱۲	اپنی کتاب عمدہ میں
۸۹	۹	انما نابعہ	"	۱۷	جعفر و حجاج	۱۸۸	۵-۴	فی قوہ عیسے
۹۱	۱۰	مرط مرجل	۱۳۷	۷	فی کتاب اللہ	۱۹۱	۱۲-۱۱	الخلق بغیر امام
۹۳	"	ویقتل بعضہم	"	۹	اثبت فی	۱۹۳	۶	ملۃ محمد و
۹۴	۱۹-۱۸	المختلفون کا سبیہ	"	۱۴	خد خلت داجن	۱۹۵	۲	یکونو لخلفاء
۹۸	۲۰-۱۹	وضبطوا ضبطہم البتہ	۱۴۳	۲	فی سند	۱۹۷	۳	وانہ کان معلنا
"	۲۱-۲۰	وہ سیبویہ کی کتاب اور شعراء کے نحو از ہے	"	۳	ھذہ الایۃ	۱۹۹	۷	قل فارقوا
۱۰۰	۱۲	بعض السور و بعض الآیات	۱۴۴	۱۳	سے تین حضرت	"	۲۰	راجیا الاجابۃ
۱۰۹	۵	ما نسخ	"	۱۸	فتعال	"	۲۱	کل بالبیان
"	۱۲	تواتر القرات	۱۵۵	۱۱	قال ستعربہا	۲۰۳	۸	علی ان
۱۱۰	۲	من القراء	۱۵۷	۷	نا احمد	"	۱۰	خدری کے متعلق کوئی [illegible] بیان کیا ہے میں
"	"	سوا سے اپنے دوسرے	"	"	نا علی	۲۰۹	۵	ولا کسر
"	۳	قوائۃ ثم لما جاء القاری	"	۸	نا ابو عبید قال نا	"	۸	حدیث الصحابۃ
"	۵	جواز قوائتہ الی ان	۱۶۴	۳	فاسد فی	"	۱۴	مختلفۃ
"	۶	ھذہ القرات	"	۴	الباطل من	"	۱۵	لیعرف
"	۹	اتباع القرات	"	۱۸	"برزحینہ"	۲۱۰	۱۰-۹	اور منقول ہے کہ وہ تشیع [illegible] کی تہمت [illegible]
"	۱۲	قبال القرات	"	۱۹	"برزخیۃ" پہلے	"	۱۲	فی صلاتہ
۱۱۱	۲۰	تخصصت و	۱۶۵	۷	کے صلب میں	"	۱۳	دوبیۃ سوء و
۱۱۲	۴	اور اس سے چار روایت قبل	۱۶۷	۹-۸	فاقوء واللیل اذا یغشی فقرات واللیل	۲۱۲	۱۶	دوت فی ذلک
۱۱۳	۱۱	کلام الحبر				۲۱۳	۱۲	من اللہ المخطاء [illegible] احاد الصحابۃ
۱۱۴	۶-۵	مجاہد بن جبیرہ اور اسمعیل	۱۷۶	۱	کلمۃ صحتہا	۲۱۴	۱۳	یا مغیرۃ ذھب

صفحہ	سطر	صحیح	صفحہ	سطر	صحیح
۳۶۳	۵-۴	ہوجائے اسکا بیانیہ اول	۴۷۸	۸	سفتنة
		سعید جمعہ بن سیرین ...	〃	۱۳	قتلة واحدة
۳۶۸	۱۷	انہی حکمتوں	〃	۱۷	کان له نظراء
〃	۲۰	من کتاب المحو	۴۷۹	۱۳	وددی
۳۶۹	۶	انہی حکمتوں	۴۸۳	۸	ہے ان دونوں نے تعمیل حکم کی
۳۷۳	۷	دعا عبد	۴۹۷	۱۱	ہے کہ بقول ابن عساکر
۳۷۵	〃	خداوند عالم جو ہماشنا ہی مجھ پیاری اور جو نخیہ تھا	۵۱۱	۱۷	آسوب
۳۸۱	۴	علمتها سلسلتان اذا هلکتا	〃	۱۸	آشوب
۳۸۴	۱۹	ففتح لها	۵۱۳	۱۵	شرف الاشراف
۳۸۵	۲	لا تاخذه	۵۱۰	۱۲	المجود المجرد
۳۸۹	۱۸ ۱۹ ۲۰	سوائے میراث دادا کا موقع جنکا سبب میراث ہوتی ہے اور ویسی چیزیں میں تصرف کرنیکا مستحق	〃	۱۶	علی تدبجه
			〃	۲	التسعین الشیخ
۳۹۰	۱	الا م و یا نیز ہو	۵۲۲	۵	وفجعتنی
〃	۲	لم ینظر الامام	〃	۶	واضرمت
۳۹۳	۴	واعتراض الحبر	۵۲۳	۲۱	ولی سیح
۳۹۳	۱۰	فلما حللنا	۵۲۶	۱۱	سلطان القراء
۳۹۷	۴	اعتبار ہے اور	۵۳۰	۵	صید ارشام رکن ۲ صفحہ ۵۶
۴۰۰	۵	بهم مع ان اکثر	〃	۷	بوح ۲۷
۴۱۳	۳	ان دادوید	۵۳۱	۲	کبیر و شعر
〃	۷	هذا الا لامنا دای اکثر	۵۳۲	۱۲	الوهم الباطل
۴۲۰	۲۱	الشیء الی الجبائی	〃	۱۶	کنت ملتزما
۴۲۲	۸	دامت ایاما	۵۳۳	۴	کوجود
〃	۱۵	تمام الاقامة	۵۳۸	۴	مترعة
۴۳۳	۶	اقرانیها ابی	〃	۵	مشرقة
۴۶۰	۱۰	اشراف اهل	۵۳۹	۱۳	(سیر کتشف)